تاریخ ابنِ خلدون



حصہ ہفتم

سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین



ترجمہ

علامہ حکیم احمد حسین عثمانی

نفیس اکیڈمی - کراچی

تاریخ ابن خلدون

حصّہ ہفتم

سلجوقی و خوارزم شاہی سلاطین

اور

فتنۂ تاتار

سلجوقی و خوارزم شاہی خانوادوں کے حالات و کوائف، خانہ جنگیوں، عیسائیوں کا مقابلہ، کفار کرج اور قفچاق کی جدوجہد، ترکوں کی یورش، تاجداران سلجوقیہ اور ملوک خوارزم کی مدافعانہ کوششیں، چنگیز خاں کا خروج، تاتاریوں کا عالمگیر طوفان، ممالک اسلامیہ کی تباہی و بربادی کی عبرت ناک داستان

تصنیف:۔ رئیس المورخین علامہ عبدالرحمن بن خلدون (۷۳۲ - ۸۰۸)

ترجمہ
علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترتیب و تبویب
شبیر حسین قریشی ایم اے

نفیس اکیڈمی

اسٹریچن روڈ
عقب ایس ایم کالج
کراچی ۱

قیمت ~~بارہ روپے~~

کتاب العبر و دیوان المبتدا و الخبر من احوال العرب والعجم والبربر و من عاصرھم من ملوک التتر یعنی علامہ ابن خلدون کی کتاب التواریخ کا اُردو ترجمہ

بہ اھتمام ——— خالد اقبال گاہندری

اشاعت اوّل۔ نفیس اکیڈیمی کراچی ۱ ۔ جنوری سنہ ۱۹۶۷ء

اشاعت دوم ——— مئی سنہ ۱۹۶۹ء

مطبوعہ

(انٹرنیشنل پریس کراچی باہتمام مستفیض احمد صدیقی)

فہرست

سلجوقی خوارزم شاہی سلاطین اور فتنۂ تاتار

شاہانِ سلجوقی اور خوارزم شاہی سلاطین اور فتنہ تاتار

(از محمد اقبال سلیم گاھندری)

سلجوقی اور خوارزم شاہی خانوادوں کے حالات و کوائف پر مشتمل زیرِ نظر اوراق یوں تو تاریخ ابن خلدون ہی کا ساتواں حصہ ہے۔ لیکن سچ پوچھئے تو یہ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون جیسے صاحب نظر، محقق مؤرخ کے دردمند دل کی گہرائیوں سے نکلا اور خونِ جگر میں ڈوبا ہوا مرثیہ ہے۔ انھوں نے یہ طویل، عبرت ناک مرثیہ، عربوں کی عین عنفوانِ شباب ہی میں واقع ہونے والی موت پر کیا تھا۔

دارالخلافہ کے دمشق سے بغداد میں منتقل ہوتے ہی زوال کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ بنو عباس نے اپنے حریف عرب قبیلے بنی امیہ سے عجمی سپاہ کے بل بوتے پر اقتدار چھینا تھا، اس لئے ان کی ہمدردیاں شروع ہی سے غیر عربوں کے ساتھ تھیں۔ قلمدانِ وزارت سے لے کر سول فوج کے تمام بڑے بڑے عہدے ایرانیوں، خراسانیوں اور ترکوں کے ہاتھ میں چلے گئے تھے یہیں سے عرب و عجم کے درمیان بغض اور بدظنی کی فضا پیدا ہوئی۔ ایسی فضا جو مخبروں چغل خوروں اور چاپلوسوں کو بے حد راس آئی۔

رفتہ رفتہ قصرِ خلافت کے معتمد محافظوں کو نااہل حکمرانوں کی طبیعت میں اتنا اثرو

دخل حاصل ہوگیا کہ "خلیفہ وقت ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا" اور وہ "خلافت مآب کو اپنی انگلی کے اشارے سے نچانے لگے" چراغ کے نیچے پھیل جانے والے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں سے شورشوں، سرکشیوں اور بغاوتوں کے شعلے بلند ہوئے۔ قسمت آزما، فوجی سرداروں نے "عظیم الشان اسلامی ریاست" کے چپے چپے پر لوٹ مار اور فتنہ وفساد کا بازار گرم ہوگیا اور خلیفہ وقت کا اقتدار صرف بغداد کی فصیلوں کے اندر محدود ہوکر رہ گیا۔

ماوراء النہر سے مراکش تک پھیلی ہوئی سلطنت پیوند زمین ہوگئی اور اس کے کھنڈروں پر سلجوقی اور خوارزم شاہی ترک خانوادوں نے اپنی اپنی آزاد و خود مختار ریاستیں تعمیر کیں، اگرچہ ان ملوک الطوائف میں طغرل، سنجر، الپ ارسلان جیسے اور محمد خوارزم شاہ جیسے بڑے پائے کے سپاہی سلطان پیدا کئے۔ جن کے تیور اور تدبر کو دیکھ کر امید پیدا ہوگئی تھی کہ شاید عالم اسلام پر چھائے ہوئے ادبار کا طوفان ٹل جائے۔ لیکن افسوس! یہ حریف، ہم عصر ریاستیں بھی بیرونی دشمن کے خلاف مشترکہ محاذ قائم کرنے کی بجائے ایک دوسرے کی اکھاڑ پچھاڑ میں مصروف ہوگئیں اور ان کے تمام محدود وسائل باہم آویزش کی نذر ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ نظام الملک جیسا وزیر باتدبیر اور الپ ارسلان جیسا زمانہ شناس حکمران بھی اس موذی مرض کا کوئی علاج نہ کر سکا جو قومی اتحاد و اشتراک کو گھن کی طرح اندر ہی اندر کھائے چلا جا رہا تھا! سچ تو یہ ہے کہ فطرت نے آج تک اپنا کوئی عمل ادھورا نہیں چھوڑا ہے اور نہ ہی ان قوموں کو معاف کیا ہے جو نقصان وانتشار کی مجرم ہوں۔ سلطان اور وزیر کی ناکامیوں میں بھی ترکان خاتون کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس خودغرض اور عاقبت نااندیش ملکہ نے سلطان کی موت کے بعد اپنے ہی ایک بیٹے کے پنجے سے اقتدار کی کرسی کھینچنے اور دوسرے بیٹے کو اس پر بٹھانے کی کوشش میں سامرہ سے سمرقند تک فتنہ و فساد کا ایسا دروازہ کھولا جس پر خانِ اعظم چنگیز خاں کی عرصہ سے نظریں لگی تھیں۔

الطائی کی برف پوش چوٹی سے نیچے جھانکتے وقت اسے ماژندران سے مکران اور

بلخ سے بدخشاں تک اڑنے والے دھوئیں کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیا اور وہ اسی دبیز پردے کی آڑ لیتا خوں آشام تاتاری بھیڑیوں کے ساتھ ختن اور ختا کی ڈھلانوں سے اُترا اور تاشقند سے تبریز تک جس جس راستے سے گزرا، دہکتے ہوئے انگاروں اور جلے ہوئے انسانی ڈھانچوں کے انبار لگاتا چلا گیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمانوں کی مضبوط، منظم حکومت کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ صرف چند سرحدی قلعوں میں برائے نام اکا دکا دستے متعین تھے۔ جنھیں تاتاری طوفان تنکوں کی طرح اُڑاتا، خوش حال شہروں پر چنگھاڑتا، بے روک ٹوک بڑھتا چلا آیا۔

ہر شہر نے قلعہ بند ہو کر بھوکے بھیڑیوں سے محفوظ رہنے کے لاکھ جتن کیے۔ لیکن قدرت کا اٹل فیصلہ صادر ہو چکا تھا۔ شہروں پر شہر فتح کرتے چلے گئے۔ عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کو قطاروں میں کھڑا کر کے موت گھاٹ اتارا گیا اور ایک عام شہری سے لے کر حاکم شہر تک کسی مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہی۔ مفتوحین سے پونجی بٹورنے کے لئے انھیں فولادی شکنجوں میں طرح طرح کا عذاب دیا گیا۔ دفینوں کے لالچ میں بڑے بڑے بزرگوں، حکمرانوں، اولیاء اللہ کے مقبروں اور مسجدوں کو بھی ڈھا دیا گیا۔ ماں باپ اور جوان بھائیوں کے سامنے عفت مآب بیٹیوں، بہنوں اور خاوندوں کے سامنے پردہ دار بیویوں کی بے حرمتی، معصوم بچوں کے سامنے ماں باپ کا قتلِ عام، گھر گھر سے اٹھنے والے شعلے، چیخیں، آہیں، فریادیں اور آنسو بھی وحشیوں کو انسانیت کا سبق نہ پڑھا سکے!

ان کی ہیبت اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ بقول "علامہ ابن اثیر" میں اصفہان کے ایک کمرے میں کھڑا کھڑکی سے دیکھ رہا تھا، چند سہمے سہمے سے مسلمان جان بچانے کے لئے گھروں سے نکل کر جامع مسجد کی طرف لپکے کہ ایک تاتاری کی ان پر نظر پڑ گئی۔ وہ چلایا: "ٹھہرو!" اور بارہ پندرہ جوانوں کے قدم شل ہو گئے۔ تاتاری نے دائیں بائیں دیکھا اور مسلمانوں کا کام

تمام کرنے کے لئے اسے دور دور تک کوئی چیز دکھائی نہ دی۔ پھر اس نے انھیں اوندھے منہ زمین پر لیٹنے کا اشارہ کیا اور خود ساتھ والے گھر کی طرف بھاگا۔ ذرا دیر بعد ایک زنگ خوردہ درانتی ہاتھ میں اچھالتا نمودار ہوا اور ایک ایک کرکے سب کو ذبح کر ڈالا"۔

لیکن بے کسی اور بے بسی کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھی جلال الدین خوارزم شاہ جیسے جاں باز کی تلوار بجلی کی طرح چمکتی دکھائی دیتی ہے۔ وہ مٹھی بھر سرفروشوں کے ساتھ قدم قدم پر تاتاری طوفان سے ناکام ٹکراتا رہا اور آخر کار جب دریائے سندھ کے کنارے پہاڑ پر گھر گیا تو اپنے راہوار سمیت ایک اونچی چٹان سے سندھ کی بپھری ہوئی لہروں پر کود گیا۔ اس کے عزم واستقلال کو دیکھ کر چنگیز خان نے حیرت سے اپنی انگلی منہ میں ڈال لی اور بے اختیار پکار اٹھا۔ کاش! ایسا ایک سپاہی میرے لشکر میں بھی موجود ہوتا!"

سلجوقی اور خوارزمی سلاطین کے واقعات اور تاتاری طوفان کے کوائف وکیفیات پر مشتمل تاریخ ابن خلدون کا ساتواں حصہ عبرت کا مرقع بھی ہے اور درسِ عبرت بھی، اسے پڑھیے اور اس کی روشنی میں اپنے حال اور مستقبل کا جائزہ لیجیے!

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

۴۰ھ میں نبوت کے سچے جانشینوں کا زمانہ ختم ہوا۔ عنانِ حکومت پر بنو امیہ نے قبضہ کیا۔ خلافت اسلامیہ برائے نام باقی رہی، حقیقت میں استبدادیت، بادشاہی اور سلطنت ہوگئی۔ بایں ہمہ مرکزی قوت کا تجزیہ نہیں ہوا۔ ایک ہی ذات جس کو خلیفہ کے نام سے موسوم کرتے تھے دنیائے اسلام کے چپہ چپہ زمین کا واحد حکمراں تھا۔ اسلامی فتوحات کا سیلاب جس تیزی سے بڑھ رہا تھا اسی تیزی اور عالمگیری سے بڑھتا رہا۔ ایشیا، یورپ اور المغرب الاقصیٰ تک پہنچ گیا۔ خودغرضی کا بُرا ہو کر پہلی صدی کے خاتمہ پر بنوامیہ کی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا، عنانِ حکومت اسلامیہ پر بنو عباس قابض ہوئے۔ ان کا ابتدائی دورِ حکومت بہ لحاظ فتوحات اور انتظامات اگر ستائش کا مستحق نہیں ہے تو الزام کا بھی مستوجب نہیں ہے زمانہ وسطیٰ میں تمدنی حالت کی ترقی اور اصلی مادی قوت کی تنزلی ہوئی۔ عربوں کی جگہ عجموں کا دور دورہ ہوا۔ مرکزی حکومت کا اقتدار باقی نہ رہا۔ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ہر شخص نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی۔ ایک حکومت کی کئی حکومتیں، ایک سلطنت کی متعدد سلطنتیں، ایک حکمران کے عوض سیکڑوں حکمران اپنی اپنی جگہ پر بن گئے۔ صرف سند حکومت دینے کا اختیار خلافت مآب کے ہاتھ میں رہا۔ خلیفہ وقت ان حکمرانوں کی خودغرضیوں کا نشانہ اور ان کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ جس کو چاہتے تھے مسند خلافت پر متمکن کرتے تھے اور جو ان کی خودغرضیوں کا سدّراہ ہوتا تھا اس کو معزول کرتے تھے۔ برامکہ سے زیادہ بنو بویہ دیلمی نے زور پکڑا۔ آپس کے

جھگڑے باہمی نفاق، شیعہ اور سنی کے نزاعات انھیں بنو بویہ کے عہد میں رونما ہوئے۔ رفتہ رفتہ سلاطین سلجوقیہ کا دور آیا۔ انھوں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے۔ خلافت کو دبا لیا۔ ممالکِ اسلامیہ پر قابض ہو لئے۔ ان کی حکومت کا سکہ تمام ممالک شرقیہ میں چلنے لگا۔

سلاطین سلجوقیہ میں الپ ارسلان بانی دولت سلجوقیہ، قزل ارسلان، ملک شاہ سلجوقی، سلطان سنجر، قطلمش والیٔ قونیہ و بلاد روم، توران شاہ تاجدار فارس بڑے بڑے اولوالعزم حکمراں گزرے ہیں، ملوک خوارزم کی سلطنت انھیں سلجوقیوں کی سلطنت کی ایک شاخ ہے۔ انھیں کے زمانہ میں چنگیز خان تاتاری لٹیروں کو لے کر نکلا اور اسلامی حکومت کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ علامہ امام عبدالرحمٰن ابن خلدون (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کے حالات، انساب، خانہ جنگیوں، تاتاریوں اور سلجوقیوں کی لڑائیوں کو کمال تحقیق اور تدبر سے اپنی تالیف کردہ کتاب "العبر و دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر ومن عاصرہم من ذوی السلطان الاکبر" میں تحریر کیا ہے۔

ترجمہ تاریخ کی چودھویں جلد کتاب مذکور کے ایک حصہ کا ترجمہ ہے۔ جس میں انھیں خونی داستانوں کا تذکرہ ہے۔ قدر دانان فن تاریخ کی خدمت میں کمال دیدہ ریزی، جاں سوزی اور محنت شاقہ کے بعد پیش کی جاتی ہے۔ توقع یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ قبولیت عامہ کے زیور سے اس کو مزین و آراستہ فرمائے گا، قوم کی گری ہوئی حالت کا سنوارنے والا وہی ہے شاید اس کے مطالعہ سے قوم کو عبرت کا سبق حاصل ہو، نفاق، حسد، خود غرضی اور قوم فروشی کی صفات مذمومہ ترک ہو جائیں۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

الہ آباد
۱۱ رمضان المبارک
۱۳۴۸ھ

احمد حسین الہ آبادی غفر اللہ ذنوبہ

باب ۱

دولت سلجوقیہ

سلطان ملک شاہ بن سلطان الپ ارسلان

سلجوقی ترکوں کا نسب

سلاطین سلجوقیہ نے ممالک اسلامیہ پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ ان کی حکومت کا سکہ تمام ممالک مشرقیہ میں حدود مصر تک چل رہا تھا۔ انھوں نے خلافت بغداد پر جابرانہ قوت حاصل کرلی تھی۔ عہد خلافت خلیفہ قائم بامر اللہ سے اس زمانہ تک کے حالات اور جیسی جیسی ان کی حکومتیں تمام عالم میں پھیلی ہوئی تھیں ہم ان تمام حکومتوں کے واقعات تحریر کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر کریں گے کہ انھوں نے علماء کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور انھیں کس طرح ادائے فرضِ منصبی سے باز رکھا۔ اسی سلسلہ میں ان حکومتوں کا ذکر بھی تحریر کیا جائے گا جو ان کی حکومت سے نکلی اور پیدا ہوئی تھیں۔

ہم اوپر سلسلہ انساب عالم میں ترکوں کا نسب لکھ آئے ہیں کہ یہ کومر بن یافث کی اولاد سے ہیں جو کہ یافث کے اُن سات لڑکوں میں سے ایک لڑکا ہے جن کا ذکر توریت میں آیا ہے اور وہ ساتوں[1] لڑکے یہ ہیں "ماواق، ماذاے، ماغوغ، قطوبال، ماشخ، طیراش، کومر"

[1] مصحح لکھتا ہے کہ جو نسخے کتاب کے ہمارے ہاتھوں میں ہیں ان میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لیکن یہ اس کے خلاف ہے جو جلد اول کتاب ثانی میں لکھا ہے۔

ابن اسحٰق نے ان میں سے چھ لڑکوں کا ذکر کیا ہے، ماذائے کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ بھی توریت میں ہے کہ کومر کے تین لڑکے تھے۔ "توغرما، اشکان اور ریعاث" اسرائیلیات میں لکھا ہے کہ افرنج (فرانس) ریعاث کی اولاد سے ہے، صقالبہ اشکان کی اور خزر توغرما کی، لیکن علماء نسب اسرائیلیین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ خزر اور ترکمان ایک ہیں اور ترکوں کی تمام شاخیں کومر کی اولاد سے نکلی ہیں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ کومر کی تین لڑکوں میں سے یہ کس لڑکے کی نسل سے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ توغرما کی اولاد سے ہیں۔ بعض علماء نسب کا یہ خیال ہے کہ یہ لوگ طیراش بن یافث کی اولاد سے ہیں۔ ابن سعید نے ان لوگوں کو ترک بن غامور بن سوئیل کی طرف نسبًا منسوب کیا ہے۔ لیکن بظاہر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اور غامور کتابت کی غلطی ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ باقی رہا سوئیل، تو کسی نے اس کا یافث کی اولاد میں ذکر نہیں کیا۔ ان سب باتوں کو ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔

ترکوں کی نسلی شاخیں

ترکوں کی بہت سی شاخیں اور متعدد جنسیں ہیں انھیں میں سے روس اور اعلان ہے۔ اعلان کو ابلان بھی کہتے ہیں، خفشاخ (جو قفچاق کے نام سے مشہور ہیں) ہیاطلہ، خلج اور غز (جن میں سے سلجوقیہ اور ختا ہیں، جن کی سکونت سرزمین طمغاج میں تھی) یمک، تور، ترکس، ارکس اور ططر (جن کو طغرغز بھی کہتے ہیں) انھیں ترکوں کی نسلی شاخیں ہیں۔ لیکن روم کی ہمسایہ قومیں انھیں (یعنی ططر کو) ترکوں میں داخل نہیں کرتیں۔

ترکوں کا مسکن

سمجھیے کہ ترکوں کی قوم، دنیا کی بڑی قوموں میں داخل ہے۔ کوئی قوم ان سے زیادہ بڑی نہیں ہے۔ عرب، معمورہ عالم میں جانب جنوب اور ترک اس کے شمال میں آباد ہیں۔ ترکوں نے اقالیم ثلاثہ پانچویں، چھٹے اور ساتویں اقلیم کے نصف طول پر حدود مشرق تک قبضہ کر رکھا تھا اور اس کے مالک و حکمران بنے ہوئے تھے۔ ابتداءً ان کا مسکن مشرق میں لب دریا ملک چین اور اس کے بالائی ممالک میں جنوبًا ہند تک اور اس

کے نیچے شمالاً سد یاجوج اور ماجوج تک تھا (بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یاجوج وماجوج ترکوں میں سے ہیں) اور آخر میں انھوں نے اپنے قیام کے لئے جانب مغرب بلاد صقالبہ کو تا خلیج قسطنطنیہ اختیار کیا۔ بلاد صقالبہ اور رومہ سے ملا ہوا ہے۔ جانب جنوب ان کا مسکن بلاد غور قریب نہر اس کے بعد خراسان، آذربائیجان اور خلیج قسطنطنیہ تھا اور آخر میں شمالی ممالک میں بلاد فرغانہ، شاش اور ان کے علاوہ بلاد شمالیہ کو جن کے نام بُعد مسافت کے باعث معلوم نہیں ہو سکے انھوں نے اپنے قیام ومسکن کے لئے منتخب کیا۔ اور ان حدود کے درمیان بلاد غزنی، نہر جیحون، بلاد خوارزم، سرحد چین، بلاد قفچاق، روس اور خلیج قسطنطنیہ شمال غرب میں بھی یہی ترک آباد اور سکونت پذیر تھے۔

سلطان الپ ارسلان

انھیں ترکوں کا ایک بڑا گروہ جن کی تعداد ان کے خالق کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ خانہ بدوشوں کی طرح اونی خیموں میں زندگی گذارتا تھا۔ اور یہ لوگ انھی ممالک کے اطراف وجوانب میں بود وباش رکھتے تھے۔ ان کا گزر دیار بکر کی طرف ہوا۔ والی دیار بکر نصر بن مروان شہر سے باہر آیا اور ایک لاکھ[1] دینار شاہی دربار میں پیش کئے۔ جب سلطان کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ والی شہر نے اتنی کثیر رقم رعایا سے وصول کی ہے تو اس نے اسے واپس دیدی۔ اس کے بعد آمد پہنچا اور وہاں کے رہنے والوں کو امان دی۔ شہر پناہ کا چکر لگایا۔ اپنے ہاتھوں سے شہر پناہ کی دیوار کو چھوتا تھا اور اسے اپنے چہرہ پر مسلمانوں کی سرحد کا تبرک سمجھ کر پھیرتا تھا۔ اس کے بعد الرہا کی طرف روانہ ہوا اور اس کا بھی محاصرہ کیا۔

---

[1] اس مضمون کا سابقہ مضامین سے کچھ ربط وتعلق نہیں ہے۔ شاید مورخ ابن خلدون نے اس مقام پر خالی جگہ چھوڑ دی تھی۔ کاتب نے کچھ خیال نہیں کیا جیسا کہ سمجھ کر پڑھنے والوں پر یہ امر ظاہر ہو گیا ہوگا یہ اس واقعہ کا خلاصہ ہے جسے شیخ عطار نے لکھا ہے۔ کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سلطان الپ ارسلان سے متعلق ہے جیسا کہ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں سلطان الپ ارسلان کے قبضہ حلب کے ضمن میں

اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ تحریر کیا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۴ مطبوعہ لیدن (مترجم)

اہل الرہا نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ اس کے بعد حلب کی جانب قدم بڑھایا۔ والیٔ حلب "محمود" نے اپنے سپہ سالار ریعول کو اس کے پاس بھیجا۔ اور اطاعت وفرماں برداری کا اظہار کیا۔ اور اس کا نام خطبہ میں داخل کرنے کا وعدہ کیا اور حاضری کی معذرت کی۔ سلطان نے اس معذرت کو قبول نہیں کیا اور یہ ارشاد کیا کہ وہ ہمارا نام خطبہ میں کس طرح داخل کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کہتا ہے۔ اُس سے کہہ دو کہ تم کو بادل ناخواستہ حاضر ہونا پڑے گا محمود نے حاضری سے انکار کیا۔ سلطان نے حصار میں سختی شروع کی۔ والیٔ حلب (محمود) تنگ ہو کر رات کے وقت مع اپنی ماں نیعہ بنت وثاب نمیری سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سلطان نے اس کی بڑی عزت کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور اسے اس کے شہر کی طرف واپس کر دیا۔

سلطان الپ ارسلان کا خلاط پر جہاد

ارمانوس نامی رومیوں کا بادشاہ ان دنوں قسطنطنیہ پر حکومت کر رہا تھا۔ اس کی طبیعت میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بلاد اسلامیہ کے سرحدی شہر ہمیشہ خطرے میں رہتے تھے سنہ ۴۶۲ھ میں فوج مہیا کر کے ملک شام پر چڑھائی کر دی۔ شہر منبج کو جا کر گھیر لیا۔ قتل وخوں ریزی، لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ محمود بن صالح بن مرداس کلابی اور ابن حسان طائی نے اپنی اپنی قوموں اور عربوں کو جو اُن کے قرب وجوار میں تھے جمع کر کے مقابلہ کیا۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ رومی لشکر نے نہایت بُرے طور سے انھیں شکست دی۔ اور ارمانوس قسطنطنیہ واپس آیا۔ اس کے بعد (سنہ ۴۶۳ھ میں) پھر ارمانوس نے دو لاکھ فوج کے ساتھ بلاد اسلامیہ پر حملہ کیا۔ اس فوج میں رومی، فرانس، روس، کرخ اور وہ عرب بھی شامل تھے جو ان کے ممالک میں یا اُن کے ممالک کے قرب وجوار میں رہتے تھے۔ چنانچہ ملاذکرد (صوبہ خلاط کے شہر) پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑا۔ اس وقت سلطان الپ ارسلان شہر خوی (صوبہ آذربائیجان) میں حلب سے واپس ہو کر مقیم تھا اس خبر وحشت اثر کو سن کر غصہ سے کانپ اٹھا۔ اپنے حرم اور اسباب کو اپنے وزیر السلطنت نظام الملک طوسی کے ہمراہ ہمدان بھیج دیا اور بذاتہ پندرہ ہزار جنگ آوروں کو لئے ہوئے ارمانوس سے جنگ

کرنے کے لئے بڑھا۔ سلطانی مقدمۃ الجیش سے ارمانوس کا رومی ہراول دستہ مد مقابل ہوا، پہلے ہی حملے میں لشکر اسلام نے رومیوں کو شکست دی، اس کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر بارگاہ سلطانی میں بھیج دیا۔ سلطان نے اس کی ناک کٹوا دی اور اس کے مال و اسباب اور آلاتِ حرب کو وزیر السلطنت نظام الملک کے پاس روانہ کر دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ دار الخلافت بغداد بھیج دینا[1]

---

[1] اسلامی مقدمۃ الجیش کی کامیابی کے بعد موکب سلطانی کا لشکر ارمانوس سے مقابل ہوا سلطان نے رومی بادشاہ کے پاس پیام صلح بھیجا۔ رومی بادشاہ نے جواب دیا "رے دیدو تاکہ مصالحت ہو جائے" سلطان کو اس سے سخت تردد ہوا۔ فقیہ ابو نصر محمد بن عبد الملک بخاری نے عرض کیا "آپ تو دین کی خاطر لڑتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے امداد کا وعدہ فرمایا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی کا سہرا آپ کے سر رہے گا۔ جمعہ کے روز جس وقت خطیب منبروں پر خطبہ پڑھنے کو جاتے ہیں اس وقت آپ حملہ کیجئے کیونکہ اس وقت وہ لوگ مجاہدوں کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہیں" چنانچہ سلطان نے اسی وقت حملہ کی تیاری کی، فوج کو جمع کر کے ایک پُرجوش تقریر کی، تقریر نہایت پُرجوش تھی خود بھی رو اٹھا۔ لشکر بھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ سب نے خشوع و خضوع سے دعائیں کیں، سلطان نے دعا سے فارغ ہو کر لشکریوں کو مخاطب ہو کہا "جو شخص واپس جانا چاہے، وہ بلا تامل چلا جائے میں اس وقت بادشاہ نہیں ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے" لشکریوں نے سینہ سپر ہو کر کہا "ہم لوگ بھی اللہ تعالےٰ کی راہ میں سرفروشی کو تیار ہیں" المختصر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ میدان لشکر اسلام کے ہاتھ رہا، بے شمار عیسائی مارے گئے اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ رومی بادشاہ گرفتار ہو کر بارگاہِ سلطانی میں پیش ہوا، دس لاکھ پچاس ہزار دینار فدیہ لے کر سلطان نے اس کو رہا کیا، اور یہ شرط کر لی کہ جس قدر مسلمان بلادِ روم میں قید ہیں۔ سب کے سب رہا کر دیئے جاویں اور پچاس برس کے لئے صلح کی جائے۔ رومی بادشاہ نے اس کو نہایت خوشی سے قبول و منظور کیا۔ سلطان نے دس ہزار دینار اس کو سفر خرچ کے لئے مرحمت کئے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۴ و ۴۵۔ مطبوعہ لیدن

سمرقند کی جانب پیش قدمی

اس کے بعد سلطان سمرقند کی جانب بڑھا۔ تکین والئ سمرقند شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ صلح کا پیام دیا۔ چنانچہ ملک شاہ نے اس سے مصالحت کرلی۔ بلخ اور طخارستان کی حکومت اپنے بھائی شہاب الدین کو عنایت کی اور خراسان ہوتا ہوا رے کی طرف روانہ ہوا۔

قاروت بک اور سلطان ملک شاہ کی جنگ

قاروت بک برادر الپ ارسلان، کرمان کا حاکم تھا جب اپنے بھائی سلطان الپ ارسلان کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی تو اُس نے تاج و تخت شاہی پر قبضہ کرنے کی غرض سے رے کی طرف قدم بڑھایا۔ اتفاق یہ کہ اس کے پہنچنے سے پہلے سلطان ملک شاہ اور نظام الملک وزیر السلطنت رے پہنچ گیا تھا۔ مسلم بن قریش، منصور بن دبیس اور بہت سے امرا کرد موکب سلطانی کے ساتھ تھے۔ (۴ شعبان ۴۶۵ھ میں) قاروت بک اور سلطان ملک شاہ سے مقام ہمدان میں مقابلہ ہوا۔ قاروت بک کو شکست ہوئی گرفتار ہو کر امام سعد الدولہ گوہر آئین کے روبرو پیش کیا گیا۔ امام سعد الدولہ نے اُس گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مرگیا، لیکن کرمان کی حکومت اسی کے لڑکے کو دی۔ ان لوگوں کو جائزے اور خلعت عطا کئے۔ عربوں اور کردوں کو بھی جاگیریں اور انعام دیئے اس وجہ سے کہ انھوں نے موقع جنگ پر نمایاں خدمتیں انجام دی تھیں۔

مسلم بن قریش کی اطاعت

چونکہ سلطان الپ ارسلان، شرف الدولہ سے ناراض تھا اس وجہ سے خلافت مآب نے نقیب النقبا طراد بن محمد زینبی کو شرف الدولہ کے پاس موصل روانہ کیا تھا کہ اس کو اپنے ہمراہ سلطان الپ اسلان کی خدمت میں لے جاکر میری طرف سے سفارش کرکے باہم صفائی کرادو چنانچہ نقیب النقبا، شرف الدولہ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے سلطان الپ ارسلان کی طرف روانہ ہوا، اثنار راہ میں سلطان الپ ارسلان کے مرنے کی خبر ملی تو ان لوگوں نے ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر باریابی حاصل کی اور شریک جنگ قاروت بک ہوئے۔ مسلم بن قریش نے ملک شاہ کی اطاعت و فرماں برداری اس سے پہلے ہی قبول

کرلی تھی۔ باقی رہا بہاء الدولہ منصور بن دبیس، یہ اس وجہ سے سلطانی موکب میں تھا کہ اس کے باپ نے کچھ مال، سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اس کی معرفت بھیجا تھا۔ جس وقت یہ بارگاہ سلطان میں حاضر ہوا اس وقت سلطان جنگ قاروت بک پر جا رہا تھا۔ یہ بھی اس کی رکاب میں روانہ ہوا اور جنگ قاروت بک میں حصہ لیا۔

خلیفہ مقتدی بامر اللہ اس[1] کے بعد ایاز برادر سلطان ملک شاہ نے بمقام بلخ ۴۶۵ھ میں وفات پائی سلطان ملک شاہ نے اس کے بیٹے کو ۴۶۷ھ تک اپنی کفالت میں رکھا۔ اسی سنہ کے ۱۵ شعبان میں خلیفہ قائم بامر اللہ نے اپنی خلافت کے پینتالیس برس پورے کر کے وفات پائی۔ وفات کے وقت اس کا کوئی لڑکا موجود نہ تھا۔ صرف ایک پوتا تھا جو مقتدی بامر اللہ عبداللہ ابن محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا باپ محمد بن قائم بامر اللہ جس کو خلیفہ قائم بامر اللہ نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا جس کا لقب ذخیرۃ الدین تھا اور کنیت ابو العباس تھی بسنہ .... میں وفات پا چکا تھا اس وجہ سے خلافت مآب نے وفات کے وقت اپنے پوتے عبداللہ محمد کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ چنانچہ وفات کے بعد خلافت مآب، اراکین دولت، موید الملک بن نظام الملک، وزیر السلطنت فخر الدولہ بن جہیر اور اس کا بیٹا عمید الدولہ، شیخ ابو اسحٰق شیرازی، نقیب النقباء طراد اور قاضی القضاۃ دامغانی نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر حسب ولی عہدی خلیفہ قائم بامر اللہ، مقتدی بامر اللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی، خلیفہ مقتدی نے تخت خلافت پر متمکن ہو کر فخر الدولہ بن جہیر کو بدستور عہدہ وزارت پر قائم رکھا اور اس کے بیٹے عمید الدولہ کو سلطان ملک شاہ کے پاس بیعت لینے کے لئے روانہ کیا واللہ الموفق للصواب۔

اتسز کا محاصرۂ دمشق ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اتسز نے رملہ اور بیت المقدس پر ۴۶۱ھ میں قبضہ کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا تھا۔ محاصرے کے بعد کچھ سوچ سمجھ کر واپس آ گیا۔

---

[1] ابن اثیر نے اس واقعہ کو ۴۶۶ھ کے واقعات میں لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۶۴

لیکن دمشق کے اطراف میں غارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا۔ کوئی سال ایسا نہ تھا کہ جس میں اس نے اطراف دمشق کو تاخت و تاراج نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ ۴۶۷ھ کا دور آگیا۔ ماہِ رمضان میں دمشق کا پھر محاصرہ کر لیا اور چند روز بعد محاصرہ اٹھا کر واپس ہو گیا۔

اتسز کا دمشق پر قبضہ

والیٔ دمشق معلی بن وحید جو خلیفہ مستنصر علوی مصری کی طرف سے دمشق پر مامور تھا۔ دمشق چھوڑ کر بھاگ نکلا فوج اور رعایا نے اس کے ظلم و جور سے تنگ آکر اس کے خلاف بلوہ کر دیا۔ معلی، دمشق سے نکل کر بانیاس پہنچا پھر بانیاس سے نکل کر صور میں جا کر دم لیا۔ صور سے مصر چلا گیا۔ خلیفہ مصری نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور قید ہی میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اہلِ دمشق نے معلیٰ کے بھاگ جانے کے بعد انتصار بن یحیے المصمودی ملقب بہ نصیر الدولہ کو اپنا والی مقرر کیا۔ رسد و غلہ کی کمی کی وجہ سے حالت خراب ہو گئی اور پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اتسز کو موقع مل گیا۔ ماہ شعبان ۴۶۸ھ میں دمشق کا پھر محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نے مقابلہ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ امان کی درخواست کی۔ انتصار کو دمشق کی جگہ، قلعہ بانیاس اور شہر یافہ جو ساحل پر ہے دے دیا اور ماہ ذی القعدہ میں دمشق میں داخل ہو کر خلیفہ مقتدی کے نام کا خطبہ جامع دمشق میں پڑھا۔ اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کہنے کی ممانعت کر دی۔ اور رفتہ رفتہ شام کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔

اتسز کی مصر پر فوج کشی

۴۶۹ھ میں اتسز نے مصر پر فوج کشی کی اور پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ روزانہ جنگ سے اہلِ مصر کو تنگ کرنے لگا۔ خلیفہ مستنصر علوی نے بادیہ نشینان عرب سے امداد کی درخواست کی۔ ان لوگوں نے امداد کا وعدہ کیا۔ ادھر سے بدر جمالی عساکر قاہرہ کو لے کر مقابلہ پر آیا ادھر سے بادیہ نشینان عرب حسب وعدہ کمک پر آگئے۔ اتسز کو شکست ہوئی بہ ہزار خرابی جان بچا کر بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ اہل بیت المقدس نے اس کی عدم موجودگی کے زمانہ میں خوب رنگ دکھاتے تھے۔ جن لوگوں کو اتسز، بیت المقدس میں چھوڑ گیا تھا ان کو محراب داؤد میں محصور کر رکھا تھا اور طرح طرح کی تکالیف اور

مصیبتوں میں ان کو مبتلا کر رکھا تھا۔ اہل بیت المقدس، اتسز کی آمد کی خبر سُن کر محفوظ مقامات میں قلعہ نشین ہو گئے۔ اتسز نے بہ زورِ تیغ اُن کو زیر کیا۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا ہزارہا موت کی نذر ہو گئے۔ جو لوگ مسجد اقصٰے میں جا چھپے تھے، وہ بھی اس قتل و خونریزی سے جانبر نہ ہو سکے۔

اتسز کے نام کی صحت ہم اوپر کر آئے ہیں۔ اہلِ شام اس کو اقسیس (یا انسیس) کہتے تھے۔ لیکن صحیح اتسز ہے یہ ترکی نام ہے۔

اتسز کا قتل

القصہ سلطان ملک شاہ نے سنہ ۴۷۰ھ میں اپنے بھائی تتش بن الپ ارسلان کو بلاد شام کی حکومت عنایت کی اس کے علاوہ اُن شہروں کی حکومت بھی اسے عطا کی، جن پر وہ اس علاقہ میں اپنے زورِ بازو سے قبضہ کرے۔ چنانچہ تتش نے اولاً حلب کا قصد کیا اور حلب پر پہنچ کر محاصرہ کیا۔ اس کی رکاب میں ترکمانوں کا بہت بڑا گروہ تھا انھی دنوں بدر جمالی نے جو کہ مصر پر غالب ہو رہا تھا، ایک بڑی فوج محاصرہ دمشق کے لئے روانہ کی تھی۔ اتسز نے اس خبر سے مطلع ہو کر تتش سے جو کہ حلب کا محاصرہ کئے تھا امداد کی درخواست کی۔ تتش محاصرہ حلب سے دست کش ہو کر اتسز کی مدد کو آ پہنچا۔ مصری لشکر مقابلہ نہ کر سکا۔ دمشق سے بھاگ گیا۔ جس وقت تتش قریب دمشق پہنچا۔ اتسز نے اس کا استقبال نہ کیا اور دمشق میں تتش کے ورود کا منتظر رہا اور قریب شہر پناہ تتش سے ملاقات کی۔ تتش کو اتسز کی یہ بدتمیزی ناگوار گزری۔ غصہ کا اظہار کیا۔ اتسز نے بادلِ ناخواستہ معذرت کی۔ تتش نے اُسی وقت اسے قتل کر ڈالا۔ اس طرح دمشق اور تمام ممالک شام پر قابض ہو گیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ تتش کا لقب تاج الدولہ تھا۔

تاج الدولہ تتش کا محاصرہ حلب

اس کے بعد تتش نے سنہ ۴۷۲ھ میں حلب کا دوبارہ محاصرہ کیا۔ چند روز بعد محاصرہ اٹھا کر مراغہ اور بیرہ کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے دمشق کی جانب واپس ہوا۔ تتش کے محاصرہ اٹھا لینے کے بعد مسلم بن قریش، حلب آیا اور اس کا مالک بن بیٹھا جیسا کہ مسلم بن قریش کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔ اس کامیابی کے بعد مسلم بن قریش نے سلطان ملک شاہ کو اس کی خبر دی۔ سلطان ملک شاہ نے

اپنی طرف سے اسے حلب کی سند حکومت عطا کی۔

مسلم بن قریش کا دمشق پر حملہ

آخر ۴۷۸ھ میں مسلم بن قریش نے دمشق کا محاصرہ کیا لیکن چند روز بعد محاصرہ اٹھا لیا۔ مسلم بن قریش کی واپسی کے بعد تتش نے دمشق سے خروج کیا۔ ساحل شامی کی طرف بڑھا۔ چنانچہ طرسوس کو فتح کر کے دمشق واپس آیا۔ پھر ۴۷۹ھ میں تاج الدولہ تتش نے رومی شہروں پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی۔ مسلم بن قریش کو اس کی خبر لگ گئی۔ خالی میدان دیکھ کر دمشق پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں مسلم بن قریش کے ساتھ عربوں اور کردوں کی بہت بڑی جماعت تھی۔ خلیفہ مصر نے بھی امداد کا وعدہ کیا تھا مگر یہ امدادی فوج، مسلم بن قریش کے واپس آنے کے بعد پہنچی۔ تتش کو اس کی اطلاع ہوگئی۔ اس نے رومی شہروں کا ارادہ ترک کر دیا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کرتا ہوا مسلم سے پہلے دمشق پہنچ گیا۔ مسلم نے دمشق پر پہنچ کر محاصرہ کیا۔ تتش اپنی فوجوں کو مرتب کر کے محاصرہ اٹھا دینے کی غرض سے شہر سے باہر نکلا اور خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا مسلم کو اس واقعہ میں شکست ہوئی۔

تکش کی بغاوت

اسی اثناء میں مسلم کو یہ خبر لگی کہ اہل حران نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ بحال پریشان مرج الصفر سے اپنے دارالحکومت کی جانب واپس ہوا اس کے بعد امیر الجیوش نے مصر سے فوجیں مرتب کر کے ۴۸۰ھ میں دمشق حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق نے قلعہ بندی کر لی۔ امیر الجیوش اپنا سا منہ لے کر واپس ہو کر سلطان کے بھائی تکش سے جا ملا۔[1] ...... اس سے اس کی قوت بڑھ گئی علم بغاوت بلند کر دیا۔ مرو الرود اور مرو الشاہجان وغیرہ پر قبضہ کر کے خراسان پر قبضہ کے ارادے سے نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان کو اس کی خبر لگ گئی۔ تکش کے پہنچنے سے پہلے سلطان نیشاپور پہنچ گیا۔ تکش ناکام واپس ہوا اور ترمذ میں پہنچ کر قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان نے اس پر محاصرہ کیا۔ تکش نے مجبور ہو کر مصالحت کی درخواست کی اور ان تمام لشکریوں کو جو شاہی فوج کے اس کے پاس قید تھے آزاد کر دیا اور ترمذ سے نکل کر

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کی عزت کی، گلے لگایا۔

تکش کا مروالرود پر قبضہ

اس کے چند روز بعد ۴۷۷ھ میں تکش کے دماغ میں پھر بغاوت کا سودا سمایا۔ مروالرود پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور بڑھتے بڑھتے سرخس کے قریب پہنچ گیا اور قریب سرخس اُس قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو مسعود ابن امیر فاخر کے قبضہ میں تھا۔ مسعود میں مقابلہ کی قوت نہ تھی۔ قریب تھا کہ قلعہ کو تکش کے حوالہ کر دیتا۔ اتفاق سے ابوالفتوح طوسی (یہ نظام الملک وزیر السلطنت کا مصاحب تھا) کو ایک تدبیر سوجھی۔ ابوالفتوح ان دنوں نیشاپور میں تھا۔ اس نے ایک خط نظام الملک طوسی کی طرف سے مسعود والی قلعہ کو اس مضمون کا لکھا کہ "تم گھبراؤ نہیں، پورے دم خم سے مقابلہ پر اڑے رہو میں بہت جلد سلطانی موکب کے ہمراہ تمہاری مدد کو پہنچ رہا ہوں اور دشمنوں کو مار کر بھگا دوں گا" یہ خط ایک سانڈنی سوار کو دیا اور یہ ہدایت کر دی کہ تم تکش کی فوج سے ہو کر گزرنا۔ اجنبی سمجھ کر تم کو گرفتار کر لیں گے۔ جب تم پر تشدد زیادہ ہو اور قتل کی دھمکی دی جائے، تب تم یہ خط دینا اور پوچھ گچھ کے وقت کہہ دینا کہ "سلطان ملک شاہ، رے سے ایک بڑی فوج لے کر مسعود کی امداد کو روانہ ہو گیا ہے"۔ چنانچہ سانڈنی سوار نے ایسا ہی کیا۔

تکش کا انجام

چونکہ ابوالفتوح کا خط نظام الملک وزیر السلطنت کے خط سے بے حد مشابہ تھا اس وجہ سے تکش کو یقین ہو گیا کہ یہ خط ضرور نظام الملک کا ہے۔ اب خیر نہیں ہے فوراً محاصرہ اٹھا کر انتہائی بے سروسامانی سے قلعہ رنج کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اتنے بھی ہوش و حواس قائم نہ رہے کہ خیمے اور سامان ساتھ لے جاتا۔ چولھے پر ہانڈیاں چڑھی ہوئی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اہل قلعہ نے دوسرے دن قلعہ سے نکل کر جو کچھ اس کے لشکرگاہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے تین مہینہ کے بعد سلطان ملک شاہ آیا اور اُس نے تکش کا محاصرہ کیا اور اسے بزور تیغ فتح کر کے تکش کو اپنے بیٹے احمد کے حوالہ کر دیا۔ احمد نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں اور جیل میں ڈال دیا۔ مختصر یہ کہ اس طریقہ سے سلطان ملک شاہ نے اپنے اقرار اور قسم کو بھی نہ توڑا۔[1]

---

[1] ملک شاہ نے تکش سے اقرار کیا تھا اور حلف اٹھایا تھا کہ میں تمہیں کسی قسم کی ایذا نہ دوں گا۔ (باقی صفحہ ۳۶ پر)

شیخ ابو اسحاق شیرازی کی سفارت

چونکہ عمید العراق ابو الفتح بن ابو اللیث والیٔ عراق خلیفہ مقتدی بامر اللہ کے ساتھ بد معاملگی اور کج ادائی سے پیش آتا تھا۔ اس وجہ سے خلافت مآب نے (ماہ ذی الحجہ ۴۶۵ھ میں) شیخ ابو اسحاق شیرازی کو سلطان ملک شاہ اور وزیر السلطنت نظام الملک کے پاس عمید العراق کی شکایت کا خط دے کر اصفہان روانہ کیا۔ شیخ کے ہمراہ اس سفارت میں امام ابو بکر شاشی وغیرہ نامی گرامی علماء تھے جن شہروں کی طرف سے شیخ موصوف کا گذر ہوتا تھا، وہاں کے رہنے والے ان کا اس جوش و مسرت سے استقبال کرتے تھے کہ جو بیان نہیں کیا جا سکتا لوگوں کے اژدحام کی یہ حالت تھی کہ تل رکھنے کی جگہ بھی نہ ملتی تھی۔ شیخ کی رکاب کو چھوتے تھے۔ ان کے گھوڑے کے قدم کی مٹی تبرکاً لیتے تھے اور جو کچھ ان کے پاس درہم، دنانیر اور چاندی سونے کے سکے موجود تھے۔ شیخ پر نثار کرتے تھے، صنعت و حرفت اور تجارت پیشہ والے بھی اپنی مصنوعات اور تجارتی اسباب نہایت کشادہ پیشانی سے بے دریغ لٹا رہے تھے۔ شیخ اس خوشی و مسرت کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرتے تھے۔ الغرض اس طرح کوچ و قیام کرتے ہوئے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلافت مآب کا پیام پہنچایا، سلطان ملک شاہ نے جتنے مطالبات تھے، سب کو قبول کیا اور عمید العراق کا تعلق جس قدر خلافت مآب سے تھا ان سب کو منقطع کر دیا۔ اس کے بعد شیخ وزارت مآب نظام الملک کے دربار میں حاضر ہوئے، امام الحرمین سے مناظرہ ہو گیا جس کے واقعات مشہور ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵) چنانچہ تکش نے اسی عہد و اقرار کی بنا پر اپنے کو سلطان کے حوالہ کیا تھا۔ اس کے بعد سلطان کو تکش کی ایذادی اور قید کرنے کی فکر ہوئی۔ فقہاء نے فتویٰ دیا کہ آپ اس کو اپنے بیٹے احمد کو دید یجئے وہ اس کے ساتھ سب کچھ کر سکے گا آپ بری الذمہ رہیں گے چنانچہ سلطان نے ایسا ہی کیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۹۔

عمید الدولہ کی وزارت

۴۶۱ھ میں نظام الملک نے فخر الدولہ ابو النصر بن جہیر کو خلیفہ مقتدی بامر اللہ کی وزارت سے معزول کر دیا تھا۔ عمید الدولہ بن فخر الدولہ نے وزیر السلطنت نظام الملک کے دربار میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ چنانچہ نظام الملک اس سے راضی ہو گیا اور خلافت مآب سے اس کے قصور کی معافی اور دوبارہ عہدہ وزارت پر مقرر کیے جانے کی سفارش کی۔ خلافت مآب نے عمید الدولہ کو قلمدانِ وزارت مرحمت فرمایا اور اس کے باپ کو بدستور معزول رکھا جیسا کہ اوپر خلفاء بغداد کے حالات کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

خلیفہ مقتدی کا سلطان کی لڑکی سے عقد

۴۷۴ھ میں خلیفہ مقتدی نے فخر الدولہ (وزیر) کو سلطان ملک شاہ کے پاس اُس کی بیٹی سے اپنی منگنی کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ فخر الدولہ، سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اصفہان پہنچا اور خلیفہ مقتدی کا پیام سلطان کو دیا۔ سلطان نے اپنی بیٹی کا عقد خلافت مآب کے ساتھ پچاس ہزار دینار مہر معجل پر کر دیا۔ فخر الدولہ بغداد کی طرف واپس ہوا۔

عمید الدولہ کی معزولی

پھر ۴۷۶ھ میں خلیفہ مقتدی نے فخر الدولہ کے بیٹے عمید الدولہ کو وزارت کے عہدہ سے معزول کر دیا[1]۔ اتفاق یہ کہ جس دن عمید الدولہ معزول کیا گیا اسی دن سلطان اور نظام الملک کا خط بنو جہیر (عمید الدولہ وغیرہ) کی طلبی کا صادر ہوا۔ چنانچہ بنو جہیر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سلطان کے پاس چلے گئے۔ سلطان بڑی آؤ بھگت سے پیش آیا۔ فخر الدولہ کو دیار بکر کی حکومت عطا کی اور فخر الدولہ کے ہمراہ ایک فوج دیار بکر کو بنو مروان کے قبضہ سے نکالنے کی غرض سے روانہ کی اور اس امر کی اجازت دی کہ "تم اس کے محاصل کو اپنے صرف میں لاؤ، خطبہ میں اپنا نام داخل کر لو اور سکہ بھی اپنے نام کا مسکوک کراؤ"۔ چنانچہ فخر الدولہ اس کروفر کے ساتھ شاہی لشکر لئے ہوئے دیار بکر کی طرف بڑھا۔

فخر الدولہ کا موصل پر قبضہ

ابن مروان والئ دیار بکر کو اس کی خبر لگ گئی۔ گھبرا گیا۔ مسلم بن قریش سے امداد کی درخواست کی اور اس صلہ میں ایک خاص امر د آمد[2] کے

---

[1] فخر الدولہ کی معزولی کے بعد وزارت عظمیٰ ابو الفتح مظفر ابن رئیس الرؤسا، کو مرحمت ہوئی۔ یہ محکمہ تعمیرات کا وزیر تھا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۳

[2] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۸۶

دینے، کا اقرار کیا دونوں نے قسمیں کھائیں اور ابن جہیر سے جنگ کرنے پر متفق ہو گئے۔ ابھی جنگ کا آغاز نہ ہوا تھا کہ سلطان نے ابن جہیر کی کمک پر امیر ارتق بن اکسک کی ماتحتی میں ایک فوج اور بھیج دی لیکن اس کے باوجود ابن جہیر، ابن مروان سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ ارتق کو یہ امر شاق گزرا فوراً حملہ کر دیا لڑائی چھڑ گئی۔ عربوں اور کردوں کو شکست ہوئی۔ ان کی لشکرگاہ لوٹ لی گئی۔ مسلم بن قریش کسی طرح جان بچا کر آمد پہنچا۔ فتح مند گروہ نے تعاقب کیا اور چاروں طرف سے آمد کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم بن قریش نے اس امر کو محسوس کر کے کہ اب میں گرفتار ہوا چاہتا ہوں امیر ارتق کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ سے جس قدر مال چاہو لے لو اور مجھے نکلنے کا راستہ دیدو۔ امیر ارتق اس امر پر راضی ہو گیا۔ مسلم بن قریش آمد کو خیرباد کہہ کر رقہ کی طرف چلا گیا اور ابن جہیر نے میافارقین کا راستہ لیا۔ منصور بن مزید اور اس کا بیٹا صدقہ، ابن جہیر سے علیحدہ ہو کر خلاط کی جانب واپس ہوا

سلطان کو جب اس امر کی اطلاع پہنچی کہ مسلم بن قریش کا آمد میں محاصرہ کر لیا گیا ہے تو اس نے عمید الدولہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ موصل سر کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ اسی مہم میں عمید الدولہ کے ہمراہ آقسنقر قسیم الدولہ بھی تھا جسے سلطان نے اس کے بعد حلب کی حکومت عنایت کی تھی۔ قصہ مختصر عمید الدولہ موصل کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں امیر ارتق مل گیا۔ وہ بھی عمید الدولہ کے ہمراہ موصل کی مہم پر واپس ہو گیا جس وقت شاہی لشکر موصل پہنچا۔ عمید الدولہ نے اہل موصل کے پاس صلح کی صورت میں انعامات اور عدم صلح کی صورت میں جنگ کا پیام بھیجا۔ اہلِ موصل نے اپنی ناکامی کا یقین کر کے مصالحت کے ساتھ شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور اطاعت قبول کر لی۔

مسلم بن قریش کی اطاعت

سلطان بنفس نفیس اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے مسلم بن قریش کے مقبوضات کی طرف بڑھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلم بن قریش کو محاصرہ سے نجات مل گئی تھی اور وہ رحبہ کے متصل مقیم تھا۔ سلطان نے چھیڑ چھاڑ مناسب نہ سمجھی۔ موید الملک بن نظام الملک کو خط دے کر مسلم بن قریش کے پاس بھیجا۔ مسلم نے شاہی خط کو سر اور آنکھوں سے لگایا۔ اور وفد لے کر مقام بوازیج میں دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اسے خلعت خوشنودی سے سرفراز فرمایا اور اسے

اس کے مقبوضات پر بحال رکھا اور خود اپنے بھائی تکش سے جنگ کرنے کے لئے (خراسان کی طرف) روانہ ہوا جس کا ذکر آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں۔

فتح انطاکیہ

سلیمان بن قطلمش بن اسرائیل بن سلجوق والی قونیہ واقصرائے بلاد روم سے ملک شام کو تباہ برباد کرنے کی غرض سے قدم بڑھایا ۳۵۰ھ سے انطاکیہ رومی بادشاہ کے قبضہ میں تھا، فردوس نامی عیسائی بادشاہ اس کا حکمران تھا۔ فردوس کا اخلاق اچھا نہ تھا۔ نہایت درجہ کا ظالم اور بداطوار تھا۔ رعایا اور لشکری اس سے نالاں تھے اپنے لڑکے کو بھی قید کر دیا تھا۔ اس نے افسر اعلیٰ پولیس سے جو فردوس کی طرف سے انطاکیہ کی حفاظت پر مامور تھا۔ سازباز پیدا کیا۔ چنانچہ دونوں نے متفق ہو کر ۴۷۷ھ میں سلیمان بن قطلمش کو انطاکیہ پر قبضہ کر لینے کے لئے بلا بھیجا۔ سلیمان تین ہزار سواروں اور بہت سے پیادوں کے ساتھ دریا کے راستے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوا۔ دریا کا سفر طے کر کے خشکی پر اترا۔ دشوار گزار راستوں اور پہاڑی دروں سے گزرتا ہوا شہر پناہ انطاکیہ تک پہنچ گیا۔ افسر اعلیٰ پولس انطاکیہ نے موقع دے دیا۔ سلیمان کے سپاہی سیڑھیاں لگا کر شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور شہر میں داخل ہو کر قتل و خونریزی کا بازار گرم کر دیا۔ تھوڑی دیر تک اہل شہر نے مقابلہ کیا۔ بالآخر انھیں شکست ہوئی۔ ایک بڑی جماعت ماری گئی اور باقی ماندہ لوگوں کا سلیمان نے قصور معاف کر دیا۔ قلعہ اور شہر پر قابض ہو گیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد اہلِ انطاکیہ کے ساتھ بہ حسنِ سلوک پیش آیا اور دوران جنگ قلعہ اور شہر کا جتنا حصہ خراب اور مسمار ہو گیا تھا۔ اس کی تعمیر کا حکم صادر کیا۔ سلطان ملک شاہ کی خدمت میں فتح کا بشارت نامہ روانہ کیا۔

قتل مسلم بن قریش

انطاکیہ فتح ہونے کے بعد مسلم بن قریش والی حلب نے سلیمان بن قطلمش کے پاس ایک قاصد روانہ کیا اور اُس سے اس مال کا مطالبہ کیا جو فردوس عیسائی بادشاہ انطاکیہ، مسلم بن قریش کو سالانہ بطور جزیہ ادا کیا کرتا تھا اور عدم ادائیگی کی صورت سلطان کی شاہی قوت و اقتدار کی دھمکی دی۔ سلیمان نے جواب دیا: "سلطان کی اطاعت میرا شعار ہے خطبہ میں بھی اسی کا نام ہے، سکہ پر بھی اسی کا نام مسکوک ہے، باقی رہا سالانہ خراج جو فردوس دیتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کافر تھا اور

میں لفضلہ تعالیٰ مسلم ہوں اور مسلم جزیہ اور خراج نہیں دیتا"۔ مسلم بن قریش کو اس جواب سے ناراضگی پیدا ہوئی فوجیں مرتب کر کے اطراف انطاکیہ کی طرف بڑھا اور غارت گری شروع کر دی سلیمان نے بھی یہ رنگ دیکھ کر حلب پر یلغار کر دی اور اس کے قرب و جوار کو لوٹ لیا۔

اس کے بعد بنی قریش عرب اور ترکمانوں کو جمع کر کے انطاکیہ کے سر کرنے کے لئے روانہ ہوا اس مہم میں مسلم بن قریش کے ہمراہ نامی گرامی ترکمانی سردار تھے۔ انہی میں جبق امیر ترکمان تھا۔ سلیمان بن قطلمش نے بھی فوجیں فراہم کیں اور انطاکیہ کی حفاظت پر کمر باندھ کر میدانِ جنگ میں آ گیا۔ آخر ماہ صفر ۴۷۸ھ میں انطاکیہ کے باہر ایک کھلے میدان میں فریقین نے صف آرائی کی۔ اثنائے جنگ میں جبق امیر ترکمان، سلیمان بن قطلمش سے مل گیا۔ اس سے مسلم کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ عرب شکست کھا کر بھاگ نکلے اسی پکڑ دھکڑ میں مسلم بن قریش مارا گیا۔

سلیمان بن قطلمش کا محاصرہ حلب

مسلم بن قریش کے قتل کے بعد سلیمان نے حلب کا محاصرہ کیا۔ اہلِ حلب نے قلعہ بندی کر لی۔ ابن حتیتی عباسی سردار حلب نے سلیمان بن قطلمش کی خدمت میں تحائف اور نذرانے بھیجے اور یہ درخواست کی کہ مجھے چند روز کی مہلت دیجئے تاکہ میں سلطان ملک شاہ سے خط و کتابت کر لوں، اگر وہ اجازت دیدیں گے تو میں حلب کو آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ سلیمان اس فریب میں آ گیا اور ابن حتیتی نے تاج الدولہ تتش سے سازش کر لی اور اسے حلب پر قبضہ کر لینے کے لئے بلا بھیجا۔ چنانچہ تتش، حلب پر قبضہ کرنے کے لئے آیا۔ امیر ارسوس[1] اکسک بھی اس کے ہمراہ تھا۔ امیر ارسوس سے کوئی امر خلاف مزاج سلطان ملک شاہ سرزد ہو گیا تھا جس سے اسے اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے تاج الدولہ تتش کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ گزیں ہوا تھا۔ تتش نے اسے بیت المقدس کی حکومت پر مامور کیا۔ اس تعلق سے امیر ارتق اس مہم میں تاج الدولہ کے ساتھ آیا تھا۔

تتش کا حلب پر قبضہ

سلیمان کو اس کی خبر لگی تو اس نے تتش کی روک تھام کی غرض سے لشکر

[1] کتابت کی غلطی ہے ارسوس نام نہ تھا بلکہ ارتق نام تھا۔ یہ وہی ہے جس نے معرکہ آمد میں شرف الدولہ مسلم بن قریش کو کچھ لے کر نکل جانے دیا تھا۔ یہی امر سلطان ملک شاہ کے مزاج کے خلاف ہوا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۹۶

مرتب کیا اور خم ٹھونک کر میدان میں آگیا۔ امیر ارتق نے اس لڑائی میں بہت بڑے بڑے نمایاں کام کئے۔ کئی بار نرغہ میں آیا۔ آخر کار سلیمان کو شکست ہوئی۔ یہ خنجر سے خود اپنا گلا کاٹ کر مر گیا۔ تتش نے اس کے لشکرگاہ اور کیمپ کو لوٹ لیا۔ جنگ سے فارغ ہو کر ابن حیثیتی سے حلب سپرد کرنے کا مطالبہ کیا۔ ابن حیثیتی نے جواب دیا "ذرا صبر کیجئے میں سلطان ملک شاہ سے مشورہ کر لوں، اگر اجازت دیں گے تو میں بلا کسی عذر شہر آپ کو قبضہ دیدوں گا۔" تتش نے صاف جواب پاکر شہر پر محاصرہ کر دیا۔ ابن حیثیتی نے نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے قلعہ بندی کرلی۔ اتفاق یہ کہ اہل شہر میں سے بعض لوگوں نے تتش سے سازش کر لی اور تتش کو شہر میں داخل ہونے کا موقع دیدیا۔ چنانچہ تتش نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ ابن حیثیتی نے امیر ارتق کے پاس جا کر پناہ لی۔ امیر ارتق نے اسے امان دی اور بحفاظت تمام اپنے پاس رکھا۔

فخر الدولہ کا آمد پر قبضہ

۴۷۸ھ میں ابن جہیر (فخر الدولہ) نے اپنے بیٹے زعیم الرؤسا ابوالقاسم کو آمد کا محاصرہ کرنے کے لئے بھیجا۔ جناح الدولہ سالار بھی اس مہم میں شریک تھا۔ زعیم الرؤسا نے آمد پر محاصرہ ڈال دیا۔ اس کے گرد و نواح کے بار آور درختوں کو کاٹ ڈالا کھیتوں کو برباد کر دیا۔ اہل آمد بھوکوں مرنے لگے۔ مگر اس پر بھی اہل آمد کی پیشانی پر شکن نہ آئی مقابلہ پر اڑے رہے۔ اس اثناء میں عوام الناس میں سے ایک شخص نے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ کر سلطانی شعار کی ندا کر دی چونکہ عوام الناس، عیسائیوں کے افسروں سے تنگ آگئے تھے اس کے پاس جمع ہو گئے، ہلڑ مچ گیا، زعیم الرؤسا کو موقع مل گیا۔ شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۷۸ھ کا ہے۔

میا فارقین کی مہم

انھی دنوں زعیم الدولہ کا باپ فخر الدولہ میا فارقین کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ گوہر آئین شحنہ بغداد ایک تازہ دم فوج لئے ہوئے اس کی کمک پر آگیا جس سے فخر الدولہ کی قوت بڑھ گئی۔ حصار میں سختی شروع کر دی۔ ۶ رجمادی الآخر کو شہر پناہ کا پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا گر پڑا۔ اہل شہر نے گھبرا کر شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ فخر الدولہ نے شہر اور ابن مروان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ مال و اسباب کو اپنے بیٹے زعیم الرؤسا کی معرفت سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ زعیم الرؤسا گوہر آئین کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا رفتہ رفتہ دونوں بغداد پہنچے۔ گوہر آئین تو بغداد میں رہ گیا اور

زعیم الرؤسا، بغداد سے روانہ ہو کر سلطان کی خدمت میں اصفہان پہنچا۔

فتح جزیرہ ابن عمر

مہم میافارقین کے ختم ہونے پر فخر الدولہ نے ایک بڑی فوج جزیرہ ابن عمر کو سر کرنے کے لئے بھیجی۔ جزیرہ ابن عمر اس وقت تک مروان کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ فخر الدولہ کی فوج نے جزیرہ ابن عمر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ اہل شہر میں سے بعضوں نے سلطان ملک شاہ کی اطاعت قبول کر لی اور شہر پناہ کے اُس دروازے کو جو اُن کے قریب تھا کھول دیا۔ فخر الدولہ کا لشکر گھس پڑا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ جزیرہ ابن عمر کے فتح ہو جانے سے دیار بکر سے بنو مروان کی حکومت ختم ہو گئی۔ والبقاء اللہ وحدہٗ۔

اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے دیار بکر کو فخر الدولہ بن جہیر سے لے لیا۔ فخر الدولہ، موصل چلا گیا اور وہیں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ ۴۸۳ھ میں اس دنیا رفانی سے کوچ کر گیا۔

سلطان ملک شاہ اور ابن حتیتی

جس وقت تاج الدولہ تتش نے شہر حلب پر قبضہ کیا تھا ان دنوں سالم بن ملک بن مروان برادر عم زاد مسلم بن قریش، حلب میں تھا۔ شہر فتح ہو گیا تھا۔ لیکن قلعہ حلب اسی کے قبضہ میں تھا۔ تتش قلعہ کا بھی سترہ دن تک محاصرہ کئے رہا۔ یہاں تک کہ سلطان ملک شاہ کے بھائی کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ ابن حتیتی نے جس وقت کہ اسے تتش کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوا تھا، سلطان ملک شاہ کو لکھ بھیجا تھا کہ آپ تشریف لائیں میں حلب پر قبضہ دیدوں گا۔

سلطان ملک شاہ کا حلب پر قبضہ

اس بنا پر سلطان ملک شاہ نے ماہ جمادالآخر ۴۷۹ھ میں اصفہان سے حلب کی طرف کوچ کیا۔ مقدمۃ الجیش پر برسق اور بدران وغیرہ نامی گرامی سردار تھے۔ ماہ رجب میں موصل پہنچا۔ موصل سے روانہ ہو کر حران میں وارد ہوا۔ ابن شاطی والئ حران نے شہر، ملازمان سلطان کے حوالہ کر دیا۔ سلطان نے محمد بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو مرحمت فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی رحبہ، اور اس کے مضافات، سروج، رقہ اور خابور کی بھی اسے حکومت دی اور اپنی بہن زلیخا خاتون سے اس کا عقد کر دیا۔ اس کے بعد الرہا کی طرف بڑھا اور اسے

رومیوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ رومیوں نے اسے ابن عطیہ سے خرید لیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ الرہا کو سر کر کے قلعہ جعبر پہنچا اور اسے بھی بزور تیغ فتح کر لیا۔ جس قدر بنو قشیر وہاں تھے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان دنوں اس قلعہ کا ایک شخص جعفر نامی نابینا والی تھا، اس کے دو بیٹے تھے۔ یہ لوگ دن دہاڑے مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ ہر آنے جانے والے کو ان سے خطرہ لاحق تھا۔ سلطان نے اس قلعہ کو فتح کر کے ان کی تکلیف دہی اور ضرر رسانی سے عوام الناس کو بچا لیا۔ جعبر کے بعد بنج فتح کیا اور دریائے فرات کو حلب کی طرف سے عبور کیا۔ تتش نے سلطان کی آمد کی خبر پاکر مع امیر ارتق شہر حلب سے کوچ کر دیا۔ اور میدانوں کے نشیب و فراز طے کرتا ہوا دمشق پہنچا۔ سلطان نے پہلے شہر حلب پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد قلعہ حلب سالم بن ملک سے لے لیا اور اس کی جگہ قلعہ جعبر عنایت کیا۔ اس وقت سے قلعہ جعبر، سالم کی اولاد کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ سلطان نورالدین محمود زنگی شہید نے قلعہ جعبر کو سالم کی اولاد سے لے لیا۔

امارت حلب پر اقسنقر کا تقرر

اس کے بعد نصر بن منقذ کنانی والی شیزر کا عریضہ سلطان کی خدمت میں آیا جس میں اس نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا تھا اور اس نے لاذقیہ، کفرطاب اور فامیہ کو سلطان کو حوالہ کر دیا۔ سلطان نے نصر کو ان شہروں کی حکومت پر بدستور قائم رکھا اور شیزر کا ارادہ ترک کر دیا۔ حلب پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد قسیم الدولہ آقسنقر کو حکومت حلب پر مامور کیا۔ اہل حلب نے آقسنقر سے ابن حتیتی کو نکال دینے کی درخواست کی چنانچہ آقسنقر نے اسے حلب سے دیار بکر بھیج دیا اور وہیں اس نے وفات پائی۔

سلطان ملک شاہ کی مراجعت بغداد

سلطان ملک شاہ ان مہمات سے فارغ ہو کر دارالخلافت بغداد کی جانب واپس ہوا سنہ مذکور کے ماہ ذی الحجہ میں بغداد پہنچا۔ دارالمملکت میں فروکش ہوا خلافت مآب کی خدمت میں بہت سے تحائف اور نذرانے پیش کیے۔ شب میں خلافت مآب کے دربار خاص میں باریاب ہوا۔ دن کو مجلس عام میں شرف نیاز حاصل کیا۔ خلافت مآب نے سلطان کو خلعت عنایت کیا۔ اس کے بعد امراء سلجوقیہ اور نظام الملک

وزیر السلطنت ، خلافت مآب کی دست بوسی کے لئے پیش کئے گئے - ایک ایک خلافت مآب کے حضور میں پیش ہوتا تھا - اور نظام الملک خلیفہ کو ان سے متعارف کراتا جاتا تھا اس کے بعد خلافت مآب نے سلطان کو عنان حکومت تفویض کی ، عدل و انصاف کرنے کی ہدایت کی سلطان نے خلافت مآب کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور بسر و چشم ان کی ہدایتوں کو قبول کیا - اسی سلسلہ میں خلافت مآب نے وزیر السلطنت نظام الملک کو بھی خلعت سے سرفراز کیا - دربار عام برخاست ہوا نظام الملک اپنے مدرسہ نظامیہ میں آیا - حدیث شریف کی سماعت کی اور چند احادیث لکھیں ۔

بنت سلطان ملک شاہ کی رخصتی

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ خلیفہ مقتدی کا سلطان کی دختر نیک اختر کے ساتھ ۴۷۴ھ میں وزیر السلطنت فخر الدولہ کے ذریعہ سے عقد ہو گیا تھا - محرم ۴۸۰ھ میں رخصتی ہوئی ، سامان جہیز ایک سو تیس اونٹ ، چوہتر خچر پر بار کر کے دار الخلافت کی طرف روانہ کیا گیا - اونٹوں پر دیبائے رومی کی جھولیں تھیں جن پر طلائی اور نقرئی (سنہرا اور روپہلا) ، کام کیا ہوا تھا خچروں پر دیبائے علکی کی جھولیں پڑی تھیں - سب کی گردنوں میں طلائی اور نقرئی حمیلیں اور گھنٹیاں لٹک رہی تھیں - لگامیں بھی سونے اور چاندی کی تھیں - تین عماریاں تھیں ، چھ اونٹوں پر بارہ صندوق چاندی کے لدے تھے جن میں ایک سے ایک قیمتی جواہر اور زیورات بھرے ہوئے تھے ایک بہت بڑا فرش سنہرا یا سونے کا تھا - اس ساز و سامان کے آگے آگے سعد الدولہ گوہر آئین اور امیر ارتق وغیرہ نامی گرامی امراء تھے - پبلک اشرفیاں اور روپے ان پر نثار کر رہی تھی - خلافت مآب نے بھی بڑے ساز و سامان سے رخصتی کرانے کے لئے اپنے وزیر ابو شجاع کو سلطان ملک شاہ کی بیوی ترکمان خاتون کی خدمت میں روانہ کیا تھا - ظفر خادمہ ایک قیمتی محافہ لئے ہوئے ہمراہ تھی - جسے زمانہ کی آنکھوں نے نہ دیکھا تھا - تین سو شمعیں موکبیہ[1] اور اسی قدر مشعلیں آگے آگے تھیں - حریم خلافت میں کوئی کمرہ ایسا نہ تھا کہ جس میں شمعیں روشن نہ کی گئی ہوں ۔

---

[1] وہ شمعیں جن کو سوارے کر چلتے ہیں ۔

وزیر السلطنت ابوشجاع نے ترکمان خاتون کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سیدنا امیر المومنین خلافت مآب ارشاد فرماتے ہیں ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اھلھا (ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگ جن کی امانتیں ہیں ان کو سپرد کردو) اب وہ وقت آگیا ہے کہ خلافت مآب کی امانت دارالخلافت بھیج دی جائے (یعنی رخصتی کردی جائے) ترکمان خاتون نے کہا میں بسروچشم اسے منظور کرتی ہوں۔ چنانچہ سلطان کی لڑکی کی رخصتی کی گئی۔ آگے آگے سرداران دولت تھے۔ ہر سردار کے ساتھ بکثرت شمعیں اور مشعلیں تھیں جنھیں سوار لیئے ہوئے تھے۔ ان کے پیچھے خاتون پالکی میں تھیں۔ جو سونے کی بنی ہوئی تھی۔ جواہرات کی جھالریں ٹکی تھیں، پالکی کے اردگرد دو سو ترکی لونڈیاں زرق برق پوشاکیں زیب تن کئے گھوڑوں پر سوار تھیں۔

رخصتی کے دوسرے دن خلافت مآب نے دعوت ولیمہ کی۔ تمام سرداران لشکر، امراء، دولت اور شہر کے رؤساء دسترخوان پر حاضر تھے۔ چالیس ہزار من۔ صرف چینی خرچ ہوئی۔ اس سے اور مصارف کا اندازہ کرنا چاہیے۔ دعوت ولیمہ کے بعد خلافت مآب نے سرداران لشکر اور تمام حاشیہ نشینوں کو خلعت عنایت کیے۔

سلطان ملک شاہ کا سمرقند پر قبضہ

ان دنوں سمرقند کا والی خاندان خانیہ سے احمد خاں بن خضر خاں تھا جو شمس الملک کا بھائی ہوتا تھا۔ یہ شمس الملک وہی ہے جو اس سے پہلے سمرقند کا حکمراں تھا۔ اس کی پھوپھی، سلطان ملک شاہ کی بیوی تھی۔ احمد خاں نہایت ظالم اور بداخلاق تھا۔ اہل سمرقند نے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں وفد بھیجا کہ حکومت سمرقند کو آپ اپنے علم حکومت کے سایہ میں لے لیجئے۔ یہ وفد احمد خاں سے چھپ کر آیا تھا۔ اس وفد کا سردار فقیہ ابوطاہر شافعی تھا۔ سمرقند سے یہ وفد حج کا اظہار کر کے روانہ ہوا تھا۔ چنانچہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اہل سمرقند کا پیام پہنچایا۔ سلطان نے ۴۸۲ھ میں سمرقند کے ارادے سے اصفہان سے کوچ کیا۔ اتفاق سے اس مہم میں رومی بادشاہ کا ایلچی بھی تھا۔ یہ رومی بادشاہ کی طرف سے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں خراج لے کر حاضر ہوا تھا۔ نظام الملک وزیر السلطنت نے اسے بھی اپنی رکاب میں لے لیا اور اس کامیابی میں یہ ایلچی شریک ہوا۔ خراسان پہنچ کر شاہی لشکر مرتب کیا گیا۔ بے انتہا فوج کے ساتھ سلطان ملک شاہ نے نہر کو عبور

کیا۔ اثناء راہ میں جتنے شہر ملے سب کو فتح کرتا گیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا بخارا پہنچا۔ اس پر اور اس کے گرد و نواح کے تمام شہروں پر قبضہ کر کے سمرقند پہنچ گیا۔ چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ شہر پناہ کے برجوں کو توڑنے کی غرض سے کوہ شکن منجنیقیں نصب کرائیں۔ لڑائی چھڑ گئی، رات دن شہر پناہ کی دیواروں اور برجوں پر سنگ باری ہونے لگی۔ آخر کار ایک طرف کی شہر پناہ کی دیوار ٹوٹ گئی۔ شاہی لشکر نے اسی طرف سے شہر میں گھس کر قبضہ کر لیا۔

والیٔ کاشغر کی اطاعت

احمد خاں روپوش ہو گیا۔ لیکن ایک ترکی سپاہی گرفتار کر لایا۔ سلطان ملک شاہ نے اسے رہا کر کے اصفہان بھیج دیا اور سمرقند کی حکومت پر سرداران خوارزم میں سے ابو طاہر کو مامور کر کے کاشغر کی طرف بڑھا۔ رفتہ رفتہ شہر بوزکند پہنچا اور والیٔ کاشغر کے پاس یہ پیام بھیجا "کہ اگر تم میرے نام کا خطبہ اور سکہ اپنے مقبوضات میں جاری کر دو اور میری حکومت کی اطاعت قبول کر لو تو میں تمہارے ملک سے متعارض نہ ہوں گا" والیٔ کاشغر نے یہ سن کر اطاعت قبول کی۔ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کی عزت کی، خلعت دیا اور اسے اس کے مقبوضات پر بدستور بحال رکھا۔ اس کے بعد سلطان خراسان کی جانب واپس ہوا۔

سردار حکلیہ عین الدولہ کی بغاوت

سمرقند میں فوجیوں کا ایک گروہ حکلیہ نامی رہتا تھا۔ نہایت سرکش اور باغی تھا۔ اس نے ابو طاہر پر جو کہ سلطان کی طرف سے سمرقند کا حاکم تھا، یورش کی۔ ابو طاہر نے بہ نرمی و ملاطفت انھیں روکنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا ابو طاہر نے جب ان کا رنگ اچھا نہ دیکھا۔ تو سمرقند کو خیرباد کہکر خوارزم چلا گیا۔ سمرقند میں افواج حکلیہ کا سردار عین الدولہ نامی ایک شخص تھا۔ علم بغاوت بلند کرنے کے بعد اسے سلطانی سطوت سے خوف و خطرہ پیدا ہوا۔ یعقوب تکین برادر والیٔ کاشغر سے خط و کتابت کی اور اسے سمرقند بلا کر قبضہ دیدیا۔ یعقوب نے لشکر گزاری کے ساتھ سمرقند پر قبضہ کر لیا اور اس کے چند روز بعد ان لوگوں کو جو عین الدولہ سے عداوت رکھتے تھے اس کے خلاف ابھار دیا۔ ان لوگوں نے اپنے اعزہ و اقارب کے خون کا دعویٰ کیا۔ یعقوب نے فقہاء سے استفتاء کیا۔ فقہاء نے عین الدولہ کے قتل کا فتویٰ دیدیا۔ یعقوب نے عین الدولہ کو قتل کر کے

سمرقند کا خود سر حاکم بن گیا۔

سلطان ملک شاہ کی دوبارہ تسخیر سمرقند

ان واقعات کی اطلاع بارگاہ سلطانی میں ہوئی۔ سلطان یہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ ۴۸۲ھ میں فوجیں آراستہ کر کے سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ جب موکب ہمایوں بخارا پہنچا، تو یعقوب، سمرقند چھوڑ کر فرغانہ کی طرف بھاگا اور وہاں سے کاشغر کا راستہ لیا اس کی فوج کی ایک جماعت علم شاہی کی مطیع ہو کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ چنانچہ مقام طواویس (بخارا کے ایک گاؤں) میں باریابی کا شرف حاصل کیا۔ سلطان ملک شاہ نے سمرقند پر قبضہ کر کے امیر ارز کو اس کا والی مقرر کیا۔ یعقوب کی گرفتاری اور تعاقب پر فوجیں بھیجیں، بادشاہ کاشغر کو بھی یعقوب کی جستجو کرنے کے لئے لکھا۔ اتفاق یہ کہ یعقوب کے لشکر میں بغاوت پھوٹ نکلی لشکر نے اس کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ یعقوب بحال پریشان اپنی جان بچا کر بھاگا۔ اپنے بھائی کے پاس کاشغر میں جا کر پناہ لی۔ اس کی خبر سلطان ملک شاہ کو ہو گئی۔ بادشاہ کاشغر کو لکھ بھیجا کہ "یعقوب باغی کو فوراً بھیج دو" بادشاہ کاشغر کو سخت تردد کا سامنا ہوا۔

یعقوب تکیں کا انجام

سلطان ملک شاہ کا خوف بھی اپنی ڈراونی صورت دکھا رہا تھا بھائی کی محبت بھی دل میں جوش کر رہی تھی۔ آخر کار خوف غالب آگیا۔ اپنے بھائی یعقوب کو گرفتار کر کے اپنے لڑکے اور چند مصاحبوں کے ہمراہ سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور یہ ہدایت کر دی کہ اثنائے راہ میں یعقوب کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دینا۔ اگر سلطان ملک شاہ کا غصہ اس سے فرو ہو جائے تو بہتر ورنہ اسے سلطان ملک شاہ کے حوالہ کر دینا۔ جب یہ لوگ سلطانی لشکر گاہ کے قریب پہنچے اور یعقوب کی آنکھوں میں تیل کی سلائیاں پھیرنا چاہا تو انھیں یہ خبر لگی کہ طغرل بن نیال نے لاتعداد فوج سے کاشغر پر حملہ کیا ہے اور بادشاہ کاشغر کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ لوگ بدحواس ہو گئے اور یعقوب کو چھوڑ دیا۔

سلطان ملک شاہ اور طغرل بن نیال کے دوستانہ مراسم

اس واقعہ کی اطلاع سلطان ملک شاہ کو ہوئی۔ سلطان کو بھی طغرل بن نیال کی کثرت فوج سے خطرہ پیدا ہوا۔ اپنے

مقبوضات کو بچانے کی غرض سے واپس ہوا تاج الملک کو یعقوب سے مراسم دوستانہ پیدا کرنے پر مامور کیا۔ تاج الملک نے اس خدمت کو جیسا کہ چاہیے تھا انجام دیا۔ سلطان ملک شاہ اور یعقوب کے جب باہم دوستانہ مراسم ہو گئے تو اسے فوجیں دے کر طغرل بن نیال کے مقابلہ پر کاشغر روانہ کیا۔ طغرل نے یہ سُن کر کاشغر سے کوچ کر دیا۔ اور سلطان ملک شاہ خراسان کی جانب واپس ہوا۔ دوبارہ ۴۸۴ھ میں دار الخلافت بغداد وارد ہوا۔ اس کی آمد کی خبر پا کر اس کا بھائی تاج الدولہ تتش والیٔ شام، قسیم الدولہ آقسنقر والیٔ حلب، بوزان والی الرہا اور مختلف صوبجات کے بہت سے حکمران دار الخلافت بغداد میں حاضر ہوئے۔ سلطان ملک شاہ نے بڑی دھوم سے محفل میلاد منعقد کی جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی۔ اس مرتبہ اپنے وزیر السلطنت اور دوسرے اراکین دولت کو حکم دیا کہ اپنی اپنی سکونت کے لئے دار الخلافت بغداد میں مکانات بنوالو۔ چنانچہ مکانات کی تعمیر شروع ہو گئی۔ چند روز قیام کر کے اصفہان کی طرف واپس ہوا۔

تتش کی حمص پر فوج کشی

جب سلطان، دوبارہ ۴۸۴ھ میں دار الخلافت بغداد آیا اور امراء شام وفد ہو کر دربار شاہی میں حاضر ہوئے جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے ممالک مقبوضہ کی جانب واپس ہوئے تو سلطان نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو حکم دیا کہ شامی ساحل پر یلغار کر کے اسے دولت علویہ کے قبضہ سے نکال لو۔ آقسنقر اور بوزان کو تتش کی امداد کی ہدایت کی۔ جب تتش، دمشق واپس آیا تو فوجوں کو آراستہ کر کے حمص پر چڑھائی کر دی۔ ان دنوں حمص میں ابن ملاعب حکومت کر رہا تھا۔ یہ نہایت ظالم اور بداخلاق شخص تھا۔ جیسا یہ خود تھا ویسے ہی اس کے لڑکے ظلم اور ایذا رسانی میں طاق تھے۔ رعایا کو اس سے سخت تکلیف تھی۔ تتش نے حمص پر پہنچ کر محاصرہ کیا، اور بزور تیغ فتح کر کے قلعہ عرقہ کی جانب بڑھا وہ بھی ایک سخت لڑائی کے بعد فتح ہوا۔ اس کے بعد قلعہ اقامیہ کا محاصرہ کیا۔ حاکم قلعہ، خلیفہ مصری کا ایک خادم تھا۔ اس نے خداداد قوت سے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ امان کی درخواست کی اور قلعہ کی کنجیاں تتش کے حوالہ کر دیں۔

طرابلس کی مہم

تتش نے اسے بھی مسخر کر کے طرابلس پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ والی طرابلس میں مدافعت کی طاقت نہ تھی۔ ساز باز سے کام نکالنے کی کوشش کی۔ تتش کے ہمراہی امراء کے پاس مصالحت کرا دینے کا پیام بھیجا اور اس معاوضہ میں زر کثیر دینے کا وعدہ کیا ان لوگوں نے سختی سے انکاری جواب دیا۔ تب والی طرابلس نے آقسنقر کے وزیر کو ملایا۔ تیس ہزار دینار نقد کی تھیلیاں پیش کیں اور اسی قدر یا اس سے زیادہ قیمت کے تحائف اور نذرانے دیئے۔ اس نے اپنے آقا آقسنقر کو والی طرابلس سے صلح کر لینے پر آمادہ کر لیا۔ اقسنقر اور تتش سے والی طرابلس سے مصالحت کرنے پر بحث و تکرار ہو گئی، سخت کلامی کی نوبت پہنچ گئی۔ اقسنقر اپنی فوجوں کے ساتھ کوچ کر گیا۔ باقی ماندہ امراء بھی بہ مجبوری واپس ہوئے۔ غرض کہ والی طرابلس کا کام بن گیا اور سلطان ملک شاہ کی مجوزہ اسکیم پوری نہ ہوئی۔

ملک شاہ کا یمن پر قبضہ

دار الخلافت بغداد میں ان امراء میں سے جو دربار شاہی میں وفد ہو کر آئے تھے عثمان جق امیر ترکمان والی قرمیسین بھی تھا سلطان ملک شاہ نے اسے حجاز اور یمن کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ سعد الدولہ گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو اس مہم کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ سعد الدولہ نے ترشک نامی ایک شخص کو اس فوج کی کمان دی۔ چنانچہ ترشک نے حجاز پر یلغار کیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ قبضہ کرنے کے بعد ترشک نے بدعملی شروع کر دی۔ فوجی بھی اس کی دیکھا دیکھی برے افعال میں مبتلا ہو گئے۔ امیر حجاز محمد بن ہاشم ان لوگوں کی زیادتیوں اور ظلم کی شکایت لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا اس کے بعد ترشک نے ۴۸۵ھ میں یمن پر دھاوا کیا اس کے گرد و نواح کو تاخت و تاراج کر کے عدن پر بھی قابض ہو گیا۔ یہاں بھی ان لوگوں نے وہی حرکات کیں عدن پر قبضہ کرنے کے ساتویں دن ترشک مر گیا۔ اس کے ہمراہی اسے دار الخلافت بغداد اٹھا لائے اور دفن کر دیا۔

نظام الملک طوسی کا قتل

۴۸۵ھ میں سلطان ملک شاہ، دار الخلافت بغداد کی جانب واپس ہو رہا تھا۔ ماہ رمضان میں اصفہان پہنچا۔ وزیر السلطنت نظام الملک افطار کے بعد اپنے خیمہ سے نکل کر اپنے حرم سرا میں جا رہا تھا۔ ایک باطنی فریادی صورت بنائے

سامنے آ گیا۔ وزیر السلطنت جوں ہی اس کی فریاد سننے کو اس کے قریب گیا۔ باطنی نے وزیر السلطنت کے پیٹ میں خنجر بھونک دیا۔ اور بھاگا۔ خیمہ کی طناب میں الجھ کر گر پڑا گرفتار کر لیا گیا اور اسی وقت مار ڈالا گیا۔ نظام الملک کو اس کے خیمہ میں اٹھا لائے۔ زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہو سکا اور جاں بحق ہو گیا۔ تیس سال سلطان ملک شاہ کی وزارت کی۔ اس واقعہ سے فوج میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سلطان ملک شاہ اس واقعہ کو سن کر وزیر السلطنت کے خیمہ کی طرف آیا۔ اسے دیکھ کر لوگوں کا جوش فرو ہو گیا۔

چونکہ عنانِ حکومت نظام الملک کے قبضہ اقتدار میں تھی، سارے احکام اس کے اور اس کے لڑکوں کے نافذ ہوتے تھے۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سلطان ملک شاہ نے باطنی قاتل کو نظام الملک کے قتل پر مامور کیا تھا۔

جمال الملک کا قتل سلطان ملک شاہ کے اشارہ و حکم سے جمال الملک بن نظام الملک ۴۷۵ھ میں مارا گیا تھا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ سلطان ملک شاہ کے ایک خواص کی شکایت جمال الملک سے کی گئی۔ جمال الملک نے اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا سلطان ملک شاہ کو اس سے برہمی پیدا ہوئی۔ عمید خراسان کو حکم دیا کہ اگر تجھے اپنا سر عزیز ہے تو جمال الملک کا سر کسی حیلہ سے اتار لے۔ عمید خراسان اس حکم کو سن کر حواس باختہ ہو گیا۔ لیکن چارہ کار کچھ نہ تھا۔ ترساں اور خائف باہر آیا۔ تدبیریں کرنے لگا۔ آخر کار جمال الملک کے خادم کو ملایا اور اس نے جمال الملک کو زہر دے کر مار ڈالا۔ عمید خراسان نے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تعمیل حکم کی رپورٹ پیش کی۔ اسی وقت سلطان ملک شاہ نظام الملک کے پاس گیا۔ جمال الملک کے مرنے کی خبر دی اور تعزیت کی۔

عثمان بن جمال الملک در کردن قصہ مختصر سلطان ملک شاہ کا دل نظام الملک اور اس کی اولاد کی طرف سے میلا ہوتا گیا اور لگانے بجھانے والے لگاتے بجھاتے رہے۔ یہاں تک کہ نظام الملک کا پوتا عثمان بن جمال الملک، مرو کا والی مقرر کیا گیا،

سلطان ملک شاہ نے کسی ضرورت سے کردن افسر پولیس کو عثمان کے پاس بھیجا۔ کردن کی عزت سلطان ملک شاہ کی آنکھوں میں بہت زیادہ تھی اور یہ اس کے خادموں اور امراء میں ایک سربرآوردہ شخص تھا۔ اتفاق یہ کہ اس کی عثمان سے چل گئی۔ عثمان کو اپنے دادا نظام پر غرہ تھا۔ سلطان ملک شاہ کا کچھ خیال نہ کیا کردن کو ذلیل کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد رہا کردیا۔ کردن بحال پریشان سلطان ملک شاہ کی خدمت میں پہنچا۔ عثمان کی زیادتیوں کی شکایت تھی۔

سلطان ملک شاہ اور نظام الملک طوسی

سلطان ملک شاہ کا غصہ اس سے بھڑک اٹھا۔ فخر الملک، البارسلان اور تاج الدولہ وغیرہ امراء دولت کو نظام الملک کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا "اگر تم میرے مطیع اور میرے وزیر ہو تو اپنی حد اور مرتبہ پر رہو اور اگر میری حکومت میں شریک وسہیم ہو تو جو تمھاری سمجھ میں آئے اس پر عمل کرو۔ تمھارا پوتا عثمان کس قدر سرچڑھ گیا ہے شاہی سطوت وجلال کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ میرے افسر پولیس (کردن) کے ساتھ کتنا برا برتاؤ کیا۔ اسی طرح تمھارے تمام لڑکے بڑی بڑی ریاستوں کے مالک بنے ہوئے ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں" چونکہ فخر الملک وغیرہ نظام الملک کا پاس و لحاظ کرتے تھے اس وجہ سے سلطان ملک شاہ نے اپنے ایک معتمد خواص تکبرد (یلبرد) کو بھی ان کے ہمراہ نظام الملک کے پاس بھیجا۔ کہ یہ لوگ کوئی بات چھپا نہ سکیں اور شاہی پیام لفظ بلفظ پہنچائیں۔ نظام الملک اس پیام کو سن کر بھڑک اٹھا۔ زبان کھل گئی اپنے احسانات ایک ایک بتلائے دشمنان دولت کی مدافعت، اراکین دولت کو متحد کرنے اور فتوحات ملکی کو بہت بڑی تقریر سے ثابت کیا اور یہ کہا کہ یہ سب میری ہی وجہ سے ہوا۔ جس وقت سلطان کے پدر بزرگ کا انتقال ہوا تھا، اس وقت سلطان کو کون جانتا تھا۔ میں ہی نے فلاں فلاں مخالفوں کو زیر وزبر کیا تھا اور وہ اس وقت بھی میرے قبضہ میں ہیں۔ جب بلاد قریبہ اور بعیدہ فتح ہو گئے اور چھوٹے بڑے سب نے اطاعت قبول کر لی تو لوگوں کے لگانے بجھانے پر خیال کرنے لگے، جاؤ یہ کہدو کہ حضور کی حکومت

اور حضور کا تاج اسی قلمدان کی بدولت ہے۔ جس روز یہ نہ ہو گا تو تاج و حکومت کی بھی خیر نہ ہو گی جب تک یہ دونوں متفق ہیں اسی وقت تک حکومت اور فتوحات کا دور دورہ ہے۔ اگر آپ کا کچھ اور قصد ہو تو مجھے مطلع کیجئے اور اپنی آئندہ کی تدبیر کیجئے۔

سلطان ملک شاہ اور نظام الملک کے مابین کشیدگی

مختصر یہ کہ نہایت تفصیل کے ساتھ اسی قسم کی تقریر کی اور یہ کہا جاؤ اس میں سے جو چاہو سلطان سے کہہ دو، تکبرو نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ نظام الملک نے کہا تھا لفظ بہ لفظ سلطان کے کانوں تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد فخر الملک وغیرہ باریاب ہوئے اور ان لوگوں نے اصل جواب کو چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ تکبرو نے نظام الملک کا جواب من و عن گوش گزار کر دیا تھا۔ مجبوراً ان لوگوں کو اس کے قول کی تصدیق کرنا پڑی۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دن بعد نظام الملک کا واقعہ قتل پیش آیا۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد سلطان ملک شاہ بھی اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

نظام الملک طوسی

نظام الملک، طوس کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ ابو علی حسن بن علی بن اسحٰق، طوس کا ایک زمیندار تھا۔ مال و دولت جو کچھ بھی تھا وہ سب اس کے باپ کے زمانہ میں ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ بھی مر گیا تھا۔ یتیمی کی حالت میں اس نے نشو ونما پائی۔ پڑھا، لکھا، علوم و فنون میں کامل مہارت حاصل کی۔ خراسان، غزنین اور بلخ کے حکاموں سے تعلقات بڑھائے مراسم پیدا کئے۔ اس کے بعد ابو علی بن شاذان (یہ سلطان الپ ارسلان کا وزیر تھا) کے یہاں ملازم ہو گیا۔ آدمی نہایت کفایت شعار، مستعد اور ہوشیار تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ابو علی کا زمانہ وفات قریب آ گیا تو ابو علی نے سلطان الپ ارسلان سے اس کی کفایت شعاری، دانائی، سیاسیات کی تعریف کی اور یہ وصیت کی کہ آپ اسے اپنی خدمت میں رکھ لیجئے۔ چنانچہ ابو علی کے مرنے کے بعد سلطان الپ ارسلان نے نظام الملک کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ چونکہ منتظم، کفایت شعار اور سیاسیات سے واقفیت رکھتا تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے قلمدانِ وزارت کا مالک بنا دیا۔ جب سلطان الپ ارسلان نے وفات پائی تو یہ اس کی وزارت پر تھا۔ سلطان ملک شاہ نے بھی اسے عہدہ وزارت پر قائم رکھا۔

نظام الملک طوسی کی سیرت و محاسن

نظام الملک' بہت بڑا عالم، سخی، عادل اور حلیم تھا، لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرتا تھا۔ علما، دین اور اہل اللہ کی بے حد عزت اور توقیر کرتا تھا، ان کی خدمت میں رہنے کا گویا عادی تھا۔ اس کے دربار میں یہی لوگ رہتے اور انھی کی عزت اور آؤ بھگت تھی۔ مختلف شہروں میں کثرت سے مدرسے قائم کئے اور ان کے مصارف کے لئے ایک بڑی رقم مقرر کی۔ بغداد، خراسان وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں حدیث پڑھانے کی درس گاہیں کھولیں، صوم وصلوٰۃ کا پابند تھا۔ نماز کے اوقات کا بہت لحاظ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے عہد وزارت میں بہت سے ٹیکس اور محصول معاف کر دیئے تھے۔ فرقہ اشعریہ پر برسر منابر لعنت کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ ایک مدت سے یہ بری رسم چلی آرہی تھی کہ جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے ہوئے منبروں پر علانیہ اشعریوں اور رافضیوں پر لعنت کی جاتی تھی۔ اس کا اصل محرک وزیر السلطنت عمید الملک کندری تھا۔ اس نے سلطان طغرل بک سے روافض پر لعنت کرنے کی تحریک کی تھی۔ چنانچہ سلطان طغرل بک نے لعنت کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ یار لوگوں نے روافض کے ساتھ اشعریوں کو بھی شامل کر دیا۔ اس وجہ سے اکثر علمار عظام، ائمہ دین امام حرمین اور ابوالقاسم قشیری وغیرہ نے جلاوطنی اختیار کر لی تھی۔ جب سلطان الپ ارسلان تخت آرائے حکومت ہوا اور قلمدان وزارت کا نظام الملک طوسی مالک ہوا تو اُس نے سلطان الپ ارسلان سے کہکر لعنت کرنے کی قطعی ممانعت کرادی، علما، اور فضلا، جو ترک وطن کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے تھے، اس خبر کو سن کر اپنے اپنے وطن مالوف میں واپس گئے۔ قصہ مختصر اس مرحوم میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ اس کے مناقب کثرت سے ہیں۔ آپ اسی سے اندازہ کر لو کہ اس کی مجلس علمار، فقہا، اور محدثین سے بھری رہتی تھی۔ امام الحرمین وغیرہ جیسے نامی فضلاء اپنی تصانیف کو اس کے نام نامی سے معنون کرتے تھے۔

مدرسہ نظامیہ

دار الخلافت بغداد میں بہت بڑا مدرسہ بنوایا جس کا نام نظامیہ تھا۔ شیخ ابواسحاق شیرازی اس کے مدرس اعلیٰ تھے۔ ۴۷۶ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ تب موید الملک ابن نظام الملک نے شیخ ابواسحاق شیرازی کی جگہ ابو سعید کو مامور کیا۔ لیکن یہ تقرری

نظام الملک کو نہ بھائی، امام ابونصر صباغ صاحب شامل کو یہ خدمت سپرد کی۔ اسی سنہ کی ماہ شعبان میں امام ابونصر نے بھی اس دنیائے فانی کو چھوڑ دیا۔ تب نظام الملک نے ابوسعید کو ۴۷۸ھ میں اس خدمت پر متعین کیا۔ اس کے بعد شریف علوی ابوالقاسم دبوسی نظامیہ سے صدر مقرر ہوئے۔ ۴۸۲ھ میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ ابو عبداللہ طبری اور قاضی عبدالوہاب شیرازی باری باری نظامیہ میں درس دینے لگے۔ ۴۸۴ھ سے امام ابوحامد غزالی مسند درس و تدریس پر متمکن ہوئے جو ایک مدت تک اس خدمت پر رہے۔ نظام الملک کے عہد وزارت میں تعلیم و تعلم کا بے حد چرچا ہوا چونکہ اس کا نتیجہ اچھا دیکھتے تھے اس وجہ سے لوگوں کی توجہ علم دین کے حاصل کرنے کی طرف زیادہ تھی۔ واللہ اعلم۔

سلطان ملک شاہ کی وفات

نظام الملک طوسی کے قتل کے بعد سلطان ملک شاہ دارالخلافت بغداد کی جانب واپس ہوا۔ آخر ماہ رمضان (۴۸۵ھ) میں وارد بغداد ہوا۔ ابوالفضل ہردستانی سلطان ملک شاہ کی زوجہ ترکمان خاتون جلالیہ کا وزیر تھا۔ یہ اس وقت ماوراء النہر میں تھا۔ یہی سلطان ملک شاہ سے نظام کی چغلی سب سے زیادہ کرتا تھا۔ سلطان ملک شاہ نے دارالخلافت بغداد وارد ہوتے ہی ارادہ کر لیا تھا کہ قلمدانِ وزارت اسی کو سپرد کیا جائے لیکن ایک اتفاقی حادثہ نے سلطان ملک شاہ کو اس ارادہ سے باز رکھا اور وہ یہ تھا کہ عید الفطر کے تیسرے دن سلطان ملک شاہ علیل ہوا اور ۱۵ر شوال ۴۸۵ھ کو انتقال کر گیا۔

باب ۲

برکیاروق بن سلطان ملک شاہ

ترکمان خاتون جلالیہ، سلطان کے ساتھ بغداد میں موجود تھی۔ اور اس کا لڑکا محمود، اصفہان میں تھا۔ ترکمان خاتون نے مصلحتاً سلطان کی موت کو چھپایا اور اس کی نعش لئے ہوئے اصفہان کی طرف روانہ ہوئی۔ تاج الملک وغیرہ امراء اس کے رکاب میں تھے۔ قوام الدولہ امیر کربوقا رجو آئندہ والیٔ موصل ہو گیا) بھی آ گیا۔ پھر کیا تھا سونے میں سہاگہ مل گیا۔ اسے سلطان ملک شاہ کی انگوٹھی دے کر والیٔ قلعہ اصفہان کے پاس بھیجا۔ والیٔ قلعہ نے سلطان کی انگوٹھی دیکھ کر قلعہ کی کنجیاں امیر کربوقا کو دیدیں۔ امیر کربوقا نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ہی ترکمان خاتون آ پہنچیں۔ امراء لشکر اور تمام فوج کو جائزے اور انعامات دیئے اور اپنے بیٹے محمود کی تخت نشینی کی تحریک کی، محمود کی عمر اس وقت چار برس کی تھی۔ امراء لشکر اور فوج نے محمود کی سلطنت وحکومت کی بیعت کر لی۔

محمود کی بیعت سلطنت کے بعد خلیفہ مقتدر کی خدمت میں درخواست کی کہ "محمود کی باضابطہ تخت نشینی ہو گئی ہے اور اراکین سلطنت نے بیعت کر لی ہے خطبوں میں اس کے نام کے داخل ہونے کی اجازت دی جائے"۔ خلافت مآب نے اس شرط سے منظور فرمایا کہ "تا زمانہ نابالغی 'امیر انز' امور سلطنت کا نگراں اور منتظم رہے گا اور مجد الملک صیغہ مال، اور عزل ونصب عُمّال کا مختار ہو گا" ترکمان خاتون (محمود کی ماں)

نے اسے منظور نہ کیا۔ امام ابو حامد غزالی نے جو خلافت مآب کا پیام لے گئے تھے ترکمان خاتون کو سمجھایا کہ شرعاً تمہارا لڑکا نابالغی کی وجہ سے حکومت و سلطنت کی عنان ہاتھ میں نہیں لے سکتا، اگر تم ان شرائط کو قبول نہ کرو گی تو سلطان ملک شاہ کا دوسرا لڑکا تخت نشین کر دیا جائے گا۔ مجبوراً ترکمان خاتون نے شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر لیا اور محمود کے نام کا خطبہ آخر ماہ شوال ۴۸۵ھ میں پڑھا گیا۔

برکیاروق بن ملک شاہ کی گرفتاری

جب ترکمان خاتون کو اس سے فراغت ہوئی تو اس نے چند امراکو برکیاروق (یہ سلطان ملک شاہ کا بڑا لڑکا تھا) کے گرفتار کرنے کے لیے اصفہان روانہ کیا۔ چنانچہ برکیاروق گرفتار ہو کر جیل میں ڈال دیا گیا سلطان ملک شاہ، سلاطین سلجوقیہ میں بہت بڑے پایہ کا بادشاہ تھا اس کی حکومت کا سکہ چین سے شام تک اور اقصائے شام سے یمن تک چل رہا تھا۔ رومی بادشاہوں نے اسے جزیہ دیا، اس کے مناقب کثرت سے مشہور ہیں۔

برکیاروق کی رہائی

برکیاروق، سلطان ملک شاہ کا بڑا لڑکا تھا۔ اس کی ماں کا نام زبیدہ تھا۔ یاقوتی بن داؤد، سلطان ملک شاہ کا چچا تھا۔ زبیدہ اس کی لڑکی تھی۔ برکیاروق کی گرفتاری پر اس کی ماں نے نظام الملک کے غلاموں سے سازش کر لی۔ ان سب کو اس سے برافروختگی پیدا ہوئی۔ نظام الملک کے سلاح خانہ پر جو کہ اصفہان میں تھا قبضہ کر لیا۔ جیل سے برکیاروق کو نکال لاتے۔ تخت سلطنت پر بٹھایا اور منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔

محمود کی اصفہان کو روانگی

ان دنوں ترکمان خاتون اپنے بیٹے محمود کے ساتھ دار الخلافت بغداد میں تھی۔ اس خبر کو سن کر بغداد سے اصفہان کی طرف روانہ ہوئی فوج نے تاج الملک سے اپنی تنخواہ اور روزینہ کا مطالبہ کیا تاج الملک نے کہا "ذرا صبر کرو میں قلعہ برجین جا کر روپیہ لاتا ہوں تاکہ تمہیں تمہاری تنخواہ اور روزینہ دوں" فوج یہ سن کر خاموش ہو گئی اور تاج الملک قلعہ میں جا کر بیٹھ رہا فوج نے اس کے خزانہ کو لوٹ لیا اور اصفہان کی طرف بڑھی۔

برکیاروق اور محمود کی جنگ

برکیاروق اور نظامیہ خدام نے رے پر دھاوا کیا تھا۔ ارغش نظامی

اور اس کی فوج نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ ارغش کے مل جانے سے برکیاروق کی قوت بڑھ گئی۔ قلعہ طبرک کی طرف قدم بڑھایا اور اسے بزور تیغ فتح کر لیا۔ ترکمان خاتون کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آگ بگولا ہوگئی۔ برکیاروق سے جنگ کرنے کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ (دیزوگرد کے قریب) دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ترکمان خاتون کے بعض امراء جن میں سکہرو دیا یلبرد) اور کمشتکین جان دار کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ برکیاروق سے مل گئے۔ اس سے ترکمان خاتون کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اصفہان جا کر دم لیا۔ برکیاروق نے تعاقب کیا اور اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

عزالملک کی وزارت

عزالملک (ابو عبداللہ حسین) بن نظام الملک، خوارزم کا والی تھا۔ اپنے باپ کے قتل سے پیشتر کسی ضرورت سے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اصفہان چلا آیا تھا۔ یہ اصفہان میں موجود تھا کہ اس کے باپ کے قتل کا واقعہ پیش آگیا اور اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے بھی وفات پائی۔ سلطان کی وفات کے بعد بھی عزالملک، اصفہان میں ٹھہرا رہا۔ جب برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا تو عزالملک اپنے بھائیوں، عزیزوں اور فوج کے ساتھ جو زیادہ تر نظامی مملوک تھے برکیاروق کے پاس چلا آیا۔ برکیاروق بڑی آؤ بھگت سے ملا اور تمام امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار دیدیا جیسے کہ اس کا باپ نظام زمانہ سلطان ملک شاہ میں تھا۔

قتل تاج الملک

ابو الغنائم مرزبان بن خسرو فیروز المخاطب بہ تاج الملک، ترکمان خاتون کا وزیر تھا۔ یہ لشکریوں کے خوف سے قلعہ برجین چلا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اس کے بعد ترکمان خاتون نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ تاج الملک کو اس کی خبر لگ گئی۔ ترکمان خاتون کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی "مجھے والی قلعہ نے گرفتار کر لیا تھا۔ اس وجہ سے واپس نہ ہو سکا"۔ ترکمان خاتون نے اس معذرت کو منظور و قبول کر کے اپنی فوج کا سپہ سالار بنا کر جنگ برکیاروق پر روانہ کیا۔ جب ترکمان خاتون کی فوج پسپا ہوئی اور تاج الملک گرفتار ہو کر برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ برکیاروق نے اسے قید سے آزاد کر دیا اور چونکہ برکیاروق، تاج الملک کی کفایت شعاری اور اس کی سیاسیات سے واقف تھا۔ اس وجہ سے اسے اپنی وزارت دینے کا تہیہ کر لیا۔ مگر نظامیہ فوج کو تاج الملک

سے منافرت اور کشیدگی تھی۔ نظام الملک کے قتل کا الزام اسی کے سر تھوپا جاتا تھا۔ برکیاروق نے نظامیہ فوج کو نقد وجنس دے کر راضی کرنا چاہا، لیکن وہ راضی نہ ہوئی اور اسے ماہ محرم ۴۸۶ھ میں مار ڈالا۔

تاج الملک کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کم نہ تھے لیکن اس کی ساری خوبیاں نظام الملک کے قتل سے ملیامیٹ ہوگئیں۔ اسی نے شیخ ابو اسحاق شیرازی کی قبر بنوائی تھی اور اس کے احاطہ میں ایک مدرسہ جاری کیا تھا۔ جس کے مدرس اعلیٰ ابو بکر شاسی تھے۔

تاج الدولہ تتش کا رحبہ ونصیبین پر قبضہ

تاج الدولہ تتش (سلطان ملک شاہ کا بھائی) والئ شام اپنے بھائی سے ملنے کے لئے دار الخلافت بغداد آ رہا تھا۔ ہئیت میں پہنچا تو اسے سلطان ملک شاہ کی موت کی اطلاع ہوئی ہئیت پر قبضہ کرکے دمشق واپس آیا۔ فوجیں فراہم کیں۔ فوجیوں کو دریا دلی سے نقد وجنس دیا اور حکومت وسلطنت حاصل کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ حلب پہنچا۔ قسیم الدولہ آقسنقر والئ حلب نے اس امر کو محسوس کرکے کہ اس کے آقا رنامدار سلطان ملک شاہ کے لڑکوں میں جھگڑا پڑا ہوا ہے اور طرہ یہ ہے کہ وہ لوگ ابھی چھوٹے ہیں تاج الدولہ تتش کے علم حکومت کی اطاعت قبول کرلی اور اپنی فوج کے ساتھ اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ باغی بسار (باغی سیان) والئ انطاکیہ اور بوزن والی الرہا وحران کے پاس ایلچی بھیجا اور ان لوگوں کو اسی امر کا مشورہ دیا جس پر خود کاربند ہوا تھا۔ ان لوگوں نے بھی اطاعت قبول کی اپنے اپنے مقبوضات میں تاج الدولہ تتش کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ تتش ان سب کو اپنے رکاب میں لئے ہوئے رحبہ پہنچا اور اس پر بھی قبضہ کرکے نصیبین کی طرف بڑھا۔ والی نصیبین نے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ آخر کار اسے بزور تیغ فتح کیا۔ تتش نے مار دھاڑ شروع کردی۔ جی کھول کر نصیبین پامال کیا۔ محمد بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو نصیبین کی حکومت پر مامور کرکے موصل پر یلغار کیا۔ اسی اثناء میں کافی بن فخر الدولہ بن جہیر، جزیرہ ابن عمر سے تتش کے پاس آگیا تتش نے اسے اپنی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔

فتح موصل

موصل پر علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کا قبضہ تھا۔ اس کی ماں کا نام صفیہ تھا۔ یہ سلطان ملک شاہ کی پھوپھی تھی۔ ترکمان خاتون نے علی بن شرف الدولہ

کے چچا ابراہیم[1] کو قید سے چھوڑ دیا۔ چنانچہ ابراہیم، قید سے رہا ہو کر موصل پہنچا اور علی کے قبضہ سے موصل کو نکال لیا جیسا کہ بنو مقلد کے حالات میں ہم تحریر کر آئے ہیں۔ تتش نے ابراہیم کے پاس اپنا ایلچی بھیجا اور یہ پیام دیا کہ "تم اپنے مقبوضہ بلاد میں میرے نام کا خطبہ پڑھو اور دارالخلافت بغداد جانے کا سامان سفر مہیا کرو" ابراہیم نے انکاری جواب دیا۔ تتش نے حملہ کر دیا۔ عربوں کو شکست ہوئی ابراہیم چند سرداران عرب کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ تتش نے ان سب کے قتل کا حکم دیدیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ تتش نے موصل اور اس کے علاوہ اور دوسرے شہروں پر قبضہ کر لیا اور اپنی

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ابراہیم بن قریش بن بدران امیر بنی عقیل کو سلطان ملک شاہ نے ۴۸۲ھ میں حساب فہمی کی غرض سے دربار شاہی میں طلب کیا تھا۔ جب ابراہیم نے باریابی حاصل کی تو سلطان نے اسے نظر بند کر لیا اور اس کی جگہ فخر الدولہ بن جہیر کو موصل کا حکمران مقرر کر کے بھیج دیا۔ ابراہیم اس وقت سے سلطان کی خدمت میں رہا اس کے ساتھ ساتھ سمرقند گیا۔ وہاں سے بغداد واپس آیا۔ پس جب سلطان نے سفر آخرت اختیار کیا تو ترکمان خاتون نے ابراہیم کو رہا کر دیا۔ ابراہیم، موصل کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان ملک شاہ نے اپنی پھوپھی صفیہ خاتون کو موصل بطور جاگیر عنایت کیا تھا۔ یہ شرف الدولہ کو بیاہی تھی۔ اس سے ایک لڑکا علی نامی پیدا ہوا۔ شرف الدولہ کی وفات کے بعد، صفیہ خاتون نے اس کے بھائی ابراہیم سے عقد کر لیا تھا۔ سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد ادھر صفیہ خاتون نے موصل کا قصد کیا اس کے ساتھ اس کا لڑکا علی بھی تھا۔ ادھر محمد بن شرف الدولہ بھی یہ خبر پا کر موصل پر چڑھ آیا۔ چنانچہ علی اور محمد میں لڑائی ہوئی۔ محمد کو شکست ہوئی، علی نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ جب ابراہیم موصل کے قریب پہنچا تو یہ سن کر کہ میرے بھائی شرف الدولہ کا بیٹا علی قابض ہے اور اس کے ساتھ اس کی ماں صفیہ خاتون بھی ہے پڑاؤ کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم موصل میرے حوالہ کر دو خط و کتابت اور نامہ و پیام کے بعد صفیہ خاتون اور اس کے بیٹے علی نے موصل کو ابراہیم کے حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد بہ حکم 'ہر فرعونے راموسیٰ'، تتش کا واقعہ پیش آیا، اس واقعہ میں ابراہیم کے ہمراہ تیس ہزار فوج تھی اور تتش کی رکاب میں دس ہزار۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۹۴ او ۱۵۰۔

طرف سے علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کو ان شہروں کی حکومت پر مامور کیا۔

اس کامیابی کے بعد تتش نے دارالخلافت بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام بھیجا۔ گوہر آئین افسر پولیس بغداد نے اس سے موافقت کی اور یہ کہلا بھیجا کہ میں نے شاہی فوج کو لکھ دیا ہے جواب آجائے تو تعمیل کی جائے۔

آقسنقر اور بوزان کی تتش سے علیحدگی

اس کے بعد تتش نے دیار بکر کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ کر آذر بائیجان پر حملہ آور ہوا۔ برکیا روق کو ان واقعات کی خبر ہوئی۔ فوجیں مرتب کر کے اپنے چچا تتش کی روک تھام کے لئے نکلا۔ (جس وقت[1] دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا قسیم الدولہ آقسنقر نے بوزان والی الرہا و حران سے کہا "تم لوگوں نے اس کی (یعنی تتش کی) اطاعت اس وجہ سے کی تھی کہ ہمارے آقائے نامدار سلطان ملک شاہ کے لڑکوں میں جھگڑا پڑا ہوا تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ وہ ابھی بچے ہیں سلطنت کا کام انجام نہ دے سکیں گے اب بفضلہ تعالیٰ سلطان برکیا روق نے ہاتھ پاؤں سنبھال لئے ہیں اور حکومت و سلطنت کا دعویدار ہوا ہے۔ لہٰذا ہم لوگوں پر لازم ہے کہ سلطان برکیا روق کے قدموں سے جا ملیں، بوزان نے آقسنقر کی رائے سے موافقت کی۔ چنانچہ یہ دونوں سردار تتش کی اعانت سے علیحدہ ہو کر اپنی فوجوں کے ساتھ سلطان برکیا روق کی لشکر گاہ میں چلے گئے۔

تاج الدولہ تتش کی شام کو روانگی

تاج الدولہ تتش نے یہ رنگ دیکھ کر اپنی سپر ڈال دی اور بلا جنگ و جدال شام کی جانب واپس ہوا۔ تاج الدولہ تتش کی واپسی سے برکیا روق کے قدم، حکومت و سلطنت پر مضبوطی کے ساتھ جم گئے۔ گوہر آئین افسر پولیس بغداد اسے محسوس کر کے کہ عنان حکومت سلطان برکیا روق کے قبضہ اقتدار میں آگئی ہے برکیا روق کے

---

[1] مضمون عبارت مابین خطوط ہلالی میں نے تاریخ کامل ابن اثیر سے اخذ کر کے لکھا ہے تاکہ ربط مضمون باقی رہ جائے اور مطلب خبط نہ ہونے پائے۔

لشکر گاہ میں آیا۔ تتش سے موافقت کرنے کی معذرت کی۔ امیر برسق نے ہاں میں ہاں ملایا، کمشتکین جان دار نے بہ اشارہ قسیم الدولہ برکیاروق سے گوہرآئین افسر پولیس بغداد کی شکایت کردی۔ اسی شکایت کی بنا پر برکیاروق نے گوہرآئین کو بغداد کی کوتوالی سے معزول کرکے امیر منکبرد کو افسر پولیس بنایا اور گوہرآئین کی تمام جائداد ضبط کرکے امیر منکبرو کو دیدی۔ امیر منکبرو، بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ وتوقا تک پہنچ گیا تھا کہ سلطان برکیاروق کو امیر منکبرو کی ان حرکات کی اطلاع ہوئی جو اس سے سرزد ہوئی تھیں۔ برکیاروق نے اسے وتوقا سے واپس بلاکر قتل کر ڈالا اور اس کی جگہ فتکین کو بغداد پولیس کا افسر مقرر کیا۔

اسمٰعیل بن داؤد اور ترکمان خاتون

اسمٰعیل بن داؤد ملک شاہ کے چچا کا پوتا اور برکیاروق کا ماموں، آذربائیجان کا والی تھا۔ ترکمان خاتون نے اس کے پاس پیام بھیجا کہ "تم برکیاروق سے لڑکر ملک پر قبضہ کرلو اور تمہارے لئے یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ اگر تم یہ کام کروگے تو میں تم سے عقد کرلوں گی" اسمٰعیل اس فریب میں آگیا۔ ترکمانوں کو جمع کرکے فوج آراستہ کی اور برکیاروق سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ مقام کرج میں صف آرائی ہوئی اثنا جنگ میں اسمٰعیل کے بعض سرداران لشکر، برکیاروق سے مل گئے۔ جس سے اسمٰعیل کو شکست ہوئی اصفہان جاکر دم لیا۔ ترکمان خاتون نے اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اپنے بیٹے محمود کے نام کے بعد اس کا نام سکہ پر مسکوک کرایا۔ عقد بھی کرنے کا قصد کیا۔ امیر انز نے جو وزیر اعظم اور سپہ سالار لشکر تھا اس سے مخالفت کی۔ لشکر کی بغاوت کی دھمکی دی۔ جب اس پر بھی ترکمان خاتون نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو اس سے علیحدہ ہوگیا۔

اسمٰعیل بن داؤد کا قتل

اس کے بعد اسمٰعیل کی بہن زبیدہ خاتون مادر برکیاروق نے اسمٰعیل سے خط وکتابت شروع کی اور اسے برکیاروق سے مصالحت کر لینے پر آمادہ کرلیا۔ اسمٰعیل برکیاروق کے پاس آیا۔ برکیاروق نے عزت و احترام سے اس کا استقبال کیا۔ سرداران لشکر کمشتکین جان دار، آقسنقر اور بوزان وغیرہ نے متفق ہوکر اسمٰعیل کے اس راز کو کہ یہ حکومت و

سلطنت کا خواہاں ہے افشا کر دیا اور اسے قتل کر کے برکیاروق کو مطلع کر دیا۔ برکیاروق نے اُس کا خون معاف کر دیا۔

توران شاہ بن قاروت بک کا خاتمہ

توران شاہ بن قاروت بک، فارس کا حکمران تھا۔ ۴۸۶ھ میں خاتون جلالیہ دختر کمان خاتون، نے امیر انز کو فارس کے سر کرنے پر مامور کیا۔ امیر انز نے ابتداً توران شاہ کو شکست دیدی۔ لیکن فتح یابی کے بعد لشکریوں کے ساتھ کج ادائی اور بداخلاقی سے پیش آیا۔ جس سے اس کے لشکر والے اس سے بددل ہو کر توران شاہ نے اپنا ملک، امیر انز پر حملہ کر دیا امیر انز کو اس واقعہ میں شکست ہوئی۔ توران شاہ نے اپنا ملک امیر انز سے واپس لے لیا۔ اثناء جنگ میں توران شاہ کو ایک تیر آ لگا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اس واقعہ کے دو مہینہ بعد مر گیا۔

برکیاروق کے نام کا خطبہ، مقتدی کی وفات

ماہ محرم ۴۸۷ھ میں خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے سلطان برکیاروق کو اس کے چچا تتش کی شکست کے بعد دارالخلافت بغداد طلب فرمایا۔ خلعت دیا۔ اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا۔ امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار دیا سلطان برکیاروق نے نہایت مسرت سے اسے زیب تن کیا۔ اس کے بعد ۱۵ محرم سنہ مذکور میں خلافت مآب نے دفعۃً وفات پائی۔

مستظہر کی خلافت

خلیفہ مقتدی بامر اللہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مستظہر باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ امراء، دولت اراکین سلطنت نے بیعت کی، خلیفہ مستظہر نے سلطان برکیاروق کو خلعت دیا اور جو اختیارات مرحوم خلیفہ نے دیئے تھے وہ سب اس نے بھی سلطان کو دیئے۔ اور سلطان سے خلیفہ مستظہر کی خلافت کی بیعت لی گئی۔

آقسنقر اور بوزان کا قتل

تتش آذربائیجان کی شکست کے بعد دمشق پہنچا، فوجوں کی فراہمی اور اسباب جنگ کے مہیا کرنے میں مصروف ہوا چند روز میں ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ ۴۸۷ھ میں دمشق سے حلب پر حملہ کیا۔ قسیم الدولہ آقسنقر اور بوزان متفق

ہو کر مقابلہ پر آئے۔ امیر کربوقا بھی سلطان برکیاروق سے امدادی فوج لے کر حلب کو بچانے کے لئے آیا ہوا تھا۔ حلب سے نو کوس کے فاصلہ پر دونوں فریقوں کی مڈبھیڑ ہوئی، تتش نے ان لوگوں کو شکست دی، آقسنقر گرفتار ہو گیا۔ تتش نے اسے قتل کر ڈالا۔ امیر کربوقا اور بوزان نے حلب جا کر دم لیا۔ تتش نے تعاقب کیا اور حلب پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر کار حلب بھی بزور تیغ فتح ہوا۔ امیر کربوقا اور بوزان بھی گرفتار ہو گئے۔ تتش نے بوزان کو پابہ زنجیر حران اور الرہا کی طرف روانہ کیا (حران اور الرہا، بوزان کے قبضہ میں تھے) باشندگان حران اور الرہا نے اطاعت سے انکار کیا۔ تتش نے بوزان کا سر اتار کر اہل حران اور الرہا کے پاس بھیجا۔ حران اور الرہا کے رہنے والے بوزان کا سر دیکھ کر تھرا گئے اور ڈر کر اطاعت قبول کی۔ تتش نے ان پر قبضہ کر لیا۔ باقی رہ گیا امیر کربوقا اسے حمص کی جیل میں ڈال دیا۔

تتش کی ہمدان کی جانب پیش قدمی

اس کامیابی کے بعد تتش جزیرہ، دیار بکر، خلاط اور آذربائیجان پر یکے بعد دیگرے قبضہ حاصل کر کے ہمدان کی جانب چلا۔

اس وقت ہمدان میں اتفاق سے فخر الدولہ ابن نظام الملک موجود تھا۔ فخر الدولہ، خراسان سے سلطان برکیاروق سے ملنے آ رہا تھا۔ امیر قماج سپہ سالار محمود سے اصفہان میں ملاقات ہو گئی۔ امیر قماج نے فخر الدولہ پر شب خون مار اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ فخر الدولہ کسی طرح سے بچ بچا کر ہمدان پہنچا۔ یہاں تتش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ تتش نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنے کا قصد کیا۔ امیر باغی لیسار نے سفارش کی اور یہ رائے دی کہ پبلک کا میلان خاطر فخر الدولہ کے خاندان کی طرف زیادہ ہے۔ اسے اپنا وزیر بنا لیجئے۔ چنانچہ تتش نے فخر الدولہ کو قلمدان وزارت کا مالک بنا دیا۔

تتش اور برکیاروق کی جنگ

برکیاروق اس وقت نصیبین میں تھا۔ یہ سن کر کہ اس کا چچا تتش آذربائیجان کی طرف بڑھ رہا ہے نصیبین سے کوچ کر دیا اور دریائے دجلہ کو بالائے موصل سے عبور کر کے اوبل پہنچا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ تتش کی فوج میں سے امیر یعقوب بن اتق نے برکیاروق پر شب خون مارا۔ برکیاروق کو شکست ہوئی۔ امیر یعقوب نے برکیاروق کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ برکیاروق کے تمام ہمراہی تتر بتر ہو گئے۔ صرف امیر برسق

گمشتکین جان دار اور الیارق رکاب میں رہ گئے۔ بہ ہزار خرابی جان بچا کر اصفہان پہنچا۔

محمود بن سلطان ملک شاہ کی وفات

اصفہان میں ترکمان خاتون، مادر محمود بن سلطان ملک شاہ کی حکومت تھی۔ لیکن اس وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ پہلے محمود اور اس کے ہواخواہوں نے برکیاروق کو شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ پھر خود محمود دھوکہ دہی کی غرض سے آ کر برکیاروق کو لے گیا اور نظر بند کر لیا۔ محمود کے ہواخواہوں نے برکیاروق کو قتل کر ڈالنے کا قصد کیا اتفاق سے محمود بیمار ہو گیا۔ اس وجہ سے برکیاروق کو قتل نہ کیا۔ محمود بن سلطان ملک شاہ نے ۲۹ شوال ۴۸۷ھ میں ایک برس حکومت کر کے وفات پائی۔

برکیاروق کا اصفہان پر قبضہ

اس کے مرنے سے برکیاروق، اصفہان پر قابض ہو گیا۔ اور اس کے قدم، استقلال کے ساتھ حکومت و سلطنت پر جم گئے۔ موید الملک بن نظام الملک نے سلطان برکیاروق کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔ سلطان برکیاروق نے عز الملک ابن نظام الملک کی جگہ اسے عہدہ وزارت سے سرفراز کیا۔ (عز الملک کا اس سے پیشتر مقام نصیبین میں انتقال ہو چکا تھا) موید الملک نے امراء سلجوقیہ اور ہواخواہان سلطنت کو نامہ و پیام بھیج کر سلطان برکیاروق کی طرف مائل اور ہواخواہ بنا لیا جس سے سلطانِ برکیاروق کی شان و شوکت بڑھ گئی اور اُس کی حکومت کا ڈنکا بجنے لگا۔

یوسف بن ارتق کی بغداد میں آمد

تتش نے برکیاروق کی شکست کے بعد یوسف بن ارتق ترکمانی افسر پولیس کو ترکوں کو جمع اور متفق کرنے کی غرض سے دار الخلافت بغداد روانہ کیا تھا۔ اہلِ بغداد نے بغداد میں داخل ہونے سے روکا اس عرصہ میں صدقہ بن مزید والئ حلہ اہل بغداد کی امداد پر آ پہنچا۔ مقام یعقوب میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ صدقہ شکست اٹھا کر حلہ چلا گیا اور یوسف بن ارتق دار الخلافت بغداد میں داخل ہو گیا اور وہیں قیام کیا۔

تاج الدولہ تتش کا قتل

تتش نے برکیاروق کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کر کے ہمدان کی طرف قدم بڑھایا۔ اہلِ ہمدان نے قلعہ بندی کر لی۔ لیکن اس امر کو کہ ہم میں مقابلہ کی

قوت نہیں ہے۔ محسوس کر کے امان کی درخواست کی تتش نے ان کو امان دیدی اور ہمدان پر قابض ہو کر اصفہان اور مرو کا رخ کیا۔ امرا اصفہان کے پاس ایلچی بھیجے اور ان کو ملانے کی کوشش کی چنانچہ ان لوگوں نے اطاعت اور حاضری کا وعدہ کیا۔ برکیا روق ان دنوں بستر علالت پر پڑا ہوا ان سب واقعات کو دیکھ رہا تھا۔ جب اسے مرض سے افاقہ ہوا تو اس نے جرباذقان کی جانب خروج کیا۔ ہوا خواہان دولت سلجوقیہ اس خبر کو سُن کر جوق در جوق برکیارق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بات کی بات میں تیس ہزار فوج جمع ہو گئی۔ اپنے چچا تتش سے صف آرا ہوا۔ اور اُسے شکست فاش دی۔ اثنار جنگ میں آقسنقر کے کسی دوست نے اپنے دوست آقسنقر کے بدلہ میں تتش کو مار ڈالا۔ تتش[1] کی شکست اور قتل سے سلطان برکیارق کا میدان حکومت زیادہ وسیع ہو گیا۔ بظاہر کوئی مزاحم اور مخالف باقی نہ رہا۔ اس واقعہ کی خبر یوسف کو بھی ہوئی۔ فخر الملک بن نظام الملک جو ایک مدت سے تتش کے یہاں قید تھا آزاد کر دیا گیا

---

[1] اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ تھا کہ ابھی کل کا ذکر ہے کہ برکیارق اپنے چچا تتش سے شکست کھا کر چند آدمیوں کے ساتھ اصفہان جاتا ہے۔ کوئی شخص اس کا تعاقب نہیں کرتا۔ اگر بیس سوار بھی تعاقب کرتے تو یقینی گرفتار ہو جاتا کیونکہ چند دن تک اصفہان کے باہر پڑا رہا تھا۔ پھر جب کسی طرح سے اصفہان میں داخل ہوا تو امراء اصفہان نے مار ڈالنے کی فکر کی جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ اتفاق سے اس کا بھائی محمود بیمار ہو گیا۔ امین الدولہ ابن التلمیذ طبیب نے امراء اصفہان کو برکیارق کے قتل سے یہ کہکر باز رکھا کہ محمود کی حالت اچھی نہیں ہے اگر یہ مر گیا تو کیا تم لوگ تتش کی حکومت پسند کرو گے، برکیارق کو بالفعل قتل نہ کرو۔ اگر محمود کو صحت ہو گئی تو برکیارق کے قتل کا تم کو اختیار باقی رہ جائے گا قتل کر ڈالنا اور اگر حالت دگرگوں ہوئی تو اسی کو تخت حکومت پر متمکن کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت دیکھئے کہ محمود ۲۹ شوال کو انتقال کر گیا اور برکیارق حکمراں ہو گیا، پھر یہ بھی بیمار ہوا۔ سرسام میں مبتلا ہوا۔ چار ماہ تک علیل رہا۔ اس اثنار میں اس کے چچا تتش نے ذرا بھی حرکت نہ کی یہ موقع اس کی کامیابی کا اچھا تھا مگر نہ سوجھی۔ یہ سب قدرت کے کرشمے ہیں اگر محمود برکیارق کے زمانہ علالت میں ذرا بھی کوشش کرتا تو تتش کو یہ روز بد دیکھنے کی نوبت نہ آتی۔ واللہ اعلم۔ مترجم

قوام الدولہ ابوسعید کربوقا

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ تتش نے قوام الدولہ ابوسعید کربوقا کو آقسنقر اور بوزان کے قتل کے بعد حلب کی جیل میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ اس وقت سے کربوقا حلب کی جیل میں قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ یہاں تک کہ رضوان ابن تتش، حلب کا حکمراں ہوا۔ سلطان برکیاروق نے رضوان کے پاس امیر کربوقا کے رہا کرنے کا حکم بھیجا چنانچہ رضوان نے امیر کربوقا اور اس کے بھائی امیر التونتاش کو قید سے رہا کر دیا۔ کربوقا اور التونتاش کا رہا ہونا تھا کہ ہر طرف سے ٹڈی دل فوج آکر جمع ہو گئی اس وقت موصل کی عنانِ حکومت علی بن شرف الدولہ مسلم بن قریش کے ہاتھ میں تھی (اسے تتش نے قبضۂ موصل کے بعد، موصل کی حکومت پر مامور کیا تھا) اس کا بھائی محمد بن شرف الدولہ بن مسلم، نصیبین کی حکومت پر تھا، مروان ابن وہب اور ابوالہیجا کردی اس کے داتیں اور بائیں بازو تھے۔ محمد کا موصل پر فوج کشی کا قصد تھا۔ علی کو کسی ذریعہ سے اس کی خبر لگ گئی۔ امیر کربوقا کو یہ واقعہ لکھ بھیجا اور اسے اپنی کمک پر بلایا۔ چنانچہ کربوقا علی کی امداد پر آیا۔ نصیبین سے دو منزل کے فاصلہ پر محمد سے مڈبھیڑ ہوئی کربوقا اسے گرفتار کرکے نصیبین کی طرف بڑھا۔ چالیس دن تک محاصرہ کئے رہا۔ آخر کار اسے بزور تیغ فتح کیا۔

کربوقا کا موصل پر قبضہ

اس کامیابی کے بعد کربوقا نے موصل کی جانب قدم بڑھایا اہل موصل قلعہ بند ہو گئے۔ کربوقا نے اس سے اعراض کرکے[1] .... اور محمد کو قتل کرکے دریا میں ڈال دیا۔ اور موصل کے محاصرہ کی غرض سے واپس ہوا۔ ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کیا۔ علی نے امیر جکرمش والی جزیرہ ابن عمر سے امداد کی درخواست کی، امیر جکرمش لشکر آراستہ کرکے علی کی کمک پر روانہ ہوا۔ امیر التونتاش نے آگے بڑھ کر تیغ وسنان سے اس کا استقبال کیا باہم لڑائی ہوئی۔ بالآخر امیر جکرمش نے شکست کے بعد کربوقا کی اطاعت قبول کرلی اور اس کے ساتھ موصل کے محاصرے کے لئے آیا اور جیسا کہ چاہیے تھا مدد کی۔ جب محاصرہ کی سختیاں زیادہ ہوئیں تو نو ماہ کی تکلیف اور

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

محاصرہ برداشت کر کے علی والیٔ موصل بھاگ کھڑا ہوا صدقہ بن مزید کے پاس حلہ جا کر پناہ لی۔ کربوقا مظفر و منصور موصل میں داخل ہوا اور التونتاش نے اطراف موصل میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ امراء و رؤسائے شہر سے تاوان اور جرمانے وصول کرنے لگا۔ کربوقا کو التونتاش کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ موصل میں داخل ہونے کے تیسرے دن التونتاش کے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ واقعات ۴۸۹ھ کے ہیں۔

تسخیر رحبہ قبضہ موصل کے بعد کربوقا نے رحبہ پر دھاوا کیا۔ اہل رحبہ مقابلہ پر آئے لڑے۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے کربوقا اس پر قبضہ حاصل کر کے موصل کی جانب واپس ہوا اور اہل موصل کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ عدل و انصاف سے کام لیا۔ جس کی وجہ سے اہل موصل راضی و خوش ہو گئے اور اس کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا۔

ارسلان ارغو ارسلان ارغو اپنے بھائی سلطان ملک شاہ کے پاس بغداد میں مقیم تھا۔ جب سلطان ملک شاہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور اس کے بیٹے محمود کی حکومت و سلطنت کی بیعت لی گئی اس وقت ارسلان ارغو اپنے سات غلاموں کے ساتھ خراسان چلا گیا۔ خراسان پہنچ کر ہاتھ پاؤں نکالے۔ ایک گروہ جمع ہو گیا۔ نیشاپور پر دھاوا کیا۔ اہل نیشاپور مقابلہ پر آئے۔ مرو کی طرف لوٹا۔ مرو میں سلطان ملک شاہ کے غلاموں میں سے ایک غلام امیر قودر[1] (قودن) شحنہ نامی حکومت کر رہا تھا۔ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے نظام الملک کے قتل کی سازش کی تھی۔ امیر قودر نے ارسلان ارغو کی اطاعت قبول کر لی اور شہر پر قبضہ دیدیا۔ اس سے ارسلان ارغو کی قوت، ہمت اور جرأت بڑھ گئی۔ بلخ کی طرف بڑھا۔ فخر الملک بن نظام الملک حاکم بلخ مقابلہ نہ کر سکا۔ بلخ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ہمدان میں جا کر پناہ لی اور تاج الدولہ تتش کا وزیر بن گیا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

ارسلان ارغو کا بلاد خراسان پر قبضہ ارسلان ارغو نے بلخ، ترمذ، نیشاپور اور تمام بلاد خراسان پر قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیاروق اور اس کے وزیر السلطنت

---

[1] تاریخ کامل میں بجائے قودر کے قودن لکھا ہے۔ تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۹

مویدالملک کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ مجھے خراسان کی سند حکومت عطا کی جائے اور میں اس کا واحد حکمراں تسلیم کیا جاؤں جیسا کہ میرا دادا داؤد تھا، چونکہ برکیاروق اپنے بھائی محمود اور اپنے چچا تتش کے جھگڑوں میں مصروف تھا۔ کچھ جواب نہ دیا۔ پھر جب برکیاروق نے مویدالملک کو عہدۂ وزارت سے معزول کر کے اس کے بھائی فخرالملک کو قلمدان وزارت عطا کیا اور مجدالملک یارسلاں، امور سلطنت پر غالب ہوا تو ارسلان ارغو نے سلطان برکیاروق سے خط وکتابت کا سلسلہ بند کر دیا۔ برکیاروق کو یہ امر ناگوار گزرا، اپنے چچا بورسوس (بوربرس[1])، کو افواج شاہی کا افسر بنا کر ارسلان ارغو کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ ارسلان ارغو شکست کھا کر بلخ پہنچا۔ بورسوس نے ہرات میں پڑاؤ کر دیا۔ اس کے بعد ارسلان ارغو نے فوجیں مرتب کر کے مرو کی جانب قدم بڑھایا اور اسے بزور تیغ فتح کر کے ویران کر دیا۔ مرو جیسے شہر کو کشت وخون کا میدان بنا دیا۔

بورسوس کی گرفتاری وقتل

بورسوس کو اس کی اطلاع ہوئی اہرات سے ۴۸۸ھ میں ارسلان ارغو کے طوفان بدتمیزی کی روک تھام کے لئے روانہ ہوا۔ اس لشکر میں امیر مسعود بن تاجر (اس کے باپ داؤد کا سپہ سالار تھا) اور امیر ملک شاہ وغیرہ نامی گرامی امراء وسردار بھی تھے۔ ارسلان ارغو نے امیر ملک شاہ کو نامہ وپیام کر کے ملا لیا۔ اور امیر مسعود بن تاجر کو اس کے بیٹے کے ساتھ ارسلان ارغو کی سازش سے کسی نے اسی کے خیمہ میں قتل کر ڈالا۔ ان واقعات سے بورسوس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ کثرت سے مخالف پیدا ہو گئے۔ تاہم مقابلہ پر اڑا رہا۔ بالآخر گرفتار ہو کر اپنے بھائی ارسلان ارغو کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ارسلان ارغو نے ترمذ کی جیل میں بھیج دیا اور ایک سال بعد بحالت قید قتل کر ڈالا۔

ارسلان ارغو کا قتل

ارسلان ارغو کا اب کوئی مزاحم اور رقیب باقی نہ رہا تھا۔ برکیاروق نے اس کے سر کرنے کو جو مہم بھیجی تھی وہ تباہ وبرباد ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے

[1] دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۹

اس نے امراء ورؤساء خراسان کے قتل وخون ریزی پر کمر باندھ لی۔ خراسان کے شہروں کی شہر پناہ کو مسمار کر دیا، سبزوار، مروشاہجہان، سرخس، نہاوند اور نیشاپور کے قلعوں کو منہدم کر کے زمین دوز بنا دیا وزیر السلطنت عماد الملک بن نظام الملک سے تین لاکھ دینار بطور جرمانہ وصول کیا اور اس پر بھی جب اس کے دل کو تسکین نہ ہوئی تو قتل کر ڈالا۔ قصہ مختصر جس سے اسے ذرا بھی مخالفت کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا سر کچل دیا۔ خراسان ظالمانہ حکومت کرنے لگا۔ نہایت بے رحم اور بے حد غصہ ور تھا۔ اپنے غلاموں سے بھی درگزر نہ کرتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بھی سخت سے سخت سزا دیتا تھا اتفاق سے ایک روز خلوت میں اپنے غلام سے کسی معمولی بات پر ناراض ہو گیا۔ سخت وسست کہا اور مارا۔ غلام کو اشتعال پیدا ہو گیا۔ کمر سے خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں بھونک دیا۔ جس سے یہ مر گیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۴۹۰ھ کا ہے۔

پسر ارسلان ارغو

ارسلان ارغو کے قتل کے بعد اس کے ہمراہیوں نے اس کے ایک چھوٹے لڑکے کو اپنا امیر بنایا سلطان برکیاروق نے ایک فوج، خراسان کی طرف ارسلان ارغو سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کی تھی۔ اتابک قماج اور اس کا وزیر علی حسن طغرائی بھی اس فوج میں تھے۔ جس وقت یہ فوج کوچ وقیام کرتی ہوئی دامغان پہنچی ارسلان ارغو کے قتل کی خبر سن کر قیام کر دیا۔ یہاں تک کہ سلطان برکیاروق کی سواری آ گئی۔ سلطان برکیاروق نے نیشاپور کی طرف قدم بڑھایا چنانچہ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۹۰ھ میں قتل وقتال کے بغیر نیشاپور اور تمام بلاد خراسان پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد بلخ پر دھاوا کیا۔ ارسلان ارغو کے ہمراہی اس لڑکے کے ساتھ جسے انہوں نے ارسلان ارغو کے قتل کے بعد حکومت کی کرسی پر متمکن کیا تھا۔ طخارستان کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے اور سلطان برکیاروق کی خدمت میں امان کی درخواست بھیجی۔ سلطان برکیاروق نے درخواست منظور کر لی۔ چنانچہ ارسلان ارغو کے ہمراہی دس ہزار کی جمعیت اور اس لڑکے کے ساتھ دربار شاہی میں باریاب ہوئے۔ برکیاروق نے ارسلان ارغو کے لڑکے کو عزت واحترام سے ٹھہرایا اور عہد سلطنت سلطان ملک شاہ میں جتنے شہر ارسلان ارغو کے قبضہ وتصرف میں تھے ان سب کی

حکومت اسے عنایت کی۔ لیکن زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ لشکر جو اس کے ہمراہ آیا تھا اس سے علیحدہ ہو کر جن امیروں سے اس کا ربط و تعلق تھا ان کے پاس چلا گیا۔ ارسلان ارغو کا لڑکا تنہا رہ گیا۔ سلطان برکیاروق کی ماں نے اسے اپنی آغوش شفقت میں لے لیا اور اس کی تربیت اور نگہداشت کے لئے خدام مقرر کر دیئے۔

امارت خراسان پر سنجر کا تقرر

اس کے بعد سلطان برکیاروق نے ترمذ کی طرف کوچ کیا۔ اہل ترمذ نے اطاعت قبول کی۔ سمرقند میں بھی اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ قرب و جوار کے امراء نے اطاعت اور فرماں برداری کے پیام بھیجے۔ سات مہینہ بلخ میں قیام کر کے واپس ہوا اور اپنے بھائی سنجر کو حکومت خراسان پر چھوڑ آیا۔

محمود بن سلیمان کی بغاوت

جس وقت سلطان برکیاروق خراسان میں خیمہ زن تھا اسی زمانہ میں ایک شخص محمود بن سلیمان نامی نے جو سلطان برکیاروق کے قرابت مندوں سے تھا اور امیر امیراں کے لقب سے موسوم اور مشہور تھا علم حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ بلخ کی طرف بڑھا اور والی غزنی بو سبکتگین سے امداد کی درخواست کی۔ والی غزنی نے اس شرط سے امداد دی کہ مملکت خراسان میں جو شہر فتح ہو اُن میں والی غزنی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ محمود کی شان و شوکت اس سے بڑھ گئی۔ دماغ عرش پر چڑھ گیا۔ ملک سنجر کو اس کی اطلاع ہو گئی ایک دستہ فوج لے کر بحالت غفلت محمود کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ محمود گرفتار ہو گیا۔ سنجر نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

امیر قودر اور امیر بار قطاش کی بغاوت

سلطان برکیاروق کی خراسان سے واپسی کے بعد انکنجی تاتب خوارزم بھی اپنا لشکر لئے ہوئے سلطان سے ملنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ لیکن مرو پہنچ کر لہو و لعب اور عیاشی میں مصروف ہو گیا۔ امیر قودر (قودن) سلطان برکیاروق سے علالت کا حیلہ کر کے مرو میں رہ گیا تھا اس نے یہ رنگ دیکھ کر امیر بار قطاش سے سازش کی اور دونوں نے انکنجی گورنر خوارزم کے قتل کا مشورہ کیا۔ چنانچہ پانچ سو سواروں کی جمعیت سے امیر قودن اور امیر بار قطاش

نے اکنجی پر رات کے وقت حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ پھر کیا تھا میدان صاف ہو گیا۔ فوجیں لئے ہوئے خوارزم کی طرف بڑھے اور یہ ظاہر کر کے کہ سلطان برکیا روق نے ان دونوں کو خوارزم کی حکومت عطا کی ہے خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ سلطان برکیا روق کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ اسی اثناء میں یہ خبر سننے میں آئی کہ امیر انز نے فارس میں بغاوت کر دی۔ سلطان برکیا روق نے عراق کا ارادہ ترک نہ کیا اور داؤد حبشی بن التونطاق کو سردار لشکر بنا کر امیر قودن اور امیر بارقطاش کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور خود بالذات عراق کی جانب روانہ ہو گیا۔

امیر قودن اور امیر بارقطاش کی سرکوبی

داؤد حبشی، عراق سے ہرات کی طرف چلا اور شاہی لشکروں کے جمع ہونے کے انتظار میں ہرات کے قریب پہنچ کر قیام کیا۔ امیر قودن اور امیر بارقطاش نے داؤد حبشی کی آمد کی خبر پا کر حملہ کی تیاری کی داؤد حبشی کی فوج کم تھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ جیحوں کو عبور کر کے دم لیا۔ امیر قودن نہیں آنے پایا تھا کہ امیر بارقطاش نے داؤد حبشی پر حملہ کر دیا۔ برابر کا مقابلہ تھا داؤد حبشی بھی خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا اور امیر بارقطاش کو مار بھگایا۔ اثناء جنگ میں امیر بارقطاش گرفتار کر لیا گیا جوں ہی یہ خبر امیر قودن کے لشکر میں پہنچی تمام فوج باغی ہو گئی۔ امیر قودن کے مال و اسباب اور خزانہ کو لوٹ گیا۔ امیر قودن بہ ہزار خرابی جان بچا کر بھاگا۔ سنجار پہنچا۔ والئ سنجار نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد رہا کر دیا۔ گرتا پڑتا ملک سنجر کی خدمت میں بلخ پہنچا۔ ملک سنجر نے بڑی آؤ بھگت کی۔ امیر قودن بھی اطاعت و فرمانبرداری سے اپنی خدمات انجام دینے لگا۔ اندرونی اور بیرونی انتظام درست کیا فوجیں باقاعدہ مرتب کیں۔ موت کا وقت قریب آ گیا تھا۔ تھوڑے دن بعد مر گیا۔ باقی رہا امیر بارقطاش، وہ داؤد حبشی کے یہاں قید رہا۔ پھر داؤد حبشی نے اُسے قتل کر ڈالا۔

آغاز حکومت بنو خوارزم شاہ

ابو شکین امراء سلجوقیہ میں سے ایک امیر کا (بلکباک) زر خرید غلام تھا۔ اس نے ابو شکین کو غرشستان کے ایک شخص سے خرید کیا تھا۔ اسی مناسبت سے ابو شکین غرشی کے نام سے موسوم ہوا۔ ابو شکین نے اسی امیر کے یہاں نشو نما پائی

بڑا ہوا، ہوشیار اور بیدار مغز تھا۔ اپنے آقا کی مرضی کے مطابق کام کرتا تھا۔ جوانمرد اور دلیر بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابوشکین کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ محمد نام رکھا۔ ابوشکین نے نہایت خوبی سے اسے تعلیم و تربیت دی۔ فنونِ جنگ بھی سکھلائے سیاسیات کی بھی اعلیٰ تعلیم دلائی عنایت الٰہی سے محمد ایک قابل قدر انسان ہو گیا۔ جب امیر داؤد حبشی، خراسان کی طرف روانہ ہوا تو محمد بھی اور لوگوں کے علاوہ اس کے ہمراہ تھا۔

خوارزم شاہ ابوشکین

بغاوت خراسان فرو ہونے کے بعد امیر داؤد حبشی کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ خوارزم کی گورنری پر کسے مقرر کروں انجی نائب خوارزم کو امیر قودن وغیرہ نے مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ نہایت غور و فکر کے بعد محمد بن ابوشکین کو منتخب کیا اور یہی اس کی نظروں میں حکومت خوارزم کے لئے مناسب معلوم ہوا۔ چنانچہ امیر داؤد حبشی نے خوارزم کی عنان حکومت محمد کو مرحمت کی اور خوارزم شاہ کے لقب سے ملقب کیا۔ محمد نہایت کفایت شعار، منتظم، مدبر، عادل اور خلیق تھا۔ تھوڑے ہی دن میں اس کا ذکر خیر پھیل گیا۔ ملک سنجر نے بھی اس تقرری کو بہتر سمجھا اور محمد کو اس عہدہ پر بحال رکھا اور اس کی لیاقت و کارکردگی کے مطابق اس کی عزت افزائی کی۔

محمد بن ابوشکین اور طغرل تکین محمد

محمد نے کسی ضرورت سے کچھ دن کے لئے خوارزم کو چھوڑ دیا تھا۔ ترکوں کو موقع مل گیا۔ ان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ خوارزم پر چڑھ آیا۔ طغرل تکین محمد بن انجی سابق گورنر خوارزم بھی ترکوں سے مل گیا۔ اس کی خبر محمد بن ابوشکین کو ہو گئی۔ سب کاموں کو چھوڑ کر خوارزم کے بچانے کے لئے بڑھا اور ملک سنجر سے امداد کا خواہاں ہوا۔ ملک سنجر ان دنوں نیشاپور میں تھا۔ ملک سنجر اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا۔ محمد بن ابوشکین بلا انتظار ملک سنجر، ترکوں کے مقابلہ پر آ گیا۔ ترکوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ انتہائی بدحواسی سے منقشلاغ کی طرف بھاگے۔ طغرل تکین نے بھی جرجان کی جانب کوچ کر دیا۔ اس واقعہ سے ملک سنجر کی آنکھوں میں محمد اور زیادہ عزیز ہو گیا۔

اتسز بن محمد خوارزم شاہ

جب محمد خوارزم شاہ نے وفات پائی تو اس کا بیٹا اتسز تخت آرائے

حکومت ہوا۔ یہ بھی نہایت نیک مزاج مدبر اور عادل تھا۔ اس لئے اپنے باپ کے زمانہ میں اکثر لڑائیوں میں سپہ سالاری کی تھی۔ فنونِ جنگ سے پوری واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے شہر منقشلاغ کو ترکوں سے چھین لیا ملک سنجر اسے بے حد عزیز رکھتا تھا۔ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتا لڑائیوں میں اسی کو فوج کا افسر اعلیٰ بناتا تھا۔ اسی زمانہ سے حکومت و ریاست محمد بن ابوشتکین کے خاندان میں آئی۔ یہی ان کی حکومت کی ابتدا ہے پھر ان پر تاتاریوں نے چھٹی صدی ہجری میں یورش کی اور ان کی حکومت و سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ انھی سے تاتاریوں نے ملک پر قبضہ حاصل کیا ہے جیسا کہ ان کے حالات کے سلسلہ میں بیان کیا جائے گا۔

عیسائیوں کا انطاکیہ پر قبضہ

اسیٔ زمانہ سے عیسائیوں میں ممالک اسلامیہ پر قبضہ کر لینے کی تحریک پیدا ہوئی ہے (۴۸۴ھ) میں صقلیہ کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ پھر انھوں نے ملک شام اور بیت المقدس کے قصد سے حرکت کی۔ خلیج قسطنطنیہ عبور

لے کروسیڈ یعنی صلیبی جنگ کی ابتدا عیسائیوں کا خروج (ظہور) اور بعض ممالک اسلامیہ پر قبضہ ۴۷۸ھ سے شروع ہوتا ہے پہلے انھوں نے بلاد اندلس میں طلیطلہ کو لے لیا جب اس سے مسلمانوں کے کان پر جوں نہ رینگی تو ۴۸۴ھ میں جزیرہ صقلیہ کی طرف قدم بڑھایا اور اس پر بھی بزور تیغ قابض ہو گئے اس سے ان کی حرص اور بڑھ گئی۔ افریقہ پر ہاتھ مارا اور اس کے بعض شہروں پر قابض ہو گئے۔ سلاطین اسلام آپس کی خانہ جنگیوں میں مصروف تھے۔ مذہبی جوش، اخوت اسلامی ہمدردی اور خیر خواہی ملت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے تھے اس وجہ سے عیسائیوں کا شوق ملک گیری مذہبی پردہ میں بڑھا پھر کیا تھا قتل اور خوں ریزی کا دروازہ کھل گیا۔ ۴۹۰ھ میں ملک شام پر چڑھائی کی۔ بیت المقدس کے لینے کی بنیاد ڈالی۔ بردویل عیسائی بادشاہ نے ایک بڑی فوج جمع کر کے رُجار فرانسیسی کو اطلاع دی (جس نے صقلیہ پر قبضہ کر لیا تھا) کہ میں ایک فوج عظیم لے کر افریقہ پر چڑھائی کرتا ہوں اور اسے عنقریب فتح کر کے تمہارا ہمسایہ ہو جاتا ہوں۔ رُجار نے اپنے ارکین سلطنت کو ایک جلسہ میں جمع کر کے ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ سب نے بردویل کی خیال کی تعریف کی۔ رُجار نے کہا تم لوگ عقل سے (باقی صفحہ ۷۴ پر)

کرکے براہ خشکی روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ قسطنطنیہ کو خط لکھا اور اس سے اس کے ملک سے گزر جانے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ قسطنطنیہ نے اجازت تو دیدی لیکن یہ شرط کرلی کہ انطاکیہ فتح کرکے مجھے دیدینا۔ عیسائی کروسیڈروں نے اس شرط کو منظور کرلیا اور خلیج قسطنطنیہ کو ۴۹۰ھ میں عبور کرکے ارسلان بن سلیمان بن قطلمش والی قونیہ و بلاد روم کے مقبوضات کی طرف بڑھے۔ ارسلان ان کی آمد کی خبر سن کر مدافعت کو اٹھا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی ارسلان کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ عیسائیوں نے ابن لیون ارمنی کے مقبوضہ ممالک کی طرف قدم بڑھایا۔ انطاکیہ پر پہنچ کر محاصرہ کیا نو مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ باغی سیان والی انطاکیہ نے نہایت مردانگی سے مدافعانہ جنگ کی۔ عیسائیوں نے شہر پناہ کے محافظوں میں سے ایک محافظ کو بہت سا مال و زر دے کر ملا لیا۔ چنانچہ حسب قرارداد باہمی عیسائی فوج شہر پناہ کے قریب آئی، اس دغا باز محافظ نے شہر پناہ کا چور دروازہ کھول دیا۔ عیسائی فوج شہر میں داخل ہوگئی اور شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر بگل بجادیا۔ باغی سیان گھبرا گیا۔ کچھ نہ سوجھا بھاگ کھڑا ہوا۔ پانچ چھ کوس نکل گیا۔ ہوش و حواس بجا ہوئے تو اپنے کئے پر ندامت ہوئی بیہوش ہوکر گھوڑے سے گر پڑا۔ ایک ارمنی عیسائی نے پہنچ کر سر اتار لیا اور انطاکیہ میں عیسائی سپہ سالار کے پاس پہنچا دیا۔ یہ واقعات ۴۹۱ھ کے ہیں۔

مسلمانوں کا محاصرہ انطاکیہ

اس واقعہ کی مسلمانوں کو خبر ہوئی۔ انطاکیہ کے واپس لینے کے لئے ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ قوام الدولہ کربوقا شام کی طرف چلا مرج وابق تک پہنچتے پہنچتے ایک بڑا لشکر جمع ہوگیا، دقاق بن تتش، طغرل تکین اتابک، جناح الدولہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳) خالی ہوا اگر اس نے افریقہ کو لے لیا تو ہمارا سلسلہ ختم ہوجائے گا اور اگر ناکام واپس آیا تو ہمیں اس کی ہمدردی کرنا ہوگی اور اس میں ہم کو تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے فتح بیت المقدس کی رائے دی جائے اور مسلمانوں پر جہاد کرنے کا مشورہ دیا جائے۔ حاضرین جلسہ نے اس رائے کو پسند کیا چنانچہ یہی رائے بردویل کو لکھ بھیجی۔ بردویل نے بھی اسے پسند کیا اور فتح بیت المقدس کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا مترجم عفی عنہ۔

والیٔ حمص، ارسلان تاش والی سنجار اور سقمان ارتق وغیرہ نامی گرامی امراء اپنی اپنی فوجیں لیے ہوئے آ پہنچے اور انطاکیہ کی طرف بڑھے، محاصرہ کر لیا۔ اتفاق سے اسلامی امراء میں پھوٹ پڑ گئی "امیر کربوقا بد اخلاقی برتنے لگا اور امراء کو یہ امر ناگوار گزرا۔ ان کے دلوں میں اس کی طرف سے کدورت پیدا ہو گئی چونکہ عیسائیوں کو رسد و غلہ کے فراہم کرنے کا موقع نہ ملا تھا اس وجہ سے محاصرہ کی تکلیف سے بے حد پریشان ہونے لگے۔ امیر کربوقا سے امان کی درخواست کی۔ امیر کربوقا نے امان دینے سے انکار کیا، عیسائیوں پر نہایت مصیبت اور سختی کا وقت آ گیا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، کا مضمون تھا۔ ان عیسائی کروسیڈروں کے ساتھ عیسائی بادشاہوں میں سے بردویل صنجبیل المکدمری، قمط والی الرہا اور بیمند والیٔ انطاکیہ بھی محصور تھا۔ عیسائی فوج کا کمان افسر بھی بیمند تھا۔ شدت محاصرہ سے پریشان ہو کر شہر پناہ کے دروازے سے متفرق طور سے دو دو چار چار امن کا جھنڈا لئے ہوئے نکلے۔ جب تمام عیسائی کروسیڈر انطاکیہ کے باہر آ گئے تو لڑائی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اسلامی امراء میں نفاق تو پیدا ہی ہو گیا تھا اور ان کے دلوں میں امیر کربوقا کی بد اخلاقی سے کدورت پیدا ہو چکی تھی اس وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سب سے اخیر میں امیر سقمان بن ارتق نے میدان جنگ سے فرار کیا۔ عرب کا ایک گروہ اس معرکہ میں کام آ گیا۔ عیسائی کروسیڈروں نے مسلمانوں کے کیمپ میں جو کچھ پایا لوٹ لیا[1]

---

[1] ابن اثیر نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ تحریر کیا جاتا ہے عیسائی کروسیڈروں کو انطاکیہ پر قبضہ کئے ہوئے بارہ دن ہو گئے تھے۔ رسد و غلہ کا کوئی سامان نہیں کرنے پائے تھے کہ امیر کربوقا وغیرہ آ گئے، عیسائی کروسیڈر بھوکوں مرنے لگے۔ امراء نے اپنی اپنی سواری کے جانوروں کو کھانا شروع کر دیا، غرباء اور سپاہی درخت کے پتوں سے پیٹ بھرنے لگے امیر کربوقا کے پاس پیام بھیجا کہ "آپ ہم کو امان دیجیے ہم شہر خالی کئے دیتے ہیں" امیر کربوقا نے جواب دیا "ہرگز امان نہیں دی جائے گی، ہم تم کو تلوار کے ذریعہ سے نکالیں گے" اس جواب سے کروسیڈروں کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ ایک پادری نے جس پر ان عیسائیوں کا زیادہ اعتقاد تھا ان لوگوں سے کہا۔ گھبراؤ نہیں! اسی انطاکیہ میں مسیح کی صلیب فلاں مقام پر مدفون ہے، (باقی صفحہ ۷۶ پر)

عیسائیوں کا سواحل شام پر قبضہ

اس کامیابی کے بعد عیسائیوں نے معرہ نعمان کی طرف قدم بڑھایا اور اسے بھی لے لیا۔ نہایت بے رحمی اور سفاکی سے اہل معرہ نعمان کو پامال کیا۔ اس کے بعد غزہ پر حملہ کیا۔ چار مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ اہل غزہ نہایت مردانگی سے مقابلہ کرتے رہے ابن منقذ والی شیرز نے نامہ و پیام کرکے مصالحت کرلی۔ پھر حمص کا محاصرہ کیا جناح الدولہ نے صلح کا پیام بھیجا۔ مصالحت ہوگئی۔ عکا کی طرف بڑھے۔ اہل عکہ نے قلعہ بندی کرلی۔ ناکام واپس ہوئے۔ اسی زمانہ سے سواحلِ شام پر عیسائی کروسیڈرون کا قبضہ شروع ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ[1] .... خلفاء علوین نے عیسائیوں کو ملکِ شام پر قبضہ کرنے کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵) تلاش کرو۔ اگر مل گئی تو تمہاری فتح ہوگی ورنہ تمہاری ہلاکت و تباہی یقینی ہے" پادری صاحب نے اس سے پہلے صلیب کو مقام موعودہ میں دفن کر دیا تھا۔ عیسائی کروسیڈر صلیب کے تلاش کرنے پر تیار ہوگئے۔ پادری صاحب نے کہا "وہ یوں نہیں ملے گی۔ تین دن روزہ رکھو۔ دعا کرو گناہوں کی مغفرت چاہو چوتھے روز تلاش کی کوشش کرو۔ کامیاب ہوگئے تو پھر کیا کہنا ہے ورنہ موت ہے"۔ عیسائی کروسیڈرون نے اس پر عمل کیا اور جیسا کہ پادری صاحب نے کہا تھا" تلاش کے بعد صلیب مل گئی۔ پادری صاحب نے کہا" اب کیا ہے' خوشیاں مناؤ۔ شہر پناہ کا دروازہ کھول کر پانچ پانچ چھ چھ آدمی امان کا جھنڈا لیئے ہوئے نکلو جب سب کے سب انطاکیہ کے باہر آجاؤ تو جنگ کا نقارہ بجا دو۔ فتح یاب ہو جاؤ گے" جس وقت عیسائی کروسیڈر انطاکیہ سے متفرق طور پر نکلنے لگے۔ مسلمانوں نے امیر کربوقا سے عرض کیا "ان عیسائیوں کو مہلت نہ دی جائے جوں جوں نکلتے جائیں انھیں قتل کرتے جائیں" امیر کربوقا نے جواب دیا "نکل آنے دو ہم انھیں لڑ کر پسپا کر دیں گے"۔ لیکن مسلمانوں میں بعض امراء نے اس کی مخالفت کی اور عیسائیوں کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا امیر کربوقا نے خود جا کر انھیں اس سے روکا۔ جب تمام عیسائی کروسیڈر شہر انطاکیہ سے نکل آئے تو انھوں نے صف آرائی کی۔ چونکہ کربوقا نے مسلمانوں کے ساتھ ناگوار برتاؤ کیا تھا اور عیسائیوں کے قتل سے روکا تھا اس وجہ سے بھاگ کھڑے ہوئے ایک ہاتھ بھی لڑنے کا کسی کو گنہگار نہیں ہوا۔ انتہیٰ ملخصًا من تاریخ الکامل ابن اثیر۔

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

اشارہ کیا تھا۔ اور انھی کی تحریک سے وہ اس جرأت سے حملہ آور ہوئے تھے۔ سبب یہ تھا کہ خلفاء علویہ کو سلاطین سلجوقیہ کی بڑھتی ہوئی قوت سے خطرہ پیدا ہوگیا تھا انھوں نے ملکِ شام کو غزہ تک دبالیا تھا اور ان کے امیروں میں سے اقسیس نامی ایک امیر نے مصر پر حملہ کیا تھا اور مدتوں تک اس کا محاصرہ کئے رہا۔ خلفاء علویہ نے اس امر کو کہ ایک نہ ایک روز سلاطین سلجوقیہ، مصر کو بھی لے لیں گے اس کا احساس کر کے عیسائیوں کو ملک شام پر قبضہ کر لینے کا اشارہ کر دیا تاکہ سلاطین سلجوقیہ کی زد سے خود محفوظ رہیں اور ان کے اور مصر کے درمیان عیسائی حائل اور سدراہ ہوجائیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

امیر انز کی بغاوت

جس وقت سلطان برکیاروق، خراسان کی جانب روانہ ہوا تھا۔ اسی زمانہ میں امیر انز کو فارس کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ فارس کے ملک پر شوانکار کے قبائل قابض ہوگئے تھے اور ایران شاہ بن قاروت بک والئ کرمان کی پشت پناہی اور امداد سے فارس پر حکومت کر رہے تھے۔ جب امیر انز نے فارس پر فوج کشی کی تو شوانکار مقابلہ پر آئے، اور لڑے، امیر انز کو شکست ہوئی۔ امیر انز، اصفہان واپس آیا۔ سلطان برکیاروق کو اس سے مطلع کیا اور خراسان حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ سلطان برکیاروق نے اصفہان میں ٹھہرنے کا حکم دیا، امارت عراق کی سند بھیج دی۔ اور جس قدر فوجیں عراق اور اس کے اطراف وجوانب میں تھیں امیر انز کو ان کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ مویدالملک بن نظام الملک دارالخلافت بغداد سے حلہ آیا۔ امیر انز سے ملا اور اسے سلطان برکیاروق کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ شاہی قوت وشوکت کی دھمکی دی۔ سلطان کے غصہ اور انتقام سے ڈرایا اور یہ رائے دی کہ محمد بن ملک شاہ سے نامہ وپیام بھیج کر سازش کر لو۔ محمد بن ملک شاہ ان دنوں گنجہ میں تھا اس قرارداد کے مطابق امیر انز نے عمل درآمد کیا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ یہ خبر مشہور ہوگئی۔ امیر انز کا خوف وخطرہ اور زیادہ ہوگیا۔ فوجیں فراہم کیں، اصفہان سے رے کی طرف کوچ کیا اور کھلم کھلا سلطان کی مخالفت کرنے لگا۔

امیر انز کا قتل

سلطان برکیاروق سے فخر الملک الب ارسلان کی واپسی اور سپردگی کا مطالبہ کیا۔ ابھی یہ معاملہ طے نہ ہوا تھا کہ ترکوں میں سے تین شخص جو امیر انز ہی کے

لشکر کے تھے اور خوارزم کے رہنے والے تھے شب کے وقت اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر ڈالا۔ لشکر میں ہلڑ مچ گیا۔ مال، روپیہ اور اسباب کو لشکریوں نے لوٹ لیا۔ نعش کو اصفہان میں لائے اور دفن کر دیا۔ امیر انز، بڑا پابند صوم و صلوٰۃ، کثیر المناقب اور سخی تھا۔ امیر انز کے قتل کی خبر سلطان برکیاروق کو اطراف رے میں پہنچی سلطان، امیر انز سے جنگ کرنے کو آرہا تھا۔ اس خبر کو سن کر بے حد خوش ہوا فخر الملک البارسلان کی باچھیں کھل پڑیں۔ یہ واقعہ سنہ ۴۹۲ھ کا ہے۔ اضہر صابر، امیر انز کے قتل کے بعد دمشق چلا گیا۔ مدتوں وہیں ٹھہرا رہا اس کے بعد سنہ ۵۰۱ھ میں سلطان محمد کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلطان محمد بہ عزت و احترام پیش آیا اور رحبہ کی حکومت عنایت کی۔

افضل بن بدر جمالی کا بیت المقدس پر قبضہ

تاج الدولہ تتش نے بیت المقدس کو خلفاء علویہ والیان مصر کے قبضہ سے نکال لیا تھا اور اپنی طرف سے امیر سقمان بن ارتق کو اس کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ جس وقت ترکوں کو بمقام انطاکیہ عیسائی کروسیڈروں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو مصری خلیفہ کو بیت المقدس کے واپس لینے کا شوق اور جوش پیدا ہوا۔ افضل بدر جمالی سپہ سالار دولت علویہ فوجیں مرتب کر کے بیت المقدس کی طرف بڑھا۔ اور بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت بیت المقدس میں امیر سقمان اور ایلغازی پسران ارتق (یاقوتی ان دونوں کا بھتیجہ) اور سونج (انھی دونوں کا چچا زاد بھائی) موجود تھے۔ محصورین نے جی توڑ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ افضل بن بدر جمالی کی منجنیقوں نے شہر پناہ کی دیوار کو توڑ توڑ ڈالا۔ محصورین نے محاصرہ کے چالیس دن بعد ہتھیار ڈال دیئے، امن و امان حاصل کر کے بیت المقدس کو فتح مند گروہ کو دیدیا۔ یہ واقعہ ماہ شعبان سنہ ۴۰۹ھ کا ہے۔ افضل نے کامیابی کے بعد محصور امراء کے ساتھ بہت اچھے برتاؤ کئے۔ امیر سقمان اور ایلغازی کو مع ان کے ہمراہیوں کے زاد راہ دے کر رخصت کیا۔ امیر سقمان نے الرہا میں جا کر قیام اختیار کیا، ایلغازی عراق چلا گیا۔ اور افضل اپنے سرداروں میں سے افتخار الدولہ کو بیت المقدس کی حکومت پر مامور کر کے مصر کی جانب واپس ہوا۔

بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ

عیسائیوں نے عکا سے واپس ہو کر بیت المقدس کی طرف

قدم بڑھایا۔ چالیس روز نہایت سختی سے محاصرہ کئے رہے بالآخر آخری ماہ شعبان ۴۹۲ھ میں شہر پناہ کی شمالی دیوار توڑ کر گھس پڑے اور بہت بڑی خونریزی و غارت گری کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ محراب داؤد علیہ السلام میں تین روز تک پناہ گزین رہا۔ آخر کار عیسائیوں سے امان حاصل کر کے رات کے وقت عسقلان چلا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار سے زیادہ مسلمان شہید کئے گئے جن میں علماء، زہاد، مہاجرین اور رؤسا شہر تھے۔ چالیس قندیلیں کلاں نقرئی (ہر ایک کا وزن تین ہزار چھ سو درہم مطابق وزن رائج الوقت بیس بیس سیر کا تھا)، ایک سو پچاس قندیل خورد نقرئی، ایک تنور نقرئی وزنی چالیس رطل شامی (مطابق وزن رائج الوقت ایک من) اور ان کے علاوہ بہت سا مال و اسباب جو کہ حد و شمار سے باہر تھا لوٹ لیا۔

مسلمان فریادی صورت بنائے بحال پریشان دار الخلافت بغداد پہنچے۔ خلیفہ مقتدی نے انھیں ابو محمد دامغانی، ابو بکر شاشی، ابو القاسم زنجانی، ابو الوفا ابن عقیل، ابو سعید حلوانی اور ابو الحسین بن سماک کے ہمراہ سلطان برکیا روق کے پاس روانہ کیا اور عیسائیوں سے اس جرأت و سفاکی کے انتقام لینے کی ہدایت کی۔ یہ وفد حلوان تک پہنچا تھا کہ ان لوگوں کو مجد الملک البارسلان کے قتل اور سلطان محمد کی نزاع و جنگ کی خبر معلوم ہوئی ناکام واپس آئے اور عیسائیوں نے سرزمین شام پر استقلال کے ساتھ قدم جما لیا۔

چونکہ ہم نے اپنی کتاب میں التزام کر لیا ہے کہ ہر خاندان حکومت کے حالات جدا جدا لکھیں گے اس وجہ سے ان واقعات سے ہم گریز کرتے ہیں اور سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کے حالات تحریر کرتے ہیں۔

سلطان محمد بن ملک شاہ

محمد اور سنجر حقیقی بھائی تھے۔ سلطان برکیا روق نے سنجر کو حکومت خراسان پر متعین کیا تھا۔ ۴۹۲ھ میں محمد، سلطان برکیا روق کے پاس جس وقت کہ یہ اصفہان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے چلا آیا۔ برکیا روق نے محمد کو گنجہ اور اس کے متعلقات کی حکومت عطا کی اور چونکہ محمد کی عمر کم تھی۔ امیر قطلغ تکین اتابک کو بطور وزیر اس کے ہمراہ روانہ کیا۔

شہر گنجہ صوبہ اران کے مضافات سے تھا۔ قطون (فضلون بن ابوالاسوار) اس پر حکمرانی کر رہا تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اس صوبہ کو قطون سے لے کر سرہنگ ساوتکین خادم کو عنایت کیا اور قطون کو اس کی جگہ استر آباد کی حکومت مرحمت کی۔ لیکن چند روز بعد صوباران کی حکومت اسے پھر قطون کو ضمانت دے کر دی گئی۔ جب قطون کی مالی اور فوجی حالت ذرا درست ہوگئی تو بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ سلطان ملک شاہ نے امیر بوزان کو اس کی سرکوبی پر روانہ کیا، چنانچہ امیر بوزان نے اُسے شکست دے کر گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا اور اس کے مقبوضات پر قابض ہوگیا۔ سلطان ملک شاہ نے صوبہ اران کو امیر بوزان، باغی سیان والیٔ انطاکیہ اور ان کے افسران فوج پر تقسیم کر دیا۔ اور ۴۸۴ھ میں قطون بحالت قید بغداد میں مرگیا۔

باغی سیان کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اپنے باپ کے مقبوضہ ممالک کی طرف چلا آیا۔ تب سلطان برکیاروق کے ۴۸۸ھ میں گنجہ اور اس کے متعلقات پر محمد کو حکمرانی کی سند عنایت کی جیسا کہ ہم ابھی تحریر کر آئے ہیں۔

موید الملک عبید اللہ ابن نظام الملک

جب محمد کی قوت بڑھی اور حکومت میں استحکام پیدا ہوا تو اس نے اپنے وزیر اتابک قطلغ تکین کو مار ڈالا اور تمام صوبہ اران پر قابض ہوگیا۔ انہی دنوں موید الملک عبید اللہ ابن نظام الملک اپنے آقا امیر انز کے قتل کے بعد محمد کے پاس چلا آیا تھا۔ محمد نے اسے اپنے تقرب کی عزت دی اور وزارت کے عہدہ سے سرفراز کیا، موید الملک نے حکومت وسلطنت کی دعوے داری کی رائے دی۔ چنانچہ محمد نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر کے اپنے مقبوضات میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے بعد ہی مجد الملک البارسلانی کے مارے جانے کا واقعہ پیش آیا جو کہ برکیاروق کی مملکت میں جابرانہ حکومت کر رہا تھا۔ امراء لشکر کو اس سے منافرت پیدا ہوئی۔ برکیاروق کی رفاقت ترک کر کے محمد کے پاس چلے گئے۔[1] اور مرتب ہو کر

---

[1] اصل کتاب میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا ہے۔ میں نے ربط مضمون کے خیال سے عبارت مابین خطوط ہلالی تاریخ کامل سے لکھ دی ہے۔ مترجم

رے کی طرف بڑھے) برکیاروق ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے رے میں داخل ہو گیا تھا بڑے بڑے امراء سلجوقیہ امیر ینال بن انوشتکین حسامی اور عز الملک بن نظام الملک وغیرہ بھی حاضر خدمت ہوئے۔

مادر برکیاروق کا قتل برکیاروق یہ خبر سن کر کہ اس کا بھائی محمد بقصد جنگ روانہ ہو گیا ہے۔ رے سے اصفہان کی جانب واپس ہوا۔ اہل اصفہان نے اصفہان میں داخل نہ ہونے دیا تب خوزستان کا راستہ اختیار کیا اور محمد نے ماہ ذیقعدہ ۴۹۲ھ میں رے پر قبضہ کر لیا۔ زبیدہ خاتون مادر برکیاروق اپنے بیٹے کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ رے میں ٹھہری ہوئی تھی مویدالملک نے اسے گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو مال و اسباب ضبط کر لیا۔ جب اس سے بھی اس کے دل کو تسلی نہ ہوئی تو ایک روز اس کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مر گئی۔ ہرچند اس کے مصاحبوں نے اس فعل سے اُسے روکا مگر اُس نے ایک کی بھی نہ سُنی اور اپنی خباثت کے اظہار سے باز نہ آیا۔

سلطان محمد کا خطبہ و خطاب سعد الدولہ گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو برکیاروق سے کشیدگی و منافرت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ امیر کربوقا والیٔ موصل، جکرمش والیٔ جزیرۂ ابن عمر اور سرخاب بن بدر والیٔ کنکسون وغیرہ سے ملا اور سب کو برکیاروق کی مخالفت پر اُبھار دیا۔ یہ سب مع اپنی فوجوں کے سلطان محمد کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو روانہ ہوئے۔ سلطان محمد اس وقت قم میں مقیم تھا۔ سلطان محمد نے ان سب کو خلعت دیئے۔ انعامات اور جائزے سے سرفراز کیا سعد الدولہ گوہر آئین کو اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کر کے دار الخلافت بغداد کی جانب واپس گیا۔ سعد الدولہ گوہر آئین نے بغداد پہنچ کر خلافت مآب کی خدمت میں باریابی کی عزت حاصل کی اور سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوانے کی بابت عرض کیا۔ خلافت مآب نے منظور فرما لیا اور سلطان محمد کو غیاث الدنیا والدین کا خطاب عنایت کیا۔ امیر کربوقا اور جکرمش وغیرہ سلطان محمد کے ہمراہ اصفہان کی طرف روانہ ہو گئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مجد الملک البا سلانی کا قتل (ابو الفضل سعد البا سلانی (البارسلان) ملقب بہ مجد الملک سلطان برکیاروق کی ناک کا بال بنا ہوا تھا۔ تمام کاروبار سلطنت کے

سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کا ایسا اثر تھا کہ اس کے سامنے کسی کی بھی دال نہیں گلتی تھی۔ جب امراء برکیاروق، فرقہ باطنیہ کی سازشوں کے شکار ہونے لگے اور پے در پے قتل ہو گئے تو امراء برکیاروق کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو مجد الملک البا سلانی کا یہ فعل ہے۔ چنانچہ امیر برشق کے قتل کئے جانے پر اس کے لڑکوں زنگی اور اقبوری کو یہی خیال رونما ہوا ان لوگوں نے اپنے باپ کے قتل کا الزام مجد الملک کے سر تھوپا۔ اور برکیاروق سے علیحدہ ہو گئے۔ سرداران لشکر کو مخالفت کا موقع مل گیا۔ ایک جلسہ میں سب جمع ہوئے امیر جیرہ الکابک اور طغابرک بن الیزن پیش پیش تھا۔ ان لوگوں نے متفق ہو کر امیر برشق کے خون کا انتقام لینے کی تحریک کی اور اسی غرض سے اس کے لڑکوں کو بلا بھیجا۔ ہمدان کے قریب دوسری کمیٹی ہوئی۔ تمام فوج نے اس سے اتفاق کیا۔ تب ان لوگوں نے برکیاروق سے مجد الملک کی سپردگی کا مطالبہ کیا اور یہ پیام بھیجا کہ "اگر مجد الملک کو آپ ہمارے حوالہ کر دیں گے تو ہم آپ کے تابعدار و خادم ہیں ورنہ ہم کو آپ علم حکومت کے خلاف تصور فرمائیے" برکیاروق نے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا۔ لیکن مجد الملک البارسلانی نے یہ رائے دی کہ "بہ لحاظ مصلحت وقت آپ ان کے جذبات اور خواہش کے مطابق مجھے قتل کر ڈالیے، تمام امراء دولت اور سرداران لشکر آپ کے مطیع ہو جائیں گے ورنہ اگر انھوں نے مجھے زبردستی گرفتار کر کے قتل کیا تو اس میں رعب سلطنت جاتا رہے گا" سلطان برکیاروق اس پر راضی نہ ہوا انتقام طلب کرنے والوں سے مجد الملک کے نہ مارنے کی قسم لے کر مجد الملک[1] کو ان کے حوالہ کر دیا۔ مجد الملک ان باغیوں کے سرداروں کے پاس پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ غلاموں نے اسے قتل کر ڈالا۔ شورش رفع ہو گئی۔ سر اتار کر موید الملک کے پاس بھیج دیا گیا۔

برکیاروق کی مراجعت اصفہان اس واقعہ سے امراء دولت اور سرداران لشکر کو برکیاروق سے اور زیادہ

---

[1] مجد الملک بے حد نیک مزاج، صوم و صلوۃ کا پابند، تہجد پڑھنے کا عادی اور سخی تھا۔ مظلومین کے ساتھ بہت اچھے برتاؤ کرتا اور دادو دہش سے پیش آتا تھا۔ خونریزی سے اس کو نفرت تھی۔ شیعیت مزاج میں تھی مگر باایں ہمہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرتا تھا اور ان سے تبرا کرنے والے کو ملعون کہتا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۷

منافرت اور کشیدگی پیدا ہوئی۔ کہلا بھیجا کہ آپ رے چلے جایئے۔ ہم لوگ آپ کے بھائی محمد سے نپٹ لیں گے۔ چنانچہ برکیاروق بادلِ ناخواستہ رے کی جانب واپس ہوا۔ ان لوگوں نے اس کی قیام گاہ کو لوٹ لیا اور اس کے بھائی محمد کے پاس چلے گئے برکیاروق کوچ اور قیام کرتا ہوا اصفہان سے رشتاق چلا گیا۔

بغداد میں برکیاروق کا خطبہ

برکیاروق اور اس کا امیر لشکر نیال بن انوشتگین اپنی فوج کے ساتھ خوزستان کی طرف روانہ ہوا۔ خوزستان سے واسط کا راستہ اختیار کیا۔ صدقہ بن مزید والیٔ حلہ آ ملا۔ اس کے بعد ان سب نے دارالخلافت بغداد کا قصد کیا۔ اس وقت بغداد میں سعد الدولہ گوہر آئین افسر پولیس موجود تھا اور سلطان محمد کے علم حکومت کا مطیع تھا۔ برکیاروق کی آمد کی خبر سُن کر بغداد چھوڑ دیا۔ ایلغازی بن ارتق وغیرہ امرا بھی اس کے ساتھ بغداد سے نکل آئے۔ برکیاروق ۱۵ صفر ۴۹۳ھ میں بغداد پہنچا اور اپنے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھوایا۔

سعد الدولہ کی اطاعت

سعد الدولہ نے سلطان محمد اور موید الملک کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور برکیاروق کے مقابلہ پر لشکر بھیجنے کی تحریک کی۔ سلطان محمد اور اس کے وزیر موید الملک نے امیر کربوقا والیٔ موصل اور چکرمش والیٔ جزیرہ ابن عمر کو برکیاروق کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ چکرمش نے سعد الدولہ سے یہ ظاہر کیا کہ میرے مقبوضہ بلاد میں بے حد ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ لہٰذا مجھے آپ واپسی کی اجازت دیجئے۔ سعد الدولہ یہ سُن کر ہکا بکا ہو گیا اور بادل ناخواستہ اجازت دیدی، سعد الدولہ اور اس کے مصاحبوں کو سلطان محمد کی امداد سے ناامیدی ہوئی۔ برکیاروق کی خدمت میں اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا۔ چنانچہ برکیاروق، بغداد سے نکل کر ان لوگوں کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے نہایت جوش سے استقبال کیا۔ برکیاروق، کشادہ پیشانی سے ملا اور خوشی و مسرت سے بغداد کی جانب انہی لوگوں کے ساتھ واپس گیا۔

عمید الدولہ بن جہیر کی گرفتاری

اس کے بعد عمید الدولہ بن جہیر (خلافت مآب کا وزیر تھا) کو گرفتار کر لیا۔ اور اس سے دیار بکر اور موصل کے اُن محاصل کا مطالبہ کیا

جو اس نے اور اس کے باپ نے دیار بکر اور موصل کی گورنری کے زمانہ میں حاصل کیے تھے۔ رد وکد کے بعد ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار پر معاملہ طے ہو گیا۔ دربار خلافت کا عہدہ وزارت اعز ابوالمحاسن عبدالجلیل بن محمد دہستانی کو عطا کیا۔ اور خلافت مآب نے برکیاروق کو خلعت عنایت فرمایا۔

برکیاروق و محمد کی پہلی جنگ

برکیاروق، دارالخلافت بغداد سے اپنے بھائی محمد سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ شہرزدہ ہو کر گزرا۔ تین روز شہرزور میں قیام پذیر رہا۔ ترکمانوں کا بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ رئیس ہمدان نے ہمدان حوالہ کر دینے کی درخواست پیش کی۔ برکیاروق نے اس درخواست پر کوئی توجہ نہ دی اور محمد سے جنگ کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر صف آرائی ہوئی۔ برکیاروق کے میمنہ پر سعدالدولہ گوہر آئین، عزالدولہ بن صدقہ بن مزید اور سرخاب بن بدر وغیرہ نامی گرامی امراء تھے۔ میسرہ میں امیر کربوقا تھا۔ محمد کے میمنہ کا سردار امیر اضر اور اس کا بیٹا ایاز تھا۔ اس کے میسرہ میں موید الملک فوج لیے ہوئے تھا قلب لشکر میں خود محمد تھا شحنہ اصفہان امیر سرخواس کی رکاب میں تھا۔ برکیاروق کے میمنہ نے جس کا سردار سعدالدولہ گوہر آئین تھا موید الملک اور لشکر نظامیہ پر حملہ کیا موید الملک کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ دشمن گروہ لڑتا بھڑتا مفروروں کے خیموں تک پہنچ گیا۔ اور اسے لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں محمد کے میمنہ نے برکیاروق کے میسرہ پر دھاوا کیا۔ برکیاروق کے میسرہ کو شکست ہوئی۔ محمد نے یہ رنگ دیکھ کر برکیاروق پر حملہ کر دیا۔ برکیاروق کی فوج بے قابو ہو کر بھاگ نکلی۔ محمد نہایت مردانگی سے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا۔ سعدالدولہ گوہر آئین مفرور گروہ کے تعاقب اور ان کی گرفتاری سے واپس آ رہا تھا۔ اتفاق یہ کہ گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ ایک خراسانی سپاہی نے پہنچ کر سعدالدولہ کا سر اتار لیا۔ اعز ابوالمحاسن یوسف (برکیاروق کا وزیر) گرفتار ہو کر موید الملک کے روبرو پیش کیا گیا موید الملک نہایت عزت و توقیر سے پیش آیا۔ اس کے رہنے کے لیے خیمہ نصب کرایا۔

خاتمہ جنگ کے بعد موید الملک نے اعز ابوالمحاسن یوسف کو دارالخلافت بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھنے کی تحریک کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اعز ابوالمحاسن یوسف نے بغداد پہنچ کر حسب ہدایت

مویدالملک عمل درآمد کیا۔ چنانچہ ۱۵ رجب سنہ مذکور کو جامع بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سعد الدولہ گوہر آئین

سعد الدولہ گوہر آئین کا ابتدائی حال یہ ہے کہ سعد الدولہ، ملک ابو کالیجار بن سلطان الدولہ بن بویہ کا خادم تھا ملک ابو کالیجار نے اسے اپنے بیٹے ابو نصر کی خدمت میں بھیج دیا تھا جب ابو نصر کو طغرل بک نے گرفتار کرلیا تو سعد الدولہ اس کے ہمراہ قلعہ طبرک میں چلا گیا۔ ابو نصر کے مرنے کے بعد سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں رہنے لگا۔ کفایت شعار اور منتظم تھا سلطان الپ ارسلان نے اسے واسط کی حکومت دی دارالخلافت بغداد کا پولیس افسر مقرر کیا۔ سلطان الپ ارسلان کے قتل کے بعد اس کے بیٹے سلطان ملک شاہ نے سعد الدولہ کو سفیر بنا کر دارالخلافت بغداد روانہ کیا۔ سعد الدولہ نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ دارالخلافت سے خلعت ملا اور دارالخلافت بغداد کے نظم ونسق کی خدمت عطا ہوئی۔ قدرت کی جانب سے جو عزت سعد الدولہ کو حاصل ہوئی تھی کسی خادم کو نصیب نہیں ہوئی۔ ارکین دولت اسی کے قبضہ میں تھے۔ سرداران لشکر اس کی اطاعت کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ المختصر اپنی زندگی کے دن پورے کرکے اس معرکہ میں کام آ گیا۔ اس کی جگہ ایلغازی بن ارتق پولیس افسر بغداد ہوا۔

جنگ برکیاروق وسنجر

برکیاروق نے اپنے بھائی محمد سے شکست اٹھا کر گنتی کے چند جاں نثاروں کے ساتھ رے جا کر دم لیا۔ اس کے ہوا خواہوں کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ چاروں طرف سے آ آ کر اس کی خدمت میں جمع ہو گئے۔ برکیاروق نے ان سب کو مسلح کرکے خراسان کی جانب کوچ کیا۔ اسفرائین پہنچا امیر داؤد حبشی بن التونتاق کو دامغان سے بلا بھیجا۔ طبرستان، جرجان اور خراسان کا زیادہ حصہ اسی کے قبضہ حکومت میں تھا۔ امیر داؤد نے کہلا بھیجا کہ "جب تک میں حاضر نہ ہوں اس وقت تک آپ نیشاپور جا کر قیام اختیار فرمادیں" برکیاروق نے اسفرائن سے کوچ کیا اور نیشاپور پہنچا۔ ابو محمد اور ابو القاسم بن امام الحرمین امیر نیشاپور کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد ابو القاسم کو بحالت قید زہر دیا گیا۔ جس سے ان کی موت وقوع میں آئی۔

برکیاروق کی شکست

اس کے بعد سنجر نے امیر داؤد حبشی پر فوج کشی کی۔ امیر داؤد نے برکیاروق کو اس

کی اطلاع دی اور اپنی امداد کی درخواست کی۔ برکیاروق فوجوں کو مرتب کرکے روانہ ہوا۔ بوشنج کے باہر ایک میدان میں دونوں حریف صف آرا ہوئے سنجر کے میمنہ پر امیر برغش، میسرہ پر امیر کوکر اور قلب لشکر میں امیر رستم تھا۔ برکیاروق نے رستم پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا۔ قلب لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ برکیاروق نے سنجر کی ماں کو گرفتار کر لیا۔ ہمراہیان برکیاروق، لوٹ مار اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے امیر برغش اور امیر کوکر نے اس امر کا احساس کرکے برکیاروق پر حملہ کر دیا۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ برکیاروق کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اثناء جنگ میں امیر داؤد حبشی گرفتار ہو گیا۔ اسے امیر برغش کے روبرو پیش کیا گیا۔ امیر برغش نے قتل کر ڈالا۔ برکیاروق بھاگ کر جرجان پہنچا۔ پھر جرجان سے دامغان چلا گیا۔ جب دامغان میں بھی اس کے پریشان دل کو سکون نہ ملا تو دامغان کے دیہاتوں میں چلا گیا اور وہیں سے اہلِ اصفہان کو طلبی کے خطوط لکھے۔ امراء کی ایک جماعت یہ خبر پا کر حاضر ہو گئی جن میں جاولی سقاوہ بھی تھا۔ اصفہان کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پیشتر محمد اصفہان میں داخل ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے برکیاروق عسکر مکرم کی طرف واپس ہو گیا۔

جنگ ثانی برکیاروق و محمد

جس وقت برکیاروق کو سنجر سے ۴۹۳ھ میں شکست ہوئی اور وہ شکست کھا کر اصفہان کی طرف گیا۔ محمد اس کی روانگی سے مطلع ہو کر اصفہان میں پہلے سے داخل ہو گیا تھا۔ بمجبوری خراسان کی جانب لوٹ پڑا اور عسکر مکرم پہنچ کر قیام پذیر ہو گیا۔ ۴۹۳ھ میں امیر زنگی و امیر البکی پسران برسق، برکیاروق کی خدمت میں باریاب ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمدان کی جانب روانہ ہوئے اسی اثناء میں امیر اخز مر گیا تھا۔ امیر ایاز کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ مؤید الملک کی سازش سے امیر اخز کے وزیر نے امیر اخز کو زہر دیا ہے امیر ایاز اور امیر اخز میں کمال اتحاد تھا۔ یک روز موقع پا کر امیر ایاز نے امیر اخز کے وزیر کو قتل کر ڈالا اور انتقام کے خوف سے پانچ ہزار فوج کے ساتھ برکیاروق کی خدمت میں بھاگ آیا۔ تھوڑے دن بعد سرخاب بن کیخسرو والی آوہ بھی محمد سے متنفر ہو کر برکیاروق کے پاس چلا آیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ پچاس ہزار سوار برکیاروق کی حکومت کے مطیع ہو گئے۔ محمد نے پندرہ ہزار فوج سے برکیاروق پر تیسری جمادی الآخر ۴۹۳ھ میں حملہ کیا دونوں بھائیوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اثناءِ

جنگ میں محمد کے اکثر امراء محمد کے اکثر امراء محمد کی رفاقت ترک کر کے برکیاروق کی خدمت میں یکے بعد دیگرے اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ چلے آئے جس کی وجہ سے محمد کو شکست اٹھانا پڑی۔

موید الملک کا قتل

موید الملک گرفتار ہو گیا۔ اسے برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا برکیاروق نے اسے سخت اور ناز یبا کلمات سے مخاطب کیا اور اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ موید الملک بداخلاق، حیلہ ساز، چال باز، امراء وارا کین دولت کے ساتھ کج ادا، بد عہد بخیل اور نہایت درجہ کا چلتا پرزہ شخص تھا۔ فتحیابی کے بعد اعز ابو المحاسن وزیر برکیاروق نے ابو ابراہیم استر آبادی کو موید الملک کا مقبوضہ مال و اسباب اور خزانہ ضبط کرنے کی غرض سے دار الخلافہ بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ موید الملک کا جو مال و اسباب ہاتھ آیا وہ عقل و قیاس سے زیادہ تھا بیان کیا جاتا ہے کہ دار الخلافت بغداد کے علاوہ بلاد عجم میں جو خزانہ موید الملک کا ہاتھ آیا تھا اس میں یاقوت کا ایک نگینہ بھی تھا جس کا وزن چالیس مثقال تھا۔ اس کے قتل کئے جانے کے بعد محمد نے خطیب الملک ابو المنصور محمد بن حسین کو عہدہ وزارت عطا کیا۔

سلطان محمد کی جرجان کو روانگی

محمد کی مہم سے فراغت حاصل کر کے برکیاروق، رے چلا گیا۔ امیر کربوقا والیٔ موصل اور دبیس ابن صدقہ (ان دنوں صدقہ والیٔ حلہ تھا) وفد ہو کر مبارک باد دینے کے لئے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوئے۔ محمد شکست اٹھا کر جرجان پہنچا اپنے بھائی سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سنجر نے محمد کی خواہش کے مطابق مال و اسباب اور آلات حرب بھیج دیئے۔ اور اپنے بھائی کی دل دہی کے خیال سے خراسان سے روانہ ہو کر جرجان پہنچا۔ پھر دونوں متفق ہو کر دامغان پر جا اترے اور اسے ویران کر کے رے جا کر مقیم ہوئے۔ نظامیہ افواج یہ خبر پا کر جمع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ جمعیت بڑھ گئی۔

اسمٰعیل بن یاقوتی کی بغاوت

برکیاروق نے فتح یاب ہو کر رسد کی کمی کی وجہ سے اپنی فوج کو منتشر کر دیا تھا دبیس بن صدقہ اپنے باپ کے پاس حلہ چلا گیا تھا اسی دوران میں دیار بکر میں داؤد بن اسمٰعیل بن یاقوتی نے بغاوت کی تھی اس کی سرکوبی کے لئے قوام الدولہ امیر کربوقا دس ہزار

فوج کے ساتھ آذربائیجان بھیج دیا گیا تھا امیر ایاز اجازت حاصل کر کے ہمدان چلا آیا تھا اور عید الفطر کے بعد واپس آنے کا وعدہ کر آیا تھا۔ غرض اس طرح فوج کا بڑا حصہ منتشر ہو گیا تھا۔ برکیاروق کی رکاب میں تھوڑی سی فوج باقی رہ گئی تھی۔ جب اسے محمد اور سنجر کے اتفاق کی خبر لگی اور ان کی فوجوں کی کثرت سے مطلع ہو کر بے انتہا پریشان ہوا جب کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو ہمدان کی طرف روانہ ہوا تاکہ امیر ایاز سے مل کر اپنی منتشر قوت کو سنبھالے۔ اثناء راہ میں یہ خبر بد سنی کہ امیر ایاز نے نامہ و پیام کر کے محمد کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ پھر کیا تھا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پاؤں تلے سے زمین نکل گئی' خوزستان کی جانب لوٹ پڑا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا تستر پہنچا۔ امیر ابن برسق کو طلبی کا خط لکھا چونکہ امیر ابن برسق' ایاز کے ہمراہیوں سے تھا۔ برکیاروق کی طلبی پر حاضر نہیں ہوا۔ برکیاروق پریشان حال عراق کی جانب روانہ ہوا۔ اور حلوان پہنچا یہاں امیر ایاز حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔

سلطان محمد کی ہمدان پر فوج کشی

امیر ایاز نے محمد سے اپنی اطاعت کی بابت خط و کتابت کی تھی۔ لیکن محمد نے اسے منظور نہ کیا اور اپنی فوجیں ہمدان کے سر کرنے کے لئے بھیج دیں۔ امیر ایاز نے گھبرا کر ہمدان چھوڑ دیا۔ محمد کے لشکریوں نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ جو مال و اسباب امیر ایاز چھوڑ لیا تھا اس پر قبضہ کر لیا۔ امیر ایاز نے مصاحبوں اور ہوا خواہوں سے تاوان جنگ وصول کیا۔ ہمدان کے رئیس سے ایک لاکھ دینار کا مطالبہ کیا۔

برکیاروق کی بغداد میں آمد

برکیاروق اور امیر ایاز کوچ و قیام کرتے ہوئے ۱۵ ذی قعدہ ۴۹۲ھ کو دارالخلافت بغداد میں داخل ہوئے چونکہ تنگ دستی میں مبتلا ہو گئے تھے اس لئے خلافت مآب سے خرچ کے لئے روپیہ طلب کیا۔ خلافت مآب نے بہت رد و کد کے بعد صرف پچاس ہزار دینار سے مدد کی۔ لیکن اس رقم سے برکیاروق کا کام نہ چلا۔ اس کے ہمراہیوں نے عوام الناس کے مال پر ہاتھ بڑھایا۔ جو کچھ اور جہاں پایا لوٹ لیا۔ ابو محمد عبداللہ بن منصور معروف بہ ابن صلیحہ قاضی جبلہ سواحل شام سے فرنسیسی عیسائیوں کے مقابلے سے شکست کھا کر دارالخلافت بغداد بھاگ آیا تھا۔ اس کے پاس بہت سا مال اور زر نقد بھی تھا۔ برکیاروق کو اس کی خبر لگ گئی۔ برکیاروق نے

اس سے زبردستی مال چھین لیا۔ قاضی ابن صلیحہ کے حالات' خلافت عباسیہ کے حالات کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

برکیاروق سے امیر صدقہ کی بغاوت

اس کے بعد برکیاروق نے اپنے وزیر اعز ابوالمحاسن کو امیر صدقہ بن منصور بن دبیس بن مزید والی حلہ کے پاس بھیجا اور یہ مطالبہ کیا کہ خراج سے دس لاکھ دینار تمھارے ذمہ باقی ہیں انھیں ادا کرو ورنہ تم سے زبردستی وصول کیے جائیں گے اور ملک بھی تم سے لے لیا جائے گا۔ امیر صدقہ یہ سن کر آگ بگولا ہوگیا۔ برکیاروق کی اطاعت سے منحرف ہو کر سلطان محمد کی حکومت کا مطیع ہو کر اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا۔ برکیاروق کو اس کی اطلاع ہوئی' طلبی کا خط لکھا' اس سے درگزر کرنے کا وعدہ کیا۔ امیر ایاز نے تمام مطالبات کی ذمہ داری لی لیکن امیر صدقہ نے ایک بھی نہ سنی۔ اسی امر پر اصرار کرتا رہا کہ وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن کو میرے حوالہ کر دیا جائے۔ قصہ مختصر امیر صدقہ' برکیاروق کی مخالفت پر قائم رہا اور اس کے عامل کو کوفہ سے نکال کر کوفہ کو اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

سلطان محمد اور سنجر کی بغداد میں آمد

سلطان محمد اور سنجر نے ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد برکیاروق کے تعاقب کی غرض سے حلوان کی طرف کوچ کیا۔ حلوان میں ایلغازی بن ارتق اپنی فوج کے ساتھ حاضر ہوا اور اپنی خدمات سلطان محمد کے دربار میں پیش کیں اس سے محمد کی فوج بہت زیادہ ہوگئی' بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ برکیاروق اس وقت بستر علالت پر پڑا ہوا تھا۔ محمد کی آمد کی خبر سن کر برکیاروق اور اس کے ہمراہی گھبرا گئے۔ بادل ناخواستہ بغداد کو خیر باد کہہ کر غربی جانب سے عبور کر گئے۔ سلطان محمد آخر ۴۹۴ھ میں داخل بغداد ہوا۔ دریائے دجلہ دونوں حریفوں میں بیچ بچاؤ کر رہا تھا۔ ایک کنارہ پر سلطان محمد کی فوج تھی اور دوسرے کنارے پر اس کے مقابلے میں برکیاروق کا لاؤ لشکر تھا۔ ایک نے دوسرے پر تیر باری کی۔ باہم سخت کلامی اور گالی گلوچ ہوئی۔ محمد کے فوجی' برکیاروق کے لشکریوں کو باطنی باطنی کہہ پکار رہے تھے۔ سوائے تو تو' میں میں کے اور کوئی نتیجہ ظاہر نہ ہوا برکیاروق نے واسط کی طرف کوچ کیا۔ اس کے لشکر نے لوٹ مار شروع کر دی۔ راستہ میں جو شہر' قصبہ یا گاؤں ملا اسے

تاراج کر ڈالا۔ سلطان محمد نے دارالخلافت بغداد میں داخل ہو کر قصر سلطنت میں قیام کیا۔ خلیفہ مستظہر باللہ کا مبارکباد نامہ صادر ہوا۔ اس کے نام کو خطبہ میں پڑھے جانے کا حکم دیا۔ سنجر، گوہر آئین پولیس افسر بغداد کے مکان میں آ ترا۔ امیر صدقہ والی حلہ مبارکباد دینے کے لئے محرم ۴۹۵ھ میں دربار شاہی میں حاضر ہوا۔

فرقہ باطنیہ

فرقہ باطنیہ کا ظہور (بہ زمانہ[1] حکومت سلطان ملک شاہ سلجوقی) عراق، فارس اور خراسان میں ہوا۔ یہ فرقہ کوئی نیا فرقہ نہ تھا، بلکہ یہ فرقہ درحقیقت فرقہ قرامطہ میں سے ہے فرقہ باطنیہ اور قرامطہ کا طریق عمل اور اعتقادات متحد ہیں لیکن اس دور میں فرقہ باطنیہ، اسمٰعیلیہ، ملاحدہ اور فداویہ کے ناموں سے موسوم ہوا۔ ناموں کی تبدیلی کسی نہ کسی سبب اور وجہ سے ہے، ہر ایک کی وجہ تسمیہ جداگانہ ہے، باطنیہ سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے اعتقادات اور اپنی دعوت کو دوسروں سے مخفی اور پوشیدہ رکھتے تھے۔ اسمٰعیلیہ اس سبب سے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ، اسمٰعیل امام بن امام جعفر صادق کا تبع تھا، ملاحدہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کوئی عقیدہ انکار دین سے خالی نہیں ہے، فداویہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس کے قتل پر یہ مسلط اور مقرر کئے جاتے تھے اس کے قتل میں یہ اپنے جان و مال کی پروا نہ کرتے تھے اور اپنے کو شیخ کے حکم پر فدا کر دیتے تھے۔ اور چونکہ ان کی دعوت اور ان کے مذہب کی ابتدا قرمط سے ہوئی تھی اس وجہ سے اس کی طرف منسوب ہو کر قرامطہ کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے۔

فرقہ باطنیہ کی سرکوبی

تیسری صدی ہجری میں اور اس کے بعد اس مذہب کی بنیاد بحرین میں پڑی اس کے بعد مشرق میں سلطان ملک شاہ کی حکومت کے زمانہ میں اس مذہب نے نشوونما پائی۔ سب سے پہلے اس مذہب والوں کا ظہور اصفہان میں ہوا۔ برکیا روق اپنے بھائی محمود اور اس کی ماں خاتون جلالیہ کا اصفہان میں محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ آپس کے جھگڑوں نے اس فرقہ کے خاتمہ کی طرف کسی کو متوجہ نہ ہونے دیا۔ برکیا روق محاصرہ چھوڑ کر واپس ہوا تھا کہ اس فرقہ نے ہاتھ پاؤں نکالے باشندگان اصفہان مذہبی پیشواؤں، قضاۃ اور فقہا کے اشارہ و حکم سے اس فرقہ پر ٹوٹ پڑے چاروں طرف

[1] دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ لیدن

سے مار دھاڑ شروع کر دی۔ گرفتار کر کے زندہ آگ میں ڈال دیا۔ بہتیروں نے عدم کا راستہ لیا، باقی ماندگان منتشر ہو گئے۔ اور بلاد عجم کے اکثر قلعوں پر قبضہ کر لیا جیسا کہ آپ اوپران کے حالات میں پڑھ آئے ہیں۔

ارسلان شاہ کا بلاد کرمان پر قبضہ

نیران شاہ بن بدران شاہ بن قاروت بک والی کرمان نے ابوزرعہ کاتب (جو کہ خوزستان کا رہنے والا تھا) کی تحریک سے مذہب باطنیہ اختیار کیا۔ ابوزرعہ کے پاس ایک حنفی فقیہ احمد بن حسین بلخی نامی رہتا تھا۔ اکثر باشندگان کرمان اس کے معتقد تھے۔ ابوزرعہ نے اس فقیہ کو قتل کر ڈالا۔ نیران شاہ کا سالار لشکر جو کوتوال شہر تھا اس واقعہ سے متنفر اور کشیدہ خاطر ہو کر سلطان محمد اور وزیر السلطنت موید الملک کی خدمت میں چلا گیا۔ سالار لشکر کے جانے کے بعد فوج نے نیران شاہ کے خلاف بلوہ کر دیا۔ خزانہ لوٹ لیا اور اسے شہر سے بیک بینی و دوگوش باہر نکال دیا۔ پریشان حالت میں گرتا پڑتا قلعہ سہدم (سمیرم) پہنچا اور والی قلعہ محمد بہستوں سے اجازت حاصل کر کے قیام پذیر ہوا۔ ارسلان شاہ نے یہ خبر پا کر ایک فوج قلعہ سہدم کے محاصرہ پر بھیج دی۔ محمد بہستون گھبرا گیا اسی وقت نیران شاہ کو نکال باہر کیا۔ سپہ سالار لشکر نے اسے اور ابوزرعہ کاتب کو گرفتار کر کے ارسلان شاہ کی خدمت میں پیش کیا ارسلان شاہ نے دونوں کو قتل کر کے بلاد کرمان پر قبضہ کر لیا۔

فرقہ باطنیہ کا قتل عام

چونکہ برکیا روق اکثر انہی باطنیوں کو ان لوگوں پر متعین کیا کرتا تھا جن کا قتل کرانا اسے مدنظر ہوتا تھا (انز افسر پولیس اصفہان اور ارغش وغیرہ اسی کے اشارہ سے باطنیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے) اس وجہ سے برکیا روق کے ہواخواہان حکومت باطنیوں کے حملوں سے محفوظ رہے۔ لیکن برکیا روق کے لشکر میں فرقہ باطنیہ کا عمل دخل ہو گیا۔ بہت سے فوجیوں نے اس مذہب کو اختیار کر لیا۔ کثرت کی وجہ سے جسے چاہتے تھے قتل کی دھمکی دیتے تھے۔ سرداران لشکر بھی خائف ہو گئے۔ اس وجہ سے لوگوں نے برکیا روق پر باطنیہ مذہب کی طرف مائل ہونے کی تہمت لگائی حالانکہ برکیا روق

لے کرمان کی فوج نے نیران شاہ کے بعد ارسلان شاہ بن کرمان شاہ بن قاروت شاہ بک کو کرسی امارت پر متمکن کیا تھا۔ یہ نیران شاہ کا چچا زاد بھائی تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ لیدن۔

فرقہ باطنیہ سے اپنے دشمنوں کے مقابلہ پر کام لیتا تھا۔ چنانچہ اراکین دولت اور سردارانِ لشکر جمع ہو کر برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاملات حاضرہ کو پیش کر کے فرقہ باطنیہ کے قتل کی رائے دی۔ برکیاروق نے ان کے مشوروں کو بغور سنا اور اس پر کاربند ہوا اور فرقہ باطنیہ کے قتل عام کا حکم دیدیا۔ چاروں طرف سے اس فرقہ پر مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ جہاں پر جو شخص فرقہ باطنیہ کا ملا، بے تامل مار ڈالا گیا۔ ابو ابراہیم استر آبادی پر جسے وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن نے موید الملک کے مال و اسباب ضبط کرنے کے لئے دار الخلافت بغداد بھیجا تھا، بھی اسی مذہب کی پابندی کی تہمت تھی۔ برکیاروق نے اس کے قتل کا حکم بغداد بھیج دیا۔ شاہی فوج میں سے امیر محمد بن دشمنزیار بن علاؤ الدولہ بن کاکویہ اسی الزام میں مار ڈالا گیا۔ یہ شہر یزد کا والی تھا۔ لگانے بجھانے والوں نے کیا الہراسی مدرس جامعہ نظامیہ پر بھی یہی الزام لگایا۔ سلطان محمد نے گرفتار کر لینے کا حکم صادر کیا۔ خلیفہ مستظہر نے اس کی برأت، تقدس اور علو درجہ کی شہادت دی تب کہیں غریب الہراسی کی جان بچی۔ رہا کیا گیا۔ قصہ مختصر اس فرقہ باطنیہ کا خراب مادہ عام لوگوں میں سے نکال کر پھینک دیا گیا۔ لیکن جن قلعوں کے وہ مالک ہو گئے تھے وہاں پر اسی طریقہ سے ان کے مذہب کا کام جاری رہا۔ یہاں تک کہ ان کی حکومت کا سلسلہ ختم ہوا جیسا کہ ان کے حالات اوپر بالتفصیل تحریر کیے جا چکے ہیں۔

جنگ ثالث برکیاروق و محمد جب برکیاروق نے بغداد سے واسط کی جانب کوچ کیا، سلطان محمد، بغداد میں داخل ہوا۔ ۱۵ محرم ۴۹۵ھ تک قیام پذیر رہا۔ پھر وہاں سے مع سنجر کے روانہ ہوا۔ محمد نے ہمدان کا راستہ اختیار کیا اور سنجر نے خراسان کی طرف کوچ کیا۔

محمد اور سنجر کی روانگی کے بعد خلیفہ مستظہر تک یہ خبر پہنچائی گئی کہ برکیاروق، بغداد کے ارادے سے روانہ ہوا چاہتا ہے۔ اس خبر کے علاوہ برکیاروق کی طرف سے ان نازیبا کلمات اور ان افعال کی بھی اطلاع دی گئی جو اس نے خلافت مآب کے خادموں کی نسبت کہے تھے۔ خلافت مآب نے سلطان محمد کو ہمدان طلب کر کے ارشاد فرمایا: "میں تمہارے ساتھ برکیاروق سے لڑنے کو چلوں گا"۔ سلطان محمد نے گذارش کی "خلافت مآب کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے جنگ کرنے کے لئے میں تنہا کافی

ہوں" خلافت مآب اس جواب سے بے حد خوش ہوئے اور امان ترک کردیا۔ سلطان محمد ابوالمعانی مفضل بن عبدالرزاق کو بغداد کی کوتوالی پر مقرر کرکے برکیاروق کی روک تھام کے لئے روانہ ہو گیا۔

برکیاروق، بغداد سے روانہ ہو کر واسط پہنچا۔ رؤساشہر اس کی فوج کی بدکرداری سے خائف ہو کر زبیدیہ کی طرف بھاگ گئے۔ برکیاروق نے واسط میں قیام کر دیا۔ جب اس کے مرض میں ذرا کمی محسوس ہوئی اور یک گونہ افاقہ ہوا۔ تو دریا کو جانبِ غرب سے جانبِ شرق کی طرف عبور کرنے کا قصد کیا۔ مگر وہاں نہ تو کوئی کشتی تھی نہ اور کوئی دریا عبور کرنے کا سامان تھا۔ عوام الناس جان و آبرو کے خوف سے اپنے اپنے گھروں میں دروازے بند کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ کاروبار سب بند تھا۔ کوئی شخص کسی ضرورت سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ قاضی ابوعلی فاروقی شاہی لشکر میں آیا۔ امیر ایاز اور وزیر السلطنت سے ملاقات کی۔ اہل شہر کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرنے کی درخواست کی اور اس امر کی بھی خواہش کی کہ اہل شہر کی حفاظت کی غرض سے پولیس اور کوتوال مقرر کیا جائے۔ امیر ایاز اور وزیر السلطنت نے اس درخواست کو منظور کیا اور باشندگانِ شہر کی حفاظت پر پہرہ بٹھا دیا۔ چوکیاں مقرر کر دیں۔ اس کے بعد ان دونوں نے قاضی سے مزدور اور کشتی مہیا کرنے کی فرمائش کی۔ قاضی نے بہت سے مزدور لاکر موجود کر دیئے۔ جن کی مدد سے وہ اپنی سواری کے جانوروں کے ساتھ دریا عبور کرکے کنارہ شرقی پر پہنچ گئے۔ فوجیوں نے شہر کو تاراج کرنا شروع کیا۔ جس کی جو چیز پائی لوٹ لی۔ غارت گری کا بازار گرم ہو گیا، قاضی، امیر ایاز اور وزیر السلطنت نے اس درخواست کو منظور کیا اور باشندگانِ شہر کی حفاظت پر پہرہ بٹھا دیا۔ چوکیاں مقرر کر دیں۔ اس کے بعد ان دونوں نے قاضی سے مزدور اور کشتی مہیا کرنے کی فرمائش کی۔ فرمائش کی۔ قاضی نے بہت سے مزدور لاکر موجود کر دیئے۔ جن کی مدد سے وہ اپنی سواری کے جانوروں کے ساتھ دریا عبور کرکے کنارہ شرقی پر پہنچ گئے۔ فوجوں نے شہر کو تاراج کرنا شروع کیا۔ جس کی جو چیز پائی لوٹ لی۔ غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ قاضی امیر ایاز اور وزیر السلطنت کے پاس گیا اور اس سے رحم و عفو کی درخواست کی۔ لشکریوں کی زیادتی اور ظلم کی داستان سنائی۔ امیر ایاز نے فوج کو غارت گری سے منع کر دیا۔

برکیاروق و محمد میں مصالحت

اس کے بعد لشکر واسط نے اطاعت قبول کی اور امان کی درخواست کی، برکیاروق نے اسے امان مرحمت فرمائی اور مع اس لشکر کے بلاد بنو برسق (اہواز) کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی اہواز نہیں پہنچنے پایا تھا کہ اسے بغداد سے محمد کی روانگی کی خبر لگی۔ اہواز کا خیال چھوڑ کر اس کے تعاقب میں نہاوند کی جانب کوچ کیا دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوگیا۔ دونوں نے صف آرائی کی۔ لیکن شدت سرما کی وجہ سے معرکہ آرا نہ ہو سکے اپنے اپنے کیمپ میں واپس آئے۔ دوسرے دن پھر صف آرا ہوئے۔ دونوں حریفوں کے جنگ آور صف لشکر سے نکل کر میدان میں آتے تھے۔ مصافحہ کرتے تھے، باتیں کرتے تھے اور واپس چلے جاتے تھے۔ سرداران لشکر نے فوج کا یہ رنگ دیکھ کر باہم گفت وشنید شروع کی۔

صلح نامہ

سلطان محمد کی فوج سے امیر بکراج، امیر ایاز اور وزیر السلطنت اعز ابوالمحاسن کے پاس آیا۔ مصالحت کی گفتگو کی چنانچہ دونوں فریقوں میں اس امر پر مصالحت ہو گئی۔

(۱) یہ کہ برکیاروق، سلطان کے لقب سے ملقب کیا جائے اور محمد، ملک کے خطاب سے مخاطب ہو۔

(۲) ملک محمد کے لئے تین ضرب سلامی دی جائے۔

(۳) حیرہ مع مضافات، آذربائیجان، دیار بکر، جزیرہ اور موصل ملک محمد کو دیا جائے۔

(۴) برکیاروق، محمد کو ان والیان شہر کے مقابلہ میں امداد دے جو محمد کی مخالفت کریں۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ دستخطوں سے مرتب ہوا۔ دونوں بھائیوں نے حلف اٹھایا اور اپنے اپنے مقبوضہ ممالک کی طرف واپس ہوئے۔ چنانچہ برکیاروق نے سادہ کا راستہ اختیار کیا اور محمد، استرآباد کی جانب لوٹا۔ یہ مصالحت ماہ ربیع الاول ۴۹۵ھ میں ہوئی۔

صلح نامہ کی تنسیخ

استرآباد میں محمد کے واپس آنے پر یہ افواہ اڑی کہ جن امراء نے سعی و کوشش کر کے مصالحت کرائی ہے انہوں نے فریب اور دھوکہ دیا ہے۔ محمد کے کانوں تک یہ آواز پہنچی استرآباد سے قزوین چلا آیا۔ رئیس قزوین کو ملایا اور اسے یہ سکھلایا کہ "تم اپنی طرف سے میری اور میرے امراء کی دعوت کرو۔ اس وقت مجھے موقع مل جائے گا میں ان امراء سے فریب کا انتقام

لوں گا" رئیس قزوین نے اس قرارداد کے مطابق محمد اور اس کے امراء کی دعوت کی۔ محمد مع اپنے امیروں کے دعوت میں آیا۔ رئیس قزوین نے محمد کے اشارہ سے امیر ینشک اور انفگین کو گرفتار کر لیا جو بڑے افسروں میں سے تھے۔ اور مصالحت کرانے میں پیش پیش تھے۔ ینشک کو اسی وقت قتل کر ڈالا اور انفگین کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

جنگ چہارم محمد بر کیاروق

اسی اثنا میں امیر نیال بن انوشتگین حسامی برکیاروق سے علیحدہ ہو کر (سلطان محمد کی خدمت میں چلا آیا) سلطان محمد کی قوت امیر نیال کے مل جانے سے بڑھ گئی۔ معاہدہ صلح کو بالائے طاق رکھ دیا۔ جنگ کرنے کے لئے خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا۔ برکیاروق بھی اس سے مطلع ہو کر آ پہنچا۔ دونوں حریفوں نے رے کے قریب صف آرائی کی۔ سرخاب بن کیخسرو دیلمی والئ ساوہ نے برکیاروق کی طرف سے امیر نیال پر حملہ کیا۔ امیر نیال شکست اٹھا کر بھاگا۔ تمام فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ محمد کی تمام فوج بے قابو ہو کر ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ بعضوں نے طبرستان جا کر دم لیا۔ بعض بھاگ کر قزوین پہنچ گئے۔ یہ چوتھی[1] جنگ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۹۵ھ میں صلح کے چار ماہ بعد ہوئی تھی۔

سلطان محمد کا اصفہان میں قیام

محمد[2] گنتی کے چند جاں نثاروں کے ساتھ اصفہان پہنچا امیر نیال بھی اس کے ہمراہ تھا۔ اس وقت تک اصفہان کی عنانِ حکومت محمد کے قبضہ میں تھی۔ شہر پناہ[3] کی مرمت کرائی۔ شہر پناہ کے ارد گرد گہری خندق کھدوائی امراء لشکر کو شہر پناہ کی فصیلوں اور درّوں پر متعین کیا اور موقع موقع پر منجنیقیں نصب کیں۔ غرض

---

[1] اس لڑائی میں محمد کی رکاب میں دس ہزار سوار تھے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ لیدن

[2] ستر سوار ہمراہ تھے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ لیدن۔

[3] اس شہر پناہ کو علاء الدولہ بن کاکویہ نے ۴۲۹ھ میں بنوایا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ لیدن

ہر طرح سے اصفہان کو برکیا روق کے حملوں سے بچانے کے خیال سے مضبوط اور مستحکم کیا۔

برکیا روق کا محاصرہ اصفہان برکیا روق نے پندرہ ہزار فوج کی جمعیت سے اصفہان حملہ کیا۔ مدت دراز تک محاصرہ کئے رہا۔ طول حصار کی وجہ سے اصفہان کا غلہ ختم ہوگیا، محمد کی مالی حالت خراب ہوگئی۔ روٴسا شہر سے کئی مرتبہ مصارف جنگ اور فوج کے لئے قرض لیا۔ لیکن جب قرض ملنا بھی بند ہوگیا اور حصار کی وہی کیفیت رہی گو بادل ناخواستہ اصفہان کو خیرباد کہکر شب کے وقت شہر سے مع امیر نیال کے نکل کھڑا ہوا۔ باقی امرائے لشکر اور ارکین دولت کو اصفہان میں چھوڑ دیا۔ برکیا روق نے امیر ایاز کو ایک دستہ فوج کے ساتھ سلطان محمد کے تعاقب اور گرفتاری پر روانہ کیا۔ لیکن محمد نکل گیا اور ہاتھ نہ آسکا بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ امیر ایاز نے محمد کو گرفتار کرلیا تھا۔ محمد نے کہا "امیر ایاز تمھاری گردن میں میری بیعت کا طوق اب تک پڑا ہوا ہے۔ میں نے تمھارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔ امیر ایاز یہ سن کر خاموش ہوگیا۔ گرفتاری سے ہاتھ کھینچ لیا۔ عَلَمْ، چھتر اور تین اونٹ مال و اسباب سے لدے ہوئے لے کر واپس آیا۔

جس وقت محمد نے اصفہان چھوڑا۔ گردونواح کے مفسدوں اور لیٹروں نے شہر پر دست درازی شروع کردی۔ ایک لاکھ کے قریب جمع ہوگئے۔ سیڑھیاں اور کمندیں لے کر دوڑ پڑے خندق کو خس و خاشاک سے پُر کرکے شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ اہلِ شہر نے ان کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ وہ اس کثرت کے باوجود وہ ناکام ہوکر لوٹ گئے۔

آخر ذیقعدہ ۴۹۵ھ میں برکیا روق بھی محاصرہ اٹھا کر اصفہان سے ہمدان کی طرف لوٹ پڑا پُرانے شہر پر جسے شہرستان کہتے ہیں مرشد الہراس کو ایک ہزار سواروں کی فوج سے مامور کیا اور اپنے بیٹے ملک شاہ کو بھی وہیں چھوڑ آیا۔

وزیر اعز ابو المحاسن کا قتل زمانہ حصار میں وزیر السلطنت اعز ابو المحاسن عبدالجلیل دہستانی کو ایک نوجوان باطنی نے قتل کر ڈالا۔ وزیر السلطنت اپنے خیمہ سے

سوار ہو کر دربار شاہی میں جا رہا تھا۔ اثنا راہ میں فرقہ باطنیہ کا ایک نوجوان لڑکا سامنے آ گیا اور چند نیزے مارے۔ جس سے وزیر السلطنت جاں بحق ہو گیا۔

وزیر السلطنت نہایت کریم، خوش خلق اور انتہائی سخی تھا۔ یہ اس زمانہ میں عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا گیا تھا جس وقت نظام شاہی میں خلل واقع ہو گیا تھا۔ اور مالی حالت کمزور ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے اس نے لوگوں سے جبر و تشدد سے روپیہ وصول کرنا شروع کیا، جس سے لوگوں کو نفرت اور کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے قتل کے بعد اس کے غلام کو بھی کسی نے اپنے آقا کے خون کے عوض قتل کر ڈالا۔ یہ غلام تحصیل ٹیکس پر مامور تھا۔

وزیر خطیر ابو منصور

اعز ابو المحاسن عبد الجلیل کے قتل ہونے کے بعد برکیا روق نے خطیر ابو منصور میبذی کو قلمدان وزارت مرحمت کیا۔ خطیر، سلطان محمد کا وزیر تھا۔ سلطان محمد نے اسے زمانہ حصار میں شہر پناہ کے کسی دروازے کی حفاظت پر متعین و مامور کیا تھا۔ محاصرہ کی درازی سے جب تنگ دستی رونما ہوئی تو محمد نے نیال بن انوشتکین کو خطیر کے پاس بھیجا اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے کے لئے روپیہ طلب کیا۔ خطیر روپیہ ادا نہ کر سکا رات کے وقت دروازہ شہر پناہ سے نکل کر اپنے شہر چلا گیا اور قلعہ نشین ہو گیا۔ برکیا روق نے اس کے محاصرہ پر بھی فوجیں بھیج دیں۔ خطیر نے اطاعت قبول کر لی، اور امان کا خواستگار ہوا، برکیا روق نے اس کی درخواست منظور فرمائی چنانچہ خطیر، جس وقت وزیر السلطنت اعز قتل کیا گیا تھا دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ برکیا روق نے اعز کی جگہ اسے عہدہ وزارت سے سرفراز کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بغیبہ۔

اسمٰعیل بن ارسلان والی بصرہ کی معزولی

ان دنوں بصرے کی عنان حکومت اسمٰعیل بن ارسلان کے قبضۂ اقتدار میں تھی۔ سلطان ملک شاہ کے عہد حکومت میں اہل رے نے نافرمانی، سرکشی اور بغاوت کا شیوہ اختیار کر لیا تھا۔ رے کا جو شخص افسر پولیس مقرر کیا جاتا تھا۔ اسے اہل رے اس قدر تنگ و پریشان کرتے تھے کہ وہ بھاگ نکلتا تھا۔ سلطان ملک شاہ نے اسی زمانہ میں اسمٰعیل کو رے کا افسر پولیس مقرر کیا۔ اسمٰعیل نے نہایت دانشمندی اور ہوشیاری سے

کام لیا۔ جو زیادہ سرکش تھے۔ ان کی گوشمالی کی۔ جو ذرا بھلے مانس تھے انھیں سمجھایا بجھایا۔ غرض ایسی نرمی اور گرمی سے کام لیا کہ جس سے اہل رے سیدھے ہو گئے۔ اس کے بعد اسے معزول کر دیا گیا۔

امارت بصرہ پر امیر قماج کا تقرر

پھر برکیارق نے بصرہ کی حکومت پر امیر قماج کو مامور کیا اور چونکہ برکیارق، امیر قماج کی علیحدگی پسند نہ کرتا تھا۔ اس وجہ سے اسمٰعیل کو امیر قماج کا نائب بنا کر بصرہ بھیج دیا۔ تھوڑے دن بعد امیر قماج، برکیارق سے علیحدہ ہو کر خراسان چلا گیا۔ اسمٰعیل کے دماغ میں حکومت بصرہ کا سودا سمایا، خود سر ہو گیا، مہذب الدولہ بن ابوالخیر نے بطیحہ سے اور معقل بن صدقہ بن منصور بن حسین اسدی نے جزیرہ سے جنگی کشتیاں اور کثیر فوجیں لے کر بصرے پر چڑھائی کی۔ دونوں حریف، مطاری میں صف آرا ہوئے۔ اثناء جنگ میں معقل بن صدقہ کو ایک تیر آلگا جس کے صدمہ سے معقل مر گیا۔ مہذب الدولہ گھبرا کر بطیحہ لوٹ آیا، اسمٰعیل نے کشتیوں پر قبضہ کر لیا، جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ یہ واقعہ ۴۹۱ھ کا ہے۔

ابوالحسن ہروی کی گرفتاری

مہذب الدولہ نے گوہر آئین سے امداد کی درخواست کی، گوہر آئین نے ابوالحسن ہروی اور عباس بن ابوالخیر کو مہذب الدولہ کی کمک پر روانہ کیا۔ اسمٰعیل نے ان کو بھی شکست دی۔ ابوالحسن اور عباس کو گرفتار کر لیا۔ کچھ روز بعد عباس کے باپ نے کچھ روپیہ دے کر عباس کو چھڑا لیا۔ ابوالحسن ہروی بدستور قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ ایک مدت کے بعد پانچ ہزار دینار لے کر اسے بھی رہا کر دیا۔

ان واقعات سے اسمٰعیل کی جرأت بڑھ گئی، مالی حالت بھی قوی ہو گئی، بصرہ کی حکومت پر قدم جم گئے۔ ایک قلعہ ابلہ میں تعمیر کرایا۔ دوسرا قلعہ شاطی میں مطاری کے مقابل بنوایا۔ بہت سے ٹیکس موقوف کر دیئے۔ چونکہ سلاطین سلجوقیہ باہمی جھگڑوں میں مبتلا تھے۔ اس وجہ سے اسمٰعیل کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا مسبار (مشان) پر بھی قبضہ کر کے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

اسمٰعیل کی واسط پر فوج کشی و پسپائی

۴۹۵ھ کے حدود میں اسمٰعیل کو واسط پر قبضہ کرنے کی ہوس پیدا ہوئی۔ اہلِ واسط سے خط و کتابت شروع کی، چند

آدمیوں کو پٹی پڑھا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ فوج مرتب کر کے اور جنگی کشتیوں پر سوار ہو کر واسط کی طرف بڑھا۔ نہر آبان پر پہنچ کر اہل واسط کو شہر حوالہ کرنے کا پیام دیا، اہل شہر نے انکاری جواب دیا، تب اسمٰعیل نے نہر آبان سے کوچ کر کے جانب شرقی پڑاؤ ڈالا۔ چند روز ٹھہرا رہا۔ اہل شہر نے مدافعت کی، بمجبوری واپسی کا حکم دیا۔ لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ شہر واسط اپنے مددگاروں اور محافظوں سے خالی ہو گیا ہے لوٹ پڑا۔ جن لوگوں نے اسمٰعیل سے سازش کی تھی۔ انھوں نے بھی اسمٰعیل کو واپس بلانے کی غرض سے آگ روشن کی۔ اسمٰعیل کے ہمراہی جوں ہی شہر میں داخل ہوئے، اہل شہر نے چاروں طرف سے مار دھاڑ شروع کر دی۔ اسمٰعیل شکست کھا کر بصرے کی جانب واپس ہوا۔

امیر ابوسعید محمد کا محاصرہ بصرہ

اسمٰعیل جب بصرہ کے قریب پہنچا تو وہاں دوسرا گل کھلا نظر آیا اور وہ یہ کہ امیر ابو سعید محمد بن نصر بن محمود والیٔ عمان، جنابہ، سیراف اور جزیرہ بنی نفیس، بصرہ پر محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اسمٰعیل اور ابو سعید میں چھیڑ چھاڑ پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ اسمٰعیل نے بیس جنگی کشتیاں ابو سعید کے مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کی تھیں، ابو سعید نے پچاس کشتیوں کا ایک بیڑہ مقابلہ پر بھیجا، دریائے دجلہ میں دونوں حریف لڑ پڑے۔ ابو سعید کو کامیابی ہوئی۔ اسمٰعیل کے چند آدمی گرفتار کر لئے گئے۔ اس کے بعد اسمٰعیل اور ابو سعید سے مصالحت ہو گئی، ابو سعید نے اسمٰعیل کے آدمیوں کو رہا کر دیا۔ پھر اسمٰعیل نے عہد شکنی کی، ابو سعید موقع کا منتظر رہا۔ جب اسمٰعیل نے واسط پر چڑھائی کی تو ابو سعید نے ہاتھ پاؤں نکالے، تو کشتیوں کا بیڑہ لے کر بصرے کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ نہر ابلہ کے دہانہ پر کچھ فوج خشکی پر اتار دی۔ بصرے کا بری اور بحری محاصرہ کر لیا۔

امیر ابوسعید اور اسمٰعیل بن ارسلان کی مصالحت

اس اثناء میں اسمٰعیل اہل واسط سے شکست اٹھا کر بصرہ کے قریب آ پہنچا۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، اسمٰعیل نے وکیل دربار خلافت کو ان واقعات سے مطلع کیا، ابو سعید سے مصالحت کرا دینے کی درخواست کی۔ چنانچہ وکیل دربار خلافت نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں میں مصالحت کرا دی۔ ابو سعید اپنے مرکز حکومت کی طرف واپس آیا اور اسمٰعیل بصرہ پر مستقل طور سے حکومت کرنے لگا۔

یہاں تک کہ صدقہ بن مزید نے پانچویں صدی ہجری میں بصرہ پر قبضہ کر لیا جیسا کہ صدقہ بن مزید کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔

وفات امیر کربوقا

سلطان برکیاروق نے امیر کربوقا کو ۴۹۴ھ میں آذربائیجان کی طرف مودود بن اسمٰعیل بن یاقوتی بلوائی سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ امیر کربوقا نے صوبہ آذربائیجان کے اکثر شہروں کو مودود سے چھین لیا تھا۔ ماہ ذی القعدہ ۴۹۵ھ کے نصف میں امیر کربوقا کا انتقال ہو گیا، اصبہبذ صباوہ بن خمارتکین اور سنقرجہ، امیر کربوقا کے پاس موجود تھے امیر کربوقا نے وفات کے وقت سنقرجہ کو اپنا جانشین بنایا اور ترکوں کو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کی وصیت کی۔ چنانچہ اس جانشینی کی بنا پر سنقرجہ نے موصل پر قبضہ کر لیا۔

موسیٰ ترکمانی اور سنقرجہ

اہل موصل کو اس کی خبر نہ تھی، انھوں نے امیر کربوقا کی وفات سے مطلع ہو کر موسیٰ ترکمانی کو قلعہ کیفا سے بلا بھیجا۔ موسیٰ ترکمانی، امیر کربوقا کی طرف سے قلعہ مذکور کا قلعہ دار اور امیر کربوقا کا نائب تھا۔ موسیٰ ترکمانی اظہار اطاعت کی غرض سے آتا ہے۔ استقبال کیا۔ بغل گیر ہوا۔ پھر دونوں میں باتوں باتوں میں جھگڑا ہو گیا۔ سنقرجہ نے کہا "ہمارا تمہارا جھگڑنا فضول ہے سلطان کے قبضۂ اقتدار میں ہے جسے وہ چاہے گا امیر بنائے گا" موسیٰ ترکمانی نے کوئی معقول جواب نہ دیا۔ طعن وتشنیع اور سخت کلامی ہونے لگی۔ اس وقت منصور بن مروان یادگار امراء دیار بکر موسیٰ ترکمانی کے ساتھ تھا اس نے سنقرجہ کو مارا جس سے سنقرجہ کا سر کھل گیا۔ موسیٰ ترکمانی نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

چکرمش کا موصل پر قبضہ

چکرمش والی جزیرہ ابن عمر کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی، فوجیں آراستہ کر کے نصیبین پر چڑھ آیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ موسیٰ ترکمانی کو اس کی خبر لگی۔ غصہ سے کانپ اٹھا۔ بغرض انتقام جزیرے کی جانب کوچ کر دیا، چکرمش نے تعاقب کیا اور موصل پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ ترکمانی نے سقمان بن ارتق والی دیار بکر سے امداد کی درخواست کی قلعہ کیفا دینے کا اقرار کیا، سقمان نے فوجیں مرتب کر کے موصل کی جانب کوچ کیا۔ چکرمش نے محاصرہ اٹھا لیا، موسیٰ

کو قتل کر ڈالا، سقمان نے قلعہ کیفا کی طرف کوچ کیا اور جکرمش نے موصل کا پھر محاصرہ کر لیا۔ اہل موصل نے بہ مصالحت موصل پر قبضہ کے بعد موسیٰ کے قاتل کو گرفتار کر کے قصاص لیا، اس کے بعد خابور پر قابض ہو گیا۔ عربوں اور کردوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔

سقمان بن ارتق کا قلعہ کیفا پر قبضہ

سقمان بن ارتق نے موسیٰ کے قتل کے بعد قلعہ کیفا پر قبضہ کر لیا۔ اسی زمانہ سے اس قلعہ کی حکومت سقمان بن ارتق کے خاندان میں رہی ابن اثیر کہتا ہے کہ اس وقت یعنی ۶۲۵ھ میں قلعہ کیفا کا والی محمود بن قرا ارسلان بن داؤد بن سقمان بن ارتق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امیر برسق کا رے پر قبضہ

۴۹۵ھ میں جنگ چہارم کے بعد سلطان برکیا روق کے محاصرے کے زمانہ میں امیر نیال بن انوشتکین حسامی، سلطان محمد کے ساتھ اصفہان میں تھا۔ جب سلطان محمد، محاصرہ سے نکلا تو امیر نیال نے رے میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ قائم کرنے کی غرض سے رے جانے کی اجازت طلب کی، چنانچہ امیر نیال اور اس کا بھائی علی ماہ صفر ۴۹۶ھ میں رے پہنچا۔ والیٔ رے نے جو برکیا روق کی طرف سے امیر تھا۔ اطاعت قبول کی، امیر نیال نے رے پر قبضہ کر لیا۔ اہل رے کے ساتھ بے رحمی اور ظلم سے پیش آیا، تاوان وصول کئے۔ برکیا روق نے امیر برسق بن برسق کو ماہ ربیع الاول ۴۹۶ھ میں امیر نیال سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ امیر نیال مقابلہ پر آیا لیکن شکست اٹھا کر بھاگ نکلا۔ امیر برسق نے رے پر قبضہ کر لیا۔

امیر نیال کی مراجعت بغداد

علی اس شکست کے بعد قزوین جو کہ اس کا دارالسلطنت تھا چلا گیا اور نیال نے پہاڑی راستہ اختیار کیا۔ بہت سے ہمراہی اثنائے راہ میں مر گئے سات سو پیادوں کی جماعت سے دار الخلافت بغداد پہنچا۔ خلیفہ مستظہر نے بڑی آؤ بھگت کی اور نہایت عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ امیر نیال نے سلطان محمد کی اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کیا۔ اس کے بعد امیر نیال، ایلغازی اور سقمان بن ارتق نے ایک خاص جلسہ منعقد کیا، سلطان محمد کی حمایت کرنے کا حلف اٹھایا، اور سب کے سب امیر صدقہ بن مزید والیٔ حلہ کے پاس حلہ گئے۔ اس سے بھی اسی قرارداد پر حلف لیا۔

امیر نیال کا ظالمانہ رویہ

امیر نیال نے دار الخلافت بغداد پر قدم جما لینے کے بعد اہل بغداد سے ظالمانہ برتاؤ شروع کر دیا۔ ظالمانہ حکومت کرنے لگا گورنروں پر جرمانے کئے۔ سوداگروں اور رئیسوں سے تاوان لیا۔ اہل بغداد جمع ہو کر ایلغازی بن ارتق کے پاس گئے۔ (امیر نیال نے ایلغازی کی بہن سے جو کہ تاج الدولہ تتش کی زوجہ تھی عقد کر لیا تھا) امیر نیال کے ظلم اور چیرہ دستی کی شکایت کی، اور سفارش کرنے کے خواستگار ہوئے، خلیفہ مستظہر نے بھی امیر نیال کے ظلم و تشدد سے مطلع ہو کر قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی کو امیر نیال کے پاس ظلم و ستم کی کارروائی کرنے سے منع کرنے کے لئے بھیجا۔ امیر نیال نے عہد و پیمان کیا، حلف اٹھایا کہ آئندہ میں اہل بغداد کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آؤں گا اور کسی قسم کا ظلم نہ کروں گا۔ لیکن یہ سب عہد و پیمان نقش برآب تھا۔ اپنی بدعملیوں سے باز نہ آیا۔ خلیفہ مستظہر نے امیر نیال کے جور و ستم کے طوفان کو روکنے کی غرض سے امیر صدقہ بن مزید کو حلہ سے طلب کیا۔ ماہ شوال سنہ مذکور میں امیر صدقہ دار الخلافت بغداد پہنچا۔ امیر نیال سے بغداد چھوڑ دینے کا اقرار لے کر حلہ واپس آیا اور اپنے بیٹے دبیس کو امیر نیال کو ظلم و ستم کے روکنے کی غرض سے بغداد چھوڑ گیا۔ امیر نیال پر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا، غارت گری، خوں ریزی، رہزنی، آتش زنی، اور بجبر روپیہ وصول کرنے کا طریقہ بدستور جاری رکھا۔ امیر نیال کی یہ غارت گری دار الخلافت بغداد تک محدود نہ تھی قرب و جوار کی تمام بستیاں اُجڑ گئیں، راستے بند ہو گئے، امن کا نام مٹ گیا۔ خلافت مآب نے دوبارہ امیر صدقہ نے ایک ہزار سوار بھیج دیئے۔ امیر ایلغازی بن ارتق اور چند امراء دربار خلافت بھی کمریں باندھ کر امیر نیال کے خاتمہ کے لئے نکلے۔ امیر نیال اس سے مطلع ہو کر آذر بائیجان کی طرف روانہ ہو گیا اور یہ مہم واپس آئی۔

کمشتکین اور ایلغازی کی لڑائی

سلطان محمد نے گوہر آئین افسر پولیس بغداد کے قتل کے بعد ایلغازی بن ارتق کو بغداد کا افسر پولیس مقرر کیا تھا۔ جب سلطان برکیارق کو بمقابلہ سلطان محمد، محاصرہ اصفہان میں کامیابی حاصل ہوئی اور سلطان برکیارق، اصفہان سے ہمدان آ گیا تو کمشتکین نصیری کو ماہ ربیع الاول ۴۹۶ھ میں افسر پولیس مقرر کر کے بغداد روانہ کیا۔ ایلغازی نے کمشتکین کی آمد کی خبر پا کر اپنے بھائی سقمان بن ارتق والی قلعہ کیفا کو طلبی اور امداد کا خط لکھا، امیر صدقہ

امیر صدقہ بن مزید والی حلہ کے پاس خود گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کی قسمیں کھائیں۔ واپس ہو کر بغداد آیا۔ اس اثناء میں سقمان بھی راہ کے دیہاتوں اور قصبات کو تاراج کرتا ہوا آ پہنچا۔ کمشتکین، کوچ و قیام کرتا ہوا قرقیسیا[1] میں وارد ہوا، برکیاروق کے ہوا خواہوں کا ایک گروہ، کمشتکین کی خدمت میں حاضر ہوا، کمشتکین ان لوگوں کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھا۔ ایلغازی اور سقمان نے بغیر کسی چھیڑ چھاڑ کے بغداد چھوڑ دیا۔ اور کنارہ دجلہ کے دیہاتوں کو تاراج کرنے لگے۔ کمشتکین کا لشکر کچھ دور تک تعاقب کر کے واپس آیا۔

کمشتکین کی معزولی

اس کے بعد کمشتکین نے امیر صدقہ والی حلہ کے پاس برکیاروق کی اطاعت کا پیام بھیجا۔ امیر صدقہ نے انکاری جواب دیا۔ حلہ سے صرصر چلا آیا۔ برکیاروق کا نام خطبہ سے نکال دیا۔ دجلہ عبور کر کے بغداد پہنچا، خطیبوں کے پاس گشتی حکم بھیج دیا کہ "منبروں پر سوائے خلافت مآب کے کسی کا نام نہ لیا جائے"۔ ایلغازی اور سقمان کو بھی اپنے آنے کی خبر کر دی۔ یہ دونوں اس وقت جربی میں تھے۔ چنانچہ ایلغازی اور سقمان، دجیل کو تاراج کرتے ہوئے بغداد کی جانب چلے۔ راستہ میں جس قدر چھوٹے بڑے گاؤں ملے سب کو لوٹ لیا بغداد پہنچ کر وہ آفت مچائی کہ توبہ ہی بھلی! گرانی بے حد بڑھ گئی، لوگوں کو اپنی عزت اور اپنے مال و اسباب کا سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ کاروبار بند ہو گیا۔ راستہ چلنا دشوار تھا۔ فتنہ و فساد کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایلغازی، سقمان اور دُبیس بن صدقہ نے رملہ میں قیام اختیار کیا۔ بغداد کے عوام الناس ان سے برسر پیکار آئے لیکن بے سود تھا۔ خلیفہ مستظہر نے قاضی القضاۃ ابوالحسن دامغانی اور تاج الرؤسا، ابن رحلات[2] کو صدقہ بن مزید کے پاس بھیجا صلح اور اطاعت کا پیام دیا۔ صدقہ بن مزید نے یہ شرط پیش کی کہ آپ کمشتکین کو بغداد سے نکال دیجئے۔ ہم آپ کے مطیع اور فرماں بردار ہیں، چنانچہ اس شرط کے مطابق خلافت مآب نے کمشتکین کو بغداد سے نہروان کی جانب نکال دیا۔ فتنہ و فساد فرو ہو گیا۔ صدقہ، حلہ لوٹ آیا۔ اور سلطان محمد کا نام

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر میں بجائے قرقیسیا کے قرمیسین لکھا ہے۔ غالباً یہی صحیح ہے۔

[2] کتابت کی غلطی ہے، تاج الرؤسا، کے باپ کا نام موصلایا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۷

خطبہ میں داخل کیا گیا۔

کمشتکین کا واسط سے اخراج و مصالحت

کمشتکین، بغداد سے نکل کر واسط پہنچا، برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کے لشکر والوں نے سواد واسط کو تاراج کرنا شروع کیا۔ صدقہ اور ایلغازی کو اس کی خبر ہوگئی۔ فوجیں مرتب کر کے کمشتکین کے سر پر آ پہنچے واسط سے بھی نکال باہر کیا۔ کمشتکین نے کنارہ دجلہ پر قلعہ بندی کر لی۔ صدقہ نے جارحانہ حملہ کیا۔ کمشتکین کے ہمراہی بھاگ نکلے، کمشتکین نے صدقہ سے امان کی درخواست کی، صدقہ نے امان دی، اور عزت واحترام سے پیش آیا۔ کمشتکین، برکیاروق کی خدمت میں واپس آگیا۔ واسط میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمد کے نام کے بعد صدقہ، ایلغازی اور ان کے لڑکوں کا نام بھی خطبہ میں تھا۔ ایلغازی، بغداد کی جانب واپس ہوا۔ اور صدقہ کی جانب روانہ ہوا۔ صدقہ نے حلہ پہنچ کر اپنے بیٹے منصور کو ایلغازی کے ہمراہ دربار خلافت میں بھیجا۔ خلیفہ مستظہر سے عفو تقصیر کی درخواست کی۔ خلیفہ مستظہر واقعہ مذکورہ بالا کی وجہ سے ناراض تھا۔

جنگ پنجم برکیاروق و محمد

سلطان محمد کی طرف سے گنجہ اور بلاد اران پر امیر غز غلی مامور تھا ایک دستہ فوج اس کی رکاب میں تھا۔ صوبہ گنجہ میں آذربائیجان سے ریخان تک اس کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ جس وقت سلطان محمد اصفہان میں محصور رہا، امیر غز غلی، منصور بن نظام الملک اور اس کا برادر زادہ محمد بن موید الملک محاصرہ اٹھانے کے لئے روانہ ہوئے، رے پہنچے، برکیاروق کے لشکر نے رے چھوڑ دیا۔ امیر غز غلی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ آخر ۴۹۵ھ کا ہے۔

پھر امیر غز غلی یہ خبر پا کر کہ سلطان محمد، محاصرہ اصفہان سے نکل کر آ رہا ہے۔ رے سے کوچ کر دیا۔ ہمدان میں سلطان محمد سے ملاقات ہوئی، سلطان محمد کے ساتھ امیر نیال بن انوشتکین اور اس کا بھائی علی بھی تھا۔ سب نے چندے آرام لینے کی غرض سے ہمدان میں قیام کیا۔ تکان سفر رفع نہیں ہونے پایا تھا کہ سلطان برکیاروق کی روانگی کی خبر آگئی، سلطان محمد

شیروان کی جانب روانہ ہوا۔ کوچ وقیام کرتا ہوا آذربائیجان پہنچا، مودود[1] بن اسمٰعیل بن یاقوتی کا پیام آیا کہ آپ میرے پاس تشریف لائیے میں سلطان برکیاروق کے مقابلے میں آپ کی مدد کروں گا چنانچہ سلطان محمد، مودود کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق یہ کہ جوں ہی سلطان محمد، مودود کے پاس پہنچا، مودود کا انتقال ہو گیا، لیکن مودود کی فوج نے متفق ہو کر سلطان محمد کی حمایت پر کمر باندھ لی اس فوج میں سقمان قبطی، محمد بن باغی سیال (اس کا نائب والیٔ انطاکیہ تھا) اور قزل ارسلان بن سبع الاحمر موجود تھے۔ سلطان برکیاروق کو اس اجتماع اور اتفاق کی خبر لگی۔ موت کی طرح ان کے سروں پر پہنچ گیا۔ خراسان کے قریب دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ لشکر برکیاروق سے ایاز نے ایک دستہ فوج لے کر سلطان محمد پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ سلطان محمد کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ سلطان محمد نے اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ ارقیس (صوبہ خلاط) میں جا کر دم لیا، امیر علی والیٔ اردن (روم) آملا ارقیس سے اصفہان کی جانب کوچ کیا۔ ان دنوں منوچہر برادر قبطون دادی، اصفہان میں حکومت کر رہا تھا۔ پھر اصفہان سے ہرمز کی طرف چلا گیا۔ محمد موید الملک بھی اس جنگ میں شریک تھا۔ شکست کے بعد بحال پریشان دیار بکر کی طرف بھاگا، جب وہاں بھی سکون کی صورت نظر نہ آئی تو جزیرہ ابن عمر چلا گیا اور جزیرہ ابن عمر سے بغداد جا کر دم لیا۔

محمد بن موید الملک محمد بن موید الملک اپنے باپ کے زمانہ میں مدرسہ نظامیہ کے قریب رہا کرتا تھا لوگوں نے اس کے باپ سے اس کی زیادتیوں کی شکایت کی، موید الملک نے گوہر آئین افسر پولیس بغداد کو اس کی دھمکا گرفتاری کا اشارہ کر دیا۔ محمد نے دار الخلافت جا کر پناہ لی، ۴۹۲ھ میں مجد الملک البارسلانی کے پاس چلا گیا۔ اس وقت محمد کا باپ (موید الملک) زندہ تھا اور سلطان محمد

---

[1] چونکہ مودود کے باپ اسمٰعیل کو سلطان برکیاروق نے قتل کر ڈالا تھا اور اس کی بہن سلطان محمد کے نکاح میں تھی اس وجہ سے اس نے برکیاروق کے خلاف سلطان محمد کو امداد کا وعدہ کیا تھا صوبہ آذربائیجان کا ایک حصہ کثیر اس کے قبضہ میں تھا۔ منہ رحمۃ اللہ

کے پاس گنجہ میں تھا۔ جس وقت سلطان محمد نے دعوئ سلطنت کیا، اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا تو موید الملک کو قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ محمد اس سے مطلع ہو کر اپنے باپ (موید الملک) کے پاس چلا آیا۔ پھر جب اس کا باپ (موید الملک) مارا گیا تو یہ (محمد) سلطان محمد کی خدمت میں رہنے لگا اور اس کے خاص مصاحبوں میں داخل ہو گیا۔

شہر عانہ پر ملک ابن بہرام کا قبضہ

ملک ابن بہرام بن ارتق برادر زادہ ایلغازی بن ارتق شہر سروج کا مالک تھا۔ عیسائیوں نے شہر سروج ملک ابن بہرام کے قبضہ سے نکال لیا، ملک ابن بہرام نے شہر سروج چھوڑ کر شہر عانہ پر حملہ کر دیا۔ بنو یعیش بن عیسٰی بن خلاط مقابلہ نہ کر سکے عانہ کو خیر باد کہہ کر امداد کی غرض سے صدقہ بن مزید کے پاس چلے گئے، صدقہ نے انہیں تسلی دی اور ان کے ہمراہ عانہ کی طرف روانہ ہوا ملک ابن بہرام کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ بہرام اور ترکمانوں نے عانہ کو خالی کر دیا۔ بنو یعیش، عانہ میں داخل ہوئے، صدقہ نے بہرام کی امانتوں پر قبضہ کر لیا اور حلہ کی طرف واپس ہوا، ملک ابن بہرام کو موقع مل گیا۔ دو ہزار ترکمانوں کی جمعیت سے پھر عانہ پر حملہ کر دیا۔ اور ایک خفیف جنگ کے بعد عانہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اہل عانہ کو اس کے ہاتھوں بے حد مصائب اٹھانا پڑے۔ مردوں کو قتل کیا۔ عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈیاں بنا لیا[۱] اس کے بعد ہیت کی طرف گیا اور پھر وہاں سے واپس آیا۔

برکیاروق اور محمد کی مصالحت

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ دونوں سلطانوں برکیاروق اور محمد میں ایک مدت سے لڑائیوں کا سلسلہ چھڑا ہوا ہے، فتنہ و فساد کی کوئی حد نہیں رہی، جانوں اور مالوں کا نقصان، لشکریوں کا بے جا دباؤ، دشمنان اسلام کی یورش، ملک کی ویرانی، بے ضابطگی بے قاعدگی اور قوانین اسلامیہ کی بے حرمتی کا کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا، سلطان برکیاروق

---

[۱] یہ واقعہ ماہ محرم ۴۹۷ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ لیڈن

نے ان باتوں کا احساس کر کے صلح کی تحریک کی۔ دو[1] نامور، مقتدائے قوم مفتیوں کو پیام صلح دے کر سلطان محمد کے پاس روانہ کیا۔ ان دونوں فقیہوں نے سلطان محمد کو سمجھا بجھا کر مصالحت کرنے پر آمادہ و تیار کیا چنانچہ ان دونوں فقیہوں کے ساتھ صلح کے اور ایلچی بھی آئے۔ گفت و شنید کے بعد باہم ان شرائط پر[2] مصالحت ہوئی۔

صلح نامہ

(۱) سلطان محمد کے قبضہ اقتدار میں بروئے مصالحت جو شہر دیئے جائیں ان کا مستقل حکمران سلطان محمد تسلیم کیا جائے، سلطان برکیا روق کو ان پر دست اندازی کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

(۲) سلطان برکیا روق، سلطان محمد کے علم وطبل سے معارض نہ ہوگا۔

(۳) خط وکتابت وزیروں میں ہوا کرے۔

(۴) لشکریوں کو اختیار ہے جس سلطان کی خدمت میں چاہیں فوجی خدمت انجام دیں۔

(۵) سلطان محمد کو نہر اسنرد (اسبندررود) سے باب الابواب تک اور دیار بکر، جزیرہ موصل، شام اور عراق میں بلاد مقبوضہ امیر صدقہ بن یزید کو دیئے جائیں۔ بقیہ ممالک اسلامیہ پر سلطان برکیا روق کا قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔

حسب قرارداد شرائط مذکورہ صلح نامہ لکھا گیا۔ فریقین نے دستخط کیے، پابندی شرائط کا حلف اٹھایا، سارے جھگڑے رفع دفع ہو گئے اور تمام امور انتظام سے انجام پانے لگے۔

سلطان برکیاروق کا اصفہان پر قبضہ سلطان محمد نے لشکر اصفہان کو اصفہان خالی کرنے اور

---

[1] قاضی ابو المظفر جرجانی حنفی اور ابو الفرج احمد بن عبد الغفار ہمدانی معروف بہ صاحب قراتکین مصالحت کا پیام لے کر گئے تھے۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۳ مطبوعہ لیدن۔

[2] مصالحت رے میں ہوئی تھی، قبل مصالحت رے، جبال، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر، جزیرہ، بعض حصص بطائح، تکریت اور حرمین شریفین پر سلطان برکیا روق قابض تھا۔ آذربائیجان، بلاد اران، آرمینیہ، اصفہان، عراق باستثنائے تکریت اور بطائح کا کچھ حصہ، سلطان محمد کے قبضہ میں تھا۔ بصرہ میں دونوں سلطانوں کا علم لہرا رہا تھا۔ ملک خراسان، جرجان سے ماوراء النہر تک ملک سنجر دبائے ہوئے تھا جس میں اس کے بھائی سلطان محمد کا خطبہ و سکہ جاری تھا۔ منہ رحمۃ اللہ

سلطان برکیاروق کو حوالہ کر دینے کے لئے لکھ بھیجا۔ لشکر اصفہان نے ابھی اصفہان خالی نہ کیا تھا کہ سلطان برکیاروق پہنچ گیا، اپنی اطاعت کا پیام دیا۔ لشکر نے انکاری جواب دیا اور سلطان محمد کی بیگمات کو بحفاظت تمام لے کر اصفہان سے سلطان محمد کی طرف روانہ ہوا سلطان برکیاروق نے لشکریوں اور بیگمات کی حد سے زیادہ عزت کی اور مال و اسباب دے کر سلطان محمد کے پاس باحترام تمام پہنچا دیا۔ مصالحت کے بعد ایلغازی دربار خلافت میں حاضر ہوا، خلیفہ مستظہر سے سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت حاصل کی۔ چنانچہ ۴۹۷ھ میں سلطان برکیاروق کا خطبہ جامع بغداد اور واسط میں پڑھا گیا۔

ایلغازی کی روانگی بغداد و مراجعت

مصالحت سے قبل "ایلغازی، سلطان محمد کا مطیع اور ہواخواہ تھا۔ صدقہ یہ سن کر کہ ایلغازی نے برکیاروق کے خطبہ کی تحریک کی ہے برافروختہ ہو گیا۔ خلافت مآب کو لکھ بھیجا۔ "مجھے صدقہ کی یہ حرکت پسند نہیں آئی میں اسے دارالخلافت بغداد سے باہر نکالنے کے لئے آرہا ہوں" اور فوج مرتب کر کے دارالخلافت بغداد پہنچ گیا۔ حریم خلافت کے روبرو اتر کر زمین بوسی کی رسم ادا کی اور غربی بغداد میں خیمہ ڈال دیا۔ ایلغازی، بغداد چھوڑ کر یعقوبا چلا گیا امیر صدقہ کے پاس معذرت کا پیام بھیجا اور خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "برکیاروق اور محمد میں مصالحت ہو گئی ہے۔ دونوں میں یہ امر طے پا گیا ہے کہ بغداد برکیاروق کو دیا جائے میں اس کی طرف سے بغداد کا افسر پولیس ہوں، میرے مقبوضہ بلاد، سلطان برکیاروق کی حکومت کے زیر اثر متصور ہوں، ایسی صورت میں کیا یہ ممکن تھا کہ میں برکیاروق کی مخالفت کر سکتا" امیر صدقہ نے اس عذر کو قبول کر لیا اور حلہ واپس آیا۔

ماہ ذی القعدہ ۴۹۷ھ میں خلافت مآب نے سلطان برکیاروق، امیر ایاز اور وزیر السلطنت خطیر کو خلعت مرحمت کیا، اطاعت و فرماں برداری کا حلف لیا اور بغداد واپس آیا۔ واللہ سبحانہ ولی التوفیق۔

قراجہ اور محمد اصفہانی

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلاطین اسلام کی باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے عیسائیوں نے شام کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا تھا، اور ممالک اسلامیہ پر ان کے دانت لگے ہوئے تھے۔ حران پر ملک شاہ کا غلام قراجہ، حکمرانی کر رہا تھا۔ لہو و لعب، سیر و شکار کا عادی اور انتہائی ظالم تھا۔ اپنے ہمراہیوں میں سے محمد اصفہانی نامی ایک شخص کو حران میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے کسی ضرورت سے

کہیں چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو محمد اصفہانی نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا، اہلِ شہر نے قراجہ کے ظلم وستم کی وجہ سے محمد اصفہانی کا ساتھ دیدیا، محمد اصفہانی نہایت ہوشیار اور چلتا پُرزہ تھا۔ اس نے تمام ترکمانوں کو حران سے نکال دیا، صرف ایک ترکی غلام جاولی نامی باقی رہ گیا تھا محمد اصفہانی نے اسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا، اپنے خاص ندیموں میں داخل کر لیا، ایک روز موقع پا کر جاولی نے محمد اصفہانی کو مار ڈالا اور حران پر قابض ہو گیا۔

چکرمش اور سقمان کا اتحاد

عیسائیوں کو ان واقعات کی خبر ہو گئی۔ فوجیں لے کر حران پر آ پہنچے اور محاصرہ کر لیا۔ چکرمش والی جزیرۂ ابن عمر اور سقمان والی کیفا (کیبعا) میں سلسلہ جنگ چھڑا ہوا تھا۔ سقمان اپنے برادر زادہ کے قتل کا مطالبہ کر رہا تھا۔ لیکن ان دونوں اسلامی حکمرانوں نے اس امر کا کہ عیسائی 'بلاد اسلامیہ کو زیر و زبر کر رہے ہیں احساس کر کے باہمی جنگ کو بالائے طاق رکھ دیا۔ مقام خابور میں جمع ہوئے اور مسلمانوں کی امداد کا بیڑہ اٹھایا۔ چنانچہ سقمان اور چکرمش اپنی اپنی فوجیں مرتب کر کے عیسائیوں سے جنگ کرنے اور حران کا محاصرہ اٹھانے کے لئے بڑھے۔

عیسائیوں کی شکست وپسپائی

سقمان کی رکاب میں سات ہزار ترکمانی تھے اور چکرمش کے ساتھ تین ہزار ترک، عرب اور کرد تھے۔ نہر بلیخ پر عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہوئی، سقمان اور چکرمش کی فوجیں کچھ دیر تک لڑ کر پیچھے ہٹیں۔ عیسائیوں نے یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے۔ تعاقب کیا دو کوس تک عساکر اسلامی بھاگتی چلی گئیں اور عیسائی فوجیں تعاقب کرتی گئیں اس کے بعد مسلمانوں نے پلٹ کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا قتل و غارت کرتے ہوئے عیسائیوں کے کیمپ تک پہنچ گئے۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا قمص بردویل والی الرہا کو ایک ترکمانی نے جو کہ سقمان کی فوج کا آدمی تھا گرفتار کر لیا، بیمند والی انطاکیہ اور ہنگری والی ساحل جنگ سے پہلے پہاڑ کے پیچھے کمین گاہ میں تھے۔ غرض یہ تھی کہ عین معرکہ کے وقت مسلمانوں پر پشت سے حملہ کریں گے۔ لیکن جب ان دونوں نے عیسائیوں کی شکست دیکھ لی تو تمام دن کمین گاہ میں روپوش رہے، شام ہوتے ہی نکل کر بھاگے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا، تعاقب کیا، بہت سے عیسائی مارے گئے، ایک بڑی جماعت گرفتار کر لی گئی، بیمند اور ہنگری بہ ہزار خرابی اپنی جان بچا کر بھاگ گئے اور ہاتھ نہ آسکے۔

قمص بردویل

فتحیابی کے بعد چکرمش کی فوج بگڑ گئی اور یہ کہنے لگی کہ قمص بردویل، سقمان کے قبضہ میں ہے مال غنیمت بھی بدرجہا ہم سے زیادہ اس کے ہمراہیوں کے ہاتھ لگا ہے، لوگوں کی نظروں میں ہماری عزت خاک نہ ہوگی۔ چنانچہ چکرمش ان کے مجبور کرنے پر سقمان کے خیمہ سے قمص بردویل کو پکڑ لایا۔ یہ امر سقمان کو ناگوار گزرا۔ اس کے رکاب کی فوج نے قمص کو چھین لینے کا قصد کیا، سقمان نے اس خیال سے کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اپنی فوج کو اس فعل سے باز رکھا اور اسی وقت کوچ کر دیا۔ اثنائے راہ میں عیسائیوں کے متعدد قلعے فتح کیے۔ چکرمش نے حران کی جانب قدم بڑھایا اور اسے فتح کر کے الرہا پر جا پہنچا۔ پندرہ دن تک محاصرہ کیے رہا۔ سولھویں روز موصل لوٹ آیا پینتیس ہزار دینار بطور فدیہ قمص بردویل سے وصول کیے اور ایک سو ساٹھ مسلمان قیدیوں کو جو اس کے قبضہ میں تھے رہا کرایا۔

برکیاروق کی وفات

سلطان برکیاروق، اصفہان سے بعارضہ سل و بواسیر علیل ہو کر بہ قصد بغداد روانہ ہوا، یزدگرد پہنچا تو مرض میں اور اضافہ ہو گیا۔ اپنے بیٹے ملک شاہ کو جس کی عمر اس وقت پانچ برس کی تھی اپنا ولی عہد بنایا، خلعت دی، امیر ایاز کو اس کی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ ملک کے نظم و نسق کا ذمہ دار بنایا، ارکین دولت سرداران فوج کو ملک شاہ کی اطاعت اور امیر ایاز کی موافقت کی ہدایت کی اور ان سب کو بغداد کی طرف روانہ کیا۔ یہ لوگ بغداد نہ پہنچنے پائے تھے کہ ۱۲ ربیع الآخر ۴۹۸ھ کو سلطان برکیاروق نے اپنی حکومت کے بارہ سال چھ مہینے پورے کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ امیر ایاز خبر وفات سن کر واپس آیا۔ اصفہان میں برکیاروق کو دفن کیا۔ سراوقات، خیمے، چھتر، شمسیہ اور تمام وہ چیزیں جو شاہی لوازمات سے سمجھی گئی ہیں ملک شاہ ابن برکیاروق کے لیے مہیا کر دیں۔

برکیاروق نے اپنے زمانہ حکومت میں اس قدر تکالیف، مصائب اور جھگڑے دیکھے، اور اٹھائے کہ اس سے پیشتر سلاطین سلجوقیہ میں سے کسی نے نہ دیکھے تھے، لیکن جب اس کی حکومت مستقل ہو گئی، فتنہ و فساد فرو ہو گیا اور چاروں طرف سے خوش نصیبی کے آثار نمایاں ہو چلے تو موت کا زمانہ آ گیا اور زمین نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

باب ۳

سلطان محمد بن ملک شاہ

ملک شاہ بن برکیاروق

برکیاروق کی وفات کے بعد اس کے بیٹے ملک شاہ کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ ایلغازی بغداد میں تھا۔ بغداد سے برکیاروق کے پاس اصفہان گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ بغداد آ رہا تھا۔ جب برکیاروق کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے ملک شاہ اور امیر ایاز کے ہمراہ بغداد واپس آیا، وزیر ابوالقاسم علی بن جہیر نے گرم جوشی سے ملک شاہ کا استقبال کیا[1]۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایلغازی اور امیر طغایرک دربار خلافت میں حاضر ہوئے، ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے اجازت مرحمت فرمائی اور اسے وہی خطاب دیئے جو اس کے دادا ملک شاہ کو دیئے تھے۔

موصل پر سلطان محمد کا محاصرہ

برکیاروق اور محمد نے صلح منعقد ہونے کے بعد اپنے اپنے مخصوص علاقوں پر اپنے اپنے نائبوں کو قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ آذربائیجان بروئے مصالحت محمد کے حصہ میں پڑا تھا۔ چنانچہ محمد جید

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

روز تبریز میں قیام کر کے آذربائیجان چلا آیا۔ سعد الملک ابوالمحاسن، محمد کی طرف سے اصفہان کا حاکم تھا۔ اس نے برکیاروق کی پورے طور سے مدافعت کی تھی۔ لیکن مصالحت کے بعد، اصفہان برکیاروق کے نائب کو حوالہ کر کے محمد کی خدمت میں آذربائیجان آ گیا، محمد نے اسے قلمدان وزارت سپرد کر دیا۔ ماہ صفر ۴۹۸ھ تک محمد کا آذربائیجان میں قیام رہا۔ اس کے بعد موصل پر قبضہ کے ارادے سے براہ مراغہ روانہ ہوا۔ چکرمش کو اس کی خبر ہو گئی مدافعت پر تیار ہو گیا۔ مضافات موصل کے رہنے والوں کو شہر میں بلا لیا۔ شہر پناہ درست کرائی اور قلعہ بندی کر لی۔ محمد نے موصل کے قریب پہنچ کر چکرمش کے پاس موصل کے حوالہ کرنے کا پیام بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ مجھ سے اور میرے بھائی برکیاروق سے مصالحت ہو گئی ہے اور بروئے صلح نامہ، موصل و جزیرہ مجھے ملا ہے، اس کے ساتھ ہی محمد نے برکیاروق کا دستخطی خط بھی پیش کیا اور اس امر کا اقرار و پیمان کیا کہ میں تمہیں تمہارے مقبوضہ بلا دپر بحال رکھوں گا۔ چکرمش نے ایک بھی نہ سنی۔ جواباً کہلا بھیجا۔ "سلطان برکیاروق نے مصالحت کے بعد مجھے آپ کے اس دعوے کے خلاف لکھا ہے میں آپ کو موصل پر قبضہ نہ دوں گا" محمد کو اس جواب سے طیش آ گیا۔ محاصرہ میں سختی کی، اہل موصل بھی مدافعت میں سختی اور مستعدی سے پیش آئے چونکہ چکرمش نے شہر کا انتظام معقول کر لیا تھا اس وجہ سے محصورین کو اشیاء خوردنی کی گرانی اور کمیابی کی تکلیف نہیں ہوئی ہر شے ارزاں تھی۔ مزید براں چکرمش کی فوج کا ایک دستہ موصل کے قریب ایک ٹیلہ (لعفر) پر پڑا ہوا تھا۔ محمد کی رسد کو روکتا اور لوٹ لیتا تھا۔

اہل موصل کی اطاعت

اس اثناء میں ۱۰ر جمادی الاولیٰ سنہ مذکور کو برکیاروق کی وفات کی خبر موصل پہنچ گئی، چکرمش نے اہل شہر کو جمع کر کے اس واقعہ جاں کاہ سے مطلع کر کے آئندہ کی بابت مشورہ کیا، اہل شہر نے جواب دیا "ہماری جانیں ہمارا روپیہ اور مال خدمت کے لئے حاضر ہے مصلحت وقت کو آپ ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں سرداران لشکر سے رائے طلب کیجئے" چکرمش نے سرداران لشکر کو مشورہ کی غرض سے بلایا، سرداران

لشکر نے سلطان محمد کی اطاعت کی رائے دی، چکرمش نے سلطان محمد کی خدمت میں اطاعت کا پیام بھیجا اور وزیر السلطنت سعد الملک کو شہر حوالہ کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ چکرمش، سعد الملک کی رائے سے اہل شہر کی مرضی کے خلاف، سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان محمد بعزت واحترام پیش آیا۔ اہل شہر کے اطمینان اور ان کا اضطراب رفع کرنے کے خیال سے چکرمش کو فوراً واپس کر دیا۔

سلطان محمد کی روانگی بغداد

سلطان برکیا روق اور اس کے بھائی محمد سے مصالحت کا حال ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں اور یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ برکیا روق اور محمد بروئے مصالحت اپنے اپنے بلاد پر تنہا قابض ہو گئے، اس کے بعد ہی برکیا روق نے وفات پائی اس کا بیٹا ملک شاہ بغداد چلا آیا۔ محمد کو ان واقعات کی اس وقت اطلاع ہوئی جب کہ وہ موصل کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ چکرمش نے برکیا روق کی وفات کی وجہ سے مصالحت کر لی، اور محمد کی اطاعت قبول کر لی، محمد نے بغداد کی طرف کوچ کیا، چکرمش اور سقمان قطبی (قطب الدولہ اسمٰعیل[1] بن یاقوتی بن داؤد کا غلام) وغیرہ امراء رکاب میں تھے۔ صدقہ والئ حلہ نے بہت سی فوج فراہم کر کے اپنے بیٹوں بدران اور دبیس کو سلطان محمد کی خدمت میں بغداد آنے کی تحریک کرنے کو بھیج دیا تھا۔ یہ دونوں بھی سلطان محمد کے ساتھ تھے۔ امیر ایاز (ملک شاہ کا اتابک) مدافعت پر آمادہ ہوا۔ بغداد کے باہر خیمہ نصب کیا، سرداران لشکر نے سلطان محمد سے جنگ کرنے کی رائے دی، وزیر السلطنت ابو المحاسن ضبعی (صفی) نے اس رائے کی مخالفت کی، اور سلطان محمد کی اطاعت کے حد سے زیادہ فواید بتلائے امرائے سرداران لشکر اور وزیر السلطنت کی مخالفت آرا سے کشمکش دپیچ میں پڑ گیا۔

سلطان محمد نے بغداد پہنچ کے غربی جانب پڑاو ڈالا۔ اس سمت میں اسی کے نام کا

---

[1] یاقوتی، سلطان ملک شاہ اول کا چچا تھا۔ منہ رحمۃ اللہ

خطبہ پڑھا گیا، بعض جامع مسجدوں میں دونوں سلطانوں یعنی سلطان محمد اور سلطان ملک شاہ کا نام خطبہ میں داخل کیا گیا، ایک دو جامع مسجدوں میں کسی کا نام خطبہ میں نہیں لیا گیا، امام نے صرف سلطان العالم کہنے پر اکتفا کیا۔

سلطان محمد اور ملک شاہ سے مصالحت

امیر ایاز نے سرداران لشکر اور اعیان دولت کو دوبارہ مشورہ کی غرض سے ایک جلسہ میں بلایا اور ان لوگوں سے پھر حلف اٹھانے کو کہا؛ بعض نے تو اس کی تعمیل کی۔ لیکن بعض نے دوبارہ حلف اٹھانے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ بار بار حلف اٹھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، امیر ایاز کو اس سے شبہ پیدا ہوا، وزیر ابوالمحاسن کو صلح کرنے کی غرض سے سلطان محمد کی خدمت میں روانہ کیا۔ ابوالمحاسن سلطان محمد کے کیمپ میں پہنچ کر سعد الملک ابوالمحاسن سعد بن محمد (سلطان محمد کا وزیر تھا) سے ملا، صلح کی درخواست کی، پھر اس کے ساتھ سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان محمد نے درخواست صلح منظور فرمائی اور جن جن امور کی ابوالمحاسن نے خواہش کی، سب قبول کرتا گیا۔ دوسرے دن قاضی القضاۃ اور مفتی، ابوالمحاسن کے ہمراہ سلطان محمد کے دربار میں آئے۔ امیر ایاز اور ان امراء کو جو اس کے ساتھ رہے ہیں کسی قسم کی ایذا نہ دینے کا سلطان محمد سے حلف لیا، ملک شاہ کی بابت حلف لینے کو کہا گیا، تو سلطان محمد نے کہا "وہ میرا بیٹا ہے میں اس کا باپ ہوں" امیر ینال حسامی کو امان دینے اور ایذا نہ دینے کا "کیا الہراس" مدرس مدرسہ نظامیہ نے حلف لیا تھا۔

اس کے دوسرے دن امیر ایاز دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ امیر صدقہ بن مزید بھی پہنچ گیا۔ سلطان محمد ان دونوں سے بعزت و احترام پیش آیا، بڑی آؤ بھگت سے ملا۔ یہ واقعہ آخر ماہ جمادی الاولی ۴۹۸ھ کا ہے۔

امیر ایاز

صلح کے چند دن بعد امیر ایاز نے اپنے مکان (جو درحقیقت گوہر آئین افسر پولیس بغداد کا مکان تھا) میں سلطان محمد کی دعوت کی بے شمار نذرانے

اور بہت سے تحائف پیش کیے' انھی میں کوہ بلخش تھا جسے امیر ایاز نے موید الملک بن نظام الملک کے ترکہ سے لے لیا تھا۔ سلطان محمد کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے امیر ایاز نے اپنے غلاموں کو زرق برق وردیاں پہنا کر آلات حرب سے مسلح کیا تھا۔ ان غلاموں میں ایک شخص رہا کرتا تھا جس سے یہ سب مذاق کیا کرتے تھے۔ چنانچہ براہ مذاق اس شخص کو بھی زرہ بکتر پہنا کر اوپر سے جبہ و عبا پہنا دیا اور چھیڑ چھاڑ، مذاق کرنے لگے یہ شخص بھاگا۔ امیر ایاز کے غلام تالیاں بجاتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے۔ یہ شخص سلطان محمد کے حاشیہ نشینوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ سلطانی خدام نے اس کا جبہ و عبا کو الٹ کر دیکھا تو اسے زرہ بکتر پہنے ہوئے پایا۔ سلطانی خدام کو اس سے شبہ پیدا ہوا' سلطان محمد کی خدمت میں عرض کیا' سلطان محمد اٹھا اور اپنی محل سرا میں چلا گیا۔ اسی وقت سے سلطان محمد کے دل میں امیر ایاز کی طرف سے بغض پیدا ہو گیا۔

امیر ایاز کا قتل

اس واقعہ کے چند دن کے بعد سلطان محمد نے ارکین دولت اور سرداران لشکر کو دربار خاص میں بلایا جن میں امیر ایاز بھی تھا' اور یہ ظاہر کیا کہ ارسلان بن سلیمان بن قطلمش نے دیار بکر پر حملہ کیا ہے۔ اس کے مقابلہ پر کسے بھیجنا چاہیے۔ سب نے بالاتفاق امیر ایاز کو بھیجنے کی رائے دی' امیر ایاز نے گذارش کی: "اس مہم پر میرے ساتھ امیر صدقہ بن مزید کو بھی روانہ فرمایئے" سلطان محمد نے منظور فرما لیا اور حکم نامہ لکھنے کی غرض سے دونوں امیروں کو محل سرائے سلطانی میں حاضر ہونے کی ہدایت کی' سلطان محمد نے محل سرا کے ایک گوشہ میں چند لوگوں کو امیر ایاز کے قتل کی غرض سے چھپا رکھا تھا۔ جوں ہی امیر ایاز ان کی طرف سے گزرا' تلواریں تول کر امیر ایاز پر ٹوٹ پڑے' اور قتل کر ڈالا' امیر صدقہ اس منظر کو دیکھ کر بھاگ گیا۔ وزیر سلطنت نے اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیا۔ ایاز کا لشکر اس واقعہ کو سُن کر نکل پڑا۔ اس کے مکان کو لوٹ لیا' سلطان محمد نے ان کی مدافعت پر اپنی فوج کو مامور کیا' ہلڑ فرو ہو گیا۔ اس کے بعد سلطان نے بغداد سے اصفہان کی جانب کوچ کیا۔

ابوالمحاسن ضبعی کا قتل

امیر ایاز، سلطان ملک شاہ کے غلاموں سے تھا، سلطان ملک شاہ کے انتقال کے بعد ایک امیر کے مصاحبوں میں داخل ہو گیا، اس امیر نے امیر ایاز کو لڑکوں کی طرح رکھا، منتظم، مدبر، سیاسیات سے واقف اور لڑائیوں میں صائب الرائے تھا۔ مذاق کی بدولت ایک لمحہ میں امیر ایاز کی عزت وعظمت، شان وشوکت اور آبرو خاک میں مل گئی ابوالمحاسن ضبعی (امیر ایاز کا وزیر) چند ماہ تک روپوش رہا۔ اس کے بعد گرفتار ہو کر سعد الملک وزیر کی خدمت میں پیش کیا گیا، ماہ رمضان ۴۹۸ھ میں مار ڈالا گیا۔ اس وقت اس کی عمر چھتیس ۳۶ سال کی تھی، ہمدان کے خاندان ریاست سے تھا۔

قلعہ ماردین

قلعہ ماردین، دیار بکر کا ایک مشہور قلعہ تھا۔ سلطان برکیا روق نے اپنے ایک مغنی (گویا) کو عنایت کیا تھا۔ اس قلعہ کے گرد ونواح میں کردوں کا ایک بہت بڑا گروہ رہتا تھا جس کا کام لوٹ مار اور غارت گری تھا۔ قافلوں کا صحیح سلامت یہاں سے گزرجانا دشوار تھا۔

یاقوتی بن ارتق کی گرفتاری

وقت بے وقت موقع پا کر قلعہ ماردین پر بھی ہاتھ صاف کر دیا کرتا تھا اتفاق سے امیر کربوقا موصل سے آمد کا محاصرہ کرنے کی غرض سے چلا، اس وقت آمد ایک ترکمان کے قبضہ میں تھا۔ والی قلعہ نے سقمان بن ارتق سے امداد کی درخواست کی، سقمان اپنی فوجیں لے کر اس کی امداد پر آ گیا۔ پھر کیا تھا اہلِ قلعہ بھی خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ عماد الدین زنگی بن آقسنقر اور اس کے باپ کے بہت سے سردار بھی امیر کربوقا کے ساتھ تھے۔ ان لوگوں نے کمال مردانگی سے لڑائی میں حصہ لیا، لڑائی کے نازک نازک موقعوں پر ثابت قدم رہے۔ آخر کار سقمان کو شکست ہوئی۔ اس کا برادر زادہ یاقوتی بن ارتق گرفتار ہو گیا، امیر کربوقا نے قلعہ ماردین میں مغنی حاکم قلعہ کے پاس قید کر دیا، چنانچہ ایک مدت تک قلعہ ماردین میں قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔

یاقوتی بن ارتق کی رہائی

جب گرد ونواح کے کرد، قتل وغارت گری بکثرت کرنے لگے اور اہل ماردین ان کے آئے دن کی لوٹ مار سے تنگ آ گئے تو یاقوتی نے مغنی والی قلعہ

سے کہلا بھیجا "اگر تم مجھے قید سے رہا کردو تو میں ان لیٹرے کرُدوں کی غارت گردی سے اہلِ قلعہ کو نجات دے دوں گا، ریغا میں میرا قیام ہوگا۔ ممکن نہیں کہ اہل قلعہ کو کرُدوں سے کسی قسم کی ایذا و تکلیف پہنچ جائے" مغنی نے نہایت خوشی سے یاقوتی کو رہا کر دیا، یاقوتی نے کمال مردانگی اور دانائی سے ان لیٹرے کرُدوں کی غارت گری کا خاتمہ کیا۔ اطراف خلاط تک کسی قسم کا خطرہ باقی نہ رہا۔

یاقوتی بن ارتق کا قلعہ ماردین کا قبضہ

یاقوتی کے ہمراہیوں کے دیکھا دیکھی قلعہ کے بعض سپاہی بھی کرُدوں پر شب خون مارنے لگے، یاقوتی ان سے معارض نہ ہوا۔ بلکہ ان کی خاطرداری کرتا رہا، ادھر چند دن کے بعد یاقوتی کے دماغ میں قلعہ پر قبضہ کر لینے کی ہوا سمائی، اُدھر قلعہ کی تمام فوج نے لوٹ مار کا شیوہ اختیار کر لیا۔ ایک روز قلعہ کے فوجی لوٹ مار کر کے واپس آرہے تھے۔ یاقوتی نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کر دیا ان لوگوں نے قلعہ کے فوجیوں کو گرفتار کر لیا، باقی سوار ہو کر قلعہ کے قریب گیا اور اہل قلعہ کو یہ دھمکی دی کہ اگر تم قلعہ ہمارے حوالہ نہ کرو گے تو میں تم سب کو قتل کر ڈالوں گا، اہل قلعہ یہ سُن کر تھرا گئے۔ کسی نے دم تک نہ مارا۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا، کنجیاں حوالہ کر دیں، یاقوتی نے قبضہ کر لیا۔

یاقوتی کا خاتمہ

قبضہ ماردین کے بعد یاقوتی نے فوجیں فراہم کیں، نصیبین اور جزیرہ ابن عمر کی طرف بڑھا۔ یہ دونوں مقامات چکرمش کے مقبوضات میں تھے۔ چکرمش اور اس کے ہمراہیوں نے یاقوتی کی مدافعت پر کمر باندھی۔ اثناء جنگ میں یاقوتی کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمہ سے وہ مر گیا۔ چکرمش اسے مقتول دیکھ کر رو پڑا۔

سقمان اور چکرمش میں مصالحت

یاقوتی کی زوجہ اس کے چچا سقمان کی لڑکی تھی، اپنے شوہر کے مارے جانے پر اپنے باپ سقمان کے پاس چلی گئی اور اس سے تمام واقعات بتلائے، ترکمانوں کو جمع کر کے اپنے شوہر کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی، سقمان بھی اس کے ہمراہ نصیبین کی طرف چلا، چکرمش کو اس کی خبر ہوئی، گھبرا گیا، مصالحت کا پیام بھیجا اور بہت سا مال اور روپیہ دے کر سقمان کو راضی کر لیا، سقمان لوٹ آیا۔

سقمان کا قلعہ ماردین پر قبضہ

قلعہ ماردین میں یاقوتی کے بعد اس کا بھائی "علی" چکرمش کی حکومت کے زیر اثر حکمرانی کرنے لگا۔ علی کسی ضرورت سے کہیں چلا گیا تھا۔ اس کی غیر حاضری کے زمانہ میں اس کے نائب نے سقمان کو یہ لکھ بھیجا کہ تمہارا بھتیجہ "علی" قلعہ ماردین چکرمش کو دینا چاہتا ہے۔ سقمان یہ سُن کر سخت برافروختہ ہوا۔ علی واپس نہ ہونے پایا تھا کہ سقمان نے ماردین پر پہنچ کر قبضہ کر لیا، اور بعوض قلعہ ماردین اپنے بھتیجے "علی" کو کوہ جور عنایت کیا۔ اس زمانہ سے قلعہ ماردین، سقمان کے قبضہ میں آ گیا، قلعہ کیفا تو پہلے ہی سے قبضہ میں تھا، نصیبین کو بھی اپنے دائرہ حکومت میں لے لیا۔

سقمان بن ارتق کی وفات

اس کے بعد فخر الملک بن عمار والیٔ طرابلس نے عیسائیوں کے مقابلہ پر سقمان بن ارتق سے امداد کی درخواست کی فخر الملک، خلفاء عبیدین مصر کا ایک گورنر تھا۔ لیکن ان کی کمزوری کی وجہ سے خود مختار حکمراں بن بیٹھا تھا عیسائیوں نے سواحل شام پر قابض ہونے کے بعد طرابلس کی طرف قدم بڑھایا۔ فخر الملک نے سقمان کو ۴۹۸ھ میں اپنی امداد پر بلا بھیجا جیسا کہ ابھی آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، سقمان نے امداد کا وعدہ کیا، لشکر کی تیاری میں مصروف ہوا اتنے میں طغتکیں والیٔ دمشق کا (یہ تاج الدولہ تتش کا غلام اور آزاد حکمراں تھا)، طلبی کا خط پہنچ گیا۔ لکھا تھا "میں مریض ہوں، زندگی کی کوئی امید نہیں ہے، جس قدر جلد ممکن ہو دمشق آجاؤ، ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور عیسائی دمشق پر قابض ہو جائیں"۔ سقمان نے یہ خط پڑھ کر نہایت عجلت سے پہلے طرابلس پھر دمشق کے ارادے سے کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ قریتین پہنچا، اس وقت طغتکین کو افاقہ ہو گیا تھا، سقمان کی طلبی پر پشیمان ہو رہا تھا، اپنے مشیروں سے سقمان کو واپس کرنے کا مشورہ کر رہا تھا کہ سقمان نے قریتین میں پہنچ کر پیام اجل کو لبیک کہہ کر دنیا سے کوچ کر دیا۔ فکفاہم اللہ تعالیٰ امرہ۔

جس وقت سقمان، قریتین میں علیل پڑا اور اس کے ہمراہیوں نے اس کے مرنے کا یقین کر لیا، قلعہ کیفا کی جانب واپس جانے کی رائے دی، سقمان نے جواب دیا "میں اب واپس نہ

جاؤں گا میں عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے نکلا ہوں اگر میں مرگیا تو مجھے شہیدوں کا ثواب ملے گا۔"

منکبرس کی بغاوت وگرفتاری

منکبرس بن بورس بن الپ ارسلان (سلطان محمد کا برادر عم زاد) اصفہان میں تھا۔ اتفاق کچھ ایسا پیش آیا کہ سلطان محمد سے اس کے تعلقات ختم ہو گئے، خود مختاری کا خیال پیدا ہوا، اصفہان سے نہاوند آیا اور خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا، امرا بنی برسق حکمرانان خوزستان کو اپنی اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا، سلطان محمد کو اس کی اطلاع ہوگئی، زنگین بن برسق کو گرفتار کر لیا، زنگین نے اپنے بھائیوں کو لکھ بھیجا کہ "جس طرح ممکن ہو منکبرس کو گرفتار کر کے سلطان محمد کے حوالہ کر دو ورنہ خیر نہیں ہے" اس بنا پر امرا، بنی برسق نے منکبرس کے پاس اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کا خط روانہ کیا اور خوزستان بلا بھیجا، جوں ہی منکبرس خوزستان میں وارد ہوا، امرا، بنی برسق نے گرفتار کر کے سلطان محمد کے پاس بھیج دیا، سلطان محمد نے اسے اصفہان میں اپنے برادران عم زاد تتش کے ساتھ قید کر دیا اور زنگین بن برسق کو قید سے رہا کر کے اس کے عہدہ پر بحال کیا، تشتر، سابور، خوزستان وغیرہ مابین اہواز اور ہمدان، امرا بنی برسق کے قبضہ میں تھے۔ سلطان محمد نے ان مقامات کو بنی برسق سے لے لیا اور ان کی جگہ دینور عنایت کیا اور اس طرف سے انھیں نکال کر دینور کی طرف بھیج دیا، واللہ اعلم۔

فخر الملک بن نظام الملک کا واقعہ قتل

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ فخر الملک بن نظام الملک، تاج الدولہ تتش کا وزیر تھا۔ کسی امر پر ناراض ہو کر تتش نے نظام الملک کو جیل میں ڈال دیا، جب سلطان برکیاروق نے تتش کو شکست دی تو برکیاروق نے فخر الملک کو قید سے رہا کر دیا۔

فخر الملک کا بھائی موید الملک، برکیاروق کا وزیر تھا، مجد الملک البارسانی کی سعی و سفارش سے ۴۸۸ھ میں برکیاروق نے قلمدان وزارت فخر الملک کو عنایت کیا۔ چند روز بعد

فخرالملک عہدۂ وزارت سے مستعفی ہو کر سلطان سنجر بن ملک شاہ کی خدمت میں خراسان چلا گیا۔ سلطان سنجر نے اس کی قدر افزائی کی اور اپنی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ پانچویں صدی کے آخر میں ایک باطنی فریادی صورت بنائے ہوئے ایوانِ وزارت کے دروازے پر حاضر ہوا۔ فخرالملک نے فریاد سننے کی غرض سے باطنی کو اپنے پاس بلا لیا۔ عرضی لے کر پڑھنے لگا، باطنی کو موقع مل گیا پیٹ میں خنجر بھونک دیا فخرالملک نے تڑپ کر دم توڑ دیا۔ باطنی گرفتار کر لیا گیا، سلطان سنجر کی خدمت میں پیش کیا گیا، باطنی نے چند آدمیوں کو بتلا دیا کہ انھوں نے مجھے فخرالملک کے قتل پر مامور کیا تھا۔ یہ اس کی محض شرارت تھی اور مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بھی فخرالملک کے خون کے بدلے قتل کئے جائیں اس کا یہ مقصد حاصل نہ ہوا اور مار ڈالا گیا۔

جاولی سقاوا کی گورنری

جاولی سقاوا، خوزستان اور فارس کے درمیانی شہروں پر قابض ہو گیا تھا، متعدد قلعے تعمیر کرائے، اکثر شہروں کی شہر پناہیں بنوائیں کچھ دن بعد رعایا پر ظلم و ستم کرنے لگا۔ جس وقت سلطان محمد مستقل طور سے حکومت کرنے لگا، اس وقت جاولی کو سلطان محمد سے خطرہ پیدا ہو، سلطان محمد نے امیر مودود بن التونتکین کو جاولی کے زیر کرنے پر مامور کیا، جاولی نے قلعہ بندی کر لی، امیر مودود آٹھ مہینے تک محاصرہ کئے رہا، جاولی نے سلطان محمد کے پاس کہلا بھیجا "میں امیر مودود کی دھمکی اور جنگ سے حکومت کی اطاعت قبول نہ کروں گا، اگر حضور والا کسی دوسرے امیر کو بھیج دیں گے تو میں قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا اور اطاعت قبول کر لوں گا"، سلطان محمد نے اپنی انگوٹھی دوسرے امیر کو دی اور اسے جاولی کے پاس بھیجا، جاولی نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور سلطان محمد کے پاس اصفہان چلا گیا، سلطان محمد نے نہایت عزت و احترام سے ملاقات کی۔ عساکر اسلامیہ کا سپہ سالار بنا کر عیسائیوں سے مذہبی جنگ کرنے اور بلاد اسلامیہ کو واپس لینے کی غرض سے شام کی طرف روانہ کیا۔ چونکہ چکرمش والئ موصل نے مالیہ ادا کرنا

بند کر دیا تھا اس وجہ سے سلطان محمد نے موصل، دیار بکر، اور جزیرہ کی حکومت بھی جاولی کو مرحمت فرمائی۔

چکرمش کی گرفتاری

جاولی نے موصل کی جانب کوچ کیا، بغداد ہوتا ہوا بوازیج پہنچا، چار روز کے قتل عام و خوں ریزی کے بعد بوازیج پر قبضہ حاصل کیا، اہل بوازیج کو امان دی، اربل کی طرف بڑھا، ابوالہیجا، بن برشک کردی ہذبانی والیٔ اربل نے چکرمش کو یہ واقعات لکھ بھیجے اور جاولی کے مقابلہ پر چکرمش کو اُبھارا۔ چنانچہ چکرمش، موصل کی فوجیں لے کر جاولی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ اربل کے قریب ابوالہیجا کا لڑکا اربل کی فوج لئے ہوئے آملا۔ اتنے میں جاولی بھی آگیا۔ دونوں حریفوں نے صف آرائی کی۔ چکرمش کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، چونکہ چکرمش علالت کی وجہ سے پالکی پر سوار تھا، بھاگ نہ سکا، اس کے غلاموں نے حق نمک ادا کیا جب تک ان کے دم میں دم رہا کسی کو چکرمش کی پالکی کے پاس تک نہ آنے دیا۔ احمد بن قارورت بُک بھی چکرمش کی پالکی کی حفاظت میں زخمی ہوا موصل کی جانب شکست کھا کر چلا گیا اور وہیں مرگیا۔ چکرمش گرفتار کر لیا گیا، جاولی کے روبرو پیش کیا گیا۔ جاولی نے قید کر دیا اور موصل پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔

زنگی بن چکرمش

دوسرے دن اس واقعہ کی خبر موصل پہنچی، اہل موصل نے زنگی[1] بن چکرمش کو امارت کی کرسی پر متمکن کیا غزغلی (چکرمش کا غلام)، امور سلطنت کا نگران اور منتظم بنایا گیا۔ لشکریوں کو روپیہ، مال، آلات حرب اور گھوڑے دیئے، موصل کی قلعہ بندی کی، شہر پناہ درست کرائی چاروں طرف خندقیں کھدائیں، قلیج ارسلان والیٔ بلاد روم سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ قلیج ارسلان بلاد روم سے فوجیں لے کر موصل کی طرف روانہ ہوا، کوچ و قیام کرتا ہوا نصیبین پہنچا جاولی کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی، موصل کا خیال دل سے

---

[1] زنگی کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ لیدن۔

نکال کر دوسری طرف کی راہ لی۔ جاولی کی روانگی کے بعد برسقی افسر پولیس بغداد، موصل میں وارد ہوا، برسقی نے ہر چند اہل موصل کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر وہ مخاطب نہ ہوئے، ناچار اسی دن بغداد کی جانب لوٹ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد قلیج ارسلان، نصیبین سے موصل کی طرف روانہ ہوا۔

جاولی سقاوا کی رحبہ کو روانگی

جاولی، موصل سے بخار چلا آیا تھا، ایلغازی بن ارتق اور چکرمش کے لشکر کا ایک بڑا گروہ جاولی کے پاس آ گیا تھا۔ چار ہزار سواروں کی جمعیت ہو گئی تھی، موصل کے قبضہ کا خیال پیدا ہو رہا تھا کہ ملک رضوان بن تتش کا خط شام سے آیا۔ لکھا تھا۔ کہ "عیسائیوں نے بے حد دست درازی شروع کر دی ہے۔ مسلمانان شام میں ان کے مقابلے کی قوت نہیں ہے، تمھاری مدد کی ضرورت ہے جلد آؤ" جاولی نے اس خط کو پڑھ کر رحبہ کی جانب کوچ کر دیا۔

قلیج ارسلان کا موصل پر قبضہ

اہل موصل اور چکرمش کے لشکر کے سرداروں نے قلیج ارسلان کی خدمت میں پیام مصالحت بھیجا، امان کی درخواست کی، قلیج ارسلان نے امان دینے کا حلف لیا، اہل موصل نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا، قلیج ارسلان نے موصل میں داخل ہو کر ۵ ار رجب ۵۰۰ھ میں قبضہ کر لیا، چکرمش کے لڑکے کو خلعت دیا، خطبہ میں خلافت مآب کے بعد اپنا نام پڑھوایا، سلطان محمد کا نام خطبہ سے نکلوا دیا، لشکر کے ساتھ اچھے سلوک کیے، قلعہ کو غزغلی سے لے لیا، اپنی طرف سے اس کا حاکم مقرر کیا، قاضی ابو محمد عبد اللہ بن قاسم شہرزوری کو عہدۂ قضا پر بحال رکھا اور زمام حکومت ابوالبرکات محمد بن محمد بن حمیس کو عنایت کی۔

قلادروس کا قبول اسلام

قلیج ارسلان کے ہمراہیوں میں سے امیر ابراہیم بن نیال ترکمانی والیٔ آمد اور محمد بن جبق ترکمانی والیٔ قلعہ زیاد (خرتبرت) کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا مناسب ہے، ابراہیم بن نیال کو آمد کی حکومت پر تاج الدولہ

تتش نے مامور کیا تھا۔ اُس زمانہ سے آمد اسی کے قبضہ میں رہا۔ محمد بن جبق کا قبضہ قلعہ زیاد پر اس طرح سے ہوا کہ قلادروس ترجمان بادشاہ روم قلعہ زیاد، الرہا اور انطاکیہ کا مالک تھا۔ جب سلیمان بن قطلمش (قلیج ارسلان کا باپ تھا) نے انطاکیہ کو قلادروس رومی سے لے لیا اور فخرالدولہ بن جہیر نے دیار بکر پر قبضہ کر لیا تو قلادروس رومی کمزور پڑ گیا قلعہ زیاد کو رسد و غلہ نہ پہنچا سکا، محمد بن جبق کو موقع مل گیا، قلعہ زیاد کو قلادروس سے چھین لیا۔ صرف الرہا، قلادروس کے قبضہ میں رہ گیا۔ اس کے بعد قلادروس، سلطان ملک شاہ کے دست مبارک پر اسلام لایا سلطان ملک شاہ نے اسے الرہا کی حکومت پر بحال رکھا۔

جاولی کا محاصرہ رحبہ

آپ کو یاد ہوگا کہ جس وقت قلیج ارسلان، نصیبین پہنچا تھا، اسی وقت جاولی نے موصل سے سنجار کا راستہ اختیار کیا تھا۔ پھر سنجار سے ملک رضوان کا خط پا کر رحبہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ کوچ و قیام کرتا ہوا آخر ماہ رمضان ۵۰۰ھ میں رحبہ پہنچا۔ اور محاصرہ کر لیا ان دنوں رحبہ میں بنوشیبان میں سے محمد بن سباق نامی ایک شخص حکومت کر رہا تھا۔ محمد بن سباق کو حکومت رحبہ پر ملک دقاق نے مامور کیا تھا۔ ملک دقاق کے مرنے پر خودسر حاکم بن گیا، حکمرانان دمشق کی اطاعت ترک کر کے قلیج ارسلان کا مطیع ہو گیا تھا اور اسی کے نام کا خطبہ پڑھتا تھا۔ جاولی نے جب اس کا محاصرہ کیا تو ملک رضوان کو طلبی کا خط لکھا اور یہ شرط کی کہ رحبہ کو فتح کرنے کے بعد عیسائیوں کی مدافعت کی جائے گی، ملک رضوان، اس تحریر کے مطابق محاصرہ رحبہ پر آ پہنچا اور شریک محاصرہ ہوا شہر پناہ کے محافظوں میں سے ایک گروہ نے جاولی سے سازش کر لی۔ حسب قرارداد نصف شب میں دروازہ کھول دیا۔ جاولی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ محمد سباق نے یہ رنگ دیکھ کر اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ عیسائیوں کی مدافعت کے لئے روانہ ہوا۔

جاولی کا موصل پر قبضہ

قلیج ارسلان نے موصل پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے بیٹے ملک شاہ کو جس کی عمر گیارہ سال کی تھی حکومت موصل پر مامور کیا۔ حفاظت و

انتظام کی غرض سے ایک فوج بھی دی اور ایک امیر کو نظم و نسق کے لئے بطور اتالیق متعین کیا۔ اس کے بعد جاولی سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن جاولی کی فوجی قوت سے قلیج ارسلان کے ہمراہی متاثر ہو گئے۔ ابراہیم بن نیال، خابور سے اپنے دارالحکومت آمد لوٹ آیا۔ قلیج ارسلان نے اپنے دارالحکومت سے مزید فوجیں طلب کیں۔ جاولی نے قلیج ارسلان کی فوج کی کمی کا احساس کر کے لڑائی چھیڑ دی، ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور میں ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ قلیج ارسلان کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، جاولی نے موصل میں داخل ہو کر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، چکرمش کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے تاوان وصول کیا۔

جاولی کا محاصرۂ جزیرہ

اس کامیابی کے بعد جاولی نے جزیرہ کی طرف قدم بڑھایا، جیش بن چکرمش مع غزغلی وہاں موجود تھا۔ اور اس کے باپ کے بہت سے غلام سرفروشی کرنے کو تیار تھے۔ ایک مدت تک جاولی محاصرہ کئے رہا۔ بالآخر چند ہزار دینار پر مصالحت کر کے موصل واپس آیا، ملک شاہ بن قلیج ارسلان نے یہ رنگ دیکھ کر سلطان محمد کی خدمت میں نامہ نیازمندی روانہ کیا، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

قتل صدقہ بن مزید

جس وقت صدقہ بن مزید والی حلہ اور سلطان محمد کے درمیان کشیدگی اور منافرت پیدا ہوئی، اسی وقت سلطان محمد نے صدقہ بن مزید پر فوج کشی کر دی، صدقہ مقابلہ پر آیا، لڑائی ہوئی، میدان سلطان محمد کے لشکر کے ہاتھ رہا۔ صدقہ شکست کھا کر بھاگا۔ اثناء جنگ میں مارا گیا، جیسا کہ ملوک حلہ کے حالات میں اس واقعہ کو ہم لکھ آئے ہیں۔ سلطان محمد نے اس کے تمام مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

فخرالدولہ ابو علی بن عمار

فخرالدولہ ابو علی بن عمار والی طرابلس، عبیدیوں کے مقابلہ میں خودمختار حکومت کا مدعی ہو گیا تھا اور ان سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اسی اثناء میں عیسائیوں نے سواحل شام پر دست درازی شروع کر دی اور آئے دن بلاد اسلامیہ پر حملہ آور، اس کا محاصرہ کرنے لگے۔ فخرالدولہ ابو علی ان کا مقابلہ نہ کر سکا، مسلمانوں کو اس سے سخت مصائب

کا سامنا کرنا پڑا۔ اس اثناء میں یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان محمد کی حکومت مستقل ہو گئی ہے۔ دشمنان شاہی زیر و زبر ہو گئے ہیں' فخر الدولہ ابو علی نے اپنے برادر عم زاد ذو المناقب کو طرابلس کی حکومت پر بطور اپنے نائب کے مقرر کیا' لشکریوں کو چند مہینہ کی تنخواہیں اور روزینے دیئے' شہر کی حفاظت کا انتظام کیا' جگہ جگہ پہرہ' چوکی مقرر کی' غرض ہر طرح سے طرابلس کو عیسائیوں کے حملہ سے مطمئن و بے خطر کر کے بارگاہ سلطانی میں باریاب ہونے کی غرض سے دمشق روانہ ہوا۔

ابن عمار کی روانگی بغداد

طغتگین والی دمشق نے گرم جوشی سے استقبال کیا' دمشق کے باہر خیمے نصب کئے گئے' عزت و احترام سے ٹھہرایا گیا۔ چند دن قیام کر کے بغداد کی جانب کوچ کیا سلطان محمد اور خلافت مآب نے اراکین دولت' سردارانِ لشکر اور رؤسا شہر کو استقبال کا حکم دیا' کمال عزت اور احترام سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ فخر الدولہ ابو علی نے بھی قیمتی قیمتی تحائف اور نذرانے دربار خلافت اور بارگاہ سلطانی میں پیش کئے' عیسائیوں کے مقابلہ پر امداد کا طلب گار ہوا' مصارف فوج کی ذمہ داری لی سلطان محمد نے امداد کا وعدہ کیا' فخر الدولہ ابو علی نے بغداد میں قیام کر دیا' اس کے بعد امیر حسین بن اتابک طغتگین نے سلطان محمد سے ملاقات کی' سلطان محمد نے اسے حکم دیا تھا کہ شاہی فوج کے ساتھ امیر مودود کی ہمراہی میں جاولی سقاوا کی سرکوبی کے لئے پہلے موصل کی جانب روانہ ہو' اس کے بعد فخر الدولہ ابو علی کے ہمراہ عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے شام کی طرف کوچ کرے' چنانچہ سلطان محمد ۵۰۱ھ میں دار الخلافت بغداد سے بقصد جنگ روانہ ہوا' نہروان پہنچ کر فخر الدولہ ابو علی کو بلا بھیجا خلعت دیا' اور بہت سا مال و اسباب دے کر رخصت کیا' امیر حسین حسب اشارہ سلطان' افواج دمشق کے ساتھ فخر الدولہ کے ہمراہ دمشق کی جانب روانہ ہوا۔

ذو المناقب کی عہد شکنی

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ فخر الدولہ ابو علی طرابلس سے روانہ ہونے کے وقت اپنے برادر زادہ ذو المناقب کو طرابلس کی حکومت پر مقرر کر آیا تھا۔ ذو المناقب نے فخر الدولہ کی روانگی کے بعد بد عہدی کی' اہل طرابلس سے متفق اور ان

کے ساتھ ہو کر دولت علویہ مصریہ کی اطاعت کا اعلان کیا، افضل بن امیر الجیوش کے پاس اطاعت و نیازمندی کا عریضہ بھیجا۔ امداد اور رسد کی درخواست کی، افضل بن امیر الجیوش، خلیفہ مصر کا وزیر تھا، ان دنوں حکومت و سلطنت پر اسے قبضہ حاصل ہو رہا تھا۔ اس لئے شرف الدولہ بن ابو الطیب کو طرابلس کا والی مقرر کر کے روانہ کیا، خزانہ، مال، غلہ اور بہت سا اسباب اس کے ہمراہ کر دیا۔ شرف الدولہ نے طرابلس پہنچ کر فخر الدولہ ابو علی کے اہل و عیال اور ہوا خواہوں کو گرفتار کر کے ان کے مال و ذخائر کو ضبط کر لیا۔ اور سب کو کشتیوں پر بار کر کے مصر روانہ کر دیا۔

جاولی کی سرکشی

جاولی کا قلیج ارسلان اور ابن چکرمش سے موصل کے لے لینے اور ان دونوں کے اس کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے واقعات ہم اوپر لکھ آئے ہیں، ان دونوں کے مارے جانے سے جاولی کی حکومت موصل پر مستقل ہو گئی، چونکہ سلطان محمد نے جاولی کو ان بلاد کی حکومت بھی دیدی تھی جسے اس نے بزور تیغ فتح کیا تھا یا آئندہ فتح کرتا۔ اس وجہ سے اس کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا، فوج کی بھی ایک کافی تعداد جمع ہو گئی۔ خزانہ بھی بھر گیا تھا، پھر کیا تھا جاولی کا دماغ پھر گیا، سلطان محمد کو جو کچھ سالانہ دیا کرتا تھا بند کر دیا، اس پر طرہ یہ ہوا کہ سلطان نے اسے جنگ صدقہ کے لئے بُلا بھیجا وہ نہ گیا۔ اس پر مزید ستم یہ کیا کہ سلطان محمد کے خلاف، صدقہ سے سازش کر لی اور اس کے ساتھ ہو کر سلطان سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔

امیر مودود کا موصل پر قبضہ

جس وقت سلطان محمد کو مہم صدقہ سے فراغت ہوئی امیر مودود کو عساکر سلطانی کا امیر بنا کر اور موصل کی سند حکومت عطا کر کے جاولی کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ امراء ابن برسق، سقمان قطبی، آقسنقر برسقی، نصر بن مہلہل بن ابی الشوک کردی اور ابو الہیجاء والیٔ اربل کو امیر مودود کی مدد پر مامور کیا، رفتہ رفتہ شاہی فوج موصل پہنچی، موصل کے باہر پڑاؤ کیا۔ جاولی نے لڑائی کی پوری تیاری کی تھی، شہر پناہ پر پہرہ چوکی مقرر کر دی تھی رؤسائے شہر کو جن سے خطرہ محسوس ہوا تھا قید کر دیا تھا۔ شہر میں اپنی بیوی دختر برسق کو پندرہ سو جنگ آوروں کی جمعیت سے ٹھہرا کر شہر چھوڑ دیا۔ اس کی بیوی بھی نہایت

مدبرہ اور ہوشیار تھی، اس نے بھی بہت سے لوگوں سے تاوان وصول کیا، استقلال و جرأت سے مقابلہ کرتی رہی، محاصروں کی دال گلائے نہیں گلتی تھی، اتنے میں محرم ۵۰۲ھ کا دور آ گیا۔ چونکہ جاولی کی بیوی کی سخت مزاجی اور ظلم سے اہل شہر کا کیا ذکر ہے خود اس کی فوج والے بھی تنگ اور بددل ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے بعض محافظین شہر پناہ نے امیر مودود سے سازش کر کے دروازہ کھول دیا، امیر مودود اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا، زوجہ جاولی نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا، آٹھ روز تک قلعہ نشین رہی نویں روز امیر مودود سے امان حاصل کر کے اپنے بھائی یوسف بن برسق کے پاس قیمتی قیمتی مال و اسباب لے کر چلی گئی امیر مودود نے موصل اور اس کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

جاولی اور ایلغازی

جاولی نے موصل سے روانہ ہونے کے وقت قمص کو ساتھ لیا (یہ قمص وہی ہے جس کو سقمان نے گرفتار کیا تھا۔ اور چکرمش نے سقمان سے لے لیا تھا) نصیبین پہنچا، ایلغازی بن ارتق والیٔ نصیبین سے سلطان محمد کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی، ایلغازی نے انکاری جواب دیا اور اپنے بیٹے کو فوج کے ساتھ نصیبین میں چھوڑ کر ماردین کی طرف روانہ ہو گیا جاولی کو اس کی خبر لگ گئی، وہ بھی ایلغازی کے پیچھے پیچھے چلا، ماردین میں پہنچ کر تن تنہا ایلغازی کے پاس گیا، مجبوراً ایلغازی نے جاولی کی موافقت کی اور اس کے ہمراہ نصیبین آیا، نصیبین سے روانہ ہو کر سنجار پہنچ کر محاصرہ کر دیا، اہل سنجار نے شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا مقابلہ پر تل گئے، اس کے بعد ایک روز ایلغازی کو موقع مل گیا، جاولی محاصرہ سنجار پر چھوڑ کر رات کے وقت نصیبین بھاگ آیا جاولی، سنجار کا محاصرہ اٹھا کر رحبہ چلا گیا۔

قمص بردویل کی رہائی

رحبہ کے قریب پہنچ کر جاولی نے قمص بردویل کو پانچ برس کے بعد ایک کثیر رقم لے کر ان شرائط سے رہا کیا:۔

(۱) جس قدر مسلمان قیدی ہوں وہ رہا کر دیئے جائیں۔

(۲) بوقت ضرورت جس وقت طلب کیا جائے امداد کو آ جائے۔ جب جاولی اور قمص میں باہم مصالحت

ہو گئی تو جاولی نے قمص کو سالم بن مالک والئ قلعۂ جبر کے پاس بھیجا، قلعہ سپرد کرنے کا پیام دیا، سالم نے قلعہ حوالہ کر دیا، اتنے میں قمص کا خالہ زاد بھائی "جوسلین" والئ تل باشر جو کہ مسیحی سرداروں میں سے ایک نامور شخص تھا آ گیا۔ یہ بھی قمص کے ساتھ گرفتار ہو گیا تھا۔ لیکن بیس ہزار فدیہ دے کر رہا ہو گیا تھا۔ اس کے آتے ہی قمص، انطاکیہ کی طرف روانہ ہو گیا اور جوسلین بطور ضمانت قلعہ جبر میں رہ گیا۔ اس کے بعد جاولی نے قلعہ جبر کو جوسلین سے لے لیا اور جوسلین کی جگہ اس کے اور قمص کے سالوں کو ضمانت میں لے کر جوسلین کو بقیہ شرائط رہائی پوری کرنے کے لئے قمص کے پاس روانہ کیا۔

قمص، جوسلین اور طنکری کی جنگ

جس وقت قمص انطاکیہ پہنچا، والئ انطاکیہ طنکری نے تیس ہزار دینار، گھوڑے اور بے شمار آلات حرب پیش کئے، الرہا اور سروج وغیرہ قمص کے قبضہ میں تھا، لیکن جس وقت قمص گرفتار کر لیا گیا تھا اس وقت طنکری نے الرہا وغیرہ کو قمص کے افسروں سے چھین لیا تھا، قمص نے واپسی کا مطالبہ کیا، طنکری نے ٹکا سا جواب دیدیا، قمص ناراض ہو کر تل باشر چلا گیا، اتنے میں جوسلین آ پہنچا، عیسائیوں کو اس سے بے حد مسرت ہوئی، سارا شہر چراغاں کیا گیا، طنکری نے یہ خیال کر کے کہ اگر ان دونوں کو قوت حاصل ہو گئی تو سخت خطرے کا سامنا ہو گا قمص اور جوسلین کا محاصرہ کر لیا۔ چند دن تک محاصرہ کئے رہا، قمص اور جوسلیس نے موقع پا کر طنکری والئ انطاکیہ کے مقبوضہ قلعوں پر حملہ کر دیا ابوہیل ارمنی نے ایک ہزار سوار، قمص کی امداد پر بھیج دیئے، قمص، جوسلین اور طنکری میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، خونریزی کا دروازہ کھل گیا، پوپ اور پادریوں کی ایک جماعت نے درمیان میں پڑ کر باہم جنگ کرنے سے دونوں فریقوں کو روکا، بیمند (طنکری کا ماموں) بھی آ گیا۔ پوپ نے طنکری کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ الرہا وغیرہ قمص کو واپس دیا جائے، چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق ۹ رصفر ۵۰۲ھ میں الرہا وغیرہ قمص کو واپس دیا گیا۔

اس فیصلہ کے بعد قمص نے فرات عبور کیا اور حسب شرائط رہائی، مال مقررہ کا اکثر حصہ اور مسلمان قیدیوں کو جاولی کے پاس بھیج دیا۔

جاولی کی روانگی رحبہ

قمص کو رہا کر کے جاولی، رحبہ کی طرف چلا گیا، ابوالنجم بدران اور ابوکامل منصور پسران صدقہ اپنے باپ کے قتل کے بعد سے سالم بن مالک کے پاس مقیم تھے، ان دونوں نے جاولی سے امداد کی درخواست کی۔ جاولی نے ان کی پشت پناہی کے لئے ان کے ساتھ حلہ چلنے کا وعدہ کیا اور سب کے سب ابوالغازی تکین کو اس مہم کا سردار بنانے پر متفق ہوئے، ابھی روانگی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ اصبہبد صباور آ پہنچا، سلطان محمد نے اسے رحبہ کی حکومت عنایت کی تھی۔ اس نے جاولی کو رائے دی کہ "تم عراق کی طرف بڑھنے کے بجائے شام کا قصد کرو۔ اس وقت شام، لشکر اسلام سے خالی ہو گیا ہے اور عیسائیوں کی چیرہ دستی روز بروز ترقی پر ہے، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں سلطان محمد سے آئندہ کسی خطرے کا اندیشہ نہ رہے گا" جاولی نے اس رائے کو پسند کیا، سامان جنگ درست کر کے رحبہ سے روانہ ہو گیا۔

جاولی کا رقہ کا محاصرہ

اس کے بعد جاولی کے پاس سالم بن مالک والی قلعہ جعبر کا قاصد پہنچا، سالم نے بنی نمیر کی زیادتی کی شکایت لکھی تھی اور امداد کا خواستگار ہوا تھا، واقعہ یہ تھا کہ بنی نمیر نے بصرہ سے علی بن سالم والی رقہ پر حملہ کیا تھا اور علی بن سالم کو قتل کر کے رقہ پر قبضہ کر لیا تھا، ملک رضوان یہ خبر پا کر حلب سے رقہ کی طرف روانہ ہوا لیکن بنی نمیر نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ چنانچہ ملک رضوان واپس آیا" جاولی نے ملک شام جانے کے بجائے بنی نمیر کی سرکوبی کے لئے رقہ کی طرف کوچ کر دیا، ستر دن تک بنی نمیر کا رقہ میں محاصرہ کئے رہا، بنی نمیر نے تنگ ہو کر مصالحت کی درخواست کی، بہت سا مال و اسباب اور گھوڑے دے کر جاولی سے صلح کر لی، جاولی نے محاصرہ اٹھا لیا اور سالم کو معذرت نامہ لکھ بھیجا۔

جاولی اور ایلغازی

اسی اثنا میں حسین بن اتابک قطلغ تکین فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ جاولی کے پاس پہنچ گیا، حسین کا باپ گنجہ میں سلطان محمد کا اتابک تھا سلطان محمد نے کسی بات پر ناراض ہو کر قطلغ تکین کو قتل کر ڈالا، حسین، سلطان محمد کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے تسلی دی اور اپنے خاص ہم نشینوں میں داخل کر لیا۔ پھر جب عیسائیوں کی چیرہ دستی کی

خبر اسے سننے میں آئی تو فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ جاولی کے پاس بھیجا۔ تاکہ دربار شاہی کے ساتھ جاولی کے تعلقات خوش گوار ہو جائیں اور اس شاہی لشکر کو جو کہ موصل کا حصار کئے ہوئے ہے عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے فخر الدولہ ابن عمار کے ساتھ روانہ کردے، جاولی نے بطیب خاطر اسے قبول کیا اور حسین سے کہا: "تم موصل جا کر لشکر موصل کو عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کرو میں اپنے لڑکے کو بطور ضمانت تمہارے حوالہ کرتا ہوں، ملک کا نظم و نسق اس شخص کے قبضۂ اقتدار میں رہے گا جو سلطان محمد کی طرف سے مامور ہوگا" حسین جاولی سے رخصت ہو کر اس سے قبل کہ موصل فتح ہو موصل پہنچا۔ شاہی لشکر کو عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے کوچ کا حکم دیا تمام سرداران لشکر نے اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن امیر مودود نے تعمیل سے انکار کیا اور یہ کہا کہ "میں بغیر اجازت سلطان محمد، موصل سے کوچ نہیں کروں گا" چنانچہ امیر مودود، موصل کا محاصرہ کئے رہا یہاں تک کہ موصل کو فتح کر لیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

حسین ابن قطلغ تکین، سلطان کی خدمت میں واپس آیا، اور جاولی کی طرف سے نہایت خوبی سے نیازمندانہ عرض و معروض کیا جس سے سلطان محمد کا دل صاف ہو گیا۔

اس کے بعد جاولی نے شہر بالس کی طرف کوچ کیا اور اسے ملک رضوان بن تتش کے ملازموں کے قبضہ سے نکال لیا، شہر بالس کے رہنے والوں کی ایک جماعت کو قتل کیا، جس میں قاضی محمد بن عبدالعزیز بن الیاس مشہور فقیہ بھی تھے، یہ نہایت نیک مزاج اور متقی شخص تھے۔

ملک رضوان اور جاولی

اس واقعہ کی خبر ملک رضوان بن وفاق کو پہنچی، آگ بگولا ہو گیا، فوجیں مرتب کر کے جاولی سے جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا، طنکری والی انطاکیہ کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، امداد کی درخواست کی، طنکری اپنی فوجیں لے کر رضوان کی کمک پر آگیا، جاولی نے بھی قمص کے پاس امداد و اعانت کا پیام بھیجا اور جس قدر زر فدیہ اس کے ذمہ باقی تھا اسے معاف کر دیا۔ چنانچہ قمص اپنی فوج کے ساتھ جاولی کی کمک پر آپہنچا، جاولی اس وقت منبج میں تھا، اتنے میں یہ خبر پہنچ گئی کہ موصل پر امیر مودود اور شاہی لشکر نے قبضہ

کر لیا ہے، اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ جاولی کا تمام کارخانہ درہم برہم ہوگیا، اکثر ہمراہیوں نے ساتھ چھوڑ دیا زنگی بن اقسنقر اور بکتاش نہاوندی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ اصبہند صباوا، بدران بن صدقہ اور ابن چکرمش باقی رہ گئے، اتفاق سے رضاکاروں کا ایک گروہ جاولی کی کمک پر آ گیا جس سے جاولی کے قدم میدانِ جنگ میں جم گئے تل باشر پر پڑاؤ کیا، ملک رضوان بھی مع طنکری کے آ گیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ عنوان جنگ ایسا تھا کہ ملک رضوان کو شکست ہوتی نظر آ رہی تھی، سوءِ اتفاق سے جاولی کے رکاب کی فوج، ملک رضوان کے مفرور گروہ کے تعاقب میں بڑھی، جاولی نے اسے واپس کرنا چاہا، چونکہ ہلڑ مچا ہوا تھا، اس لئے جاولی کی کوشش بے کار ثابت ہوئی مجبوراً میدانِ جنگ سے قدم ڈگمگا گئے، شکست اٹھا کر بھاگا۔ اصبہذ صباوا، شام کی طرف چلا گیا، بدران بن صدقہ نے قلعہ جعبر کا راستہ لیا، ابن چکرمش نے جزیرہ ابن عمر میں جا کر دم لیا، بہت سے مسلمان مارے گئے، والیٔ انطاکیہ نے جاولی کے لشکرگاہ کو لوٹ لیا، قمص اور جوسلین تل باشر کی طرف بھاگے، ان دونوں عیسائی امراء نے مسلمانوں سے اچھے سلوک کئے، جو مسلمان شکست پا کر ان کے پاس آتا تھا، اس کی عزت کرتے تھے زخمی ہوتا تھا تو اس کا علاج کراتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، برہنوں کو کپڑے پہناتے اور زادِ راہ دے کر ان کے وطن پہنچا دیتے تھے۔

جاولی دربار شاہی میں

اس شکست کے بعد جاولی، رحبہ چلا گیا، گنتی کے چند سوار اس کی رکاب میں تھے، اتفاق یہ کہ امیر مودود والی موصل کا ایک دستہ فوج، رحبہ کے گرد و نواح پر شب خون مارنے کے لئے آ گیا، "جاولی کو اپنی گرفتاری کا خطرہ پیدا ہوا۔ یہ رائے قائم کی کہ سوائے بارگاہ سلطانی کے مجھے کہیں پناہ نہ ملے گی، حسین بن قطلغ تکین سے میرے مراسم اتحاد قائم ہیں وہ سلطان سے میری سفارش ضرور کرے گا" چنانچہ نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے قریب اصفہان، لشکرگاہ سلطان میں حاضر ہوا، حسین بن قطلغ تکین کے یہاں قیام کیا اپنی غم بھری داستان سنائی۔ حسین، جاولی کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان نے بعزت و احترام ملاقات کی اور اس سے بکتاش بن تکش کو لے کر

اصفہان میں قید کر دیا۔

عیسائی اور مسلمانوں کی جنگ

۵۰۵ھ میں سلطان محمد نے امیر مودود والئ موصل کو عیسائیوں کی جنگ پر مامور فرمایا۔ سقمان قطبی والی دیار بکر و آرمینیہ ایاکی (ایلبکی) وزنگی پسران برسق والیان ہمدان، امیر احمد بک والئ مراغہ، ابوالہیجار والئ اربل اور امیر ابو الغازی والئ ماردین کو امیر مودود کی امداد کا حکم دیا، امیر ابوالغازی بذات خود اس جنگ پر نہیں گیا تھا بلکہ اپنے بیٹے "ایاز" کو اپنی جگہ بھیج دیا تھا، چنانچہ مجاہدین اسلام سیلاب کی طرح سنجار کی طرف بڑھے، عیسائیوں کے چند قلعے فتح کئے۔ شہر الرہا پر محاصرہ کیا، مدتوں محاصرہ کئے رہے، الرہا والے برابر مقابلہ کرتے رہے، قرب وجوار کے عیسائی امراء یہ سن کر اپنی اپنی فوجیں لے کر دوڑ پڑے، فرات عبور کر کے الرہا کو بچانے کی کوشش کی، لیکن لشکر اسلام کی کثرت اور رعب وداب نے انھیں فرات عبور کرنے سے روک دیا، فرات پر ٹھہر گئے، مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی فرات کو عبور کر کے میدان میں آجائیں الرہا کو چھوڑ کر حران کی طرف کوچ کر دیا جوں ہی مسلمانوں نے الرہا کا محاصرہ اٹھایا، عیسائی امراء الرہا میں داخل ہو گئے، رسد و غلہ اور روزمرہ کی تمام ضروریات کا کافی ذخیرہ الرہا میں جمع کر کے فرات کی جانب واپس ہوتے اور اسے جانب شامی سے عبور کر کے حلب کے مضافات پر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔

محاصرہ تل باشر

عساکر اسلامیہ نے الرہا کا محاصرہ اٹھانے میں سخت غلطی کی۔ اہل الرہا میں محاصرے کی شدت کے باعث مقابلے کی قوت نہ رہی تھی اور نہ ان کے پاس غلہ کا ذخیرہ باقی رہا تھا، الرہا صبح و شام میں فتح ہو جاتا۔ لیکن ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن کا مضمون ہوا، عیسائیوں کی واپسی الرہا اور فرات کو عبور کرنے کی خبر سن کر شاہی لشکر الرہا کی طرف واپس لوٹا، اور پہنچتے ہی اسے گھیر لیا، اب کیا تھا، الرہا اب وہ الرہا نہ رہا تھا شہر پناہ کی فصیلوں پر جنگی سپاہیوں کا پہرہ، غلہ اور ضروریات کا کافی ذخیرہ موجود ہو گیا تھا۔ فوج بھی کثرت سے موجود تھی۔ چونکہ کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ محاصرہ اٹھا کر قلعہ تل باشر پر پہنچ کر

محاصرہ کیا، پینتالیس۴۵ دن تک قلعہ تل باشر کا محاصرہ کئے رہا، جب کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو بہ مجبوری قلعہ تل باشر کا سے بھی محاصرہ اٹھا لیا، حلب میں داخل ہونے کا قصد کیا، ملک رضوان نے شہر پناہ کے دروازے بند کردیئے، ملنے سے انکار کردیا، سقمان قطبی کا بالبس میں انتقال ہوگیا۔ اس کے ہمراہی اس کا تابوت لے کر اس کے شہر واپس ہوئے، اثنار راہ میں ایلغازی بن ارتق نے ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی، فریقین میں دو دو ہاتھ چل گئے، ان لوگوں نے ایلغازی کو شکست دی۔ ایلغازی اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔

عیسائیوں کی بلاد اسلامیہ پر پیش قدمی و مراجعت

ان واقعات کے بعد ابن برسق علیل ہوگیا، امیر احمد بک والی مراغہ، سلطان محمد کی خدمت میں سقمان قطبی کے مقبوضات حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوا، قطلغ تکین والی دمشق نے امیر مودود سے میل جول پیدا کرلیا، امیر مودود اس کے ساتھ نہر عاصی پر اتر پڑا، اس سے لشکر اسلام منتشر ہوگیا، عیسائیوں کو اس کی اطلاع ہوئی، مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہوگئے، فوجوں کو مرتب کیا اور بلاد اسلامیہ کی تسخیر کے ارادے سے فامیہ کی طرف روانہ ہوئے سلطان بن منقذ والی شیرز یہ خبر سن کر امیر مودود اور قطلغ تکین کے پاس پہنچا، دونوں کو نصیحت و ملامت کی، عیسائیوں سے جہاد پر ابھارا، چنانچہ امیر مودود، قطلغ تکین اور سلطان بن منقذ شیرز آگئے، ڈیرے ڈال دیئے، مورچے قائم کئے۔ عیسائیوں کے لشکر نے بھی ان کے مقابلہ پر پہنچ کر پڑاؤ کیا، لیکن مسلمانوں سے کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ جنگ کے بغیر فامیہ کی جانب لوٹ گئے۔

امیر مودود کا الرہا پر جہاد

۵۰۶ھ میں امیر مودود نے الرہا اور سروج پر جہاد کی غرض سے پھر فوج کشی کی، پہنچتے ہی الرہا اور سروج کے گردو نواح کو زیر و زبر کرنے لگا، عیسائیوں کو اس سے سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں، جوسلین والی تل باشر نے موقع پاکر عساکر اسلامیہ پر ایک روز حملہ کردیا، چند بار برداری کے اونٹ اور خچر پکڑ کرلے گیا، عساکر اسلامیہ نے یہ سن کر حملہ کی تیاری کی، جوسلین مقابلہ پر نہ آیا اور بھاگ گیا۔

معرکہ طبریہ

چونکہ آخر ۵۰۶ھ میں بغدوین بادشاہ بیت المقدس اطراف دمشق پر کئی مرتبہ حملے کر چکا تھا، اس وجہ سے قطلغ تکین والئ دمشق کی تحریک سے امراء اسلام میں پھر ایک جوش پیدا ہوا، چنانچہ ۵۰۷ھ میں امیر مودود والی موصل، تمیرک والی سنجار، امیر ایاز بن ایلغازی اور قطلغ تکین والئ دمشق نے متحدہ قوت سے عیسائیوں کے مقبوضات کی طرف جہاد کے ارادے سے قدم بڑھایا۔ فرات عبور کر کے بیت المقدس کی تسخیر کے ارادے سے قدم بڑھایا۔ فرات عبور کر کے بیت المقدس کی تسخیر کے ارادے سے کوچ کیا، بغدوین کو اس کی اطلاع ہوئی، جوسلین والئ تل باشر بھی اس کے ہمراہ تھا، اردون میں عیسائیوں نے پڑاؤ کیا، طبریہ کے قریب دونوں فریقوں نے صف آرائی کی، معرکہ کارزار گرم ہو گیا، عیسائیوں کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ ایک بڑا گروہ مارا گیا۔ بہت سے دریائے طبریہ اور بہر اردن میں ڈوب کر مر گئے، لشکر اسلام نے ان کے کیمپ اور کمسریٹ کو لوٹ لیا۔

امیر مودود کا قتل

عیسائیوں کا شکست خوردہ لشکر، طرابلس اور انطاکیہ کے عیسائی لشکر سے جا ملا اپنی غم بھری داستان انہیں سنا کر امداد و اعانت کا خواستگار ہوا، انھوں نے نہایت جوش اور مسرت سے مفرور عیسائیوں کی درخواست قبول کی اور سب کے سب متفق ہو کر جنگ کے ارادے سے واپس ہوئے، جبل طبریہ کے دامن میں صف آرا ہوئے، عساکر اسلامیہ نے عیسائی لشکر کا محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی، چھبیس (۲۶) یوم تک محاصرہ کئے رہے مگر کوئی عیسائی سورما کھلے میدان جنگ میں جنگ کے لئے نہ نکلا، عساکر اسلامیہ نے محاصرہ اٹھا کر عیسائی مقبوضات میں عکا سے بیت المقدس تک غارت گری شروع کر دی، گاؤں، قصبات اور شہروں کو تاراج کیا۔ جو عیسائی برسرِ مقابلہ آیا، مار ڈالا، کسی عیسائی سردار کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

۱؎ مضمون ما بین خطوط ہلالی میں نے تاریخ کامل سے اخذ کیا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ لیدن

لشکر اسلام مظفر و منصور دمشق پہنچا، امیر مودود نے فوجیوں کو آرام لینے کی غرض سے انھیں ان کے وطنوں کی طرف جانے کی اجازت دی اور بغرض جہاد، آئندہ سال واپسی کا حکم دیا۔ خود قطلغ تکین کے پاس دمشق میں ٹھہر گیا، جامع دمشق میں جمعہ پڑھنے کو گیا تھا، جمعہ پڑھ کر قطلغ تکین کے ساتھ ہاتھ سے ہاتھ ملائے ہوئے جوں ہی صحن میں آیا ایک باطنی نے پہنچ کر چار کاری زخم لگائے جس کے صدمہ سے اسی دن شام ہوتے ہوتے پیام اجل کو لبیک کہکر سفر آخرت اختیار کیا۔ قاتل اسی وقت گرفتار کر لیا گیا تھا، قطلغ تکین نے اسی دن امیر مودود کے قصاص میں اسے بھی قتل کر ڈالا۔

آقسنقر برسقی

سلطان محمد کو اس افسوس ناک واقعہ کی اطلاع ہوئی، موصل اور اس کے صوبہ پر آقسنقر برسقی کو ۵۰۸ھ میں مامور کیا، اپنے بیٹے ملک مسعود کو ایک عظیم فوج کے ساتھ آقسنقر برسقی کے ہمراہ موصل روانہ فرمایا اور عیسائیوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا، بلاد اسلامیہ کے حکمرانوں کو آقسنقر کی اطاعت و امداد کی ہدایت و تاکید کی۔ آقسنقر برسقی کوچ و قیام کرتا ہوا موصل پہنچا، حسب فرمان شاہی چاروں طرف سے اسلامی فوجیں آکر جمع ہو گئیں، عماد الدین زنگی بن آقسنقر (پدر سلطان نور الدین محمود فاتح جزیرہ و شام) اور تمیر والی سنجار بھی آگئے، آقسنقر برسقی نے عساکر اسلامیہ کو مرتب کر کے جزیرہ ابن عمر کی طرف کوچ کیا، امیر مودود کے باپ نے اطاعت قبول کی، شہر حوالہ کر دیا اس کے بعد آقسنقر برسقی ماردین پہنچا، ابو الغازی والیٔ ماردین نے حسب ارشاد، سلطان اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے بیٹے ایاز کو مع فوج، آقسنقر برسقی کے ہمراہ روانہ کیا۔ آقسنقر برسقی نے اندرونی معاملات سے فراغت حاصل کر کے الرہا پر پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ دو مہینے تک محاصرہ کئے رہا۔ زمانہ محاصرہ میں عیسائیوں سے لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن کوئی نتیجہ خیز جنگ نہ ہوئی، رسد کی کمی کی وجہ سے آقسنقر برسقی کو محاصرہ اٹھا لینا پڑا۔ شمیشاط کی طرف چلا گیا۔

ان لڑائیوں اور زمانہ محاصرہ الرہا میں الرہا، سروج اور شمیشاط کے مضافات و اضلاع، لشکر اسلام کی غارت گری کی نذر ہو گئے، دیہات، قصبات اور شہر اجڑ گئے۔

عیسائیوں کا ترک وطن و روانگی انطاکیہ

اسی اثناء میں کراسک عیسائی بادشاہ مرعش، کیسوم

اور رعایاں کا انتقال ہوگیا تھا، اس کی بیوہ، لشکر اور حکومت پر قابض ہو گئی تھی، برستقی کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا، اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار کیا، برستقی نے بھی اپنا سفیر روانہ کیا، بیوہ کراسک نے برستقی کے سفیر کی عزت کی، نذرانے اور تحائف دے کر برستقی کی خدمت میں واپس کیا، اس واقعہ سے بہت سے عیسائی ترک وطن کر کے انطاکیہ چلے گئے۔

ایاز بن ابوالغازی کی گرفتاری و رہائی

اس کے بعد برستقی نے ایاز بن ابوالغازی کو اس وجہ سے کہ ابوالغازی نے برستقی کے حکم کی تعمیل نہیں کی تھی گرفتار کر لیا ابوالغازی کو اس کی اطلاع ہو گئی، فوجیں مرتب کر کے برستقی سے جنگ کرنے کے لئے کوچ کر دیا، چنانچہ ابوالغازی اور برستقی سے معرکہ آرائی ہوتی، برستقی شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، ابوالغازی نے اپنے بیٹے ایاز کو قید سے چھڑا لیا جیسا کہ آپ ابوالغازی کے سلسلہ حکومت کے تذکرے میں پڑھیں گے۔

ابوالغازی کی گرفتاری

سلطان محمد نے ابوالغازی کو اس حرکت پر عتاب آموز خط لکھا، انجام کار اور شاہی قوت کی دھمکی دی، ابوالغازی بخوف سلطان، قطلغ تکین والئ دمشق کے پاس چلا گیا۔ والئ دمشق قطلغ تکین اور عیسائی امراء شام نے باہم ایک دوسرے کی امداد کی قسمیں کھائیں۔ ابوالغازی دیار بکر کی طرف واپس ہوا۔ قرجان بن قراجہ والی حمص کو اس کی خبر لگ گئی، اچانک موت کی طرح ابوالغازی کے سر پر پہنچ گیا، ابوالغازی کے ہمراہی چند روز آرام کرنے کی غرض سے اپنے اپنے شہروں کو چلے گئے تھے، چند سوار اس کی رکاب میں باقی رہ گئے تھے، قرجان کو اس ارادے میں کامیابی ہوئی، ابوالغازی کو گرفتار کر لیا قطلغ تکین والئ دمشق اس خبر سے آگاہ ہو کر اپنی فوج کے ساتھ دوڑ پڑا۔ قرجان کو ابوالغازی کی رہائی کا پیام بھیجا۔ قرجان نے انکاری جواب دیا اور یہ کہلا بھیجا، "اگر قطلغ تکین الٹے پاؤں واپس نہ جائے گا تو میں ابوالغازی کو قتل کر ڈالوں گا۔ آئندہ جو کچھ ہونا ہوگا ہوگا۔ قطلغ تکین دمشق کی جانب واپس ہوا۔

ابوالغازی کی رہائی

قرجان نے ان واقعات کی دربار شاہی میں اطلاع کر دی تھی اور حکم کا

انتظار کر رہا تھا، اتفاق سے جواب آنے میں تاخیر ہوئی اس وجہ سے ابوالغازی سے قسم لے کر اور اس کے بیٹے ایاز کو بطور ضمانت کے اپنے قبضہ میں کر کے رہا کر دیا۔ چنانچہ ابوالغازی قید سے رہا ہو کر حلب گیا اور ترکمانوں کو جمع کر کے قرجان کا محاصرہ کر لیا۔ اپنے بیٹے ایاز کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اتنے میں شاہی لشکر آ گیا۔

ابوالغازی اور قطلغ تکین کی بغاوت

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ابوالغازی اور قطلغ تکین والئ دمشق نے سلطان محمد کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا اور عیسائیوں کی قوت مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت بڑھ گئی تھی، سلطان محمد نے اس کا احساس کر کے ایک بڑی فوج جس کا سپہ سالار "امیر برسق" والئ ہمدان تھا ابوالغازی، قطلغ تکین کو ہوش میں لانے اور عیسائیوں پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کی، اس مہم میں امیر جیوش بک، امیر کشنرہ، موصل اور جزیرہ کا شاہی لشکر بھی شریک تھا، ماہِ رمضان ۵۰۸ھ میں یہ لشکر روانہ ہوا، دریائے فرات کو "رقہ" کے قریب سے عبور کر کے "حلب" پہنچا۔ لولو خادم والئ حلب اور سپہ سالار لشکر حلب "شمس الخواص" سے حلب کو سپرد کرنے کا مطالبہ کیا، شاہی فرمان دکھلایا، خادم اور شمس الخواص نے بظاہر حیلہ حوالہ سے ٹالا اور خفیہ طور سے ابوالغازی اور قطلغ تکین یہ واقعات لکھ بھیجے، امداد کے لئے بلایا۔ چنانچہ ابوالغازی اور قطلغ تکین دو ہزار سواروں کی جمعیت سے آ گیا۔ اہل حلب نے شہر حوالہ کرنے اور شاہی فرمان کی تعمیل سے انکار کر دیا، برسق نے شاہی افواج کو حماۃ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ حماۃ "قطلغ تکین" کے دائرۂ حکومت میں تھا، برسق نے بزور تیغ اس کو فتح کر کے حسب فرمان[1] سلطان قرجان والئ حمص کو دے دیا۔ یہ امر امرائے لشکر کو ناگوار گزرا۔

---

[1] سلطان محمد نے یہ حکم دیا تھا کہ اس مہم میں جتنے شہر فتح ہوں وہ سب قرجان کو دیئے جائیں ۱۲ منہ رحمۃ اللہ

قلعہ فامیہ کا محاصرہ

جب "حماۃ" قرجان کو دے دیا گیا تو ایاز ابن ابو الغازی نے اپنے بیٹے کو ضمانت کے طور پر قرجان کے حوالہ کر دیا۔ ابو الغازی، قطلغ تکین اور شمس الخواص شاہی لشکر کے مقابلہ میں امداد حاصل کرنے کی غرض سے انطاکیہ چلے گئے بردوبل والیٔ انطاکیہ سے امداد طلب کی۔ اسی اثنا میں اتفاق سے بغدوین والیٔ قدس شریف اور والیٔ طرابلس وغیرہ عیسائی سلاطین بھی انطاکیہ میں آ گئے۔ لشکر اسلام سے جنگ کرنے کی بابت مشورہ ہوا۔ یہ رائے قرار پائی "کہ اس وقت مسلمانوں سے جنگ نہ کی جائے، قلعہ فامیہ میں چل کر قیام کیا جائے، اور جب موسم سرما آ جائے اور لشکر اسلام موسم سرما کی وجہ سے متفرق ہو جائے تو مسلمانوں پر حملہ کیا جائے" دو ماہ تک اس قرارداد کے مطابق قلعہ فامیہ میں ٹھہرے رہے، موسم سرما آ گیا۔ لیکن اسلامی عساکر موسم سرما میں متفرق نہ ہوئے اس سے عیسائیوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا، اپنے ارادوں اور تمناؤں کا خون کر کے اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئے۔ ابو الغازی، ماردین کی جانب اور قطلغ تکین دمشق کی جانب واپس گیا۔ عساکر اسلامیہ نے کفرطاب (عیسائی مقبوضات) کی طرف حرکت کی، پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا، اور بزور تیغ قبضہ کر کے والی کفرطاب کو گرفتار کر لیا باقی ماندہ عیسائی جنگ آوروں کو قتل کر ڈالا اس کے بعد قلعہ فامیہ پر حملہ آور ہوئے۔ اہل قلعہ نے دروازہ بند کر لیا، قلعہ نہایت مضبوط تھا کسی طرف سے حملہ کرنے کا موقع نہ ملا۔

عیسائیوں کی غارت گری

فامیہ سے ناامید ہو کر معرۃ کی طرف واپس ہوا، معرۃ بھی عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ جیوش بک عساکر اسلامیہ سے علیحدہ ہو کر مراغہ کی طرف گیا اور بزور تیغ اس پر قبضہ کر لیا، بقیہ اسلامی لشکر معرہ سے حلب چلا آیا۔ حسب دستور تمام اسباب اور خیموں کو آگے روانہ کرایا تھوڑی سی فوج حفاظت کی غرض سے ساتھ تھی، بقیہ فوج متفرق طور پر بے خوف و خطر کوچ کر رہی تھی، بردویل والیٔ انطاکیہ، کفرطاب کے محاصرہ کی خبر سن کر پانچ سو سوار اور دو ہزار پیادوں کی جمعیت سے

کفر طاب کی امداد کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کو اس کی خبر نہ تھی، بردویل ہی کے لشکر کے قریب پڑاؤ کر دیا، بردویل کو موقع مل گیا، فوراً حملہ کر دیا۔ تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ محافظوں اور غلاموں کو قتل کیا اور جیسے جیسے اسلامی لشکر متفرق طور پر آتا گیا۔ تہ تیغ کرتا گیا، ان واقعات کے اثناء میں "امیر برسق" بھی آپہنچا، مسلمانوں کو خاک و خون پر لوٹتا ہوا دیکھ کر بھڑک اٹھا شمشیر بکف ہو کر لڑنے پر تیار ہو گیا، لیکن اپنے بھائیوں کے اصرار سے مجبور ہو کر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جنگ سے اعراض کر کے کوچ کر دیا، عیسائیوں نے ایک کوس تک تعاقب کیا، جب "امیر برسق" ہاتھ نہ آیا تو واپس آئے چاروں طرف سے مسلمانوں پر مار دھاڑ شروع کر دی اور بے گناہوں کو قتل کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

امیر برسق کی وفات

ایاز بن ابو الغازی کے مسلمان محافظوں نے یہ رنگ دیکھ کر ایاز کو قتل کر ڈالا، حلب اور دیگر بلاد اسلامیہ کے رہنے والے لشکر اسلام کا یہ حال سن کر بخوف جان و آبرو، ترک وطن کر کے اسلامی شہروں میں چلے آئے، فتح یابی اور امداد سے نا امید ہو گئے، بقیہ عساکر اسلامیہ شکست کھا کر اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گیا، برسق اور اس کا بھائی زنگی اپنی امیدوں اور تمناؤں کو اپنے اپنے سینوں میں لئے ہوئے ۵۱۰ھ میں ملک عدم کو روانہ ہو گئے۔

جیوش بک اور مسعود بن سلطان محمد کی موصل پر حکومت

ان واقعات کے ختم ہونے پر سلطان محمد نے موصل اور ان شہروں کی حکومت "امیر جیوش بک" کو عنایت کی جو آقسنقر برسقی کے زیر حکومت تھے۔ اور اپنے بیٹے مسعود کو اس حکومت میں شریک کر کے "امیر جیوش" کے ہمراہ روانہ کیا۔ برسقی نے رحبہ میں قیام اختیار کیا، یہ بھی اس کے مقبوضات میں تھا۔ یہاں تک کہ سلطان محمد نے وفات پائی۔

جاولی سقاوا اور سلطان محمد

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جس وقت جاولی سقاوا، سلطان محمد کی خدمت میں باریاب ہوا، سلطان محمد اُس سے راضی

ہو گیا، اسے ملک فارس کی سند حکومت عطا کی، اپنے بیٹے جعفری بک کو جس نے حال ہی میں رضاعت کا زمانہ پورا کیا تھا اس کے ہمراہ روانہ کیا اور یہ اقرار لیا کہ ملک فارس کی ہر طرح سے اصلاح کی جائے گی، مفسدوں اور باغیوں کی سرکوبی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے گا۔

جاولی کا قلعہ اصطخر پر قبضہ

جاولی سقاوا، سلطان سے رخصت ہو کر فارس کی طرف روانہ ہوا، امیر بلداجی کے مقبوضہ بلاد سے ہو کر گزرا، امیر بلداجی سلطان ملک شاہ اول کے مخصوص غلاموں سے تھا، کلیل، سرماۃ اور قلعہ اصطخر وغیرہ پر قابض ہو رہا تھا جاولی سقاوا نے جعفری بک سے ملنے کی غرض سے بلداجی کو بلا بھیجا، جوں ہی بلداجی، جعفری بک کی خدمت میں حاضر ہوا، جعفری بک جیسا کہ جاولی سے اسے سکھا رکھا تھا بول اٹھا "اسے پکڑ لو" جاولی سقاوا نے اسی وقت بلداجی کو گرفتار کر لیا، مال و اسباب کو لوٹ لیا، بلداجی کا بہت بڑا ذخیرہ اور خزانہ اس کے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ اصطخر میں تھا، قلعہ اصطخر کی محافظت پر اس کا وزیر جیمی مامور تھا۔ بلداجی کی گرفتاری سن کر باغی ہو گیا، بلداجی کے اہل و عیال کو قلعہ سے نکال کر بلداجی کے پاس بھیج دیا اور قلعہ پر خود قابض ہو گیا، جب جاولی سقاوا نے ملک فارس پر تسلط حاصل کر لیا تو قلعہ اصطخر کو بھی جیمی کے قبضہ سے نکال لیا۔ اپنا خزانہ اور ذخیرہ اس میں محفوظ کر دیا۔

جاولی اور حسین بن مبارز

اس کے بعد جاولی سقاوا نے "حسین بن مبارز" امیر شوانکارہ اکراد و والئ فسا کو طلبی کا خط روانہ کیا، حسین نے جواباً لکھا "میں سلطان کا خادم ہوں، مجھے حاضری میں عذر نہیں ہے۔ لیکن جو برتاؤ آپ نے امیر بلداجی کے ساتھ کیا ہے وہ مجھے معلوم ہے اس خطرے کے خیال سے میں حاضری سے معذور ہوں" جاولی سقاوا نے اس مراسلہ کو دیکھ کر واپسی کا حکم دے دیا۔ قاصد نے واپس ہو کر حسین کو جاولی کی واپسی سے مطلع کیا، حسین نے بے حد خوشی منائی، جاولی تھوڑی دور چل کر لوٹ پڑا

اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے حسین کے سر پر پہنچ گیا، حسین سے کچھ بنائے نہ بنی، بھاگ نکلا قلعہ عمدالج میں جاکر پناہ لی۔

جاولی کی فتوحات

جاولی نے اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرلیا، مال واسباب پر قابض ہوگیا۔ اس کے بعد شہر لسنا کی طرف کوچ کیا، اہل لسنا نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے، شہر حوالہ کردیا، جاولی نے لسنا پر قبضہ کر کے ملک فارس کے اکثر شہروں کو اپنے دائرہ حکومت میں داخل کرلیا۔ انہی میں "جہرم" تھا۔ پھر حسین کا قلعہ عمدالج پر جاکر محاصرہ کرلیا، مدتوں محاصرہ کئے رہا۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو شیراز کی جانب واپس ہوا اور کچھ عرصہ قیام کر کے گازرون پر حملہ کیا اور اس پر بھی بزور تیغ قبضہ کر کے امیر ابو سعید بن محمد کے قلعہ پر محاصرہ کیا۔ دو برس تک محاصرہ کئے رہا۔ اثنائے محاصرہ میں ابو سعید نے دو مرتبہ صلح کا پیام بھیجا۔ جاولی نے دونوں بار ابو سعید کے قاصدوں کو قتل کر ڈالا اور محاصرہ میں اور سختی کردی، ابو سعید نے امان کی درخواست کی قلعہ حوالہ کردینے کا اقرار کیا۔ چنانچہ جاولی نے قلعہ پر قبضہ کر کے ابو سعید کو امان دیدی۔ اس کے چند روز بعد ابو سعید کو جاولی سے کشیدگی پیدا ہوئی۔ موقع پاکر بھاگ گیا۔ جاولی نے اس کے لڑکے کو گرفتار کرلیا، اتفاق یہ کہ ابو سعید بھی گرفتار کرلیا گیا، جاولی نے اسے قتل کر ڈالا۔

فتح دارابجرد

اس مہم کو سر کر کے جاولی نے دارابجرد کی طرف قدم بڑھایا، ابراہیم والی دارابجرد میں مقابلے کی طاقت نہ تھی، اور مصالحت کا نتیجہ بھی کچھ اچھا نظر نہ آیا۔ شہر چھوڑ کر ارسلان شاہ بن کرمان شاہ بن ارسلان بک بن قاروت بک والی کرمان کے پاس چلا گیا۔ جاولی نے دارابجرد پر محاصرہ کردیا۔ اہل دارابجرد، قلعہ نشین ہوگئے، جاولی کی دال نہ گلی، محاصرہ اٹھا کر واپس ہوا اور کرمان کے راستہ سے دارابجرد کی طرف لوٹا، اہل دارابجرد نے یہ خیال کر کے کہ والی کرمان کی امدادی فوج آرہی ہے

جاولی کی فوج کو قلعہ میں داخل کر لیا، پھر کیا تھا، قیامت برپا ہو گئی، قتل عام کا بازار گرم ہو گیا، مال واسباب لوٹ لیا گیا، گنتی کے چند آدمی جاں بر ہوئے۔

کرمان پر فوج کشی

اس فتح یابی کے بعد جاولی نے کرمان کا قصد کیا، حسین سردار شوانکارہ اکراد کو کرمان پر حملہ کرنے کی غرض سے بلا بھیجا، حسین کو جب چھٹکارے کی کوئی صورت نہ آئی مجبوراً تعمیل حکم کے لئے حاضر ہو گیا اور جاولی کے ساتھ کرمان گیا، جاولی نے والئ کرمان کے پاس (قاضی ابوطاہر عبداللہ بن طاہر قاضی شیراز کی معرفت) یہ پیام بھیجا کہ شوانکارہ اکراد، سلطانی رعایا ہیں تم ان کو میرے پاس واپس کر دو، ورنہ میں تم پر حملہ کروں گا، والئ کرمان نے جواب دیا "مجھے شوانکارہ اکراد کو واپس کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ لیکن چونکہ میں نے انھیں پناہ دی ہے۔ لہٰذا میں ان کی سفارش کرتا ہوں، اُن کو آپ کسی قسم کی تکلیف نہ دیجئے گا" جاولی نے والئ کرمان کے قاصد کی بے حد عزت کی، انعام دیا اور خلعت عطا کیا اور اُسے اُس کے آقا والئ کرمان کی طرف سے بدظن کر کے اپنا جاسوس بنا کر واپس کیا۔ کرمان کا قاصد واپس ہو کر لشکر کرمان کو جو وزیر والئ کرمان کی ماتحتی میں، سیرجان میں ٹھہرا ہوا تھا ایسی پٹی پڑھائی کہ وزیر نے اپنی فوج کو منتشر کر دیا، بات کی بات میں سیرجان اپنے محافظوں سے خالی ہو گیا، جاولی اسی وقت کا منتظر تھا فوراً اپنی فوج کو کرمان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور ایک قلعہ کا محاصرہ کر لیا، اس سے والئ کرمان کو قاصد کی طرف سے بدظنی پیدا ہوئی، گرفتار کر لیا، حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ قاصد، جاولی سے مل گیا ہے، والئ کرمان نے قاصد کو قتل کر کے اس کا مال واسباب اور مکان لوٹ لیا، فوج کو تیاری کا حکم دیا، والئ قلعہ (جس کا جاولی محاصرہ کئے ہوئے تھا) بھی والئ کرمان سے آملا۔

جاولی کی شکست

چنانچہ والیٔ کرمان چھ ہزار سواروں کی جمعیت سے جاولی کی جنگ پر روانہ ہوا۔ اور والیٔ قلعہ کی رائے سے معمولی راستہ کو چھوڑ کر اجنبی راستہ کو اختیار کیا۔ جاولی کو اس کی خبر لگ گئی ایک سردار کو خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا، اس سردار نے معمولی راستہ پر کسی کو نہ پایا۔ جاولی کے پاس آیا اور یہ اطلاع دی کہ لشکر کرمان میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس وجہ سے واپس گیا، جاولی مطمئن ہو گیا۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ لشکر کرمان نے جاولی کے لشکر پر چھاپہ مارا (یہ واقعہ ماہ شوال ۵۰۸ھ کا ہے) جاولی شکست کھا کر بھاگا، لشکر کا زیادہ حصہ کام آگیا۔ بہتیرے گرفتار کر لئے گئے۔ اسی اثناء میں خسرو اور ابن ابی سعد جن کے باپ کو جاولی نے قتل کیا تھا آ گئے، جاولی انھیں دیکھکر گھبرا گیا، ان دونوں نے جاولی کو تشفی دی اور بحفاظت تمام شہر فسا پہنچا دیا۔ اس کا بقیہ لشکر بھی جو کسی طرح اپنی جان بچا کر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا تھا آگیا، والیٔ کرمان نے بھی جاولی کے قیدیوں کو رہا کر کے زاد سفر دے کر رخصت کر دیا، یہ بھی جاولی کے پاس آ گئے۔ جاولی، والیٔ کرمان سے بدلہ لینے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ جغر بی بک ابن سلطان محمد کا ماہ ذی الحجہ ۵۰۹ھ میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت اس کی عمر پانچ برس کی تھی۔ جاولی کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے، تمناؤں کا خون ہو گیا۔ والیٔ کرمان سے بدلہ لینے کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

جاولی کا انتقال

والیٔ کرمان نے سلطان محمد کی خدمت میں عرض داشت بھیجی، جاولی کی دست درازی کی شکایت کی اور یہ درخواست کی کہ جاولی کو آئندہ جنگ و جدال سے منع کر دیا جائے، سلطان محمد نے جواب دیا۔ "تمھارے لئے مناسب یہ ہے کہ جاولی کو راضی کرو اور اس سرحدی قلعہ کو جس کا اس نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ اسے دے دو" قاصد کے واپس آنے کے بعد ہی ربیع الاول ۵۱۰ھ میں

جاولی اپنی تمناؤں کو اپنے سینہ میں لئے ہوئے چل بسا۔ والی کرمان کو اطمینان حاصل ہوگیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سلطان محمد کی وفات

آخر (۲۴ر) ماہ ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد نے اپنی حکومت کے بارھویں برس سفر آخرت اختیار کیا، اپنی موت سے دس روز پہلے اپنے بیٹے محمود کے حق میں ولی عہدی کی وصیت کی اور تمام کاروبار سلطنت اسے سپرد کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جب سلطان محمد نے وفات پائی تو حسب وصیت سلطان محمد اس کا بیٹا محمود تخت آرائے حکومت ہوا۔ اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا۔ محمود اس وقت قریب بلوغ پہنچ گیا تھا۔

سلطان محمد، نہایت شجاع، عادل، خوش خلق تھا۔ فرقہ باطنیہ کے خاتمہ میں اس نے بہت بڑا حصہ لیا جسے آپ فرقہ باطنیہ کے حالات میں پڑھ آئے ہیں۔[1]

---

[1] سلطان محمد کی ولادت ۱۸ر شعبان ۴۷۴ھ میں ہوئی تھی۔ سینتیس برس چار ماہ اور چھ دن کی عمر پائی ماہ ذی الحجہ ۴۹۲ھ میں دعوے دار سلطنت ہوا۔ جامع بغداد میں بارہا اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور موقوف کیا گیا اسے بہت سے مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ بالآخر جب اس کے بھائی سلطان برکیاروق نے وفات پائی تو زمام حکومت مستقل طور سے اس کے قبضہ میں آئی۔ بڑی شان و شوکت اور رعب داب والا تھا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۸ مطبوعہ لیدن۔

باب ۴

سلطان محمود بن سلطان محمدؒ

سلطان محمود کا خطبہ

سلطان محمود نے تخت حکومت پر متمکن ہو کر قلمدان وزارت وزیر السلطنت ابو منصور کے سپرد کیا۔ خلیفہ مستنظہر باللہ کی خدمت میں عرض داشت بھیجی، خطبہ میں نام داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ نصف محرم (تیرھویں محرم جمعہ کے دن) محمود کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا بغداد کی پولیس افسری پر طہروز (مجاہد الدین بہروز) کو بحال رکھا۔ سلطان محمد نے اسے اس عہدہ پر ۵۰۲ھ میں مامور کیا تھا۔

بہروز کی معزولی

آقسنقر برسقی، رحبہ میں رہتا تھا، سلطان محمد نے آقسنقر برسقی کو بطور جاگیر رحبہ عنایت کیا تھا، آقسنقر برسقی، رحبہ میں اپنے بیٹے عزالدین مسعود کو اپنا نائب مقرر کر کے سلطان محمد کے انتقال سے قبل جاگیر بڑھانے کی غرض سے سلطان محمد کی خدمت میں آ رہا تھا۔ اثناء راہ میں یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمد کا انتقال ہو گیا ہے۔ بغداد کی جانب لوٹ پڑا۔ بہروز افسر پولیس بغداد کو اس کی اطلاع ہوئی، برسقی کو بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ برسقی، سلطان محمود کی خدمت میں باریاب ہوا، چونکہ امراء، وارا کین سلطنت بہروز سے ناراض تھے اس وجہ سے عرض معروض کر کے بغداد کی پولیس افسری پر برسقی کی تقرری اور بہروز کی معزولی کا حکم صادر کرایا۔ جونہی برسقی، دارالخلافت بغداد میں اپنی تقرری اور بہروز

کی معزولی کا فرمان شاہی لئے ہوئے داخل ہوا۔ بہروز بغداد چھوڑ کر تکریت بھاگ گیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے بغداد کی پولیس افسری پر امیر عماد الدین منکبرس کو مامور کیا۔ امیر منکبرس نے اپنے بیٹے حسین بن ازبک کو اپنا نائب بنا کر بغداد روانہ کیا۔ برسقی کو اس کی خبر لگی فوجیں مرتب کرکے مقابلہ پر آیا، لڑائی ہوئی، حسین کو شکست ہوئی اور مارا گیا۔ باقی ماندہ سلطان محمود کے پاس بھاگ آئے۔ یہ واقعہ خلیفہ مستظہر کے انتقال سے پہلے کا ہے۔

دُبَیس بن صدقہ

دبیس بن صدقہ اسی زمانہ سے سلطان محمد کی خدمت میں تھا جب کہ اس کا باپ صدقہ مارا گیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں سلطان محمد نے اسے جاگیریں دی تھیں اور بے حد عزت افزائی کی تھی اس نے حلہ پر اپنی طرف سے سعید ابن حمید عمری کو مقرر کر رکھا تھا۔ سلطان محمد کی وفات کے بعد سلطان محمود سے اجازت حاصل کرکے سلطان محمود کے ساتھ حلہ چلا آیا، اس خبر کو سن کر عرب اور کردوں کا ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا۔

خلیفہ مستظہر باللہ کی وفات

ان واقعات کے بعد خلیفہ مستظہر باللہ بن مقتدی بامر اللہ نے ماہ ربیع الآخر ۵۱۲ھ میں وفات پائی اس کا بیٹا مسترشد باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کا نام فضل تھا۔ ابو منصور کنیت تھی۔ خلفاء عباسیہ کے سلسلہ میں ہم اسے تحریر کر آئے ہیں۔

ملک مسعود اور برسقی

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ سلطان محمود نے اپنے بیٹے مسعود کو موصل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ اس کا اتابک جیوش بک اس کے ساتھ تھا۔ جب سلطان محمد کی وفات کی خبر ملک مسعود کو پہنچی تو ملک مسعود نے موصل سے حلہ کے خیال سے کوچ کر دیا۔ اتابک جیوش بک، وزیر السلطنت فخر الملک ابو علی بن عمار والی طرابلس، قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر والی سنجار، ابو الہیجا والی اربل اور کربادی بن خراسان ترکمانی والی بوازیج وغیرہ اپنی فوجوں کے ساتھ رکاب میں تھے۔ دُبَیس نے ان لوگوں کی مدافعت پر کمر باندھی مجبور ہو کر

دارالخلافت کی جانب واپس ہوئے، برسقی افسر پولیس بغداد خم ٹھونک کر میدان میں آیا اور دارالخلافت بغداد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ملک مسعود نے یہ رنگ دیکھ کر جیوش بک کو برسقی کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ "ہم لوگ تم سے لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ دُبیس والیٔ حلہ کے مقابلے میں تم سے امداد طلب کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آؤ! ہم اور تم مل کر دُبیس پر حملہ کریں" برسقی اس پیام سے راضی ہو گیا، باہم عہد و پیمان ہوا چنانچہ ملک مسعود نے، بغداد پہنچ کر دارالملک میں قیام کیا۔

ملک مسعود اور برسقی کی پیش قدمی

برسقی نے امیر منکبرس کے بیٹے حسین کو شکست دے کر مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آتے ہیں۔ چنانچہ امیر منکبرس فوجیں مرتب کر کے برسقی کی گوشمالی کے لئے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ جب اسے اس امر کی اطلاع ہوئی کہ ملک مسعود، بغداد میں داخل ہو گیا ہے تو نعمانیہ کی جانب سے دجلہ کو عبور کر کے دُبیس کے پاس پہنچا۔ امداد کی درخواست کی۔

امیر منکبرس کی آمد اور واپسی کی خبر ملک مسعود کو ہو گئی۔ لڑائی کا جھنڈا لے کر نکلا جیوش بک، برسقی وغیرہ امراء رکاب میں تھے۔ کوچ و قیام کرتا ہوا مدائن پہنچا۔ امیر منکبرس اور دُبیس کی فوج کی کثرت نے کمر ہمت توڑ دی۔ آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بلا جدال و قتال واپس ہوا۔ نہر صرصر کو عبور کر کے چاروں طرف غارت گری شروع کر دی۔ خلیفہ مسترشد نے ملک مسعود اور برسقی کو ان کی زیادتیوں اور لوٹ مار کی شکایت لکھ بھیجی اور باہم مصالحت کر لینے کی ہدایت کی۔ اس اثناء میں یہ خبر سننے میں آئی کہ امیر منکبرس اور دُبیس نے منصور برادر دُبیس اور امیر حسین بن ازبک کی ماتحتی میں ایک بڑا لشکر دارالخلافت بغداد کی حمایت کے لئے روانہ کیا ہے۔

برسقی کی مراجعت

برسقی یہ سنتے ہی اپنے لڑکے عزالدین مسعود کو اپنے لشکر پر نائب مقرر کر کے بوقت شب بغداد کی جانب لوٹ پڑا۔ پس[1] ...... مڈبھیڑ ہو گئی اور

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

لشکر منکبرس کو دریا عبور کرنے سے روک دیا۔ دو دن تک دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل ٹھہرے رہے۔ تیسرے دن عزالدین مسعود کا خط پہنچا۔ لکھا تھا کہ "فریقین (یعنی ملک مسعود اور سلطان محمود) میں مصالحت ہو گئی ہے" اس خبر سے برسقی کا سارا نشہ اتر گیا، ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ بادل ناخواستہ جانب غربی سے دریا عبور کر گیا، اس کے بعد ہی منصور اور حسین بھی اپنا لشکر لئے ہوئے بغداد میں داخل ہو گئے۔ جامع مسجد سلطانی کے قریب قیام کیا، برسقی کا خیمہ قنطرہ قبلیہ (عتیقہ) پر نصب کیا گیا، مسعود اور جیوش بک نے بیمارستان کے قریب قیام کیا، دبیس اور منکبرس رقہ کے نیچے قیام پذیر ہوئے، عزالدین مسعود بن برسقی نے اپنے باپ سے علیحدہ ہو کر منکبرس کے پاس قیام اختیار کیا۔

سلطان محمود اور ملک مسعود میں مصالحت

صلح کا سبب یہ ہوا کہ جیوش بک نے سلطان محمود کی خدمت میں عریضہ بھیجا تھا کہ میری جاگیر اور ملک مسعود کی جاگیر میں اضافہ کر دیا جائے۔ چنانچہ سلطان محمود نے آذربائیجان کو ان دونوں کی جاگیروں میں اضافہ کر دیا۔ اس کے بعد یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ یہ دونوں (جیوش بک اور ملک مسعود) بغداد کی جانب جا رہے ہیں اس سے سلطان محمود کو ان دونوں کی بغاوت کا خطرہ پیدا ہوا۔ شاہی فوجوں کو موصل کی جانب بڑھنے کا حکم دے دیا۔ جیوش بک کے قاصد نے جو سلطان محمود کے دربار میں خط میں لے کر آیا تھا یہ واقعات لکھ بھیجے، اتفاق سے یہ خط منکبرس پولیس افسر بغداد کے ہاتھ لگ گیا، منکبرس نے اس خط کو جیوش بک کے پاس بھیج دیا اور سلطان سے اس کی اور ملک مسعود کی صفائی کرا دینے کا ذمہ دار ہوا۔ چنانچہ منکبرس نے درمیان میں پڑ کر دونوں بھائیوں میں مصالحت کرا دی۔ پھر دونوں بھائیوں کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ مبادا برسقی صلح میں خلل انداز ہو اس وجہ سے دونوں نے اتفاق کر کے برسقی کو لشکر اور دارالخلافت بغداد سے علیحدہ کر دیا۔ امیر منکبرس بغداد کا پولیس افسر مقرر ہوا۔

امیر منکبرس

چونکہ امیر منکبرس نے ملک مسعود کی ماں سے جس کا نام سرجہاں تھا عقد کر لیا تھا،

اس وجہ سے ملک مسعود پر امیر منکبرس کا اثر زیادہ تھا اور اسی کے مشورہ سے ملک مسعود تمام کام انجام دیتا تھا۔ امیر منکبرس نے بغداد کی پولیس افسری پر مقرر ہونے کے بعد رعایا کے مال و عزت پر دست درازی شروع کر دی۔ ظلم و ستم کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ ان واقعات کی خبر سلطان محمود کے کانوں تک پہنچی۔ طلبی کا فرمان بھیجا۔ امیر منکبرس حیلہ وحوالہ سے ٹالتا رہا۔ بالآخر منکبرس نے اہل بغداد کے خوف سے بغداد کو چھوڑ دیا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ملک طغرل بن سلطان محمد

ملک طغرل بن سلطان محمد اپنے باپ کی وفات کے وقت قلعہ سرجہاں میں مقیم تھا۔ ۵۰۴ھ میں اس کے باپ نے سادہ، آوہ اور زنجان جاگیر میں دیا تھا اور امیر شیر گیر کو اس کا اتابک (اتالیق) مقرر کیا تھا۔ امیر شیر گیر وہی ہے جس نے اسمٰعیلیہ کے قلعوں کا محاصرہ کیا تھا جیسا کہ اسمٰعیلیہ کے حالات میں بیان کیا جا چکا۔ ملک طغرل کی عمر اس وقت دس برس تھی سلطان محمود نے تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد کسعدی (کنتغدی) کو اپنے بھائی (ملک طغرل) کا اتابک اور اس کی حکومت کا مدبر اور منتظم مقرر کر کے روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ جس قدر جلد ممکن ہو ملک طغرل کو شاہی دربار میں لے آئے۔

ملک طغرل کی بغاوت

چونکہ امیر کسعدی کا دل سلطان محمود کی طرف سے صاف نہ تھا، پہنچتے ہی ملک طغرل کو بغاوت پر اُبھار دیا اور شاہی دربار میں حاضری سے روک دیا۔ یہ خبر سلطان محمود تک پہنچی۔ سلطان محمود نے تالیف قلوب کے خیال سے خلعت، تحائف اور تیس ہزار دینار سرخ نقد روانہ کئے[1] اور جاگیریں دینے کا وعدہ کیا لیکن اس پر بھی ملک طغرل کا دل اپنے بھائی کی خدمت میں حاضر ہونے پر مائل نہ ہوا، امیر کسعدی نے جواب میں عریضہ بھیج دیا کہ "ہم لوگ شاہی اطاعت قبول کئے ہوئے ہیں، جس طرف موکب ہمایوں کا قصد ہوگا بسر و چشم اس طرف چلنے کو حاضر ہیں۔

---

[1] یہ تحائف اور خلعت شرف الدین لذغیروان لے کر گیا تھا دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۲ مطبوعہ لیدن

سلطان محمود کی ملک طغرل پر فوج کشی

سلطان محمود تاڑ گیا کہ اس میں کچھ راز ہے۔ کسی سے اپنے ارادہ کو ظاہر نہ کیا۔ فوجیں لے کر اپنے بھائی پر حملہ کرنے کی غرض سے قلعہ شہران[1] کی جانب روانہ ہو گیا۔ جہاں پر ملک طغرل کا خزانہ اور مال و اسباب تھا۔ شدہ شدہ اس کی خبر طغرل اور امیر کسعدی تک پہنچ گئی۔ دونوں نے پوشیدہ طور سے فوج لے کر شہران کو بچانے کے لئے کوچ کیا، لیکن راستہ بھول گئے۔ قلعہ شہران کے بجائے قلعہ سرجہان پہنچ گئے۔ اور سلطان محمود نے قلعہ شہران[2] پہنچ کر جس قدر ملک طغرل کا خزانہ اور مال و اسباب کا ذخیرہ تھا لے لیا۔ اسی قلعہ میں وہ تیس ہزار دینار بھی تھے جسے سلطان محمود نے تحائف و خلعت کے ساتھ ملک طغرل کو بھیجے تھے۔ سلطان محمود چند دن تک زنجان میں قیام کر کے رے چلا آیا۔ ملک طغرل اور امیر کسعدی نے قلعہ سرجہان سے گنجہ میں جا کر قیام کیا۔ رفتہ رفتہ اس کے ہوا خواہ اور ہمراہی اس کے پاس آ گئے۔ اس واقعہ سے دونوں بھائیوں کی کشیدگی اور منافرت بڑھ گئی۔

ملک سنجر

جس وقت سلطان محمد کی خبر وفات اس کے بھائی ملک سنجر کو خراسان میں پہنچی اس قدر رنج و غم کا اظہار کیا کہ بیان سے باہر ہے، عزاداری کے لئے زمین پر بیٹھا، سات روز تک شہر اور بازار بند رکھا۔ پھر جب اپنے برادر زادہ کے تخت آرا ہونے کی خبر سنی تو بگڑ گیا، بلاد جبل اور عراق کا قصد کیا۔ اپنے بھائی کی جگہ حکومت و سلطنت کا دعوے دار ہوا۔

ملک سنجر کی غزنی پر فوج کشی

۵۰۸ھ میں ملک سنجر نے غزنی پر فوج کشی کی تھی اور اسے بزور تیغ فتح کیا تھا۔ غزنی کی فتح کے بعد، ملک سنجر کو یہ خبر لگی کہ وزیر السلطنت ابو جعفر محمد بن فخر الملک ابو المظفر بن نظام الملک نے والئ غزنی سے ملک سنجر کو غزنی کے ارادے سے باز رکھنے اور مصالحت کرا دینے کے لئے رشوت لی ہے اور اسی قسم کی حرکت کا

---

[1] ماہ جمادی الاول ۵۱۳ھ میں دس ہزار سواروں کی جمعیت سے روانہ ہوا تھا ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ لیڈن

[2] تاریخ کامل میں بجائے شہران، سُمَیرُان اور لوٹ میں شمیران لکھا ہے۔ ایضاً منہ

ارتکاب اس نے ماوراء النہر میں بھی کیا ہے اس کے علاوہ بہت سا مال و اسباب اہل غزنی سے بجبر حاصل کیا ہے۔ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے اہل غزنی پر طرح طرح کے مظالم کئے ہیں اور امراء واراکین دولت کی اہانت اور توہین کی ہے اسی قسم کی اور بھی شکایتیں گوش گزار ہوئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک سنجر نے بلخ واپس آ کر وزیر السلطنت کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس کے خزانہ میں مال و اسباب اور جواہرات کے علاوہ دو کروڑ نقد موجود تھا۔

ابو جعفر وزیر السلطنت کے قتل کے بعد قلمدان وزارت شہاب الاسلام عبدالرزاق برادر زادہ نظام الملک معروف بہ ابن الفقیہ کے سپرد کیا گیا لیکن یہ اُس پایہ کا نہ تھا اور نہ اس میں مقتول وزیر کی طرح پھرتی تھی۔ چنانچہ جب ملک سنجر کو اپنے بھائی سلطان محمد کی وفات کی خبر ملی اور دعوائے سلطنت کر کے اپنے بھتیجے سلطان محمود پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو سابق وزیر کے قتل پر بہت پچھتایا۔

سلطان محمود اور ملک سنجر

سلطان محمود نے ملک سنجر کے قصد سے مطلع ہو کر شرف الدین انوشیروان بن خالد اور فخر الدین طغرک کو تحائف و نذرانے دے کر اپنے چچا ملک سنجر کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ عرض کی "میں آپ کا چھوٹا ہوں، دو لاکھ سالانہ حاضر کیا کروں گا اور ماز ندراں بھی میں آپ کو دیتا ہوں آپ مجھ پر فوج کشی کی زحمت نہ اٹھایئے" ملک سنجر نے دونوں قاصدوں کو جواب دیا "یہ نہیں ہو گا میرا بھتیجہ محمود ابھی بچہ ہے۔ اس کا وزیر اور اس کا حاجب "علی ابن عمر" اس پر قابو پا چکا ہے سوائے فوج کشی کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے" شرف الدین اور فخر الدین یہ سن کر خاموش ہو گئے اور ناکام واپس آ گئے۔

امیر انز کی پیش قدمی و مراجعت

ملک سنجر نے سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لئے فوجیں مرتب کیں امیر انز کو مقدمۃ الجیش کا سردار بنا کر جرجان کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ سلطان محمود نے یہ خبر پا کر مدافعت پر کمر باندھی، اپنے حاجب علی ابن عمر کو جو کہ اس کے باپ کا بھی حاجب رہا ہے فوجیں دے کر روک ٹوک کی غرض سے روانہ کیا۔ جس وقت علی ابن عمر امیر انز کے لشکر کے قریب پہنچا (امیر انز اس وقت جرجان میں پڑاؤ ڈالے تھا) کہلا بھیجا "امیر انز! تم کو شرم نہیں

آتی، کیا تم کو مرحوم سلطان محمد کی وصیت یاد نہیں ہے، کیا تمھیں یہ یقین ہے کہ ملک سنجر کی نیت اچھی ہے؟ اور وہ اپنے بھتیجے سلطان محمود کے ملک کی حفاظت کی غرض سے یہ تکلیف اٹھا رہا ہے' ہوش کے ناخن لو، وہ سلطنت و حکومت کا دعوےدار ہو کر آیا ہے' بہتر یہ ہے کہ تم لڑائی سے کنارہ کش ہو جاؤ" امیر انز اس پیام سے ایسا متاثر ہوا کہ جرجان سے واپس ہو گیا۔

سلطان محمود کی روانگی ہمدان

اتفاق سے سلطان محمود کے لشکر کا ایک دستہ امیر انز کے لشکر پر پہنچ گیا تھا اور اس سے اس نے کچھ حاصل کر لیا تھا۔ قصہ مختصر علی ابن عمر حاجب، سلطان محمود کی خدمت میں رے واپس آیا سلطان محمود نے علی ابن عمر کی اس خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔ اور چند دن رے میں قیام کر کے کرمان کی طرف کوچ کیا۔ جب کرمان میں عراق سے امدادی فوجیں امیر منکبرس اور منصور بن صدقہ برادر دُبیس وغیرہ امراء کی ماتحتی میں آگئیں۔ تب سلطان محمود نے ہمدان کی طرف روانگی کا قصد کیا۔ ہمدان میں پہنچ کر اس کا وزیر السلطنت ربیب .... انتقال کر گیا ابو طالب سُمیری کو عہدہ وزارت عنایت کیا۔[1]

ملک سنجر کی سلطان محمود پر فوج کشی

ملک سنجر نے امیر اُنز کی شکست کے بعد بتیس ہزار فوج[20000] اٹھارہ[18] ہاتھیوں کے ساتھ اپنے بھتیجے سے جنگ کرنے کے لئے کوچ کیا امراء کبار میں سے امیر ابوالفضل والی سجستان کا لڑکا، خوارزم شاہ محمد، امیر اُنز، امیر قماج اور علاء الدولہ کرشاسف بن فرامرز بن کاکویہ والی یزد ہمراہ تھا۔ علاء الدولہ کرشاسف، سلطان محمد اور ملک سنجر کی بہن کا داماد تھا اور سلطان محمد کے خاص الخواص امراء میں سے تھا۔ سلطان محمود نے اسے بلا بھیجا۔ سلطان محمد کے مرنے کے بعد ملک سنجر نے علاء الدولہ کو ملانے کی کوشش کی طلبی کا خط لکھا، اس وجہ سے علاء الدولہ نے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہونے میں تاخیر کی، سلطان محمود نے اس کی جاگیر اور مقبوضہ شہر کو امیر قراجہ ساقی کو دیدیا۔ علاء الدولہ، ملک سنجر کے پاس چلا گیا۔

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

سلطان محمود اور ملک سنجر کی جنگ

قریب ساوا، ۱۳ر جمادی الاول ۵۱۳ھ میں دونوں فریقوں نے صف آرائی کی۔ سلطان محمود کی فوج نے اس دریا پر پہنچتے ہی قبضہ کرلیا جو ساوہ اور خراسان کے درمیان تھا۔ سلطان محمود کی رکاب میں تیس ہزار فوج تھی۔ امراء کبار میں سے حاجب علی بن عمر، امیر منکبرس، اتابک غزغلی، امیر برسق کے لڑکے، اقسنقر بخاری اور قراجہ ساقی تھے۔ سات سو اونٹ آلات حرب کے تھے۔ جوں ہی دونوں حریف صف آرا ہوئے۔ فوجیں میمنہ و میسرہ مقابل ہوئیں۔ ملک سنجر کے میمنہ اور میسرہ کی فوجیں میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ لیکن ملک سنجر قلب لشکر کو لئے ہوئے ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔ سلطان محمود سامنے سے حملہ پر حملہ کر رہا تھا۔ ملک سنجر نے جنگ کا یہ رنگ دیکھ کر اپنے ہاتھی کو بڑھایا۔ ملک سنجر کے ہاتھی کا بڑھنا تھا کہ تمام کالی بھجنگ پہاڑیاں جو تعداد میں اٹھارہ تھیں۔ دفعۃً حرکت میں آگئیں سلطان محمود کا لشکر بھاگ نکلا۔ اتابک غزغلی گرفتار ہو گیا۔ اتابک غزغلی، ملک سنجر کو ہمیشہ یہی لکھا کرتا تھا کہ میں آپ کے بھتیجے کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا جس وقت اتابک غزغلی ملک سنجر کے روبرو پیش ہوا، ملک سنجر نے اس وعدہ پر جو وہ کیا کرتا تھا سخت برہمی کا اظہار کیا۔ اتابک غزغلی نے معذرت کی۔ ایک بھی نہ سُنی۔ کوتوال کو حکم دیدیا اُس نے سر اُتار لیا[1]۔ سلطان محمود کسی نہ کسی طرح سے جان بچا کر نکل گیا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کے خیمہ میں قیام کیا۔ سواران لشکر نے حاضر ہو کر مبارکباد دی، شکست یافتہ گروہ کو بھی بُلا بھیجا۔ دُبیس ابن صدقہ نے خلیفہ مسترشد کی بارگاہ میں اس فتح کی خبر دی ملک سنجر کا نام خطبہ میں داخل کئے جانے کی اجازت طلب کی چنانچہ جمادی الاول سنہ مذکور کے آخری جمعہ[2] میں ملک سنجر کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھا گیا اور سلطان محمود

---

[1] اتابک غزغلی ظالم اور سفاک تھا اہل ہمدان پر بے حد ظلم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سزائے موت دے کر اہل ہمدان کو اس کی ظالمانہ حرکات سے نجات دیدی۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۸ مطبوعہ لیدن

[2] چھبیسویں تاریخ تھی ایضاً منہ (حوالہ ایضاً منہ)

کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا گیا۔[1]

ملک سنجر کا پیام صلح

فتح کے بعد ملک سنجر ہمدان چلا آیا اور اپنی فوج کی قلت اور سلطان محمود کی فوج کی کثرت کو محسوس کر کے سلطان محمود کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ ملک سنجر کی والدہ، سلطان محمود کی دادی، ملک سنجر کو سلطان محمود کی مخالفت اور اس سے جنگ کرنے سے روکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ملک سنجر نے سلطان محمود کا شکست کے بعد تعاقب اور پامالی کا قصد نہیں کیا۔ اور اسی کی ہدایت اور نیز تعمیل حکم کی وجہ سے سلطان محمود کو صلح کا پیام دیا۔

برسقی، ملک مسعود کے پاس آذربائیجان میں اُس وقت سے تھا جب کہ یہ بغداد سے نکلا تھا اس واقعہ کے بعد، ملک مسعود کی رفاقت ترک کر کے ملک سنجر کی خدمت میں چلا آیا تھا۔

سلطان محمود اور ملک سنجر میں مصالحت

اس کے بعد ملک سنجر، ہمدان سے کرخ کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں ملک سنجر کا قاصد جو صلح کا پیام لے کر سلطان محمود کے پاس گیا تھا واپس آیا۔ سلطان محمود نے یہ شرط پیش کی تھی کہ عنانِ حکومت آپ اپنے قبضہ اقتدار میں رکھیے۔ لیکن اپنے بعد مجھے اپنا ولی عہد مقرر فرمایئے' ملک سنجر نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ چنانچہ دونوں نے اس شرط پر قسمیں کھائیں۔ اور مصالحت ہو گئی۔ ماہ شعبان میں سلطان محمود بہت سے قیمتی تحائف لے کر اپنے چچا سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی دادی کے پاس قیام کیا۔ ملک سنجر نے اس کے تحائف اور نذرانوں کو قبول کیا پانچ راس عربی گھوڑے اپنے بھتیجے کو دیئے ایک گشتی حکم اپنی ممالک محروسہ کے حکمرانوں کے پاس بھیج دیا کہ میرے نام کے بعد سلطان محمود کا نام خطبوں میں داخل کیا جائے اور میرے بعد یہی تاج و تخت کا وارث و مالک سمجھا جائے۔ اسی مضمون کی درخواست دارالخلافت بغداد میں بھی بھیج دی سوائے رے کے تمام شہروں کو جس پر زمانہ جنگ میں قبضہ کر لیا تھا سلطان محمود کو واپس کر دیا۔ سلطان محمود نے

---

[1] سلطان محمود نے شکست کے بعد مع وزیر السلطنت ابو طالب سمیری، علی ابن عمر حاجب اور قراجہ ساقی، اصفہان میں جا کر قیام کیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۸ مطبوعہ لیدن

بھی اطاعت قبول کی۔

قتل امیر منکبرس

امیر منکبرس، سلطان محمود کی شکست کے بعد، بغداد کی طرف لوٹا تھا۔ لوٹ مار کرتا ہوا بغداد کے قریب پہنچا۔ دُبیس بن صدقہ نے ایک فوج بھیج دی جس نے امیر منکبرس کو بغداد میں داخل نہ ہونے دیا۔ اپنا سامنہ لے کر واپس ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ملک سنجر اور سلطان محمود میں مصالحت ہوگئی تھی، بادل ناخواستہ ملک سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملک سنجر نے سلطان محمود کے حوالہ کر دیا۔ چونکہ سلطان محمود اس سے اس کے ظلم وستم اور بلا اجازت بغداد جانے کی وجہ سے ناراض تھا اس وجہ سے اسے قتل کر ڈالا۔

قتل علی ابن عمر حاجب

حاجب علی ابن عمر کی قدرومنزلت سلطان محمود کی آنکھوں میں اس درجہ بڑھی کہ امراء وارکین دولت رشک وحسد کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ لگانے بجھانے والے لگانے بجھانے لگے۔ اس سے سلطان محمود کے آئینۂ دل پر غبار آگیا۔ قتل کی فکر کرنے لگا کسی ذریعہ سے علی ابن عمر کو اس کی خبر لگ گئی۔ ایک روز خفیہ طور سے بھاگ نکلا۔ قلعہ برجین میں جا کر پناہ لی جہاں پر اس کا مال واسباب تھا اور اہل وعیال رہتے تھے۔ لیکن اسے یہاں بھی آرام سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ بخوف جان خوزستان روانہ ہوگیا۔ ہدو بن زنگی، اقبوری بن برسق اور اس کا برادر زادہ ارغلی بن بلبکی خوزستان پر حکمرانی کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے علی ابن عمر کی آمد کی خبر پاکر روک تھام اور اپنے مقبوضہ شہروں میں داخل نہ ہونے دینے کی غرض سے فوج کے چند دستے روانہ کئے۔ قریب تستر مڈبھیڑ ہوئی۔ علی ابن عمر کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ گرفتار کر لیا گیا اور پابزنجیر خوزستان لایا گیا۔ حکمرانان خوزستان نے سلطان محمود کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ سلطان نے قتل کا حکم دیدیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے قتل کر کے حسب حکم شاہی سر اتار کر دربار شاہی میں بھیج دیا۔

اس کے بعد ملک سنجر نے مجاہد الدین بہروز کو بغداد کی پولیس افسری پر واپس جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجاہد الدین بہروز دارالخلافت بغداد واپس گیا اور دُبیس بن صدقہ کا نائب معزول کر دیا گیا۔

سنقر شامی کا قتل

سلطان محمد نے امیر آقسنقر بخاری کو حکومت بصرہ پر مامور کیا تھا۔ امیر

آقسنقر نے اپنی جانب سے سنقر شامی کو متعین کیا۔ سنقر شامی نہایت رحم دل اور نیک سیرت تھا۔ سلطان محمد کے مرنے کے بعد غز غلی سردار ترکان اسمٰعیلیہ (جو دو برس سے لوگوں کو حج کرانے جاتا تھا) اور سنقر البپ نے سنقر شامی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۵۱۱ھ کا ہے۔ سنقر البپ نے سنقر شامی کے قتل کا ارادہ کیا، غز غلی نے روکا۔ سنقر البپ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ اور سنقر شامی کو قتل کر ڈالا۔ عوام میں تھوڑی سی شورش پیدا ہوئی تو غز غلی نے امن و سکون کی منادی کرادی لوگ خاموش ہو گئے۔

علی بن سکمان کا بصرہ پر قبضہ

ان دنوں بصرہ میں ایک اور امیر رہتا تھا، جس کا نام علی بن سکمان تھا۔ اس سال یہی امیر حج ہو کر اہل بصرہ کو حج کرانے گیا تھا۔ اس واقعہ میں یہ موجود نہ تھا۔ غز غلی کو خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا حج سے واپسی کے بعد علی بن سکمان سنقر البپ کے خون کا بدلہ مجھ سے لے، اس وجہ سے غز غلی نے بدویانِ عرب کو ابھار دیا۔ چنانچہ بدویانِ عرب نے قافلہ حجاج پر چھاپہ مارا، علی بن سکمان نے ان کے مقابلے پر کمر باندھی، جنگ شروع ہو گئی۔ لڑتا بھڑتا قریب بصرہ پہنچا بدویان عرب متواتر حملہ کر رہے تھے۔ غز غلی نے علی بن سکمان کو بصرہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ علی بن سکمان اُن دیہاتوں کی طرف چلا جو نشیب دجلہ میں تھے اور جب وہاں پہنچ گیا تو بدویان عرب پر دفعتہً حملہ کر دیا۔ بدویانِ عرب کے پاؤں اُکھڑ گئے، شکست کھا کر بھاگے، غز غلی نے یہ رنگ دیکھکر اپنی فوج کو مرتب کر کے میدان کا راستہ لیا۔ دونوں فریقوں میں لڑائی ہونے لگی۔ اتفاق سے غز غلی کو ایک تیر آ لگا۔ جس کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکا اور مر گیا، علی بن سکمان فتح کا جھنڈا لئے ہوئے بصرے میں داخل ہوا اور اس پر قبضہ کر لیا۔

آقسنقر بخاری کا بصرہ پر قبضہ

علی بن سکمان نے قبضہ بصرہ کے بعد آقسنقر بخاری والیٔ عمان کے افسروں کو بشرط اطاعت اُن کے عہدوں پر بحال رکھا، اور آقسنقر بخاری کی خدمت میں فدویت نامہ روانہ کیا۔ حکومت بصرہ کی درخواست کی اس وقت آقسنقر بخاری سلطان محمود کی بارگاہ میں تھا۔ انکاری جواب دیا۔ علی ابن سکمان نے خود مختار حکومت کا اعلان کر کے

آقسنقر کے افسروں کو نکال دیا۔ یہاں تک کہ سلطان محمود نے آقسنقر بخاری کو ۵۱۴ھ میں بصرہ روانہ کیا اور اس نے علی بن سکمان سے قبضہ لے لیا۔

تفلیس پر کرج کا قبضہ

ایک زمانہ دراز سے کرج نے آذربائیجان اور بلاد اران کو اپنی غارت گری کی جولان گاہ بنا رکھا تھا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ کرج اور خزر ایک ہی گروہ کو کہتے ہیں، لیکن صحیح وہ ہے جو ہم اوپر انساب عالم کے سلسلہ میں بیان کر آئے ہیں، اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ خزر[1] اور ترکمان ایک ہیں ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کرج ان کے بعض شعوب سے ہوں قصہ مختصر جس وقت سلاطین سلجوقیہ کی حکومت مستقل ہوگئی۔ اس وقت کرج غارت گری سے رک گئے اور بلاد اسلامیہ جو ان کے قرب وجوار میں تھے ان کے شر و فساد سے محفوظ ہو گئے۔ سلطان محمد کی وفات کے بعد ان لوگوں نے پھر ہاتھ پاؤں نکالے بلاد اسلامیہ پر غارت گری کا ہاتھ بڑھایا، امیہ اور قفچاق کے سرایا[2] بلاد اسلامیہ کو پامال کرنے لگے، بلاد اران اور نقجوان، آرس تک جس کی سرحد کرج کے ملک سے ملتی تھی ملک طغرل کے قبضہ میں تھا۔ اور یہی کرج کی غارت گری کا میدان بنا ہوا تھا۔ عراق بھی جو سلطان بغداد کا مقبوضہ ملک تھا ان کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ سرحدی حکمرانان اسلام نے کرج اور قفچاق کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر باہم خط و کتابت کر کے فوجیں جمع کیں، دبیس بن صدقہ کے پاس جمع ہوئے۔ ملک طغرل، اتابک کنتغدی اور ابو الغازی بن ارتق بھی اپنی فوج لے آیا ہوا تھا۔ تیس ہزار کی جمعیت سے کرج اور قفچاق کی طرف لشکر اسلام بڑھا۔ اتفاق یہ کہ لشکر اسلام میں اضطراب پیدا ہو گیا جس سے اسے شکست[3] ہوئی۔ ایک بڑی فوج میدان جنگ میں کام آگئی۔ بیس میل تک

---

[1] صحیح یہ ہے کہ ارمن، کرج کی ایک شاخ ہے، خزر، ترکوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ لیکن اب یہ ممالک روم کے قرب وجوار کی وجہ سے ان میں رل مل گئے۔ خط نسخ عطار

[2] سرایا، سریہ کی جمع ہے۔ سریہ اس فوج کو کہتے ہیں جو شب خون (یعنی رات میں چھاپہ) مارا کرتی ہے۔

[3] یہ لڑائی تفلیس کے قریب ہوئی تھی۔ فریقین کی صف آرائی کے بعد قفچاق کے دو سو سوار لشکر (باقی صفحہ ۱۵۸ پر)

کفار تعاقب کرتے چلے گئے، اس کے بعد واپس ہو کر شہر تفلیس[1] پر محاصرہ کیا، ایک برس تک محاصرہ کیے رہے۔ ۵۱۵ھ میں بزور تیغ شہر میں گھس پڑے۔ قتل و غارت گری کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ۵۱۷ھ میں اہل تفلیس کا ایک وفد کرج کے مظالم کی داستان عرض کرنے کے لئے سلطان محمود کی خدمت میں بمقام ہمدان باریاب ہوا، سلطان محمود نے ان کی حمایت پر کمر باندھی، شہر تبریز پہنچ کر قیام کیا۔ کرج کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں، اس کا نتیجہ ہم آئندہ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ملک مسعود اپنے باپ سلطان محمد کی وفات کے وقت عراق میں تھا۔

قسیم الدولہ برسقی اور سلطان محمود دونوں بھائیوں (یعنی ملک مسعود اور سلطان محمود) میں مصالحت، ملک مسعود کے موصل واپس جانے اور سلطان محمود کا ملک مسعود کو آذربائیجان دینے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ قسیم الدولہ برسقی بغداد کی پولیس افسری سے علیحدہ ہو کر، ملک مسعود کے دربار میں حاضر ہوا، ملک مسعود نے مراغہ کو بھی اس کی جاگیر درجہ، پر اضافہ فرمایا۔ دبیس بن صدقہ کو یہ ناگوار گزرا جیوش بک (ملک مسعود کا اتابک) کو لکھنا شروع کیا کہ قسیم الدولہ برسقی سلطان محمود سے سازش رکھتا ہے، جس طرح ممکن ہو اسے جلد تر گرفتار کرلو، میں تم کو بے حد مال و زر دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ تحریک بھی پیش کر دی کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۷) اسلام کی طرف چلے۔ لشکر اسلام نے یہ خیال کر کے امان حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں کچھ تعارض نہ کیا۔ یہاں تک کہ لشکر اسلام میں داخل ہو گئے اور نیزہ بازی کرنے لگے۔ لشکر اسلام کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ چند لوگ یہ خیال کر کے کہ لشکر اسلام کو شکست ہوئی، بھاگے۔ ان چند افراد کا بھاگنا تھا کہ ایک نے دوسرے کی بھاگنے میں اتباع کی، سارے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، ایک دوسرے پر گرتا پڑتا بھاگ نکلا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۹ مطبوعہ لیدن۔

[1] شہر تفلیس، جس زمانہ سے فتح ہوا تھا۔ مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہا۔ یہاں تک کہ کرج نے اس پر مسلمانوں سے قبضہ حاصل کیا اور اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ خط شیخ عطار حاشیہ تاریخ ابن خلدون جلد ۵ صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر

تم ملک مسعود کی حکومت وسلطنت کا اعلان اور دعویٰ کر دو میں تمہارا ہاتھ بٹانے کے لئے تیار ہوں، ان افعال سے غرض یہ تھی کہ دونوں بھائیوں (ملک مسعود اور سلطان محمود) میں جھگڑا پڑ جائے۔ لڑائی کا نیزہ گڑ جائے تاکہ اس کی قدرومنزلت بڑھ جائے جیسا کہ برکیا روق اور سلطان محمد کی لڑائی کے زمانہ میں اس کے باپ صدقہ کا جاہ وجلال بڑھا تھا۔ کسی ذریعہ سے اس لگانے بجھانے کی خبر قسیم الدولہ برسقی کو ہو گئی، گرفتاری کے خوف سے سلطان محمود کے پاس چلا گیا۔ سلطان محمود نے عزت واحترام سے ٹھیرایا، قدر افزائی کی۔

وزیر ابو علی کی معزولی

اس کے بعد استاد اسمٰعیل[1] حسین بن علی اصفہانی طغرائی، ملک مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ استاد ابو اسمٰعیل کا لڑکا ابو الولید محمد بن ابو اسمٰعیل ملک مسعود کا طغرانویس تھا۔ اس تعلق سے ملک مسعود نے وزیر السلطنت ابو علی بن عمار والی طرابلس کو معزول کر کے استاد ابو اسمٰعیل کو عہدۂ وزارت سے سرفراز فرمایا۔ یہ واقعہ ۵۱۳ھ کا ہے۔

جنگ سلطان محمود وملک مسعود

استاد ابو اسمٰعیل نے دُبَیس کی تحریک کی تائید شروع کی، حکومت وسلطنت حاصل کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ چنانچہ ایک قلیل مدت میں ملک مسعود کو اس کے بھائی سلطان محمود کی مخالفت پر اُبھار دیا، سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی، لکھ بھیجا "اگر تم میری اطاعت اور فرمانبرداری میں رہو گے تو میں جاگیریں دوں گا، تمہارے مناصب بڑھاؤں گا، تمہارے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں گا، اور اگر کسی کے کہنے سننے سے مخالفت کرو گے تو یاد رکھو کہ تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے" ملک مسعود کے کان پر جوں تک نہ رینگی، خوشامدیوں سے سلطان کے خطاب سے مخاطب کیا پنج وقتہ نوبت بجنے لگی۔ ان بے وقوفوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سلطان محمود کی لشکر کی کمی کا

---

[1] استاد ابو اسمٰعیل لامیہ عجم کا مصنف ہے۔ لامیہ عجم بڑے پایہ کا قصیدہ ہے۔ حکمت اور امثال سے مملو ہے، عمدہ ترین قصاید میں شمار کیا جاتا ہے۔

احساس کر کے ملک مسعود کو سلطان محمود پر حملہ کرنے پر تیار کر دیا، چنانچہ مسعود پندرہ ہزار فوج لے کر اپنے بھائی سلطان محمود سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا، بمقام عقبہ استر آباد ۱۵ ربیع الاول ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان محمود کے مقدمۃ الجیش پر قسیم الدولہ برسقی تھا صبح سے شام تک نہایت سختی سے لڑائی ہوتی رہی، بالآخر قسیم الدولہ برسقی نے ملک مسعود کے لشکر کو شکست دی، سرداران لشکر کا ایک گروہ گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں استاد ابو اسمٰعیل وزیر السلطنت بھی تھا۔ اسے پابہ زنجیر سلطان محمود کے سامنے پیش کیا گیا۔ سلطان محمود نے کہا کہ اس کی بد اعتقادی اور الحاد مجھ پر ثابت ہو چکا ہے، اسے بار حیات سے سبک دوش کر دو۔ چنانچہ اپنی وزارت کے ایک سال کے بعد اسے قتل کر ڈالا گیا۔

استاد ابو اسمٰعیل اعلیٰ درجہ کا منشی اور شاعر تھا، کیمیا کا بے حد شائق تھا۔ اس فن میں اس کی بہت سی مصنفہ کتابیں ہیں (جو ضائع ہو گئیں)

سلطان محمود اور ملک مسعود میں مصالحت

ملک مسعود، شکست کے بعد ایک پہاڑ پر چلا گیا جو میدان جنگ سے بارہ۱۲ کوس کے فاصلہ پر تھا اور وہیں روپوش ہو گیا، تمام فوج اور سرداران لشکر منتشر ہو گئے، چھوٹے چھوٹے چند چھوکرے ہمراہ تھے، اپنے بھائی سلطان محمود کی خدمت میں صلح اور امن کا پیام بھیجا، سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو امان نامہ دے کر ملک مسعود کو حاضر کرنے کے لئے ملک مسعود کے پاس بھیجا، آقسنقر برسقی پہنچنے نہ پایا تھا کہ چند فتنہ پردازوں اور مفسد امراء پہنچ گئے اور یہ سمجھایا، کہ آپ اپنے بھائی سلطان کے پاس نہ جائیے بلکہ موصل یا آذربائیجان میں قیام فرمایئے، دبیس بن صدقہ سے خط و کتابت کر کے فوجیں فراہم کیجئے اور خم ٹھونک کر میدانِ جنگ میں آ جائیے اور سلطنت و حکومت کا پھر دعویٰ کیجئے۔ ملک مسعود اس فقرے میں آ گیا اور ان لوگوں کے ساتھ روانہ ہو گیا، اس کے بعد آقسنقر برسقی پہنچا، ملک مسعود کو نہ پایا، سراغ لگاتا ہوا چلا، ۳۰ کوس پر جا کر ملک مسعود سے ملا۔ سلطان کے خیالات سے آگاہ کیا، امان نامہ دکھلایا، ہر طرح سے تشفی و تسلی دی چنانچہ ملک مسعود اپنا ارادہ تبدیل کر کے

آقسنقر برسقی کے ہمراہ سلطان محمود کی طرف روانہ ہوا، سلطان محمود کے حکم سے سردارانِ لشکر نے استقبال کیا، سلطان محمود نہایت مہربانی سے پیش آیا، اپنی ماں کے پاس ٹھہرایا۔ معانقہ کیا، گزشتہ واقعات پر رویا اور اپنے ساتھ رکھا۔ سلطان محمود کے یہ مکارم اخلاق تھے۔ ملک مسعود کے نام کا خطبہ آذربائیجان اور بلاد موصل میں ۱۰ دن پڑھا گیا تھا کہ یہ واقعات پیش آئے۔

جیوش بک کی اطاعت

جیوش بک، معرکہ سے فرار ہوکر موصل پہنچا، موصل کے قرب و جوار سے رسد و غلہ جمع کیا، فوجیں فراہم کیں جب اسے یہ خبر لگی کہ دونوں بھائیوں میں مصالحت ہوگئی۔ اور سلطان محمود نہایت الطاف و مہربانی سے پیش آیا تو یہ خیال کرکے کہ اب میں موجودہ حالت پر نہیں رہ سکتا، شکار کھیلنے کے بہانہ سے زاب کی طرف روانہ ہوا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کرکے سلطان محمود کی خدمت میں بمقام ہمدان حاضر ہوا سلطان محمود نے اسے امان دی، حسنِ اخلاق سے پیش آیا۔

اس شکست کی خبر دُبیس کو عراق میں پہنچی، لوٹ مار شروع کردی، افعال قبیحہ کا ارتکاب کرنے لگا دیہات، قصبات اور شہروں کو ویران کردیا، سلطان محمود نے اُن افعال سے باز رہنے کے لئے لکھا۔ لیکن دُبیس نے کوئی توجہ نہ دی۔

موصل اور واسط پر آقسنقر کی گورنری

جیوش بک کو سلطان محمود نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کے بعد اپنے بھائی طغرل اور اتابک کنتغدی کی طرف فوجیں دے کر روانہ کیا۔ چنانچہ جیوش بک گنجہ کی طرف روانہ ہوا اور موصل بلا کسی حکمراں کے رہ گیا چونکہ آقسنقر برسقی نے اس جنگ میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں، فنونِ جنگ سے بھی پوری واقفیت رکھتا تھا ہر کام میں مناسب مشورہ دیتا تھا، اور اس کے بھائی ملک مسعود کو شکست کے بعد سمجھا بجھا کر واپس لایا تھا اس وجہ سے سلطان محمود پر اس کا ایک خاص اثر تھا اور اس کی قدرافزائی کو وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ موصل کی گورنری خالی ہونے پر آقسنقر برسقی کو اس کی سندِ حکومت عطا کی سنجار اور جزیرہ کو موصل کے صوبہ میں ملحق کردیا۔ ۵۱۵ھ میں آقسنقر، موصل کی جانب

روانہ ہوا۔ اس کی روانگی کے بعد سلطان محمود نے اپنے تمام سرداران لشکر اور گورنران ممالک محروسہ کے نام آقسنقر برسقی کی اطاعت، عیسائیوں سے جنگ کرنے اور ان سے بلاد اسلامیہ کو واپس لینے کا گشتی فرمان بھیجا، آقسنقر برسقی موصل میں پہنچ کر نظم و نسق کی درستی اور آبادی کی تدابیر کرنے لگا۔

۵۱۶ھ میں سلطان محمود نے واسط اور اس کے صوبہ کی حکومت بھی آقسنقر برسقی کو عنایت کی عراق کا پولیس افسر مقرر کیا اور آقسنقر برسقی نے عمادالدین زنگی ابن آقسنقر کو اس علاقہ کا اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا۔ ماہ شعبان سنہ مذکور میں عمادالدین زنگی، عراق کی طرف روانہ ہوا۔

جیوش بک کا قتل

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان محمود نے جیوش بک کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کے بعد اپنے بھائی طغرل کی جنگ پر روانہ کیا تھا، اسی سلسلہ میں آذربائیجان کی حکومت بھی عنایت کی، امراء اور اراکین دولت کو جیوش بک کی ترقی مراتب ناگوار گزری، سلطان محمود سے اس کی چغلی کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ سلطان محمود کو اس کے قتل پر تیار کر دیا چنانچہ ماہ رمضان ۵۱۶ھ میں سلطان محمود نے اس کو باب تبریز پر بارچیات سے سبک دوش کر دیا۔

جیوش بک ترکی الاصل تھا، سلطان محمود کا آزاد غلام تھا، عادل تھا، نیک سیرت تھا۔ جس وقت اسے موصل کی سند حکومت دی گئی، اس وقت اصل صوبہ میں کردوں کا بہت زور شور تھا۔ سارے صوبہ میں پھیلے تھے، بہت سے قلعہ بنوائے تھے، ان کے شر و فساد سے رعایا کا حال تنگ تھا۔ قافلے صحیح و سلامت نہیں جا سکتے تھے جیوش بک نے ان کے ختم کرنے اور زیر کرنے پہ کمر ہمت باندھی، کردوں کے اکثر قلعوں کو بزور تیغ فتح کر لیا، ہکاریہ زوزان، نکوسہ اور تحشیہ کا قلعہ سر کیا، اس کے خوف سے کردوں نے بلند پہاڑیوں اور دروں میں جا کر پناہ لی، امن و امان قائم ہوا، قافلے سلامتی کے ساتھ آنے جانے لگے[1]

---

[1] یہ واقعہ اور اس کے بعد کا واقعہ ۵۱۶ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۶ مطبوعہ لیدن

وزیر ابوطالب سمیری کا قتل

کمال ابوطالب سمیری وزیر السلطنت، سلطان محمود کے ہمراہ ہمدان جانے کے لئے روانہ ہوا۔ اپنے حشم خدم کے ساتھ جارہا تھا۔ راستہ تنگ، سوار اور پیادوں کا اژدہام، ناچار رکنا پڑا۔ اتنے میں ایک باطنی[1] نے پہنچ کر چھرا بھونک کر بھاگا۔ غلاموں نے تعاقب کیا وزیر السلطنت تنہا رہ گیا، ایک دوسرا باطنی پہنچ گیا، اس نے وزیر السلطنت کو گھوڑے سے کھینچ کر زمین پر گرالیا اور چند زخم لگائے، رکاب کے سوار اور پیادہ ٹوٹ پڑے، دونوں باطنیوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ایک تیسرے باطنی نے پہنچ کر وزیر السلطنت کا کام تمام کردیا، یہ واقعہ اس کی وزارت کے چوتھے سال کا ہے[2]۔

کمال ابوطالب نہایت بدخلق بے حد ظالم اور بے انتہا تاوان اور جرمانہ کرنے والا تھا اس کے مارے جانے کے بعد سلطان محمود نے جتنے ٹیکس اس نے لگائے تھے اُن سب کو موقوف کردیا۔

ملک طغرل کی اطاعت

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ ملک طغرل نے بمقام رے (سرجہان) ۵۱۳ھ میں سلطان محمود سے بغاوت کی، مخالفت کا اعلان کیا سلطان محمود نے اُس کے زیر کرنے کی غرض سے فوج کشی کی۔ قلعہ قہران پر قبضہ کرلیا۔ ملک طغرل نے گنجہ اور بلاد اران میں جاکر پناہ لی۔ اس کے ساتھ اس کا اتابک کسغدی (کنتغدی) بھی تھا، رفتہ رفتہ ملک طغرل کی شان و شوکت بڑھ گئی، کثیر التعداد فوج بھی جمع ہوگئی، بلاد آذربائیجان پر قبضہ کرنے کی ہوس سمائی اس اثنا میں اتابک کسغدی ماہ شوال ۵۱۵ھ میں مرگیا آقسنقر ارمنی والی مراغہ کو کنتغدی کی موت کی خبر سن کر عہدہ اتابکی کا لالچ دامن گیر ہوا، ملک طغرل کی خدمت میں حاضر

---

[1] باطنی ایک فرقہ تھا جس کو فرقہ حشیشیہ بھی کہتے ہیں، حسن بن صباح اس فرقہ کا بانی ہے، سلاطین اور اکابرین اسلام کا قتل کرنا، مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ان کا فرض اولین تھا۔ اس فرقہ کا بہت زور و شور ہوا۔ بہت سے قلعے ان کے قبضہ میں تھے۔

[2] یہ واقعہ اور نیز اس کے بعد کا واقعہ ۵۱۶ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۶ مطبوعہ لیدن

ہوا اور سلطان محمود کی جنگ پر ابھارنا شروع کیا۔ چنانچہ ملک طغرل، آقسنقر ارمنی کے ہمراہ مراغہ کی جانب روانہ ہوا، اردبیل پہنچا۔ اہل اردبیل نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔ ناچار تبریز کی طرف کوچ کیا، تبریز پہنچ کر یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان محمود نے امیر جیوش بک کو آذربائیجان روانہ کیا ہے، اور اس علاقہ کی سند حکومت عطا کی ہے اور امیر جیوش بک کوچ قیام کرتا ہوا ایک بڑے لشکر کی افسری کے ساتھ مراغہ پہنچ گیا ہے۔ ملک طغرل کے ہوش جاتے رہے۔ تبریز سے (خونج) کی جانب کوچ کر دیا۔ حوصلے پست ہو گئے۔ اپنے خیالات کی جانب سے شک وشبہ میں پڑ گیا، امیر شیر گیر کے پاس قاصد بھیجا، اعانت وامداد کی درخواست کی۔

امیر شیر گیر کی گرفتاری و رہائی

امیر شیر گیر عہد حکومت سلطان محمد میں ملک طغرل کا اتابک تھا کسعدی دکنتغدی، اتابک نے سلطان محمد کے انتقال کے بعد امیر شیر گیر کو گرفتار کر لیا تھا۔ سلطان سنجر نے اسے قید سے نجات دی۔ امیر شیر گیر قید سے رہا ہو کر اپنے مقبوضہ بلاد ابہر اور زنجان چلا آیا۔ امیر شیر گیر نے ملک طغرل کے خط کا جواب موافقت میں دیا اور اس کے ساتھ ساتھ ابہر کی طرف چلا۔ لیکن ان لوگوں کا جو قصد وارادہ تھا، پورا نہ ہوا، اراکین دولت نے متفق ہو کر سلطان محمد کی خدمت میں فدویت نامہ روانہ کیا اور ملک طغرل نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی۔ بدمزاجی ختم ہو گئی اور فتنہ وفساد رفع ہو گیا۔

وزیر شمس الملک کا قتل

وزیر السلطنت شمس الملک بن نظام الملک کی قدر ومنزلت سلطان محمود کی آنکھوں میں بے حد بڑھی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اراکین دولت محمودی ہمیشہ لگانے بجھانے میں لگے رہتے تھے۔ اتفاق یہ کہ شمس الملک کے چچازاد بھائی شہاب ابوالمحاسن وزیر سلطان سنجر کا انتقال ہو گیا۔ سلطان سنجر نے اس کی جگہ ابو طاہر قمی کو عہدۂ وزارت عطا کیا جو نظام الملک کے خاندان کا جانی دشمن تھا۔ ابو طاہر نے شمس الملک وزیر السلطنت کی

ے تاریخ ابن خلدون میں اس جگہ پر کچھ نہیں لکھا، میں نے یہ نام تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کیا ہے۔

مخالفت پر سلطان سنجر کو کہہ سن کر اُبھار دیا سلطان سنجر نے سلطان محمود کو وزیر السلطنت شمس الملک کو سرزنش کرنے کا حکم بھیج دیا۔ سلطان محمود نے اسے گرفتار کر کے طغایرک کو حوالہ کر دیا، طغایرک نے قلعہ جلجال میں قید کر دیا اور چند روز بعد مار ڈالا۔

مقتول وزیر شمس الملک کا بھائی نظام الدین احمد خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ خلیفہ مسترشد نے شمس الملک کی معزولی کی خبر پا کر نظام الدین احمد کو معزول کر کے جلال الدین ابو علی ابن صدقہ کو عہدہ وزارت عطا کیا۔

کرج اور قفچاق میں نفاق

۵۱۷ھ میں ایک وفد (ڈیپوٹیشن)، اہل دربند) و شروان کا سلطان محمود کی بارگاہ میں فریادی صورت بنائے حاضر ہوا۔ کرج کے مظالم، لوٹ مار کی شکایت کی اور حمایت و امداد کا خواستگار ہوا، سلطان محمود فوجیں آراستہ کر کے ان کی امداد پر روانہ ہوا۔ کرج کے لشکر کے قریب پہنچا۔ لشکر کرج کی کثرت سے گھبرا گیا، وزیر السلطنت شمس نے واپس چلنے کی رائے دی، اہل شروان نے دست بستہ عرض کیا "کرج کو بلا زیر و زبر کئے اگر موکب ہمایوں واپس ہوا تو مسلمانوں کی شامت آ جائے گی، ان کے دل کمزور ہو جائیں گے، سلطان اپنے لشکر گاہ میں قیام فرما دیں ہم لوگ سینہ سپر ہو کر لڑیں گے" سلطان محمود نے کرج کا خیال چھوڑ دیا۔ خوف و خطر کی حالت میں رات گزاری، مشیت الٰہی سے اسی شب میں کرج اور قفچاق میں چل گئی۔ آپس ہی میں کٹنے مرنے لگے، صبح نہ ہونے پائی تھی کہ لشکر کفار یہ خیال کر کے کہ حریف کے مقابلہ میں ہمیں شکست ہوئی اور وہ ہم پر آ پڑا ہے بھاگ نکلا سلطانی موکب، دشمنوں کے مقابلہ میں بلا جد و جہد کامیابی حاصل کر کے ہمدان واپس آیا۔

برسقی کی معزولی

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور دُبَیس بن صدقہ والی حلہ سے مقام مبارکہ (اطراف غانہ) میں معرکہ آرائی ہوئی تھی، برسقی خلافت مآب کی رکاب میں تھا، اس واقعہ میں دُبَیس کو شکست ہوئی تھی جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا گیا۔ دُبیس شکست پا کر غزیہ (نجد) پہنچا، اہل غزیہ (عرب نجد) سے امداد و اعانت کا خواستگار ہوا لیکن انھوں

نے صاف انکار کر دیا۔ منتفق کے یہاں پہنچا، یہی سوال پیش کیا، منتفق نے امداد کا اقرار کیا۔ چنانچہ دُبیس ان کے ہمراہ بصرے کی طرف روانہ ہوا، پہنچتے ہی بصرے کو لوٹ لیا، اہل بصرہ کو قتل و پامال کیا، سلمان حاکم بصرہ کو مار ڈالا، خلیفہ مسترشد کو اطلاع ہوئی، برسقی پر بے حد ناراضی کا اظہار کیا۔ تہدید آمیز فرمان بھیجا کہ "تمہاری سستی اور غفلت سے اہل بصرہ اس حالِ بد کو پہنچے ہیں، مناسب ہے کہ اب بھی تم ان کی حمایت پر مستعد ہو جاؤ، ورنہ ایں جانب کی ناراضگی کی کوئی حد نہ ہوگی" برسقی فوجیں لے کر بصرہ کی حمایت پر روانہ ہوا۔ دُبیس بصرہ چھوڑ کر بھاگ گیا، عیسائیوں کے پاس پہنچا اور ان کے ساتھ حلب کے محاصرہ پر آیا، اہل حلب کی مستعدی سے عیسائیوں کے دانت کھٹے ہو گئے، ناکام واپس ہوئے، دُبیس ان سے علیحدہ ہو کر ملک طغرل بن سلطان محمد کے پاس پہنچا، نچلا نہ بیٹھا گیا عراق پر فوج کشی اور قبضہ کی ترغیب دینے لگا جیسا کہ آپ ان واقعات کو اوپر پڑھ آئے ہیں۔

برنقش زکوی کی تقرری

ان واقعات اور نیز اسی قسم کی اور شکایات سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے آئینہ دل میں برسقی کی جانب سے غبار پیدا ہو گیا، سلطان محمود کو لکھ بھیجا کہ "برسقی کو عراق کی پولیس افسری سے معزول کر دو"۔ سلطان محمود نے اس حکم کے مطابق برسقی کو عراق کی افسری پولیس سے برطرف کر دیا۔ عیسائیوں پر جہاد کی غرض سے موصل جانے کا حکم دیا برنقش زکوی کو عراق کی پولیس افسری عطا ہوئی۔ برنقش زکوی کا نائب دارالخلافت بغداد پہنچا، برسقی سے چارج لیا اور بغداد میں قیام پذیر ہوا۔

سلطان محمود نے اپنے چھوٹے لڑکے کو برسقی کے پاس کام سیکھنے کی غرض سے بھیج دیا۔ برسقی سلطان محمود کے لڑکے کو اپنے ہمراہ لئے موصل پہنچا۔ اہل موصل نے نہایت جوش اور مسرت سے استقبال کیا اور برسقی گورنری کے فرائض انجام دینے لگا۔

عمادالدین زنگی کی گورنری بصرہ

عمادالدین زنگی، امیر برسقی کے حاشیہ نشین مصاحبوں سے تھا۔ جس وقت سلطان محمود کی بارگاہ سے برسقی کو واسط کی حکومت عطا ہوئی برسقی نے عمادالدین زنگی کو اپنا نائب مقرر کر کے واسط روانہ کیا۔ ایک

مدت تک عماد الدین زنگی، واسط کا فرمان روا رہا۔ پھر جب برسقی 'دُبیس کی گوشمالی کے لئے بصرہ آیا اور دُبیس' بصرہ چھوڑ کر چلا گیا تو برسقی نے عماد الدین زنگی کو واسط سے طلب کر کے بصرہ کی حکومت پر مامور کیا۔ عماد الدین زنگی نے نہایت خوبی سے بصرہ کا نظم و نسق درست کیا، عرب کے کُٹیروں کی دست بُرد سے اسے محفوظ رکھا۔ پھر جب برسقی موصل کا گورنر ہوا تو منتظم اور کفایت شعار ہونے کی وجہ سے عماد الدین زنگی کو موصل طلب کیا۔ عماد الدین زنگی کو بار بار کی تبدیلی اور تقرری ناگوار گزری، مستعفی ہو کر سلطان محمود کے دربار میں بمقام اصفہان حاضر ہوا، سلطان محمود عزت و احترام سے پیش آیا اور بصرے کی سند گورنری عطا کی۔ عماد الدین زنگی کی دلی خواہش یہی تھی۔ ۵۱۸ھ میں بصرہ کی حکومت پر واپس آیا۔

حلب پر برسقی کا قبضہ

عیسائیوں نے شہر صور[1] کی تسخیر کے بعد دوسرے بلاد اسلامیہ کو تسخیر کرنے کے لئے بہت بڑے لشکر سے حملہ کیا۔ دُبیس کے پہنچ جانے اور

---

[1] شہر صور میں خلیفہ آمر باحکام اللہ علوی مصری کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا۔ عز الملک، وزیر السلطنت امیر الجیوش افضل کا بنایا ہوا حاکم تھا۔ عیسائی مجاہدوں نے کئی بار اسے لوٹا اور تاراج کیا ۵۰۶ھ میں بادشاہ فرانس نے صور کے سر کرنے کے لئے بہت بڑی فوج روانہ کی، عز الملک نے اتابک طغتکین والیٔ دمشق سے امداد طلب کی، اتابک طغتکین نے امیر مسعود کو اہلِ صور کی کمک پر مامور کیا، عیسائی فوجیں امیر مسعود کی آمد کی خبر پا کر بلا کسی لڑائی کے واپس گئیں، امیر مسعود صور میں داخل ہوا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ لیکن خطبہ اور سکہ خلیفہ علوی مصری ہی کا جاری رکھا، خلیفہ آمر مصری اور امیر الجیوش افضل کو اس خبر سے بے حد مسرت ہوئی، ۵۱۶ھ تک مسعود، صور میں فرماں روائی کرتا رہا۔ امیر الجیوش افضل کے قتل کے بعد خلیفہ مصری نے مسعود کو بحیلہ و فریب معزول کر کے دمشق واپس کر دیا اور ایک دوسرے شخص کو صور کی حکومت پر مامور کیا، عیسائیوں کو اس کی خبر لگی، فوجیں فراہم کر کے ماہ ربیع الاول ۵۱۸ھ میں صور کا محاصرہ کر لیا، نہایت شدت سے لڑائی شروع کی، اتابک طغتکین والیٔ دمشق نے صور کی (باقی صفحہ ۱۶۸ پر)

اس کی سازش نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ (یہ آپ کو یاد ہوگا کہ دُبیس بصرہ سے شکست کے بعد عیسائیوں کے پاس چلا گیا تھا اور انھیں تسخیر حلب کی ترغیب دے کر حلب کے محاصرہ میں ان کے ساتھ آیا تھا) عیسائی فوجیں حلب پر آاتریں۔ اہلِ حلب نے مدافعت پر کمر باندھی، تاش [1] .... بن ارتق والی حلب نے برسقی والی موصل سے امداد طلب کی، برسقی نے اس شرط سے امداد کا وعدہ کیا کہ قلعہ حلب میرے نائب کے سپرد کیا جائے، تاش نے اس شرط کو منظور کیا، برسقی فوجیں مرتب کر کے حلب کی طرف روانہ ہوا، عیسائی فوجیں برسقی کی آمد کی خبر پاکر محاصرہ اٹھا کر کوچ کر گئیں، برسقی بلا جنگ و جدال کامیابی کے ساتھ حلب میں داخل [2] ہوا۔ قبضہ کیا۔ اس کے بعد کفر طاب [3] کو بھی عیسائیوں سے چھین لیا۔ قلعہ اعزاز پر دھاوا کیا، قلعہ اعزاز پر دھاوا کیا، قلعہ اعزاز جوسلین عیسائی بادشاہ کے قبضہ میں تھا، برسقی نے اس پر محاصرہ ڈالا، عیسائیوں کو اس کی خبر لگی، چاروں طرف سے عیسائی مجاہدین جھرمٹ باندھ کر قلعہ اعزاز کے بچانے کے لئے۔ سخت [4] اور خونریز جنگ نے فیصلہ کیا۔ برسقی کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷) حکومت پر مامور کیا، عیسائیوں کو اس کی خبر لگی، فوجیں فراہم کر کے ماہ ربیع الاول ۵۱۸ھ میں صور کا محاصرہ کر لیا، نہایت شدت سے لڑائی شروع کی، اتابک طغتکین والی دمشق نے صور کی حمایت پر کمر باندھی، یا نیاس کی طرف بڑھا لیکن عیسائیوں نے ذرا بھی پروا نہ کی، طغتکین نے خلیفہ مصری کو اس سے مطلع کیا، امداد کی درخواست کی، صدائے نہ برخاست، کا مضمون ہوا۔ ۲۳ رجمادی الاول سنہ مذکور میں عیسائیوں نے صور پر قبضہ کر لیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ مطبوعہ لیدن

[1] اصل کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے۔

[2] یہ واقعہ ۵۱۸ھ کا ہے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ لیدن

[3] کفر طاب ملک شام کا ایک شہر ہے ۵۱۹ھ میں برسقی نے اس پر عیسائیوں سے قبضہ حاصل کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ لیدن

[4] معرکہ قلعہ اعزاز میں ایک ہزار سے زیادہ مسلمان کام آئے۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ لیدن

محاصرہ میں ناکامی ہوئی، حلب واپس آیا۔ مسعود نے اپنے لڑکے کو حلب کا نائب مقرر کیا اور دریائے فرات عبور کر کے موصل پہنچا۔

ملک طغرل و دبیس کی روانگی عراق

حلب سے عیسائی فوج کی واپسی پر دبیس ان سے علیحدہ ہو گیا۔ ملک طغرل کی خدمت میں پہنچا، ملک طغرل نے عزت و احترام سے ملاقات کی، اپنے ہم نشینوں میں داخل کر لیا دبیس من چلا تھا۔ خاموش نہ بیٹھ سکا، قبضہ عراق کی ترغیب دی، قبضہ دلانے کا ذمہ لیا، چنانچہ ۵۱۹ھ میں دونوں عراق کی طرف روانہ ہوئے، دقوقا پہنچے، مجاہد الدین بہرام نے تکریت سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو ملک طغرل اور دبیس کے ارادہ سے مطلع کیا، خلیفہ عباسی سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ بتاریخ ۵ صفر ۵۱۹ھ جنگ کے ارادے سے دارالخلافت بغداد سے کوچ کیا۔ برنقش زکوی کو موکب ہمایوں کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ خالص میں پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ ملک طغرل اور دبیس اس سے مطلع ہو کر خراسان کا راستہ چھوڑ کر جلولا پہنچے اور خلافت مآب خالص سے دسکرہ آ گئے۔ وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ خلافت پناہی کے مقدمۃ الجیش کا سردار تھا۔

دبیس کی روانگی نہروان

ملک طغرل اور دبیس میں یہ طے پایا کہ دبیس، جلد سے جلد نہروان پہنچ کر نہروان کا پل توڑ دے، خلافت مآب کے لشکر کو عبور سے روکے، اور جب ملک طغرل آجائے تو اس کے بعد بغداد پر قبضہ کرے، کو بڑھے اس قرارداد کے مطابق نہروان کی جانب دبیس نے کوچ کیا، اتفاق یہ کہ ملک طغرل بیمار ہو گیا، پانی بھی زور کا برسا، نقل و حرکت سے مجبور ہو گیا، دبیس تھکا ماندہ، بھوکا، بارش اور سردی سے کانپتا نہروان پہنچا۔ تیس اونٹ کپڑے اور اشیاء خوردنی سے لدے دارالخلافت بغداد سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے پاس جا رہے تھے دبیس نے انہیں لوٹ لیا، آسودہ ہو کر کھایا بھیگے کپڑے اتروائے، دوسرے کپڑے پہنے، دھوپ میں پاؤں لمبے کر کے سو گیا۔

ملک طغرل اور دبیس کا ہمدان میں ظلم و جور

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو ملک طغرل اور دبیس کے

ارادہ سے آگاہی ہوئی، لشکر کو کوچ کا حکم دیا، بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں نہروان کے غربی جانب دُبیس مل گیا، دُبیس آنکھیں لمتا اٹھا، زمین بوسی کر کے دست لبتہ عفو تقصیر کی درخواست کی خلافت مآب نے قصور معاف کر دیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت جلال الدین بن صدقہ، خلافت مآب کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلافت مآب کی رائے کی تعریف کی نہروان کے پُل کو قابلِ عبور بنانے میں معروف ہوا، دُبیس، برنقش زکوئی سے باتیں کرنے لگا۔ خلافت مآب اور وزیر السلطنت کو غافل پاکر چلتا بنا اور ملک طغرل سے جا کر مل گیا۔ خلافت پناہی بغداد کی جانب واپس ہوئے، ملک طغرل اور دبیس ہمدان پہنچے۔ ملک طغرل اور دُبیس نے ہمدان پہنچ کر فساد مچا دیا، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا، دیہات، قصبات اور شہروں کو لوٹ لیا۔ تاوان اور جرمانوں سے رعایا کو پریشان کیا۔ سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی گوشمالی کی غرض سے لشکر بڑھا، ملک طغرل اور دُبیس سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے، خراسان میں سنجر کی خدمت میں حاضر ہوئے، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور برنقش زکوئی کی الٹی شکایت کی۔

برنقش زکوئی کی ریشہ دوانی

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو برنقش زکوئی بغداد کے افسر پولیس سے نفرت پیدا ہوئی، دھمکایا، تنبیہ کی، برنقش زکوئی ماہ رجب ۵۲۰ھ میں بخوف جان بغداد چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس چلا گیا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی طرف سے کان بھرنے شروع کئے اور یہ مغالطہ دیا کہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے بے تعداد فوج مہیا کر لی ہے، قوت مالی بھی بڑھا لی ہے اور وہ زمانہ قریب معلوم ہوتا ہے کہ حضور والا سے کوئی حیلہ و بہانہ ڈھونڈھ کر کشیدگی کا اظہار کرے اور جنگ و جدال کا دروازہ کھولے، اس وقت بادشاہ سلامت پہ مقابلہ ذرا دشوار ہو جائے گا۔ سلطان محمود یہ سن کر تاؤ میں آ گیا اور عراق کی روانگی کا ارادہ کیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے نرمی اور مہربانی سے روکنا چاہا اور یہ کہلا بھیجا کہ "فی الوقت آپ عراق کا ارادہ ترک کر دیجئے۔ اس اطراف کی ویرانی اور بربادی بے حد بڑھ گئی ہے۔ جب ویرانی، آبادی سے اور گرانی ارزانی سے تبدیل ہو جائے تو اس قصد کو پورا کیجئے گا"

سلطان محمود کی بغداد کی جانب پیش قدمی

سلطان محمود نے اصلیت کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ برنقش زکوئی کے پیدا کئے خیال کی اس سے تصدیق کر لی اور

نہایت عجلت سے بغداد کی جانب کوچ کیا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اپنے اہل و عیال اور اولاد خلفاء کے ساتھ پا پیادہ پا دارالخلافت بغداد سے ماہ ذی القعدہ ۵۲۰ھ میں غربی بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اہل بغداد خلافت مآب کی جدائی کی تاب نہ لا سکے زار زار رونے لگے۔

جنگ سلطان محمود و خلیفہ مسترشد باللہ

یہ خبر سلطان محمود تک پہنچی، بے حد شاق گزرا، خلافت مآب کی خدمت میں دارالخلافت واپس جانے کا پیام بھیجا، خلافت مآب نے وہی شرط پیش کی، سلطان محمود کو اس شرط کے پیش کرنے سے غصہ آ گیا۔ تیزی سے بغداد کی جانب بڑھا۔ خلیفہ مسترشد غربی بغداد میں قیام پذیر ہوا اور خادم عفیف کو فوج کی افسری کے ساتھ سلطان محمود کے نائب السلطنت کو روکنے کی غرض سے واسط روانہ کیا، سلطان محمود کی طرف سے عمادالدین زنگی والی بصرہ مقابلہ پر آیا، عفیف کو شکست دی، عفیف کا لشکر پامال کیا گیا۔ بہتیرے قتل اور قید کیے گئے، خلیفہ مسترشد نے کشتیاں جمع کرائیں، قصر خلافت کے دروازے بند کرا دیئے اور دربان ابن صاحب کو محل سرائے خلافت کی حفاظت پر متعین کیا۔

سلطان محمود کی بغداد میں آمد

۲۰؍ ذی الحجہ سنہ مذکور میں سلطان محمود اپنے جاہ و حشم کے ساتھ بغداد میں داخل ہوا، باب شمالیہ میں قیام کیا، خلیفہ مسترشد سے واپسی اور صلح کا نامہ و پیام کرنے لگا، خلیفہ مسترشد انکاری جواب دے رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں ایک روز چل گئی، سلطان محمود کی فوج کا ایک دستہ محل سرائے خلافت میں گھس گیا تاج خلافت کو لوٹ لیا۔ یہ واقعہ یکم محرم ۵۲۱ھ کا ہے۔ باشندگان بغداد کو اس سے سخت غصہ اور اشتعال پیدا ہوا "جہاد" چلا اٹھے، لڑکے، جوان اور بوڑھے تلواریں نیام سے کھینچ کر نکل پڑے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی بھی پردہ سے نکل آیا، بلند آواز سے "یا آل ہاشم" پکارنے لگا، طبل اور بگل بجنے لگا۔ دجلہ پر پل فوراً بنا دیا گیا۔ ایک پلہ میں سب کے سب اتر آئے۔ سلطان محمود کا لشکر، محل سرائے خلافت، امراء اور وزراء کے مکانوں کی لوٹ میں مصروف ہوا۔ محل سرائے خلافت کے تہ خانہ میں ایک ہزار سپاہی چھپے تھے ان لوگوں سے ضبط نہ ہو سکا نکل پڑے۔ سلطان محمود کے امراء کی ایک جماعت کو گرفتار کیا، عوام الناس نے سلطان محمود کے

وزیروں، امیروں اور حاشیہ نشینوں کے مکانات کو لوٹ لیا۔ ایک گروہ کثیر کام آ گیا۔ اس کے بعد خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے تیس ہزار جنگ آور ان اہل بغداد اور سوار فوج کے ساتھ شرقی بغداد کی طرف عبور کیا۔ سلطانی لشکر نے مقابلہ اور بغداد سے نکال باہر کرنے پر کمر باندھی، بغداد کے اردگرد خندقیں کھدوائیں، سلطانی لشکر پر شب خون اور حملہ کا تہیہ کیا، ابوالہیجا، کردی والئ اربل نے مخالفت کی۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود میں مصالحت

اسی اثنا میں عمادالدین زنگی، بصرہ سے ایک بڑا لشکر لئے ہوئے براہ خشکی اور دریا سلطان محمود کی کمک کو پہنچ گیا، اہل بغداد کے چھکے چھوٹ گئے، ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، حملہ اور شب خون کے منصوبے ہوا ہو گئے، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ باہم مصالحت ہو گئی، سلطان محمود نے اہل بغداد کی خطائیں معاف کر دیں۔ ۱۰ ربیع الآخر ۵۲۱ھ بغداد میں قیام پذیر رہا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے ہتھیار، گھوڑے اور بہت سامال ہدیۃً سلطان محمود کو دیا۔ سلطان محمود نے عمادالدین زنگی بن آقسنقر کو کفایت شعار اور سیاست داں ہونے کے باعث بغداد کا پولیس افسر مقرر کیا اور ہمدان کی جانب واپس ہوا۔

وزیر ابوالقاسم کی معزولی اور بحالی

چونکہ وزیر السلطنت ابوالقاسم علی بن ناصر شادی کی امراء دولت نے سلطان محمود سے جا و بے جا شکایتیں کیں، اور الزامات کے علاوہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے سازش کرنے کا الزام بھی لگایا تھا کیونکہ یہ سلطان محمود اور خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے صلح کرانے میں زیادہ کوشش کر رہا تھا۔ اس وجہ سے اثناء سفر ہمدان میں سلطان محمود نے وزیر السلطنت ابوالقاسم کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ شرف الدولہ انوشیروان بن خالد کو بغداد سے طلب فرمایا، وہ ماہ شعبان سنہ مذکور میں بمقام اصفہان حاضر ہوا، سلطان محمود نے اسے عہدہ وزارت عطا کیا، دس مہینہ وزارت کی، پھر معزول کر دیا گیا۔ بغداد واپس آیا۔ اس تبدیلی پر بھی وزیر سابق ابوالقاسم قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔ جب سلطان سنجر رے میں آیا تو اس نے وزیر ابوالقاسم کو جیل سے نکال کر سلطان محمود کی وزارت پر آخر ۵۲۲ھ میں مقرر کیا۔

عزالدین ابن برسقی کی وفات

صوبہ موصل پر قابض ہونے سے عزالدین ابن برسقی کا رعب داب اور جاہ و جلال بڑھ گیا۔ قوت اور شوکت جیسا کہ چاہیے حاصل ہوگئی، بلاد شام پر قبضہ کی ہوس پیدا ہوئی۔ سلطان محمود سے اجازت حاصل کر کے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ رحبہ پہنچ کر محاصرہ کیا اور قابض ہوا۔ حکومت کی نوبت نہ آئی کہ قبضہ کے فوراً بعد ہی مرگیا۔ سارا لشکر تتر بتر ہوگیا، تجہیز و تکفین سے بھی غافل ہوگیا۔ اس کے بعد دفن کیا گیا۔ اس کا لشکر موصل واپس آگیا۔

امارت موصل پر عمادالدین زنگی کا تقرر

عزالدین کی وفات کے بعد عنان حکومت اس کے مملوک جاولی کے قبضہ میں آئی۔ اس نے عزالدین کے چھوٹے بھائی کو عزالدین کی جگہ کرسی امارت پر بٹھایا، سند حکومت حاصل کرنے کی غرض سے قاضی بہاء الدین ابوالحسن علی شہرزوری اور صلاح الدین محمد باغیانی، امیر صاحب برسقی کو عرض داشت دے کر سلطان محمود کے دربار میں بھیجا۔ یہ دونوں بغرض مشورہ نصیرالدین جعفر (عمادالدین زنگی کا مملوک تھا) کے پاس گئے (صلاح الدین اور نصیرالدین سے سسرالی رشتہ تھا) نصیرالدین نے کہا "تم لوگ بڑے ناسمجھ ہو، کیا تم جاولی کی حرکات سے ناواقف ہو، وہ بڑا چلتا پرزہ ہے، کیا تم اس کی اطاعت بطیب خاطر پسند کرو گے۔ بہتر یہ ہے کہ عمادالدین زنگی کو طلب کر کے صوبہ موصل کی گورنری پر متعین کیے جانے کی درخواست کرو"۔ اس مشورہ کے مطابق دونوں 'وزیرالسلطنت' شرف الدین نوشیروان بن خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا "جزیرہ اور شام پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا ہے، حدود ماردین سے عریش معر تک عیسائیوں کے قبضہ میں ہے، برسقی ایک شجاع اور باتدبیر شخص تھا وہ عیسائیوں کے فریب اور چالاکیوں سے خوب واقف تھا اور ان کی روک تھام کے لئے کافی تھا، اس کا انتقال ہوگیا ہے، اس کی جگہ جو مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ایک چھوکرا ہے۔ صوبہ موصل کی حکومت کے لئے ایک تجربہ کار، جنگ آزمودہ اور امور سیاسی کا واقف کار شخص ہونا چاہیے جو عیسائیوں کو ان شہروں سے مار کر بھگا ئے۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں یہی عرض کرنے آئے ہیں، آئندہ آپ کو اختیار ہے۔" وزیرالسلطنت نے ان دونوں کی معروضات کو بارگاہ سلطانی میں پیش کیا۔ سلطان ان دونوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حاضر ہونے کا

مشورہ ہونے لگا۔ ارکین دولت میں سے ایک گروہ نے عمادالدین زنگی کے حق میں رائے دی؛ قاضی بہاءالدین اور دولت میں سے ایک گروہ نے عمادالدین زنگی کے حق میں رائے دی، قاضی بہاءالدین اور صلاح الدین نے بہ نظر خوشنودی، عمادالدین زنگی کی طرف سے بطور نذر ایک بڑی رقم شاہی خزانہ میں داخل کی، سلطان نے کفایت شعاری اور شجاعت کی وجہ سے عمادالدین زنگی کو صوبہ موصل کا گورنر مقرر کیا۔ اس کی جگہ عراق کی پولیس افسری مجاہدالدین بہروز والئ تکریت کو عنایت کی۔

عمادالدین زنگی کی روانگی موصل

عمادالدین زنگی شاہی حکم لے کر موصل روانہ ہوا۔ پہلے بوازیج پہنچا، قبضہ کیا، پھر موصل کی طرف کوچ کیا۔ جاولی کو اس کی خبر لگی۔ ذرا بھی چون وچرا نہ کی، باظہار اطاعت موصل سے نکل کر استقبال کیا اور اس کی رکاب میں موصل واپس آیا۔ عمادالدین زنگی ماہ رمضان ۵۲۱ھ میں داخل موصل ہوا۔ موصل کا نظم ونسق کرنے لگا۔ جاولی کو رحبہ کی حکومت دے کر رحبہ روانہ کیا، نصیرالدین جعفر کو قلعہ موصل پر اور چند اور قلعوں کا حاکم بنایا، صلاح الدین محمد باغیان کو امیر حاجب کا عہدہ عنایت کیا اور قاضی بہاءالدین شہرزوری کو اپنے تمام مقبوضہ علاقہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ قاضی بہاءالدین کو مال وزر کے علاوہ جاگیر بھی دی، مناصب دیئے۔ ہر کام میں ان سے مشورہ لیتا، ان کے مشورے کے بغیر چھوٹا یا بڑا کام نہ کرتا تھا۔

زنگی کا جزیرہ ابن عمر پر قبضہ

زنگی نے موصل کے انتظام سے فارغ ہو کر قبضہ کی غرض سے جزیرہ ابن عمر کی طرف قدم بڑھایا۔ برسقی کا خادم، جزیرہ کا فرماں روا تھا۔ وہ مقابلہ پر آیا۔ جنگ چھڑ گئی۔ لیکن دونوں فریقوں کے درمیان دجلہ حائل تھا جس سے عمادالدین زنگی کو کامیابی نہ ہوتی تھی۔ عمادالدین زنگی کو یہ تاخیر پسند نہ آئی لشکر کو حکم دیا کہ "گھوڑے دجلہ میں ڈال دو اور کمال تیزی سے دجلہ عبور کر کے حریف سے میدان لے لو"۔ چنانچہ عمادالدین زنگی اور اس کے لشکر نے دجلہ میں گھوڑے ڈال دیئے۔ رکاب سے رکاب ملائے بات کی بات میں دجلہ عبور کر کے زلاقہ[1] پر قبضہ کر لیا۔

[1] زلاقہ اس میدان کا نام ہے جو دریائے دجلہ اور جزیرہ کے درمیان میں تھا۔ اہل جزیرہ نے (باقی ص۱۷۵ پر)

حریف کی ایک پیش نہ گئی۔ سخت اور خونریز جنگ کے بعد حریف کو شکست ہوئی۔ جزیرہ میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ فتح مند گروہ نے چاروں طرف سے محاصرہ کر کے حملہ پر حملہ شروع کر دیا۔ بالآخر محصورین نے امان کا جھنڈا بلند کیا۔ امان کی درخواست پیش کی۔ قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں۔ عمادالدین زنگی نے قبضہ کر لیا۔

نصیبین کی مہم

اس مہم سے فارغ ہو کر عمادالدین زنگی نے نصیبین کو سر کرنے کی غرض سے کوچ کیا نصیبین حسام الدین تمرتاش بن ابو الغازی والیٔ ماردین کے قبضہ میں تھا۔ عمادالدین زنگی نے پہنچ کر محاصرہ کیا۔ حسام الدین نے اپنے چچازاد بھائی رکن الدولہ داؤد بن سکمان (دستمان) بن ارتق والیٔ قلعہ کیفا کو ان واقعات سے مطلع کیا۔ امداد کی درخواست کی، رکن الدولہ نے بذات خود امداد و حمایت پر کمر باندھی۔ فوجیں فراہم کرنے لگا، حسام الدین تمرتاش نے ماردین سے اہل نصیبین کو تشفی آمیز خط لکھا اور امید دلائی کہ پانچ دن کے اندر تمہاری کمک ایک بڑا لشکر پہنچ جائے گا، عمادالدین زنگی کا لشکر نصیبین کا محاصرہ کئے تھا قاصد جا نہیں سکتا تھا۔ اس وجہ سے یہ خط ایک پرندؔ[1] کے بازو میں باندھ کر نصیبین کی طرف چھوڑ دیا۔ اتفاق سے عمادالدین زنگی کی فوج میں سے کسی سپاہی نے اس پرندے کو پکڑ لیا۔ بازو میں خط بندھا پایا۔ اپنے سردار عمادالدین زنگی کے پاس لایا۔ عمادالدین زنگی نے پڑھا۔ قلم خاص سے لکھ دیا۔ "پانچ روز کے بجائے بیس[20] یوم تک کی مہلت ہے" اور پرند کے بازو میں باندھ کر چھوڑ دیا۔ اہل نصیبین نے حسام الدین کا خط پڑھا۔ عمادالدین زنگی کا لکھا ہوا پرچہ دیکھ کر بے حواس ہو گئے۔ بیس[20] دن بہ انتظار امداد ٹھہرے رہے۔ اس اثنا میں عمادالدین زنگی نے بھی کوئی حملہ نہ کیا۔ اکیسویں دن اہل نصیبین نے امان کی درخواست کی۔ عمادالدین زنگی نے امن کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴) حملہ آور فریق کو دریا عبور کرنے سے روکنے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ دریا عبور کرنے کے بعد لاقہ میں جنگ ہوئی شکست اٹھا کر شہر میں داخل ہو کر شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۵۵ مطبوعہ لیڈن

[1] پرند کا نام کسی مورخ نے نہیں لکھا غالباً کبوتر ہو گا۔ یہی جانور اس زمانہ میں نامہ بری کا کام دیتا تھا۔

زنگی کا خابور و حران پر قبضہ

قبضہ نصیبین کے بعد عمادالدین زنگی نے سنجار کا قصد کیا۔ اہل سنجار نے مصالحت کرلی۔ عمادالدین زنگی نے سنجار پر قبضہ کرکے خابور کو سرکرنے کی غرض سے ایک لشکر روانہ کیا۔ خابور بھی سر ہو گیا حران کی طرف بڑھا۔ اہل حران نے حاضر ہوکر اطاعت قبول کی۔ الرہا، سروج بیرہ اور اس کے ملحقات عیسائی حکمرانوں کے قبضہ میں تھے، جوسلین عیسائی والیٔ الرہا ان مقامات کا فرماں روا تھا۔ عمادالدین زنگی نے اس سے مراسلت کرکے عارضی صلح کرلی تاکہ مقبوضہ و مفتوحہ علاقہ کا انتظام درست کرکے باطمینان تمام اس مہم کو پورا کرے جس کا اس نے ارادہ کیا تھا اور جس غرض کے لئے اسے موصل کی گورنری عطا ہوئی تھی[1]

قطلغ ابہ کا حلب پر قبضہ

ماہ محرم ۵۲۲ھ میں عمادالدین زنگی نے فرات کو حلب کی جانب سے عبور کیا، عزالدین مسعود بن آقسنقر برسقی جس وقت حلب سے اپنے باپ کے قتل کے بعد موصل روانہ ہوا تھا۔ اپنے امراء دولت میں سے قرمان نامی ایک امیر کو مقرر کیا تھا۔ تھوڑے دن بعد قرمان کو معزول کرکے قطلغ ابہ کو مامور کیا۔ قطلغ ابہ، عزالدین کا حکم لے کر حلب پہنچا، قرمان نے چارج نہ دیا اور یہ کہا کہ مجھ سے اور عزالدین سے کچھ امور طے ہوئے ہیں۔ جب تک میں انہیں اس حکم نامہ میں نہ دیکھ لوں گا، حلب کی حکومت سے دست بردار نہ ہوں گا۔ قطلغ ابہ ان امور کو حاصل کرنے کے لئے عزالدین مسعود کی خدمت میں واپس ہوا۔ رحبہ پہنچا تو عزالدین مسعود کا انتقال ہو چکا تھا حلب کی جانب پھر لوٹا، فضائل بن بدیع اور سرداران حلب نے قطلغ ابہ کی اطاعت قبول کی اور قرمان کو ایک ہزار دینار دے کر برطرف کیا۔ قطلغ ابہ نے قلعہ حلب پر نصف ماہ جمادی الآخر ۵۲۱ھ میں قبضہ کیا، قبضہ کرنا تھا کہ دماغ پھر گیا۔ ظلم، تعدی، بداخلاقی اور متروکات پر دست درازی شروع کردی، اوباشوں اور مفسدوں کی

---

[1] عمادالدین زنگی نے ان مقامات کو مسلمان حکمرانوں سے اس وجہ سے چھینا کہ وہ عیسائیوں کو ملک شام اور جزیرہ سے اس وقت تک نہیں نکال سکتا تھا جب تک کہ یہ مقامات اور شہر اس کے قبضہ میں نہ آجاتے۔ اس کے علاوہ ان اسلامی حکمرانوں کا عدم و وجود دونوں برابر تھا۔ یہ عیسائیوں سے دبے ہوئے تھے، اکثر دبے پڑتے تھے۔ بعض بعض انہیں خراج دیتے تھے۔ ان کی اطاعت کو کامیابی کا باعث سمجھتے تھے۔

بن آئی، یہی اس کے درباری اور ہم نشین بنے، اس وجہ سے عوام اور خواص کے دل اس سے برافروختہ ہو گئے۔

بدرالدولہ سلیمان اور قطلغ ابہ کی جنگ

بدرالدولہ سلیمان بن عبدالجبار بن ارتق حلب کا سابق فرماں روا جس نے حکومت چھوڑ دی تھی موجود تھا۔ اہل شہر اس کے پاس گئے، قطلغ ابہ کے مظالم کی شکایت کی اور اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کر کے قطلغ ابہ پر حملہ کیا قطلغ ابہ قلعہ بند ہو گیا۔ اہل حلب نے محاصرہ کیا، مہیار والی بیخ اور حسن والی مراغہ اہل شہر اور قطلغ ابہ سے مصالحت کرانے کے لئے آیا۔ لیکن مصالحت نہ ہو سکی۔ عیسائیوں کو اس کی خبر لگی۔ منہ میں پانی بھر آیا۔ حلب پر قبضہ کا لالچ پیدا ہوا۔ اہل حلب اور قطلغ ابہ کے باہمی جھگڑے سے فائدہ اٹھانا چاہا جو سلیس والی الرہا فوج نظام اور عیسائی مجاہدوں کو لئے حلب آ پہنچا۔ اہل حلب نے زر تاوان دے کر جو سلیس کو واپس کیا، انطاکیہ کا عیسائی بادشاہ اپنی فوج لے پہنچ گیا۔ آخر سنہ مذکور تک حلب کا محاصرہ کئے رہا اور اہل حلب قلعہ حلب کا حصار کئے رہے۔

حلب پر عمادالدین زنگی کا قبضہ

جب عمادالدین زنگی موصل، جزیرہ اور شام کا حکمراں ہوا، تو اہل حلب اس کے مطیع ہو گئے۔ بدرالدولہ سلیمان اور قطلغ ابہ عمادالدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے موصل روانہ ہوئے، حسن قراقوس حلب کا عارضی حکمراں مقرر ہوا۔ چند دنوں بعد عمادالدین زنگی کی طرف سے صلاح الدین باغیانی ایک فوج لے کر حلب آیا قلعہ پر قبضہ کیا۔ شہر کا انتظام درست کیا۔ اس کے بعد عمادالدین زنگی اپنے لشکر ظفر پیکر کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء سفر میں بیخ اور مراغہ پر قبضہ حاصل کرتا ہوا حلب پہنچا۔ امراء لشکر اور سپاہیوں کو جاگیریں دیں قطلغ ابہ کو گرفتار کر کے بدرالدولہ سلیمان کے حوالہ کر دیا۔ بدرالدولہ سلیمان، عمادالدین زنگی سے متنفر ہو کر ہو کر خاموشی سے قلعہ جعبر بھاگ گیا۔ عمادالدین زنگی نے حکومت حلب پر ابوالحسن علی بن عبدالرزاق کو مامور کیا۔

سلطان سنجر اور ملک طغرل

ملک طغرل اور دبیس، سلطان سنجر کی خدمت میں بمقام خراسان حاضر ہوئے، دبیس نے عراق پر قبضہ کی ترغیب دی، اور یہ ذہن نشین کیا کہ مسترشد باللہ

عباسی خلیفہ بغداد اور سلطان محمود آپ کی روک تھام اور مقابلے پر متفق ہو گئے ہیں، سلطان سنجر اس فریب میں آ گیا، عراق کی طرف روانہ ہوا۔ رے پہنچ کر سلطان محمود کو طلبی کا خط لکھا (سلطان محمود اُس وقت ہمدان میں تھا) سلطان محمود نہایت عجلت سے مسافت طے کر کے سلطان سنجر کی خدمت میں حاضر ہوا، سلطان سنجر نے اپنی فوج کو استقبال کا حکم دیا، اپنے برابر تخت پر بٹھایا آخر ۵۲۲ھ تک سلطان سنجر کی خدمت میں رہا، اس کے بعد سلطان سنجر خراسان کی جانب اور سلطان محمود ہمدان کی طرف واپس ہوئے واپسی کے وقت سلطان سنجر نے سلطان محمود کو ہدایت کی کہ دُبیس کو اس کے شہر کی طرف واپس کر دینا۔

سلطان محمود کی بغداد روانگی

اس کے بعد سلطان محمود، عراق روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ بغداد کے قریب پہنچا۔ وزیر السلطنت نے استقبال کیا۔ ۹/ محرم ۵۲۳ھ میں دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا۔ دُبیس نے حاضر ہو کر ایک لاکھ دینار پیش کیے، گورنری موصل کی درخواست کی عماد الدین زنگی تک یہ خبر پہنچی، ایک لاکھ دینار اور بہت سے نذرانے و تحائف لے کر حاضر ہوا، شاہی دربار میں پیش کیے، سلطان محمود نے عماد الدین زنگی کو خلعت اور موصل واپس جانے کا ارشاد فرمایا، نصف سنہ مذکور (ماہ جمادی الآخر) میں بغداد سے روانہ ہوا۔ مجاہد الدین بہروز کو بغداد کا افسر پولیس مقرر کیا اور حلہ کی حکومت عنایت کی۔

سلطان محمود کی وفات

سلطان محمود نے اپنی وفات سے پیشتر چند اراکین دولت کو (جس میں عزیز الدین ابو نصر احمد بن حامد مستوفی، امیر انوشتگین معروف بہ شیرگیر اور اس کا لڑکا عمر تھا) وزیر السلطنت ابو القاسم الشابادی کے کہنے سے گرفتار کر کے قتل کیا۔ اس کے بعد بیمار ہوا اور انتقال کر گیا۔[1]

---

[1] سلطان محمود کی عمر بوقت وفات ۲۹ سال تھی، ۱۲ برس ۵ مہینہ ۲۰ یوم حکمرانی کی شوال ۵۲۵ھ میں وفات پائی حلیم اور عقلمند تھا۔ ناگوار باتیں سنتا اور باوجود قدرت کے سزا نہ دیتا تھا، اَحمق نہ تھا، متقی تھا امراء و اراکین دولت کو رعایا کے مال پر دست درازی سے روکتا تھا۔ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۴ مطبوعہ لیدن

باب ۵

سلطان مسعود بن سلطان محمود

وزیرالسلطنت ابوالقاسم اور اتابک آقسنقر احمدیلی نے متفق ہوکر سلطان محمود کے بیٹے "داؤد" کو تخت حکومت پر بٹھایا، بیعت کی، صوبجات جبل اور آذربائیجان میں سلطان داؤد نے محاصرہ اٹھالیا، سلطان مسعود تبریز سے ہمدان چلا آیا۔ عمادالدین زنگی گورنر موصل سے مراسلت شروع کی، امداد کا خواستگار ہوا، عمادالدین زنگی نے امداد کا وعدہ کیا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دربار خلافت میں عرض داشت بھیجی بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی، سلطان داؤد نے بھی اس کے قبل اسی قسم کی درخواست دربار خلافت میں پیش کی تھی، خلافت مآب نے دونوں کی درخواست نامنظور فرمائی، اور یہ تحریر فرمایا کہ خطبہ میں صرف سلطان سنجر کا نام پڑھا جائے گا۔ اور خفیہ طور پر سلطان سنجر کو لکھ بھیجا کہ تم کسی کے نام کو خطبہ میں داخل کرنے کی اجازت نہ دینا۔ صرف تمہارا ہی نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ سلطان سنجر کو اس تحریر کی وجہ سے ایک بہترین موقع انکار کا مل گیا۔

سلجوق شاہ کی بغداد میں آمد

سلطان مسعود کو عمادالدین زنگی کے وعدۂ امداد سے بہت بڑی تقویت ہوئی، لشکر فراہم کرکے بغداد کی جانب کوچ کیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا بھائی سلجوق شاہ دارالخلافت بغداد پہنچ گیا۔ شاہی محل سرا میں قیام کیا۔ اتابک قراجا ساقی والیٔ فارس وخوزستان ایک بڑی فوج کے ساتھ اس کی رکاب میں تھا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی عزت واحترام سے پیش آیا۔ اپنی حمایت وامداد کا وعدہ اور حلف لے لیا۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود میں مصالحت

سلطان مسعود نے بغداد کی روانگی کے وقت عمادالدین زنگی کو بغداد آنے کے لئے لکھا تھا۔ چنانچہ عمادالدین زنگی موصل سے بغداد روانہ ہوا۔ اور سلطان مسعود کوچ و قیام کرتا عباسیہ خالص پہنچا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور سلجوق شاہ کی فوجیں اس کے مقابلہ پر آئیں اور قراجا ساقی، عمادالدین زنگی کی مدافعت کے لئے روانہ ہوا، مقام معشوق میں مڈبھیڑ ہوئی، قراجا ساقی نے عمادالدین زنگی کو شکست دی، اس کے بہت سے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا، عمادالدین زنگی شکست کھا کر تکریت کی طرف بھاگا، نجم الدین[1] ایوب دلوک ایوبیہ کا مورث اعلیٰ، حاکم تکریت نے دریا عبور کرنے کے لئے کشتیاں فراہم کیں۔ چنانچہ عمادالدین زنگی دجلہ عبور کر کے موصل چلا گیا۔ سلطان مسعود، عباسیہ خالص سے ملکیہ پہنچا، سلجوق شاہ کا مقدمۃ الجیش سلطان مسعود کے مقدمۃ الجیش سے بھڑ گیا، لڑائی شروع ہو گئی سلجوق شاہ کی طلبی پر قراجا ساقی نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے آ گیا، سلطان مسعود عمادالدین زنگی کی شکست سے مطلع ہو کر ہمت ہار گیا۔ لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی خدمت میں کہلا بھیجا "میرا چچا سلطان سنجر رے پہنچ گیا ہے۔ عنقریب بغداد پہنچا چاہتا ہے"۔ اگر مجھے حکم دیں تو میں اس کی مدافعت کے لئے عراق روانہ ہوں، کامیابی کے بعد عراق خلافت مآب کا مقبوضہ قرار پائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ سلطنت کی عنان میرے قبضہ میں رہے اور سلجوق شاہ میرے بعد تخت حکومت کا مالک ہوگا" خلافت مآب نے ان شرائط کو منظور فرما لیا۔ فریقین نے قسمیں کھائیں، سلطان مسعود خوشی سے اچھلتا کودتا دارالخلافت میں داخل ہوا۔ محل سرائے شاہی میں قیام کیا اور سلجوق شاہ دارالشحنہ (انسپکٹر جنرل پولیس) کے مکان میں ٹھہرا۔

خلیفہ مسترشد کی روانگی خانقین

سلطان محمود کے انتقال کے بعد سلطان سنجر خراسان سے صوبجات جبل کی طرف روانہ ہوا ملک طغرل (اس کا بھتیجا: سلطان محمد کا

---

[1] نجم الدین ایوب سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس کا باپ ہے۔ اسی حسن خدمت سے عمادالدین زنگی نے نجم الدین ایوب کو اپنے اراکین دولت میں شامل کر لیا جس سے آئندہ اس کے بیٹے صلاح الدین یوسف کو ملک مصر و شام پر قبضہ کا موقعہ ملا۔ مترجم

بیٹا) ہمراہ تھا۔ رفتہ رفتہ رے پہنچا، ذرا دم لے کر رے سے ہمدان کا راستہ لیا۔ سلطان مسعود نے بھی روک تھام اور مدافعت کی غرض سے کوچ کیا۔ قراجا ساقی اور سلجوق شاہ ہمراہ تھے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے ان لوگوں کے ساتھ چلنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اس وجہ سے روانگی میں تاخیر کی۔ سلطان مسعود اور سلجوق شاہ نے خلافت مآب کی خدمت میں قراجا ساقی کو روانہ کیا۔ چنانچہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی، خانقین کی طرف روانہ ہوا۔ خانقین پہنچ کر قیام کیا، سلطان سنجر کے نام کا خطبہ عراق سے موقوف کر دیا گیا۔

جنگ سلطان سنجر و سلطان مسعود

چونکہ سلطان سنجر نے دُبیس اور عماد الدین زنگی کو ملا لیا تھا۔ دُبیس کو حلہ اور عماد الدین زنگی کو بغداد کی پولیس افسری دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس وجہ سے دُبیس اور عماد الدین زنگی میدان خالی دیکھ کر بغداد پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو اس کی خبر لگی۔ ان دونوں سے میل جول کی غرض سے بغداد کی طرف واپس ہوا، سلطان مسعود اور اس کا بھائی سلجوق شاہ، سلطان سنجر سے جنگ کے لئے روانہ ہوا لیکن سلطان سنجر کی کثرت فوج نے آگے بڑھنے سے روک دیا، سلطان سنجر ایک شب و روز کی مسافت طے کر کے قریب پہنچا۔ سلطان مسعود، دینور واپس آیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے انتظار میں جنگ کو بہ حیلہ و حوالہ ٹال رہا تھا۔ لیکن جب کوئی موقع جنگ کو ٹالنے کا باقی نہ رہا تو تن بہ تقدیر مقابلہ پر آیا۔ عوران، نواح دینور میں دونوں حریف صف آرا ہوئے، قراجا ساقی نے سلطان سنجر پر حملہ کیا، معرکہ کارزار نہایت سختی سے گرم ہو گیا، قراجا ساقی کو کئی زخم لگے، سلطان سنجر کی فوج نے دفعۃً حملہ کر کے قراجا ساقی کی رکاب کے لشکر کو گھیر لیا۔ بہت سے ہمراہی مارے گئے قراجا ساقی گرفتار ہو گیا۔ سلطان مسعود کو شکست ہوئی۔ اس کے بہت سے سردار اور امرائے دولت کام آئے۔ سلطان مسعود کے ہمراہیوں میں سے قزل نامی ایک سردار میدان جنگ سے پہلے بھاگا، اسے بھاگتا دیکھ کر فوج بھی بھاگ نکلی۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۵۲۶ھ[1] کا ہے۔

---

[1] اس لڑائی میں سلطان سنجر کے میمنہ میں ملک طغرل (سلطان سنجر کا بھتیجہ) تماج اور امیر امیران۔ میسرہ میں خوارزم شاہ اتسز بن محمد اور چند امراء لشکر اور قلب لشکر میں خود سلطان سنجر تھا۔ ایک لاکھ سوار رکاب (باقی صفحہ ۱۸۲ پر)

(باقی صفحہ ۱۸۲ پر)

ملک طغرل کی تخت نشینی

کامیابی کے بعد سلطان سنجر نے سلطان مسعود کے خیمہ میں قیام کیا قراجا ساقی پابہ زنجیر پیش ہوا سلطان سنجر کے حکم سے قتل کر دیا گیا، اس کے بعد سلطان مسعود حاضر ہوا۔ سلطان سنجر نے گلے سے لگایا، عزت کی اور گنجہ کی حکومت پر واپس کیا، تمام ممالک محروسہ سلجوقیہ میں ملک طغرل بن سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا حکومت وسلطنت پر متمکن ہوا۔ سلطان محمود کے وزیر ابو القاسم انسا بازی کو قلمدان وزارت سپرد ہوا، آخر ماہ رمضان ۵۲۶ھ میں چچا اور بھتیجے نیشاپور کی جانب مظفر ومنصور واپس ہوئے۔

ملک طغرل اور سلطان داؤد کی جنگ

آپ ابھی پڑھ آئے ہیں کہ سلطان سنجر نے کامیابی کے بعد اپنے بھتیجے ملک طغرل کو تخت حکومت پر متمکن کیا، ملک طغرل نیشاپور سے ہمدان چلا آیا اور سلطان سنجر یہ سن کر کہ والیٔ ماوراء النہر احمد خاں باغی ہو گیا ہے اصلاح اور سرکوبی کی غرض سے خراسان کی طرف روانہ ہوا اور چند روز تک ان معاملات کے سلجھانے میں مصروف رہا۔ ملک داؤد کو موقع مل گیا۔ آذر بائیجان اور گنجہ میں خود مختار حکومت کا دعویٰ کر دیا۔ فوجیں فراہم کیں، ملک گیری کا حوصلہ بڑھا۔ ہمدان کی طرف کوچ کیا، برتقش زکوئی اتابک آقسنقر احمدیلی اور طغرل بن برسق اپنی اپنی فوجیں لئے رکاب میں تھے۔ ملک طغرل کو اس کی اطلاع ہوئی، فوج مرتب کر کے میدان میں آیا۔ ملک داؤد کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ سبب یہ ہوا کہ برتقش زکوئی کی حرکات اور بے جا کارروائیوں کا فوج کو احساس ہو گیا، ترکمانوں نے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ آقسنقر اتابک بھاگ گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۱) میں تھے۔ جس میں سے دس ہزار سوار قلب میں تھے۔ کالی کالی پہاڑیوں رہا تھی، کا ایک جھنڈا لگے تھا۔ ملک مسعود کے میمنہ میں قراجا ساقی اور امیر قزل۔ میسرہ میں برتقش زکوئی اور یوسف جاووش تھا۔ قراجا ساقی نے سلطان سنجر کے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ ملک طغرل اور خوارزم شاہ سرداران میمنہ ومیسرہ نے چکر کاٹ کر قراجا ساقی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نہایت سخت اور خونریز جنگ ہوئی۔ قراجا ساقی محاصرہ میں آ گیا ہاتھ پاؤں بہت کچھ مارے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ لیدن

ملک داؤد کو شکست ہوئی یہ واقعہ ماہ رمضان ۵۲۶ھ کا ہے۔

ملک داؤد شکست کے بعد ماہ ذالقعدہ میں دارالخلافت بغداد پہنچا۔ اتابک آقسنقر ساتھ تھا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے عزت واحترام سے شاہی محل سرا میں ٹھہرایا۔

سلطان مسعود اور سلطان داؤد

سلطان مسعود کا اپنے چچا سلطان سنجر سے شکست پانے، سلطان مسعود کے گنجہ واپس جانے، ملک طغرل کی تخت نشینی سلطان داؤد کی لڑائی اور شکست، اس کے بعد سلطان داؤد کے بغداد جانے کے واقعات ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

جس وقت سلطان مسعود کو سلطان داؤد کی شکست اور روانگی بغداد کا حال معلوم ہوا سامان سفر درست کر کے بغداد کا راستہ لیا۔ سلطان داؤد نے اس سے مطلع ہو کر بغداد سے باہر بڑے تپاک سے استقبال کیا گھوڑے سے اتر کر زمین بوسی کی۔ ماہ صفر ۵۲۷ھ میں سلطان مسعود دارالخلافت بغداد میں داخل ہوا، شاہی محل سرا میں قیام کیا، سلطان مسعود اور سلطان داؤد کے نام کا جامع بغداد میں خطبہ پڑھا گیا پھر دونوں نے متفق ہو کر آذربائیجان پر حملہ کا تہیہ کیا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے امداد حاصل کرنے اور فوج بھیجنے کی درخواست کی۔ خلافت مآب نے درخواست منظور فرمائی۔

فتح آذربائیجان

چنانچہ سلطان مسعود اور سلطان داؤد ایک بڑی فوج کے ساتھ آذربائیجان کے سر کرنے کے لئے روانہ ہوئے، مراغہ پہنچے، آقسنقر احمدیلی نے مال وزر اور بہت سے سفری خیمے نذر کئے، سلطان مسعود نے بلا قتل وقتال صوبہ آذربائیجان پر قبضہ کر لیا، حاکم آذربائیجان اور اس کی فوج بھاگ گئی۔ شہر آذربائیجان[1] میں جا کر قلعہ بند ہوا۔ سلطان مسعود اور سلطان داؤد نے پہنچ کر محاصرہ ڈالا۔ لڑائی ہوئی، بالآخر سلطان مسعود فتح یاب ہوا۔ محصورین کی ایک جماعت کام آ گئی۔ باقی ماندگان بھاگ گئے۔

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر میں بجائے "آذربائیجان" "اردبیل" لکھا ہے اور غالباً یہی صحیح ہے کیونکہ وہ منقول عنہ ہے دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۸۴ مطبوعہ لیدن

جنگ سلطان مسعود اور ملک طغرل

آذربائیجان کے قبضہ سے فارغ ہو کر سلطان مسعود ملک طغرل سے جنگ کرنے کے لئے ہمدان روانہ ہوا۔ چنانچہ اسے شکست دے کر ماہ شعبان ۵۲۷ھ میں ہمدان پر قبضہ کیا۔ ملک طغرل رے چلا گیا۔ پھر رے سے اصفہان واپس آیا۔ اس کے بعد آقسنقر احمدیلی کو ہمدان میں فرقہ باطنیہ کے ایک شخص نے قتل کر ڈالا، کہا جاتا ہے کہ سلطان مسعود نے آقسنقر احمدیلی کو قتل کرایا۔

ملک طغرل کی شکست

سلطان مسعود یہ سن کر کہ ملک طغرل اصفہان میں ہے محاصرہ اور جنگ کی غرض سے اصفہان روانہ ہوا، ملک طغرل اصفہان چھوڑ کر فارس چلا گیا۔ سلطان مسعود نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ ملک طغرل اصفہان چھوڑ کر فارس چلا گیا۔ سلطان مسعود نے اصفہان پر قبضہ کر لیا۔ ملک طغرل کے تعاقب میں بیضا تک پہنچا۔ ملک طغرل کے بعض سرداران لشکر نے تنگ آ کر سلطان مسعود سے امان حاصل کی، ملک طغرل کو اپنے ہمراہیوں سے خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا مجھے دھوکا دے کر سلطان مسعود سے نہ جا ملیں، رے کا راستہ اختیار کیا۔ اثناء سفر میں بماہ شوال سنہ مذکور امیر شیرگیر کے غلاموں نے وزیر السلطنت ابو القاسم الشابادی کو قتل کر ڈالا۔ ملک طغرل بحکم ہر کہ بہ تنگ آید بجنگ آید لوٹ پڑا، سلطان مسعود کے مقابلہ میں صف آرائی کی۔ ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ شدید لڑائیاں ہوئیں، ملک طغرل کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ حاجب تنکی، ابن بقرا اور اکثر سرداران لشکر گرفتار ہو گئے۔ سلطان مسعود کے سامنے حاجب تنکی اور ابن بقرا پیش کئے گئے۔ سلطان مسعود نے رہا کر دیا۔ اور ہمدان واپس آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

معرکہ قزوین

ملک طغرل پر فتح یاب ہونے کے بعد سلطان داؤد سلطان محمود کی بدعہدی اور بغاوت کی اطلاع ہوئی، فوراً فوج مرتب کر کے آذربائیجان پہنچا اور سلطان داؤد کا قلعہ آذربائیجان میں محاصرہ کر لیا[1]...... ملک طغرل نے فوجیں مہیا کر کے سلطان مسعود کے بعض

[1] کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا۔

شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سپہ سالاروں کو انتظام کی غرض سے ان شہروں کی حکومت پر متعین کیا۔ سلطان مسعود یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ کوچ کا حکم دیا۔ قزوین میں مقابلہ ہوا۔ بوقت مقابلہ سلطان مسعود کے دہ سرداران لشکر جو ملک طغرل سے مل گئے تھے ملک طغرل کے لشکر میں آملے۔ اس وجہ سے ملک مسعود کو شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ماہ رمضان ۵۲۹ھ کا ہے۔

سلطان مسعود کی بغداد میں آمد

شکست کے بعد سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے بغداد واپس آنے کی اجازت طلب کی خلافت مآب نے اجازت دیدی، اس وقت سلجوق شاہ (سلطان مسعود کا بھائی) بقش سلاحی نائب السلطنت کے ساتھ اصفہان میں قیام پذیر تھا۔ سلطان مسعود کی شکست کی خبر سن کر نہایت تیزی سے راہ طے کر کے سلطان مسعود سے پیشتر بغداد پہنچ گیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے شاہی محل سرا میں ٹھہرایا۔

سلطان مسعود کی بغداد میں آمد

شکست کے بعد سلطان مسعود نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے بغداد واپس آنے کی اجازت طلب کی خلافت مآب نے اجازت دیدی، اس وقت سلجوق شاہ (سلطان مسعود کا بھائی) بقش سلاحی نائب السلطنت کے ساتھ اصفہان میں قیام پذیر تھا۔ سلطان مسعود کی شکست کی خبر سن کر نہایت تیزی سے راہ طے کر کے سلطان مسعود سے پیشتر بغداد پہنچ گیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے شاہی محل سرا میں ٹھہرایا۔ خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود اور اس کے اکثر مصاحبین بحال پریشان بغداد پہنچے، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے لباس، گھوڑے، آلات حرب اور روپے دیئے، سلطان مسعود ۱۵ شوال سنہ مذکور میں محل سرائے شاہی میں داخل ہوا اور ملک طغرل نے ہمدان میں قیام کیا۔

خلیفہ مسترشد باللہ اور سلطان مسعود میں کشیدگی

چند روز بعد خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے سلطان مسعود کو ملک طغرل کی مداخلت اور جنگ کے لئے ہمدان جانے کا حکم دیا۔ بہ نفس نفیس اس مہم میں شریک ہونے کا وعدہ فرمایا۔ لیکن سلطان مسعود نے کسی وجہ سے اس حکم کی تعمیل میں تاخیر سے کام لیا۔ مسعود کے بعض امراء اور سرداران لشکر خلیفہ مسترشد باللہ

عباسی کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے، بعض پر سلطان مسعود کو ملک طغرل سے سازش کا شبہ ہوا۔ سلطان مسعود نے چند لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ ان کے مال واسباب کو لوٹ لیا۔ اس سے اوروں کو خوف پیدا ہوا۔ سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خلیفہ مسترشد نے سلطان مسعود کو ان لوگوں کو واپس لانے کا حکم دیا، سلطان مسعود نے اس حکم پر کوئی توجہ نہ دی۔ خلیفہ مسترشد کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ دونوں کے دلوں میں کدورت بیٹھ گئی۔ کشیدگی اور رنجش بڑھ گئی، خلیفہ مسترشد نے امداد واعانت سے کھینچ لیا۔

ملک طغرل کی وفات

اس اثنا میں بماہ محرم ۵۲۹ھ ملک طغرل کی وفات کی خبر پہنچی۔ سلطان مسعود بغداد سے ہمدان روانہ ہوا شرف الدین نوشیرواں بن خالد کو قلمدان وزارت سپرد کیا۔ مسعود شرف الدین کو بغداد سے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ رفتہ رفتہ فوجیں آ گئیں، ہمدان اور جبل پر قابض ہو گیا۔

جنگ سلطان مسعود خلیفہ مسترشد باللہ

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی اور سلطان مسعود میں قیام بغداد کے زمانہ میں ان امراء کی بدولت رنجش پیدا ہو گئی تھی جو سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے تھے۔ پھر جب سلطان مسعود ملک طغرل کے انتقال کے بعد تو امرائے حکومت کی ایک جماعت جس میں برتقش زکوئی، قزل، قراسنقر خمار تکین والئ ہمدان، عبدالرحمن بن طغایرک اور دُبیس بن صدقہ کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے۔ سلطان مسعود سے علیحدہ ہو کر خوزستان چلی گئی۔ والئ خوزستان "برسق بن برسق" نے ان لوگوں کی رائے سے موافقت کی اور ان کا ہمدرد بن گیا۔ ان لوگوں نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سے امان کی درخواست کی اور بارِ خلافت میں حاضری کی اجازت چاہی، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے دُبیس بن صدقہ کے علاوہ تمام امراء کو امان دی، امان نامہ لکھ کر سدید الدولہ بن انباری کی معرفت بھیج دیا۔ اس وجہ سے دُبیس بن صدقہ کو اپنے رفقاء سے خطرہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ مجھے گرفتار کریں علیحدہ ہو کر سلطان مسعود کی خدمت میں

واپس گیا۔ بقیہ امراء بغداد گئے اور خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کو سلطان مسعود سے جنگ کرنے پر تیار کیا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی ان خود غرض امیروں کے کہنے میں آگیا، ان لوگوں کی عزت و توقیر بڑھائی آخر رجب ۵۲۹ھ میں سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لئے بغداد سے کوچ کیا۔ والئ بصرہ اثنار سفر میں بصرہ بھاگ گیا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے امان دینے کا وعدہ کیا طلبی کا فرمان بھیجا۔ لیکن والئ بصرہ واپس نہ ہوا، اس سے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی روانگی میں تاخیر کرنے لگا لیکن سرداروں نے پھر جنگ پر ابھارا اور طرح طرح کے سبز باغ دکھائے، چنانچہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کمربستہ ہوکر ماہ شعبان سنہ مذکور میں روانہ ہوا۔ برسق بن برسق اپنی فوج لئے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوا۔ اس وقت خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی فوج کی تعداد سات ہزار سے بڑھ گئی، عراق میں تین ہزار فوج اپنے خادم "اقبال" کے ساتھ چھوڑ کر آگے بڑھا، اطراف بلاد کے حکمرانوں نے دربار خلافت میں فدویت نامہ روانہ کیا۔ اطاعت و فرماں برداری سے پیش آئے۔

ان واقعات کی اطلاع سلطان مسعود کو ہوئی، پندرہ ہزار کی جمعیت سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے لشکر کا ایک گروہ یہ سن کر علیحدہ ہوگیا۔ سلطان داؤد بن سلطان محمود نے آذربائیجان سے کہلا بھیجا "آپ دینور میں جاکر قیام فرمائیے، یہ جانباز فوج لے کر آجائے تو مقابلہ کیجئے" خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے توجہ نہ کی۔ جنگ کے ارادے سے کوچ کیا۔ عمادالدین زنگی نے موصل سے خلافت مآب کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ اتفاق وقت سے نہ پہنچ سکیں اور لڑائی چھڑ گئی۔

خلیفہ مسترشد باللہ کی گرفتاری

۱۰؍ رمضان سنہ مذکور میں بمقام دایمرج دونوں حریف صف آرا ہوئے۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی فوج کا میسرہ سلطان مسعود سے مل گیا۔ میمنہ کو شکست ہوئی، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی گرفتار کرلیا گیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے ساتھ وزیر (شرف الدین[1] علی بن طراد زینبی)، قاضی القضاۃ بغداد

[1] اسماء مابین خطوط ہلالی میں نے تاریخ کامل سے نقل کیا ہے۔ دیکھو جلد ۱۱ صفحہ ۱۵ مطبوعہ لیدن

خلافت مآب کا خزانچی (ابن طلحہ) ابن انباری، خطباء، فقہا اور علماء گرفتار ہوئے، خلافت مآب ایک خیمہ میں ٹھہرائے گئے۔ ان کا لشکر گاہ لوٹ لیا گیا، وزیر اور دیگر چند امراء پابہ زنجیر قلعہ سرجہان بھیج دیئے گئے، بقیہ کو بغداد واپس کیا، سلطان مسعود ہمدان کی جانب واپس ہوا، امیر بک ابہ کو بغداد کا پولیس افسر مقرر کر کے روانہ کیا۔ آخر ماہ رمضان میں وارد بغداد ہوا۔ شاہی غلاموں کا ایک گروہ رکاب میں تھا۔ ان لوگوں نے خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ بغداد کے عوام الناس کو اس سے صدمہ پہنچا جمع ہو کر ہنگامہ کر دیا، بہت سے عوام الناس مارے گئے۔

خلیفہ مسترشد باللہ اور سلطان مسعود میں مصالحت

اس کے بعد سلطان مسعود ماہ شوال سنہ مذکور میں ہمدان سے مراغہ روانہ ہوا۔ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی نظر بند ہمراہ تھا۔ مصالحت کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ بالآخران شرائط پر مصالحت ہوئی۔

(۱) خلیفہ مسترشد باللہ عباسی، فوج فراہم نہ کرے۔

(۲) خانہ نشین رہے۔ جنگ کے لیے محل سرائے خلافت سے باہر قدم نہ نکالے۔

خلیفہ مسترشد باللہ کا قتل

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی سلطان مسعود سے رخصت ہوا سلطان مسعود نے اظہار فدویت کے لئے اطاعت قبول کی۔ حفاظت کے لیے جو لوگ مقرر تھے وہ علیحدہ ہو گئے، فرقہ باطنیہ کا ایک گروہ خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے خیمہ میں گھس گیا، کئی زخم کاری پہنچائے، قتل کیا، مثلہ[1] کیا۔ برہنہ چھوڑ دیا، مقتول خلیفہ کے ساتھ چند مصاحبین بھی قتل ہوئے۔ باطنیہ قاتلوں کا تعاقب کیا گیا۔ سب کے سب مار ڈالے گئے۔ یہ واقعہ نصف (۱۷) ذیقعدہ ۵۲۸ھ کا ہے۔ تقریباً ۱۸ سال خلافت کی، فصیح، بلیغ، شجاع، عالی ہمت اور نغشی تھا۔ (۴۳ سال ۳ ماہ کی عمر پائی)

---

[1] عرب میں دستور تھا کہ جس مقتول کی بے عزتی کرتے تھے اس کے کان، ناک اور عضو تناسل کاٹ دیتے تھے۔ اسی کو "مثلہ" کرنا کہتے ہیں مترجم۔

خلیفہ راشد باللہ کی تخت نشینی

خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے قتل کے بعد سلطان مسعود نے یک ابہ پولیس افسر بغداد کو لکھا کہ مقتول خلیفہ کے بیٹے ابوجعفر منصور کو حسب ولی عہدی تخت خلافت پر متمکن کر کے رسم بیعت انجام دو، چنانچہ واقعہ قتل کے آٹھویں دن ابو جعفر منصور تخت نشین ہوا، ارکین دولت، ممبران خاندان خلافت اور ابوالنجیب واعظ نے بیعت کی، الراشد کا لقب اختیار کیا۔

اقبال (خادم خلیفہ مسترشد باللہ عباسی) کو جب خلیفہ مقتول کے قتل کی خبر پہنچی، وہ اس وقت بغداد میں مقیم تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، تو دریائے دجلہ کو غربی جانب سے عبور کیا، تکریت پہنچ کر مجاہدالدین بہروز کے پاس قیام پذیر ہوا۔

خلیفہ راشد باللہ و سلطان مسعود

خلیفہ راشد باللہ عباسی کے تخت نشین ہونے کے بعد سلطان مسعود نے برتقش زکوئی کو خلافت مآب کے پاس بھیجا، خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کی قرار دادِ صلح کے مطابق چار لاکھ دینار کا مطالبہ کیا، خلیفہ راشد باللہ عباسی نے جواب دیا۔ "میرے پاس اب کچھ نہیں ہے۔ جس قدر زر نقد موجود تھا وہ مقتول خلیفہ مسترشد کے ساتھ تھا اور وہ لوٹ لیا گیا" اس کے بعد خلیفہ راشد باللہ عباسی نے فوج فراہم کی، کجرایہ کو اس کی سرداری عنایت فرمائی، شہر پناہ کی تعمیر میں مصروف ہوا، برتقش زکوئی اور یک ابہ نے اتفاق کر کے محل سرائے خلافت پر حملہ کیا، خلیفہ راشد کا لشکر مقابلہ پر آیا باشندگانِ بغداد نے بھی راشدی لشکر کا ساتھ دیا، لڑائی ہوئی، برتقش زکوئی اور یک ابہ کو شکست ہوئی شہر بغداد سے خراسان کی طرف نکال دیئے گئے، یک ابہ واسط چلا گیا اور برتقش زکوئی نے سرخس کا راستہ لیا۔

ابوعبداللہ اور حسن اقبال کی گرفتاری و رہائی

واقعات بالا کا مشہور ہونا تھا کہ سلطان داؤد ماہ صفر ۵۳۰ھ میں آذربائیجان سے بغداد پہنچا، محل سرائے شاہی میں قیام کیا۔ اس کے بعد ہی عمادالدین زنگی موصل سے، صدقہ بن دبیس حلہ سے، عنتر بن ابی عسکر جاوانی منتظم امور سلطنت صدقہ، برتقش بازدار والی قزوین تقش کبیر والی اصفہان، ابن برسق اور ابن

احمدیلی بغداد میں داخل ہوئے لشکر بغداد سے کجرایہ اور طرنطائی ملنے کے لئے آئے۔ اقبال (خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کا خادم) تکریت سے بغداد آگیا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی نے اسے اور ناصر الدولہ ابو عبداللہ حسن بن جہیر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اس سے اراکین دولت کو ناراضگی پیدا ہوئی' وزیر السلطنت جلال الدین ابوالراضی بن صدقہ سوار ہو کر عماد الدین زنگی سے ملنے آیا۔ اجازت لے کر ٹھہر گیا۔ باہم تبادلہ خیال ہوا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی اور عماد الدین زنگی کے معاملات کو سلجھایا جس سے دونوں میں صفائی ہوگئی۔ اس کے بعد قاضی القضاۃ زینبی بھی عماد الدین زنگی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پناہ لی۔ اور اس وقت سے عماد الدین زنگی کے ساتھ رہے۔ بغداد سے موصل چلے آئے۔ اقبال خادم عماد الدین زنگی کی سفارش سے قید سے رہا کر دیا گیا۔ یہ بھی عماد الدین زنگی کے پاس آگیا۔

سلطان داؤد کا خطبہ

معاملات کی صفائی کے بعد خلیفہ راشد باللہ عباسی نے شہر پناہ کی تعمیر پھر شروع کی۔ سلطان داؤد۔ عماد الدین زنگی اور خلیفہ راشد باللہ عباسی نے ایک دوسرے کی اعانت اور حمایت کی قسمیں کھائیں۔ سلطان مسعود کا خطبہ موقوف کر دیا گیا۔ سلطان داؤد کا نام خطبہ میں داخل ہوا۔ سلطان داؤد نے برتقش بازدار کو بغداد کا پولیس افسر مقرر کیا اور فوجیں مرتب کر کے سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لئے بغداد سے روانہ ہوا۔

سلطان مسعود کی بغداد کی جانب پیش قدمی

اس کے بعد سلجوقی شاہ برادر سلطان مسعود نے واسط پر حملہ کیا۔ اور قبضہ حاصل کر کے امیر بک ابہ کو گرفتار کر لیا مال و اسباب لوٹ لیا' عماد الدین زنگی' سلجوق شاہ کو روکنے کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ باہم مصالحت ہوگئی' بغداد واپس ہوا' سلطان داؤد سے ملنے کے لئے خراسان کا راستہ اختیار کیا۔ لشکر کی فراہمی اور آلات حرب جمع کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان مسعود بھی فوج آراستہ کر کے سلطان داؤد اور زنگی سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ عماد الدین زنگی نے سلطان داؤد سے علیحدہ ہو کر مراغہ کا قصد کیا اور سلطان داؤد ہمدان کی جانب چلا۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی یکم رمضان ۵۳۰ھ کو بغداد سے نکلا خراسان کی طرف چلا' تین دن کے بعد پھر بغداد واپس آیا اور قلعہ بند ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کا تہیہ کیا۔

سلطان داؤد کی طلبی پر سرداران لشکر جو بغرض جنگ روانہ ہوئے تھے. خلافت مآب کے ساتھ بغداد میں قلعہ بند ہوکر سلطان مسعود سے جنگ کرنے کے لئے واپس آئے. سلطان مسعود کا دارالخلافت میں اظہار اطاعت کا فدویت نامہ پہنچا. اس کے ساتھ ہی ان امراء کو بھی تہدید آمیز خط لکھا جو خلیفہ راشد باللہ عباسی کے پاس جمع تھے. خلیفہ راشد باللہ عباسی نے ان امراء کی وجہ سے سلطان مسعود کی عرض داشت پر توجہ نہ کی. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سلطان مسعود کا محاصرہ بغداد

اس کے بعد سلطان مسعود نے بغداد کا محاصرہ کرنے کے لئے کوچ کیا، ملکیہ پہنچا، زین الدین علی (عماد الدین زنگی کا مصاحب) مقابلہ پر آیا، لڑائی ہوئی، سلطان مسعود کے بڑھتے ہوئے سلاب کو روک نہ سکا واپس آیا. سلطان مسعود نے بغداد پہنچ کر محاصرہ کر دیا، اوباشوں کی بن آئی، تمام محلات بغداد میں غارت گری کرنے لگے، فوج نے بھی لوٹ مار میں اوباشوں کا ہاتھ بٹایا، تقریباً پچاس دن تک سلطان مسعود محاصرہ کئے رہا۔ جب کوئی کامیابی نہ ہوئی تو بہ قصد اصفہان محاصرہ اٹھا کر نہروان کی طرف روانہ ہوا۔ اتنے میں طرنطائی والی واسط بہت سی جنگی کشتیاں لے کر پہنچ گیا۔ سلطان مسعود بغداد کی جانب لوٹ پڑا۔ دجلہ کو غربی کنارہ کی طرف سے عبور کیا، لشکر بغداد نے روکا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ حامیان بغداد میں بل چل پڑ گئی۔ باہم مخالفت پیدا ہوگئی۔ اور سب آذر بائیجان کی جانب واپس ہوئے۔

خلیفہ راشد کی معزولی

عماد الدین زنگی غربی بغداد میں تھا خلیفہ راشد باللہ عباسی، عماد الدین زنگی کے پاس چلا آیا اور اس کے ہمراہ موصل چلا گیا۔ جب بغداد اپنے حمایتوں سے خالی ہوگیا تو ۱۵ ذیقعدہ ۵۳۰ھ میں سلطان مسعود اپنے جاہ وحشم کے ساتھ بغداد میں داخل ہوا، فتنہ وفساد فرو ہو گیا، عوام الناس کو اطمینان حاصل ہوا۔ فقہا، قضاۃ اور علماء شاہی دربار میں طلب کئے گئے۔ خلیفہ راشد باللہ عباسی کی معزولی کا استفتاء کیا قضاۃ اور علماء نے وجہ دریافت کی، سلطان مسعود نے خلیفہ راشد باللہ عباسی کا دستخطی خط پیش کیا خلیفہ راشد باللہ عباسی نے قلم خاص سے بہ حلف لکھا تھا "اگر میں بمقابلہ سلطان مسعود فوج فراہم کروں یا سلطان سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوں یا سلطان کے کسی امیر یا سردار

سے جنگ کروں تو میں اپنے کو بار خلافت سے سبک دوش کرلوں گا" فقہا اور قضاۃ نے خط پڑھا معزولی کا فتویٰ دیا۔ اراکین خلافت نے بھی خلیفہ راشد باللہ عباسی کے عیوب ظاہر کئے اور معزولی سے اتفاق کیا۔ یہ اراکین خلافت وہ تھے جو خلیفہ مسترشد باللہ کی قید کے زمانہ میں خلیفہ کے ساتھ قید کئے گئے اور اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے خلافت مآب سلطان مسعود کے پاس رکھے گئے۔ جیسا کہ خلافت عباسیہ کے تذکرہ میں خلیفہ مسترشد باللہ عباسی کے حالات ہم لکھ آئے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ راشد باللہ عباسی کی معزولی کے بعد' ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ مستظہر باللہ کی خلافت کی بیعت لی گئی' المقتفی لامر اللہ کا خطاب دیا گیا۔ یہ حالات تفصیل کے ساتھ اوپر گزر چکے ہیں۔

سلطان داؤد اور سلجوق شاہ کی جنگ

اس کے بعد سلطان مسعود نے قراسنقر کو شاہی فوج کے ساتھ سلطان داؤد کے تعاقب پر روانہ کیا مراغہ کے قریب مڈبھیڑ ہوئی' سخت لڑائی ہوئی' سلطان داؤد کا لشکر پسپا ہوا۔ قراسنقر نے آذربائیجان پر قبضہ کرلیا اور سلطان داؤد نے خوزستان جاکر دم لیا۔ ترکمانوں کا ایک گروہ جمع ہوگیا۔ سلطان داؤد نے انھیں مسلح کر کے تستر پر محاصرہ ڈالا' اس کا چچا سلجوق شاہ ان دنوں واسط میں تھا۔ سلطان مسعود کے حکم سے سلجوق شاہ نے سلطان داؤد سے جنگ کے لئے تستر پر دھاوا کیا۔ سلطان داؤد نے سلجوق شاہ کو شکست دی۔

شرف الدین انوشیرواں کی معزولی

۵۳۰ھ میں سلطان مسعود نے وزیر السلطنت شرف الدین انوشیرواں بن خالد کو معزول کیا۔ کمال الدین ابوالبرکات بن سلامہ خراسانی کو قلمدان وزارت عطا کیا۔ پھر یہ خبر پاکر کہ معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی نے موصل چھوڑ دیا ہے سرداران عساکر شاہی کو جو اس کی رکاب میں بغداد میں موجود تھے اپنے اپنے شہروں کو واپس جانے کی اجازت دی' صدقہ بن دبیس والی حلہ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا۔ اس اثناء میں بقش سلاحی' برسق بن برسق' والی تستر اور سنقر خمارتکین افسر پولیس ہمدان سرداران لشکر کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ یہ سب سلطان داؤد کے ساتھ تھے' سلطان مسعود نے ان لوگوں سے خوشنودی ظاہر کی' بقش کو بغداد کی پولیس افسری پر

مامور کیا اور ۵۳۱ھ میں ہمدان کی جانب واپس ہوا۔

جنگ سلطان مسعود و سلطان داؤد

چونکہ امیر بوزایہ والئ خوزستان، امیر عبدالرحمٰن طغرل بک خلخان اور سلطان داؤد ابن سلطان محمود، سلطان مسعود کی جانب سے مطمئن نہ تھے اور جنگ کا خطرہ پیش نظر تھا، اور امیر منکبرس والئ فارس بھی اس خطرے سے بے فکر نہ تھا۔ اس وجہ سے یہ سب فارس میں جمع ہوئے اور متحد ہو کر سلطان مسعود سے جنگ کا عہد و پیمان کیا۔ پھر ان لوگوں نے یہ خبر پا کر کہ معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی، موصل سے مراغہ چلا آیا ہے۔ معزول خلیفہ کو خط لکھا اور سلطان مسعود کے مقابلہ میں اتفاق و اتحاد کا پیام دیا، دوبارہ تخت خلافت پر متمکن کرنے کا وعدہ کیا۔ معزول خلیفہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا، یہ خبریں سلطان مسعود تک پہنچیں، غصہ سے کانپ اٹھا، ماہ شعبان ۵۳۲ھ میں روانہ ہوا، امیر منکبرس جنگ کے دوران گرفتار ہو گیا۔ سلطان مسعود نے سزائے موت دی، فتح مند گروہ نے لوٹ مار شروع کر دی۔ غارت گری کے لئے لشکر متفق ہو گیا۔

سلطان مسعود کی شکست

امیر بوزایہ اور عبدالرحمٰن طغرل بک تستر کے قریب تھے۔ ان کو موقع مل گیا۔ دونوں نے متفق ہو کر سلطان مسعود پر حملہ کر دیا، سلطان مسعود کی رکاب میں اس وقت نہایت قلیل لشکر رہ گیا تھا۔ اس لئے اسے شکست ہوئی، اس کے سرداران لشکر کا ایک گروہ جس میں صدقہ بن دبیس والئ حلہ، عنتر بن ابوالعساکر، بدر اتابک قراسنقر والئ آذربائیجان تھے۔ گرفتار ہو گئے، امیر بوزایہ نے ان سب کو جیل میں ڈال دیا۔ جب اسے امیر منکبرس کے قتل کی خبر کی تصدیق ہو گئی تو سب کو مار ڈالا۔ شکست کے بعد سلطان مسعود نے آذربائیجان جا کر دم لیا۔ سلطان داؤد نے ہمدان پہنچ کر قبضہ کر لیا معزول خلیفہ راشد بھی آ گیا، امیر بوزایہ نے جو ان میں بڑا اور ان سب کا سردار تھا فارس جانے کی رائے دی، چنانچہ سب کے سب امیر بوزایہ کے ساتھ فارس پہنچے، امیر بوزایہ نے فارس پر قبضہ کر لیا۔

سلجوق شاہ کی بغداد پر فوج کشی

سلجوق شاہ اس وقت واسط میں تھا۔ جب اسے یہ خبر لگی کہ اس کا

بھائی سلطان مسعود آذر بائیجان گیا ہے تو دار الخلافت پر قبضہ کرنے کے لئے بغداد روانہ ہوا۔ تقبش افسر پولیس بغداد اور نظر خادم امیراں مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ اوباش اور بدمعاشوں کی بن آئی، کھلم کھلا لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی۔ جسے جہاں پایا لوٹ لیا، تقبش افسر پولیس بغداد سلجوق شاہ کی مدافعت سے فارغ ہو کر بغداد آیا۔ لٹیروں کو سزائیں دیں۔ بہت سوں کو قید کیا، قتل کیا۔ اور ان کی جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں۔ اس کے بعد خود تقبش نے ظلم و سفا کی شروع کر دی، امراء اور رؤسا کو بدمعاشی اور غارت گری کا الزام لگا کر گرفتار کرنے لگا (جیسا کہ پولیس کا دستور ہے) غلہ کی گرانی ہوئی۔ لوگوں کو اپنی عزت کی پڑ گئی، اکثر باشندگانِ بغداد جلاوطن ہو کر موصل وغیرہ چلے گئے۔

صدقہ بن دبیس کے مارے جانے کے بعد حلہ کی حکومت پر سلطان مسعود نے اس کے بھائی محمد بن دبیس کو مقرر کیا، مہلہل بن ابوالعساکر عنتر مقتول کے بھائی محمد بن دبیس کو نائب بنایا۔ جیسا کہ اس کے حالات میں اوپر ہم لکھ آئے ہیں۔

قتل خلیفہ راشد باللہ عباسی

امیر بوزابہ فارس پر قبضہ حاصل کر کے خوزستان کی جانب واپس ہوا، معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی، ملک داؤد اور خوارزم شاہ نے جزیرہ کا قصد کیا، جزیرہ پہنچ کر مار دھاڑ اور غارت گری شروع کر دی، سلطان مسعود اس سے مطلع ہو کر عراق کو اُن کی دست بُرد سے بچانے کے لئے فوجیں لے کر روانہ ہوا، ملک داؤد، سلطان مسعود کی روانگی سے مطلع ہو کر فارس لوٹ آیا۔ خوارزم شاہ اپنے دار السلطنت واپس گیا اور معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی نے عجمیوں کی امداد سے مایوس ہو کر تن تنہا اصفہان کا راستہ لیا۔ چند خراسانی غلاموں نے جو معزول خلیفہ راشد باللہ عباسی کی خدمت میں تھے۔ ۲۵ رمضان ۵۳۲ھ میں اس کا کام تمام کر دیا، اصفہان کے باہر مدفون ہوا۔

وزارت کمال الدین محمد

آخر سنہ مذکور میں سلطان مسعود نے وزیر السلطنت ابوالبرکات بن سلامہ خراسانی (ارکزنی) کو معزول کر کے کمال الدین محمد بن خازن کو عہدہ وزارت سے ممتاز کیا، کمال الدین عادل، خوش خلق اور عالی ہمت تھا۔ بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے، ظلم و ستم کو

جڑ سے اکھاڑ پھینکا، سلطان مسعود کی تنخواہ معین کی، بیت المال کو خزانہ سے بھر دیا اور افسروں کی دست درازی روکی، خائن اور نمک حرام گورنروں کو سزائیں دیں۔ اور بہت سے خفیہ اخراجات ظاہر کئے جنھیں گورنر ہڑپ کرتے تھے۔ اس سے سلطان مسعود کی آنکھوں میں وزیر السلطنت بے حد عزیز ہوگیا۔ بد دیانت گورنروں کو یہ امور ناگوار گزرے۔ وزیر السلطنت اور اراکین دولت کو لگا بجھا کر رنجش پیدا کردی۔

وزیر کمال الدین محمد کا قتل

چنانچہ یہ لوگ وقت بے وقت سلطان کے کان بھرنے لگے، اس میں سب سے زیادہ دلچسپی قراسنقر والیٔ آذر بائیجان لے رہا تھا۔ اس نے سلطان مسعود کو بغاوت کی دھمکی دی، سلطان مسعود کے درباری اس سے بے حد متاثر ہوئے، فتنہ کے خوف سے وزیر السلطنت کمال الدین کے قتل کا مشورہ دیا، سلطان مسعود نے بہ اکراہ اور با دل ناخواستہ وزیر السلطنت کمال الدین کو قتل کر کے سر کو قراسنقر کے پاس بھیج دیا، قراسنقر کی ناراضگی خوشی اور رضامندی سے تبدیل ہوگئی۔ یہ واقعہ ۵۲۳ھ کا ہے، سات مہینے وزارت کی۔

وزارت ابوالعز طاہر

کمال الدین وزیر السلطنت کے قتل کے بعد قلمدان وزارت ابوالعز طاہر بن محمد یزدگردی وزیر قراسنقر کو سپرد کیا گیا، عز الملک کا خطاب عطا ہوا، تبدیلی وزارت سے امور سلطنت میں بدنظمیاں پیدا ہوئیں، سلطان مسعود انھیں رفع نہ کر سکا، صوبوں کے گورنروں نے ملک کو دبا لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان مسعود شاہ شطرنج کی طرح صرف نام کا بادشاہ رہ گیا

بقش سلاحی کا قتل

اس کے بعد سلطان مسعود کے حکم سے تبقش سلاحی افسر پولیس قتل کیا گیا، یہ بہت بڑا ظالم، کینہ ور اور غاصب تھا۔ سلطان مسعود نے اسے گرفتار کر کے مجاہد الدین بہروز کی زیر نگرانی تکریت کی جیل میں قید کیا۔ چند روز بعد اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔ جلاد جوں ہی قتل کے ارادے سے تلوار تول کر تبقش سلاحی کے پاس پہنچا، تبقش سلاحی دجلہ میں کود پڑا ڈوب کر مر گیا۔ سر اتار کر سلطان مسعود کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ سلطان مسعود نے مجاہد الدین بہروز کو تکریت سے طلب کر کے بغداد کی شحنگی (انسپکٹر جنرل پولیس کا عہدہ) عطا کی۔ مجاہد الدین بہروز نے نہایت خوش اسلوبی سے اس عہدہ کے فرائض انجام دیئے۔ ۵۳۶ھ میں سلطان مسعود نے اسے بھی معزول کیا۔

قزل امیراخور سلطان محمود کا غلام یزدجرد دیزدگرد، اور بصرہ کا حاکم اس خدمت پر مامور ہوئے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بغیبہ۔

محمد خوارزم شاہ

سلطان سنجر اور خوارزم شاہ کی جنگ سے ملوک خوارزم کی حکومت کی داغ بیل پڑتی ہے اور اسی زمانہ سے ان کی حکومت وسلطنت کا آغاز ہوتا ہے۔ محمد خوارزم شاہ کی ابتدائی حکومت کا حال ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ محمد بن انوشتکین اس کا نام تھا۔ خوارزم شاہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس زمانہ میں سلطان برکیاروق نے امیر داؤد حبشی کو خراسان کی گورنری عنایت کی تھی۔ اور کنجی نے اسے مار ڈالا تھا تو سلطان برکیاروق نے محمد بن انوشتکین کو اس خدمت پر مامور کیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا آتسز خراسان کا والی ہوا۔ یہ نہایت کفایت شعار اور منتظم تھا۔ اس وجہ سے سلطان سنجر کی آنکھوں میں اس کی عزت بڑھ گئی' اپنے سرداران لشکر میں داخل کر لیا۔ اکثر لڑائیوں میں اس کی مردانگی وجرأت سے سلطان سنجر کو فتح ہوئی۔

جنگ سلطان سنجر و آتسز

سلطان سنجر کے دربار میں اس کی بہت بڑی عزت وتوقیر ہونے لگی، خوارزم میں اس کی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا۔ لگانے بجھانے والوں نے سلطان سنجر سے لگانا بجھانا شروع کیا، موقع پا کر کہنے لگے "آتسز کا دماغ اب آسمان پر ہے، خود مختار حکومت کا دعوے دار ہو گیا ہے، سلطان کی وقعت اس کے دل میں ذرہ بھر نہیں ہے" سلطان سنجر کا دل سنتے سنتے بھر آیا۔ فوج آراستہ کر کے (محرم) ۵۳۳ھ میں جنگ کے لئے روانہ ہوا، اتسز بھی مقابلہ کی غرض سے میدان میں آیا، لڑائی ہوئی، اتسز مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا، شکست کھا کر بھاگا، اس کی فوج کا ایک گروہ کام آگیا، اتسز کا بیٹا بھی مارا گیا جس سے آتسز کو بے حد صدمہ ہوا، سلطان سنجر نے خوارزم پر قبضہ کر لیا اپنے بھائی سلطان محمد کے بیٹے۔ غیاث الدین سلیمان شاہ" کو حکومت عطا کی، وزیر، اتابک اور حاجب مقرر کیے، چند روز قیام کر کے بماہ جمادی الآخر سنہ مذکور مرو واپس آیا۔

آتسز کا بلاد خوارزم پر قبضہ

جوں ہی سلطان سنجر نے حدود خوارزم سے قدم باہر نکالا آتسز کو

موقع مل گیا، خوارزم آ پہنچا چونکہ اہل خوارزم سنجری فوج سے ناراض تھے، نہایت خوشی سے اتسز کے مطیع ہو گئے، سلیمان شاہ نے اُن لوگوں کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھے سلطان سنجر کی خدمت میں جا کر دم لیا۔ آتسز نے کمال اطمینان سے بلاد خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ حکمرانی کرنے لگا۔ اس کے حالات آئندہ لکھے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اتابک قراسنقر

اس کے بعد اتابک قراسنقر نے اپنے باپ "والی آذربائیجان" کا بدلہ لینے کے لئے فوجیں جمع کرنے کے خروج کیا جو کہ جنگ بوزابہ میں مارا گیا تھا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اور جب سلطان مسعود کے قریب پہنچا تو اسے وزیر السلطنت کمال الدین کے قتل کا پیام دیا اور قتل نہ کرنے کی صورت میں مخالفت اور بغاوت کی دھمکی دی۔ چنانچہ سلطان مسعود نے کمال الدین وزیر کو قتل کرا دیا ان واقعات کو بھی آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

قراسنقر کا بلاد فارس پر قبضہ

وزیر السلطنت کے قتل کے بعد اتابک قراسنقر نے بلاد فارس پر حملہ کیا۔ امیر بوزابہ قلعہ بیضاء میں قلعہ بند ہو گیا۔ اتابک قراسنقر نے بلاد فارس پر بلا مقابلہ قبضہ کر لیا۔ اس سرے سے اُس سرے تک تمام ملک چھان ڈالا۔ لیکن کسی وجہ سے ایک مقام پر ٹھہر کر حکومت نہ کر سکا سلجوق شاہ بن سلطان محمود برادر سلطان مسعود کو فارس کی عنان حکومت سپرد کر کے آذربائیجان واپس آیا، میدان خالی پا کر امیر بوزابہ نے ۳۳ھ میں قلعہ سے نکل کر سلجوق شاہ پر حملہ کیا۔ سلجوق شاہ کو شکست ہوئی۔ جنگ کے دوران گرفتار کر لیا گیا امیر بوزابہ نے فارس کے کسی قلعہ میں قید کر دیا۔ اور بلاد فارس پر پھر قابض ہو گیا۔

قراسنقر کی وفات

اس واقعہ کے بعد اتابک قراسنقر والیٔ آذربائیجان واَرّان نے شہر اردبیل میں وفات پائی۔ اتابک قراسنقر ملک طغرل کا مملوک (غلام) تھا۔ اس کی جگہ جاولی الطغرلی کو آذربائیجان کی حکومت عطا ہوئی۔

چہاردانگی کی بلاد فارس پر فوج کشی

۵۳۵ھ میں سلطان مسعود نے امیر اسمٰعیل چہاردانگی کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ امیر بوزابہ کی سرکوبی اور بلاد فارس پر قبضہ

کرنے کی غرض سے روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ چہار دانگی فارس کے ارادے سے روانہ ہوا، مجاہد الدین بہروز نے روکا چہار دانگی نے کوئی بات نہ سُنی، دجلہ کو عبور کرنے کا تہیہ کیا، مجاہد الدین نے بعض کشتیوں کو بے کار کر دیا اور بعض کو دجلہ میں ڈبو دیا، چہار دانگی نے مجبوراً حلّہ کی طرف قدم بڑھایا، والی حلہ نے بھی مدافعت پر کمر باندھی، واسط کی جانب بڑھا طرنطائی مقابلہ پر آیا، لڑائی ہوئی طرنطائی کی فوج، میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، چہار دانگی نے واسط میں داخل ہو کر اسے خوب تاراج کیا، نعمانیہ اور اس کے قرب و جوار کے مقامات کو لوٹ لیا۔

شکست کے بعد طرنطائی بطیحہ پہنچا۔ حماد والی بطیحہ امداد کے لئے تیار ہو گیا۔ اُدھر چہار دانگی کی فوج چہار دانگی سے علیحدہ ہو کر طرنطائی سے مل گئی، چہار دانگی کمزور پڑا۔ مقابلہ سے جی چرا کر تستر چلا گیا، سلطان مسعود کی خدمت میں معذرت نامہ بھیجا، سلطان مسعود نے قبول فرمایا۔

جنگ سلطان سنجر اور ترکان خطا

ان واقعات کا خلاصہ جو تاریخ ابن اثیر میں ہیں یہ ہے کہ آتسز بن محمد نے خوارزم پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ترکان خطا کو (جو اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور ماوراء النہر کے ترکوں کے بڑے جرگہ سے تھے) سلطان سنجر کے مقبوضہ ممالک پر قبضہ کرنے کی تحریک کی ملک کا سر سبزی کا لالچ دیا، سلطان سنجر کی کمزوری کو ظاہر کیا، امداد اور ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ قصہ مختصر ترکان خطا تین لاکھ سواروں کی جمعیت سے سلطان سنجر کے ملک کو تسخیر کرنے کے لئے روانہ ہوئے، سلطان سنجر بھی ایک بڑی فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلا۔ نہر کو عبور کر کے ۵۳۶ھ میں ترکان خطا سے تیغ و سپر ہوا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی، خونریزی کی کوئی حد نہ رہی آخر کار سلطان سنجر کو شکست ہوئی، ایک لاکھ فوج کٹ گئی، جس میں چار ہزار عورتیں تھیں سلطان سنجر کی بیگم کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا، سلطان سنجر بحال پریشان ترمذ پہنچا اور ترمذ سے بلخ کا راستہ لیا۔

سلطان سنجر کی شکست کے بعد آتسز نے شہر مرو پر حملہ کیا، بزور تیغ گھس کر غارت گری اور پامالی شروع کر دی، فقہا، علماء اور رؤساء شہر کی ایک جماعت کو گرفتار کر لیا۔

سلطان مسعود کی طلبی

سلطان سنجر کو اس شکست سے بے حد صدمہ ہوا، اس وقت تک کسی لڑائی میں

اس کا علم سرنگوں نہیں ہوا تھا۔ اپنے بھتیجے سلطان مسعود کو لکھ بھیجا کہ تم اپنی فوج کے ساتھ رے آ کر قیام پذیر ہو تا کہ امداد حاصل کی جائے۔ چنانچہ عباس والی رے بغداد چلا گیا اور سلطان مسعود اپنے چچا سلطان سنجر کے حکم کے مطابق بغداد سے رے آ گیا۔

سبق قراخاں کا قبول اسلام

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ بلاد ترکستان میں کاشغر، بلاد ساغون، ختن اور طراز وغیرہ جو کہ ماوراء النہر کے نواح میں داخل ہیں۔ ان مقامات پر ملوک خانیہ ترکیہ حکمران تھے، ملوک خانیہ ترکیہ مسلمان بادشاہ ترک اور افراسیاب بادشاہ ترک کی نسل سے تھے۔ جو مشہور بادشاہ ملوک کینیہ فارس میں گزرا ہے۔ ملوک خانیہ ترکیہ کا جد اعلیٰ سبق قراخاں دائرۂ اسلام میں داخل ہوا سبق قراخاں نے خواب دیکھا تھا کہ ایک بزرگ شخص آسمان سے اترا اور سبق قراخاں سے ترکی زبان میں کہا جس کا مفہوم یہ تھا "اسلام قبول کر، دنیا اور آخرت میں تجھے سلامتی حاصل ہوگی" چنانچہ سبق قراخاں نے خواب ہی میں اسلام قبول کیا اور جب بیدار ہوا تو اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ سبق قراخاں کے مرنے پر اس کے بیٹے موسیٰ بن سبق قراخاں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی، نسلاً بعد نسلٍ اسی کے خاندان میں ترکستان کی حکومت ارسلان خاں بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن بقراخاں بن ابراہیم المقلب بہ طغاج خاں ابن ایلک الملقب بہ نصر ارسلان بن علی بن موسیٰ بن سبق قراخاں تک قائم رہی۔

قدرخاں کا خروج و قتل

ارسلان خاں کے زمانہ میں قدرخاں نے خروج کیا اور ارسلان خاں کے قبضہ سے حکومت ترکستان نکال لی۔ ۴۹۴ھ میں سلطان سنجر کی امداد سے ارسلان خاں ترکستان کا دوبارہ حکمران ہوا اور قدرخاں کو سلطان سنجر نے مار ڈالا۔ اس کے بعد خوارج نے ارسلان خاں پر خروج کیا اور ترکستان کو اس کے قبضہ سے نکال لیا۔ سلطان سنجر نے پھر اس کی اعانت و امداد پر کمر باندھی اور ترکستان پر قبضہ دلا دیا۔

ترکان قارغلیہ

ارسلان خاں کی فوج میں ترکوں کا ایک جرگہ تھا جسے قارغلیہ اور اتراک غزیہ کہتے ہیں یہ وہی ترک ہیں جنہوں نے خراسان کو تاراج کیا تھا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔ ان کے دو گروہ کا نام برقی تھا۔ برغوث بن عبدالحمید اس کا سردار تھا۔ اہل سمرقند میں سے

شریف[1] اشرف ابن محمد ابن ابی شجاع علوی نامی ایک شخص ارسلان خاں ملقب بہ بقراخان کے دربار میں رہتا تھا۔ اس نے ارسلان خان کے بیٹے کو حکومت وسلطنت کا لالچ دے کر باپ سے حکومت چھیننے پر آمادہ کیا۔ باپ اور بیٹے میں فتنہ وفساد کا بازار گرم ہو گیا۔ ارسلان خاں نے سلطان سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان سنجر ۵۲۴ھ میں دریائے جیحون عبور کر کے سمرقند پہنچا، قارغلیہ نے میدان خالی کر دیا۔ سلطان سنجر سمرقند کی جانب واپس ہوا، ارسلان خاں کو گرفتار کر کے بلخ کی جیل میں ڈال دیا، جہاں پر ارسلان خلان نے وفات پائی۔

حسن تکین کی گورنری سمرقند

سلطان سنجر نے ارسلان خاں کی جگہ سمرقند کی حکومت پر قلیج طمغاج ابوالمعالی حسن بن علی بن عبدالمومن معروف بہ حسن تکین کو متعین کیا، حسن تکین خاندان سلطنت خانیہ میں سے تھا۔ ارسلان خاں نے اسے شہر بدر کر دیا تھا۔ اس کا زمانہ حکومت دراز نہیں ہوا، تھوڑے دن بعد مر گیا۔ سلطان سنجر نے محمود بن ارسلان خاں سابق حکمران سمرقند کو تخت حکومت پر متمکن کیا۔ یہ ارسلان خاں وہی ہے جس کے قبضہ سے سلطان سنجر نے سمرقند کو نکالا تھا۔

---

[1] اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ذات شریف علوی نے ارسلان خاں کے بیٹے کی پیٹھ ٹھونک کر مدعی سلطنت بنا کر مقابلہ پر کھڑا کیا ارسلان خاں نے شریف اشرف اور اپنے بیٹے کو بھی مار ڈالا۔ اس سے قارغلیہ کو نفرت پیدا ہو گئی، بغاوت اور نافرمانی کا اعلان کیا حکومت وسلطنت سے استعفا کے طالب ہوئے، ارسلان خاں نے سلطان سنجر سے قارغلیہ کی زیادتی اور بغاوت کی فریاد کی، امداد کا خواستگار ہوا، چنانچہ سلطان سنجر اپنی نوح ظفر موج لے کر ارسلان خاں کی امداد کو سمرقند پہنچا (ارسلان خاں، سلطان سنجر کا بہنوئی تھا)، قارغلیہ نے مقابلہ سے جی چرایا میدان خالی کر دیا، ایک روز سلطان سنجر شکار کو نکلا۔ اتفاق سے چند سوار نظر آئے سلطان سنجر نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ تشدد کیا دریافت کرنے پر ان لوگوں نے ظاہر کیا۔ ارسلان خاں نے ہم لوگوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا ہے۔ سلطان سنجر غضب ناک سمرقند واپس آیا اس وقت ارسلان خاں قلعہ میں تھا۔ محاصرہ کر کے گرفتار کر لیا اور پابزنجیر بلخ بھیج دیا۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۵۰۷ و ۵۰۵ مطبوعہ لیدن

اور محمود بن ارسلان، سلطان سنجر کی بہن کا لڑکا تھا۔

کوہر خاں شاہ چین کی کاشغر پر فوج کشی

اس سے پہلے ۵۲۲ھ میں کوہر خاں چینی بادشاہ، چین سے ملک گیری کے شوق میں ایک بڑی فوج لے کر حدود کاشغر آیا۔ زبان چین میں "کوہر" کے معنی "اعظم" "خاں" کے معنی "ملک" پس کوہر خاں کے معنی ہوئے "اعظم الملک" یعنی شہنشاہ۔ الغرض والی کاشغر "احمد بن حسن خاں" مقابلہ و مدافعت کے لئے میدان جنگ میں نکلا، سخت اور خونریز جنگ کے بعد کوہر خان کو شکست ہوئی، اس کے ہمراہیوں کا ایک بڑا گروہ کام آگیا۔

کوہر خاں اور خان محمود کی جنگ

اس واقعہ سے قبل ترکان خطا کا ایک گروہ چین سے نکل کر ملوک خانیہ حکمرانان ترکستان کی خدمت میں آگیا تھا، ارسلان خاں محمد بن سلیمان نے انھیں چینی سرحد پر حفاظت کی غرض سے ٹھہرا رکھا تھا، اس خدمت کے عوض جاگیریں دی تھیں اور وظائف مقرر کر دیئے تھے۔ اتفاق سے ارسلان خاں محمد بن سلیمان ان سے کسی بات پر ناراض ہوگیا، سزا دی، اس سے انھیں کشیدگی اور نفرت پیدا ہوگئی، سکونت کے لئے ایک کشادہ اور سرسبز زمین تلاش کرنے لگے تاکہ آئندہ ارسلان خاں کے ساتھ ہو کر روزانہ جنگ سے محفوظ رہیں کسی نے ان سے بلاد ساسون کی تعریف کر دی۔ چنانچہ یہ سب اہل و عیال کے ساتھ بلاد ساسون چلے گئے۔

جب دوبارہ کوہر خاں شاہ چین نے بلاد اسلامیہ کی طرف قبضہ اور تاراج کی غرض سے قدم بڑھایا تو ترکان خطا جو ارسلان خاں سے ناراض ہو کر بلاد ساسون میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ کوہر خاں سے مل گئے۔ اس کے لشکر کی تعداد بڑھ گئی، سیلاب کی طرح بلاد ماوراء النہر کی طرف بڑھا۔ خان محمود بن ارسلان خاں محمد ماہ رمضان ۵۳۱ھ میں اس طوفان کو روکنے کے لئے مقابلہ پر آیا، شدید جنگ کے بعد خان محمود کو شکست ہوئی ثمرقند واپس آیا۔ اس سے کوہر خاں کا رعب داب بڑھ گیا۔ بلاد ماوراء النہر اور اہل بخارا ان کے مظالم کے شکار ہونے لگے۔

جنگ کوہر خاں اور سلطان سنجر

خان محمود نے سلطان سنجر کی خدمت میں عریضہ بھیجا، واقعات لکھے اور امداد کی درخواست کی، سلطان سنجر کو اس سے سخت صدمہ ہوا لشکر کی فراہمی اور اسباب جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا، خراسان، سجستان (خاندان بنی خلف)، غزنی (ملوک غور)

اور ماژندران کے سلاطین اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے سلطان سنجر کے پاس آ کر جمع ہوئے، فوج کی جمعیت ایک لاکھ سے بڑھ گئی۔ آخر ۵۲۵ھ میں نہر عبور کر کے چینی بادشاہ سے لڑنے کے لئے بڑھے۔ محمود خان نے ترکان قارغلیہ کے مظالم اور زیادتیوں کی شکایت پیش کی۔ سلطان سنجر نے ان کی گوشمالی کا قصد کیا، ترکان قارغلیہ نے کوہرخاں بادشاہ چین کے پاس جا کر پناہ لی۔ کوہرخاں نے سلطان سنجر کو ترکان قارغلیہ کی سفارش کا خط لکھا۔ سلطان سنجر نے کوئی توجہ نہ کی، بلکہ تہدید آمیز خط لکھا۔ اسلام کی دعوت دی، اور اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں جنگ اور کثرت فوج کی دھمکی دی۔ خط دیکھ کر کوہرخاں سخت برہم ہوا۔ دھکے دے کر سلطان سنجر کے ایلچی کو دربار سے نکلوا دیا اور لشکر مرتب کر کے سلطان سنجر سے جنگ کے ارادے سے کوچ کیا۔

دونوں حریفوں کا مقام قطوان میں بتاریخ ۵ر صفر ۵۳۶ھ مقابلہ ہوا۔ بادشاہ چین کی طرف سے ترکان قارغلیہ خم ٹھونک کر میدان میں آئے لشکر اسلام سے شاہ سجستان تیغ و سپر ہو کے نکلا، گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر کار اسلامی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ کثیر کام آگیا، شاہ سجستان، امیر قماج اور سلطان سنجر کی بیگم گرفتار ہو گئے، کوہرخاں نے عزت و احترام سے ان لوگوں کو سلطان سنجر کے پاس بھیج دیا۔ ترکان خطا اور کفار اتراک بلاد ماوراء النہر پر قابض ہو گئے۔

کوہرخاں کی وفات

۵۳۷ھ میں کوہرخاں بادشاہ چین مر گیا۔ اس کی بیٹی تخت حکومت پر متمکن ہوئی تھوڑے دن بعد یہ بھی مر گئی۔ اس کی ماں (کوہرخاں کی زوجہ) حکمراں ہوئی۔ اسی زمانہ سے ماوراء النہر میں ترکان خطا کی حکومت و سلطنت کا سکہ چلنے لگا۔ یہاں تک کہ عمادالدین محمد خوارزم شاہ نے ۶۱۲ھ میں ترکان خطا سے ماوراء النہر پر قبضہ حاصل کیا۔

سلطان سنجر اور خوارزم شاہ کی مصالحت

سلطان سنجر کی شکست کے بعد اتسز (خوارزم شاہ) نے ماہ ربیع الاول ۵۳۶ھ میں سرخس کی طرف قدم بڑھایا، اہل سرخس نے اطاعت قبول کی، مرو شاہجہاں کا قصد کیا، امام احمد باخرزی نے حاضر ہو کر باشندگان مرو شاہجہاں کی سفارش کی، جنگ اور خونریزی سے روکا، چنانچہ خوارزم شاہ مرو شاہجہاں کے باہر خیمہ زن ہوا، ابوالفضل کرمانی اور چند رؤسائے شہر کو مشورہ کی غرض سے طلب کیا۔ اس اثناء میں عوام الناس نے

ہلڑ مچا دیا۔ خوارزم شاہ کے فوجیوں کو جو اس وقت مروشاہجہان میں تھے مارا، قتل کیا اور شہر سے نکال دیا۔ جھگڑا بڑھا، خوارزم شاہ نے قتل اور غارت گری کا حکم دیدیا۔ بزور تیغ گھس کر جی کھول کر پامال کیا۔ بہت سے علماء مارے گئے۔

شوال سنہ مذکور میں خوارزم شاہ نیشاپور کی جانب واپس ہوا۔ علماء فقہاء اور صوفیوں کا وفد (ڈیپوٹیشن) خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ اہل نیشاپور کی طرف سے گذارش کی: "ہم لوگوں کے ساتھ وہ برتاؤ نہ برتے جائیں جو اہل مروشاہجہان کے ساتھ برتے گئے۔ ہم لوگ آپ کے حکومت کے مطیع و فرمانبردار ہیں" خوارزم شاہ نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا۔ لیکن اصرار کر کے سلطان سنجر کا خزانہ لے لیا اور اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا، جامع مسجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد خوارزم شاہ نے اپنی فوج کو نواح صغد (بیتی) میں پھیلا دیا۔ غارت گری اور قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ چند روز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ ترکان خطا بلاد ماوراء النہر میں بلائے بے درماں کی طرح پھیل رہے تھے اور سلطان سنجر ان کی مدافعت میں مصروف تھا۔ اس وجہ سے خوارزم شاہ کی پیش قدمی کو نہ روک سکا۔ یہاں تک کہ ۵۳۸ھ کا دور آ گیا، سلطان سنجر کو ایک گونہ ترکان خطا کی جنگ سے فراغت ہوئی لشکر آراستہ کر کے خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لئے بڑھا۔ خوارزم شاہ قلعہ بند ہو گیا۔ لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سلطان سنجر کے بعض سرداران لشکر شہر میں گھس گئے، سخت مقابلہ ہوا۔ قریب تھا کہ شہر پر قبضہ ہو جاتا۔ لیکن اتسز (خوارزم شاہ) نے سخت اور شدید جنگ کے بعد انہیں شہر سے نکال دیا۔ اس کے بعد آتسز (خوارزم شاہ) نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کیا اور تمام مقبوضہ علاقہ کو چھوڑ کر اپنے سابقہ مقبوضات کی حکومت پر قناعت کی۔ سلطان سنجر نے شرائط منظور فرما کر مصالحت کر لی۔ چنانچہ ۵۳۸ھ میں خوارزم کا محاصرہ اٹھا کر واپس آیا۔

سلطان مسعود اور اتابک زنگی کی مصالحت

۵۳۸ھ میں سلطان سنجر دار الخلافت بغداد حسب عادت پہنچا اور موصل کے ارادے سے لشکر مرتب کرنے لگا۔ کیونکہ جس قدر فسادات اور جھگڑے امراء و سرداران لشکر کی طرف سے پیدا ہوتے تھے وہ سب کے سب

اتابک زنگی والیٔ موصل کے سر تھوپ دیئے جاتے تھے۔ سلطان سنجر کو اس سے غصہ پیدا ہوا موقع کا انتظار کرنے لگا۔ جب اسے ترکوں اور خوارزم شاہ سے فراغت حاصل ہوئی تو اتابک زنگی کی اصلاح اور سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا۔ اتابک زنگی نے ابو عبداللہ بن انباری کی معرفت فدویت نامہ روانہ کیا، لطف و مرحمت کی درخواست کی، بیس ہزار دینار نذر کئے، بشرط واپسی ایک لاکھ دینار کا وعدہ کیا۔ سلطان سنجر راضی ہو گیا۔ مصالحت ہو گئی۔

اور امور کے علاوہ جن کی وجہ سے سلطان سنجر نے اتابک سے مصالحت کی، ایک خاص سبب یہ واقع ہوا کہ اس واقعہ میں سیف الدین غازی (اتابک زنگی کا بیٹا) محبت پدری کی وجہ سے سلطان سنجر کی خدمت سے علیحدہ ہو کر اتابک زنگی کے پاس چلا آیا تھا۔ اتابک زنگی نے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی اور اُلٹے پاؤں سلطان سنجر کی خدمت میں بھیج دیا اور یہ لکھا کہ "میرا بیٹا حضور کی خدمت میں رہتا تھا حضور کا مزاج مجھ سے برہم دیکھ کر فطری محبت کی وجہ سے میرے پاس بھاگ آیا۔ میں اسے پھر حضور کی بارگاہ میں واپس کرتا ہوں میں اور یہ، دونوں حضور کے غلام ہیں ملک حضور والا کا ہے۔" اس سے سلطان سنجر کا دل نرم ہو گیا اتابک زنگی کی قدر و منزلت دوچند ہو گئی۔ نہایت خوشی سے پیام مصالحت قبول کیا۔

بوزابہ کی بغاوت

بوزابہ والیٔ فارس و خوزستان کو سلطان مسعود سے کشیدگی اور نفرت پیدا ہو گئی تھی جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ ۵۴۰ھ میں محمد بن سلطان محمود برادر سلطان مسعود کی بیعت کی اور فوجیں آراستہ کر کے ماشون (قاشان) کی جانب روانہ ہوا۔ امیر عباس والیٔ رے بھی آ ملا اور اس رائے سے اتفاق کیا۔ سلطان شاہ برادر سلطان مسعود بھی ان لوگوں کی سازش میں شریک ہو گیا، آہستہ آہستہ اکثر شہروں پر ان باغیوں نے قبضہ کر لیا، سلطان مسعود کو اس کی خبر لگی ماہ رمضان سنہ مذکور میں بغداد سے روانہ ہوا امیر طغایرک امیر حاجب رکاب میں تھا۔ اس کا ارا کین دولت پر ایک خاص اثر تھا اور عام پبلک کا میلان بھی اس کی طرف تھا۔ بغداد میں مہلہل، نصیر امیر الحاج اور بہروز کے غلاموں کا ایک گروہ حفاظت و امن قائم رکھنے کی غرض سے چھوڑ دیا گیا۔ جس وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا سلیمان شاہ ان کی جماعت سے نکل کر اپنے بھائی سلطان مسعود کے پاس چلا آیا، امیر عبدالرحمٰن نے

مصالحت کی گفتگو شروع کی۔ حسب خواہش صلح ہوگئی' امیر عبدالرحمٰن کو اس حسن خدمت کے صلہ میں اُن صوبجات کی حکومت کے علاوہ جس پر وہ پہلے سے حکمران تھا آذربائیجان اور اراں تاخلخال کی گورنری بھی جاولی طغرلی کی جگہ مرحمت کی گئی۔

ابوالفتح بن دراست کی معزولی و بحالی اسی سلسلہ میں ابوالفتح بن دراست کو جو کہ امیر بوزابہ کا وزیر تھا قلمدان وزارت سپرد کیا گیا۔ ۵۳۹ھ میں سلطان مسعود نے اپنے وزیرالسلطنت یزدجردی کو معزول کر کے مرزبان بن عبداللہ بن نصر اصفہانی کو عہدہ وزارت سے سرفراز کیا، اور یزدجردی معزول وزیر کو مرزبان بن عبداللہ وزیر جدید کی سپردگی میں دیا۔ مرزبان بن عبداللہ نے یزدجردی کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا اور جیل میں ڈال دیا۔ پھر جب ۵۴۰ھ کا دور آیا اور امیر بوزابہ وغیرہ سے مصالحت ہوگئی تو امیر بوزابہ کو ایک حد تک سلطان مسعود پر قابو مل گیا اور اس کی حکومت و سلطنت پر اسے غلبہ حاصل ہوا۔ اسی کا نتیجہ یہ تھا کہ ابوالفتح بن دراست مرزبان کے بجائے عہدۂ وزارت پر پھر مامور ہوا۔

عبدالرحمٰن طغایرک عبدالرحمٰن طغایرک، سلطان مسعود پر بے حد قابو یافتہ ہوگیا تھا۔ اس حد تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ سلطان مسعود شاہ شطرنج کی طرح صرف تخت حکومت کا مالک تھا۔ باقی تمام امور کے سیاہ سفید کا اختیار عبدالرحمٰن طغایرک کے قبضہ میں تھا' اس نے بک ارسلان معروف بہ ابن خاص بک ابن بلنکری کو سلطان مسعود کی خدمت سے روک دیا۔ بک ارسلان سلطان مسعود کا خادم خاص اور پروردہ تھا' سلطان مسعود کی اس پر نظر عنایت رہا کرتی تھی خلوت اور جلوت میں سلطان مسعود کی خدمت میں رہتا تھا۔ طغایرک نے اس خیال سے کہ سلطان مسعود سے علیحدہ ہو جائے' بک ارسلان کو کسی شہر کا امیر مقرر کر کے بھیجنے کا ارادہ کیا' سلطان مسعود کو اس سے بے حد صدمہ ہوا۔

قتل طغایرک بک ارسلان اور بعض سرداران فوج کو تنہائی میں طلب کر کے طغایرک کے قتل کا حکم دیا۔ کسی سردار کی ہمت نہ پڑی' زنگی جان دار نے اس کام کا بیڑا اٹھایا' بک ارسلان نے اس سے موافقت کی دیکھا دیکھی سرداران عسکر کا ایک گروہ بھی تیار ہوگیا' اس کے بعد ایک روز

طغایرک اپنے جاہ وحشم کے ساتھ بمقام جنزہ ہواخوری کو نکلا، زنگی جان دار نے بڑھ کر وار کیا، طغایرک گھوڑے سے زمین پر آرہا بک ارسلان نے لپک کر طغایرک کا کام تمام کردیا۔ سرداران لشکر نے جو اسی کام کے انجام دہی کے لئے ہمراہ تھے طغایرک کے ہمراہیوں کو شوروشغب سے روک دیا۔

امیر عباس والی رے کا قتل

اس واقعہ کی اطلاع سلطان مسعود کو دی گئی۔ سلطان مسعود اس وقت بغداد میں تھا، امیر عباس والیٔ رے بھی اپنی فوج کے ساتھ بغداد میں ٹھہرا ہوا تھا۔ امیر عباس اس واقعہ سے برافروختہ ہوگیا اور سلطان مسعود سے بدلہ لینے کا موقع ڈھونڈھنے لگا۔ سلطان مسعود نے تالیف قلب کی، نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ امیر عباس کا غصہ فرو ہوگیا۔ سلطان مسعود نے امیر عباس کے قتل کی بھی تدبیر شروع کی بعض سرداران لشکر اور ارکین دولت کو امیر عباس کے قتل پر آمادہ و تیار کیا، چونکہ سرداران لشکر اور ارکین دولت امیر عباس کے غلبہ حکومت سے تنگ آگئے تھے قتل پر آمادہ ہوگئے امیر تقش اور حرسوس لحف نے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ ایک روز سلطان مسعود نے امیر عباس کو محل سرائے شاہی میں طلب فرمایا امیر تفش اور حرسوس لخف نے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ ایک روز سلطان مسعود نے امیر عباس کو محل سرائے شاہی میں طلب فرمایا امیر بقش اور حرسوس لحف نے چند آدمیوں کو محل سرائے کی صحنچیوں میں چھپا دیا۔ امیر عباس محل سرائے شاہی کے دروازے پر پہنچا، دستۂ فوج جاں نثاران نے صرف امیر عباس کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ اس کے ہمراہیوں کو روک دیا۔ امیر بقش اور حرسوس، امیر عباس سے باتیں کرتے ہوئے اُس طرف لے گیا جہاں پر اس کے قتل کے لئے آدمیوں کو چھپا رکھا تھا۔ دفعۃً وہ سب نکل پڑے اور امیر عباس کا کام تمام کردیا اس کے خیمہ اور اسباب کو لوٹ لیا۔ اس واقعہ سے تمام شہر میں واویلا اور ایک شور برپا ہوگیا۔ لیکن پھر خاموشی اور سکون کا عالم ہوگیا۔ یہ واقعہ ۵۴۱ھ ماہ ذیقعدہ میں پیش آیا۔

امیر عباس، سلطان محمود کا آزاد غلام تھا، عادل، نیک سیرت، فرقہ باطنیہ پر کثیر الجہاد اور مدبر تھا۔ رعایا اس سے بے حد خوش تھی۔

سلطان مسعود نے امیر عباس کے قتل کے بعد اس کے بھائی سلیمان شاہ کو قلعہ تکریت میں قید کردیا اور بغداد سے اصفہان کا سفر اختیار کیا واللہ سبحانہ وتعالیٰ ولی التوفیق۔

امیر بوزابہ کی اصفہان پر فوج کشی

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ طغایرک، امیر عباس والیٔ رے اور امیر بوزابہ والی فارس و خوزستان کو سلطان مسعود کی حکومت وسلطنت پر غلبہ حاصل ہو گیا تھا، یہ تینوں امیر ایک تھیلی کے چٹے بٹے تھے طغایرک، امیر عباس اور امیر بوزابہ کے ذریعہ سے سلطان مسعود کو شطرنج کا بادشاہ بنائے ہوئے تھا۔ جس وقت طغایرک مارا گیا۔ امیر عباس کو بڑا فروختگی اور اشتعال پیدا ہوا بدلہ لینے نہیں پایا تھا کہ فوراً ہی مار ڈالا گیا۔ اس کے مارے جانے کی خبر امیر بوزابہ کو پہنچی، غصہ سے کانپ اٹھا، ایک بڑی فوج لے کر ۵۴۲ھ میں اصفہان پہنچا۔ محاصرہ کیا۔ دوسری فوج کو ہمدان کے محاصرہ پر مامور کیا، تیسری فوج قلعہ ماہکی بلاد لحف کے سر کرنے کے لئے روانہ ہوئی، بلاد لحف، امیر تقبش کو زخر کی گورنری میں تھے، امیر تقبش نے مدافعت پر کمر باندھی مردانگی اور جرأت سے لڑ کر دشمن کو پسپا کیا۔

امیر بوزابہ کا خاتمہ

امیر بوزابہ، اصفہان سے سلطان مسعود کی تلاش میں روانہ ہوا۔ سلطان مسعود نے جنگ سے پہلو تہی کرنا چاہا مگر کامیاب نہ ہوا۔ مرج قراتکین میں صف آرائی ہوئی، نہایت شدید مقابلہ ہوا، دونوں حریف جی توڑ کر لڑے، اتفاق سے امیر بوزابہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا امیر بوزابہ زمین پر آ رہا، ایک فوجی سپاہی نے لپک کر گرفتار کر لیا، کشاں کشاں سلطان مسعود کی خدمت میں پیش کیا۔ اسی وقت سلطان مسعود کے روبرو مار ڈالا گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اثنار جنگ میں امیر بوزابہ کو تیر لگا تھا۔ جس کے صدمہ سے گھوڑے سے گرا اور گر کر مر گیا۔ امیر بوزابہ کے مارے جانے سے سارا لشکر تتر بتر ہو گیا یہ لڑائی سلاطین سلجوقیہ کی بڑی لڑائیوں میں داخل ہے۔

امرا کی بغاوتیں بغداد کی بربادی

طغایرک، امیر عباس اور امیر بوزابہ کے مارے جانے کے بعد بک ارسلان خادم خاص سلطان مسعود کی خدمت میں آ گیا۔ دربار شاہی میں امراء کی آمد و رفت ختم ہو گئی، اس سے امراء وارکین دولت کو سلطان مسعود کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی، خطرہ پیدا ہوا کہ مبادا ہمارے ساتھ بھی وہی واقعہ رونما ہو جو طغایرک اور امیر عباس وغیرہ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ اس وجہ سے امراء وارکین دولت سلجوقیہ ابو رکن مسعودی والیٔ گنجہ واران القش

کو زخر والیٔ جیل، حاجب خریطائی محمودی افسر پولیس بغداد، ابن طغا یرک، امیر رکن مسعود اور قروب سلطان مسعود کا ساتھ چھوڑ کر عراق کی طرف روانہ ہو گئے، ان لوگوں کے ہمراہ اور ان کا ہم خیال سلطان مسعود کا بھائی محمد بن محمود بھی تھا۔ یہ تمام امرائے سلجوقیہ کوچ و قیام کرتے ہوئے حلوان پہنچے، اہل بغداد میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئی، غلہ گراں ہو گیا، خلیفہ مقتفی عباسی نے واپس جانے کا پیام بھیجا۔ لیکن کسی نے کوئی بات نہ سنی۔ ماہ ربیع الآخر ۵۴۳ھ میں بغداد میں داخل ہوئے۔ شرقی جانب قیام کیا، مسعود افسر پولیس بغداد تکریت بھاگ گیا، علی ابن دُبیس والیٔ حلہ بھی ان لوگوں سے آملا۔ غربی بغداد میں خیمہ نصب کیا خلیفہ مقتفی نے بغداد کی حفاظت کے لئے فوجیں فراہم کیں، امراء سلجوقیہ کے فوجیوں اور عوام الناس سے بغداد میں لڑائی چھڑ گئی، متعدد لڑائیاں ہوئیں۔

بغداد کی بربادی

اہل بغداد نے امراء سلجوقیہ کے لشکر کو بغداد سے نکال دیا۔ لوٹ کر پھر حملہ آور ہوئے بغداد کی سڑکیں گلی اور کوچے مقتولوں سے بھر گئے۔ آبادی ویرانی سے اور امن بدامنی سے بدل گیا۔ محلّے کے محلّے سنسان میدان بن گئے، لوٹ مار اور غارت گری کی کوئی حد نہ رہی اس عام غارت گری سے عورتیں اور بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ اس کے بعد امراء سلجوقیہ بارگاہ خلافت کے سامنے آئے رسم زمین بوسی ادا کی، معذرت کی، تمام دن خلیفہ مقتفی عباسی اور امراء سلجوقیہ سے نامہ و پیام ہوتا رہا۔ بالآخر اگلے دن بغداد سے نہروان کی طرف کوچ کر گئے۔ اس کے بعد مسعود افسر پولیس بغداد واپس آیا۔ اور ان غارت گروں نے نہروان پہنچ کر یہی حرکتیں شروع کیں۔ لوٹ مار اور قتل عام کیا۔

خلیفہ مقتفی اور سلطان مسعود

اس غارت گری کے بعد سے امراء منتشر ہو گئے۔ اور عراق چھوڑ دیا۔ بقش کو زخر طرنطائی اور ابن دُبیس نے ۵۴۴ھ میں پھر بغداد کا رُخ کیا، ملک شاہ بن محمود برادر زادہ سلطان مسعود ان کے ساتھ تھا، خلیفہ مقتفی عباسی سے ملک شاہ کا نام خطبہ میں داخل کئے جانے کی درخواست کی، خلیفہ مقتفی نے انکاری جواب دیا، فوجیں فراہم کیں، سلطان مسعود کو اس حال سے آگاہ کیا لیکن سلطان مسعود وعدے کے باوجود اپنے چچا سلطان سنجر کی وجہ سے ایفاء عہد نہ کر سکا۔

سلطان سنجر اور سلطان مسعود میں کشیدگی و مصالحت

سلطان سنجر نے بک ارسلان کی بابت سلطان مسعود

کو لکھا "تم نے بک ارسلان کو اس قدر بڑھا چڑھا دیا ہے کہ اور اراکین دولت و سرداران لشکر کو اس سے ناراضگی اور بددلی پیدا ہو گئی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم اسے اپنی خدمت سے علیحدہ کر دو' اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میں مداخلت کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گا"۔ سلطان مسعود نے یہ بات مختلف حیلوں سے ٹال دی اور اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ سلطان کو غصہ پیدا ہوا۔ کوچ و قیام کرتا رے پہنچ گیا۔ سلطان مسعود نے حاضر ہو کر عذر و معذرت کی اور راضی کر لیا۔

نہروان کا تاراج

نقش کوزخر کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ خلیفہ مقتفی عباسی نے سلطان مسعود کو لکھا ہے' اور امداد طلب کی ہے تو نہروان کو لوٹ لیا' علی ابن دُبیس والی حلہ کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود اپنے چچا سلطان سنجر سے مل کر بغداد روانہ ہوا' ۵ر شوال ۵۴۳ھ میں بغداد پہنچا' طرنطائی مرعوب ہو کر نعمانیہ بھاگ گیا' لقبش کوزخر بھی نہروان سے کوچ کر گیا' علی ابن دُبیس کو چھوڑ دیا' علی ابن دُبیس نے بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو کر معذرت کی' سلطان مسعود راضی ہو گیا۔

مسعود کی وفات

رجب ۵۴۷ھ میں بمقام ہمدان سلطان مسعود[1] نے وفات پائی۔ زمانہ دعوائے سلطنت سے بائیس[22] سال حکومت کی' اس کی حکومت کے زمانے تک سلجوقیہ کا ستارہ اقبال اوج پذیر رہا۔ اس کے بعد زوال شروع ہوا۔ اس کے مرنے سے گویا سلطنت سلجوقیہ کو موت آ گئی۔

---

[1] سلطان مسعود بن سلطان محمد ماہ ذی القعدہ ۵۰۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس حساب سے ۴۵ برس کی عمر پائی۔ نہایت خلیق' خوش مذاق تھا۔ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کرتا' خوش خلقی سے پیش آتا اور ان کے مال و زر پر دست درازی نہ کرتا تھا۔ سلاطین سلجوقیہ میں اس سے زیادہ نرم دل کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ اس کے بہت سے اوصاف اور فضائل کتب تواریخ میں لکھے ہیں ہم نے بہ نظر اختصار اسی قدر پر اکتفا کیا۔ ایک ہفتہ تپ محرقہ میں بیمار رہ کر یکم رجب ۵۴۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۵۰ جلد ۱۱ مطبوعہ لیدن

باب ۶

سلجوقیوں کا دورِ زوال

سُلطان محمد بن سلطان محمود

سلطان مسعود نے اپنے برادر زادہ ملک شاہ ابن سلطان محمود کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ اسی بنا پر اس کے مرنے کے بعد امیر خاص بک نے ملک شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا، بیعت کی، شاہی افواج نے بھی سلامی دی۔

سلطان مسعود کی وفات کی خبر دارالخلافت بغداد پہنچی۔ مسعود بلال افسر پولیس بغداد تکریت بھاگ گیا۔ خلیفہ مقتفی لامراللہ عباسی کے حکم سے افسر پولیس بغداد اور امراء سلطان مسعود کے مکانات مع مال و اسباب ضبط کر لئے گئے، اس کے بعد سلطان ملک شاہ نے ایک فوج سالار کرد کی ماتحتی میں حلہ روانہ کی، سالار کرد نے حلہ پر قبضہ کر لیا، مسعود بلال افسر پولیس بغداد یہ سُن کر تکریت سے حلہ آیا، سالار کرد سے ملا اور اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور دوستی کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ سالار کرد اور مسعود بلال سے بے تکلفی کے مراسم پیدا ہو گئے، ایک روز موقع پا کر سالار کرد کو گرفتار کر کے دریا میں ڈبو دیا اور حلہ پر قابض ہو گیا، خلیفہ مقتفی لامراللہ عباسی کو اس کی اطلاع ہوئی، آگ بگولا ہو گیا، وزیر السلطنت عون الدین ابن عبیرہ کو حلہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ مسعود بلال فرات عبور کر کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی، شکست کھا کر بھاگا، وزیر السلطنت نے حلہ پر قبضہ کر کے ایک فوج کوفہ کی طرف اور ایک فوج واسط بھیجی، چنانچہ کوفہ اور واسط بھی سر ہو گیا۔ اس اثناء میں سلطان ملک شاہ کا لشکر واسط پہنچا۔ وزیر السلطنت کی فوج نے واسط چھوڑ دیا، شاہی لشکر نے قبضہ کر لیا۔ خلیفہ مقتفی عباسی کو اس کی خبر لگی،

بہ نفس نفیس فوجیں لے کر واسط کی طرف کوچ کیا۔ شاہی لشکر یہ خبر پاکر واسط سے کنارہ کش ہوگیا۔ خلافت مآب نے واسط پر قبضہ کر کے حلہ کی جانب کوچ کیا اور حلہ ہوتا ہوا آخر ماہ ذی القعدہ سنہ مذکور میں دارالخلافت بغداد واپس آیا۔

ملک شاہ کی گرفتاری

امیر خاص بک کو جس نے سلطان ملک شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا تھا اور سب سے پہلے بیعت کی تھی، انفرادی اور خود مختار حکومت کی ہوس پیدا ہوئی، چھ مہینے حکومت کے بعد ملک شاہ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ محمد بن سلطان محمود کو خوزستان سے بلا کر تخت حکومت پر بٹھایا، جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا، نذر گزرانی، تحائف اور نذرانے پیش کئے، چونکہ سلطان محمد کو امیر خاص بک کی حرکات کی اطلاع ہوگئی تھی اور لوگوں نے اس کی بدباطنی اور شرارت کی چغلی کی تھی۔ اس وجہ سے سلطان محمد کے پہنچنے کے دوسرے دن جب وہ دربار میں حاضر ہونے کے لئے آیا تو سلطان محمد نے اسے اپنے دست مبارک سے قتل کیا۔ اس کے ساتھ زنگی جان دار کو بھی موت کا پیالہ پلایا جس نے طغا یرک کو قتل کیا تھا۔ امیر خاص بک کے قتل کے بعد اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔

امیر خاص بک

امیر خاص بک ایک ترکمانی کا لڑکا تھا۔ کسی ذریعہ سلطان مسعود کی خدمت میں باریاب ہوگیا، چلتا پرزہ اور ہوشیار تھا۔ بعض بعض نمایاں کام انجام دیتے سلطان مسعود نے اسے اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا، شاہی افواج اور امراء دولت کا سردار بنایا۔

الزغری ترکی معروف بہ شملہ امیر خاص بک کا خاص مصاحب اور ہواخواہ تھا۔ اس نے امیر خاص بک کو سلطان محمد کے پاس جانے سے روکا تھا۔ جب امیر خاص بک مارا گیا تو شملہ خوزستان چلا گیا۔ اور اپنی حکومت و ریاست کا سلسلہ قائم کیا واللہ اعلم بغیبہ۔

ترکانِ غز

غز (ترکوں کا ایک گروہ) ماوراء النہر میں رہتا تھا، ترکوں کا یہ ایک جرگہ تھا، جس میں حکمرانان دولت سلجوقیہ بھی داخل ہیں، ماوراء النہر عبور کرنے کے بعد انھوں نے یہیں سکونت اختیار کی، مذہباً مسلم تھے، جس وقت ترکانِ خطا، ملک چین اور ماوراء النہر پر قابض

ہوئے تو ترکوں کا یہ جرگہ جو غز کے نام سے موسوم تھا خراسان چلا آیا، اور اطراف بلخ میں سکونت اختیار کی، اس زمانہ میں محمود، ایاز، بختیار، طوطی، ارسلان اور معز، ان پر حکمران تھے، امیر قماج والیٔ بلخ نے ان لوگوں کو بلخ سے نکالنے پر کمر باندھی، ان لوگوں نے کچھ دے کر امیر قماج کو باز رکھا۔ یہ لوگ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے زکوٰۃ دیتے تھے قافلوں کی حفاظت کرتے تھے اور امن و امان سے رہتے تھے۔ کسی کو تکلیف و ایذا نہیں دیتے تھے۔

ترکان غز اور امیر قماج کی جنگ

چند روز کے بعد امیر قماج کو ان کے اخراج کا سودا پھر پیدا ہوا، تمام جرگہ کو اپنے ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔ ترکان غز بگڑ گئے، شہر بدر ہونے سے انکار کر دیا۔ بحکم ہر کہ بہ تنگ آید بجنگ آمد مقابلہ کے خیال سے اپنے گروہ والوں کو جمع کیا، امیر قماج دس ہزار سواروں کی لشکر کے ساتھ ترکان غز کے اخراج کے لئے روانہ ہوا۔ ترکان غز کے سرداروں نے حاضر ہو کر مال و زر پیش کیا، معذرت کی، واپس جانے کی درخواست کی، امیر قماج نے ایک نہ سنی، نوبت بجنگ رسید کا مضمون ہوا، ترکان غز نے امیر قماج کو شکست دی، اس کے لشکر کے ایک بڑے حصہ کو قتل کیا، رعایا پر بھی دست درازی کی، علماء و فقہا بھی اس پامالی و قتل سے محفوظ نہ رہے، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لے گئے، لونڈی غلام بنایا، مدارس ویران کر دیئے، امیر قماج بہزار خرابی جان بچا کر بھاگا مرو پہنچا۔ سلطان سنجر کی خدمت میں باریاب ہوا تمام واقعات گوش گذار کئے۔

سلطان سنجر کی گرفتاری

سلطان سنجر نے ترکان غز کو بلخ چھوڑ دینے کا پیام بھیجا اور شاہی حکم پر عمل نہ کرنے کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی، ترکان غز نے انتہائی نرمی سے جواب دیا۔ خراج دینے کو تیار ہوئے۔ ملک چھوڑنے کے علاوہ اور احکام کی تعمیل پر آمادگی ظاہر کی، لیکن سلطان سنجر نے ان کی کوئی بات قبول نہیں کی اور ایک لاکھ فوج سے ترکان غز پر حملہ کیا، نامی گرامی جنگ آزمودہ سردار رکاب میں تھے نہایت شدید جنگ شروع ہوئی، آخر کار سلطان سنجر کو شکست ہوئی، ترکان غز دور تک تعاقب کرتے گئے۔ سلطان سنجر کے لشکر کا زیادہ حصہ کام آ گیا، علاء الدین قماج مارا گیا، اور سلطان سنجر

چند سرداران لشکر کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔

ترکان غز کا خراسان پر قبضہ
ترکان غز نے خاتمہ جنگ کے بعد سرداران لشکر کو مار ڈالا۔ باقی رہا سلطان سنجر' اس کے ساتھ بہ کمال ادب پیش آئے اس کے ہاتھ پر حکومت کی بیعت کی اور اس کے ساتھ مرو میں داخل ہوئے۔ مرو' ملک خراسان کا دارالحکومت تھا۔ بختیار نے گذارش کی "مرو مجھے بطور جاگیر مرحمت فرمائیے"، سلطان سنجر نے جواب دیا "یہ دارالسلطنت ہے اور دارالسلطنت جاگیر میں نہیں دیا جاتا" بختیار یہ سن کر ہنس پڑا' ترکان غز مذاق اڑانے لگے سلطان سنجر یہ رنگ دیکھ کر تخت حکومت سے علیحدہ ہو گیا۔ خانقاہ مرو میں چلا گیا' اور ترکان غز بلاد خراسان پر قابض ہو گئے۔

ترکانِ غز کا ظلم وجور
ترکانِ غز نے قبضہ کے بعد ظلم وجور کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا' جو مظالم کبھی وقوع میں نہ آئے تھے اور جنھیں کانوں نے کبھی نہ سنا تھا وہ اہل خراسان پر کئے گئے' لوگوں پر مختلف قسم کے ٹیکس لگائے' بازار میں تین پیپے لٹکا دیئے اور حکم دیا کہ "اسے سونے سے بھر دو" عوام الناس برافروختہ ہو گئے' لڑ پڑے' ترکان غز نے نیشا پور میں داخل ہو کر ایک طرف سے لوٹ لیا۔ عورتوں اور بچوں کے قتل سے بھی باز نہ آئے' چھوٹے اور بڑے بھی قتل اور غارت گری سے محفوظ نہ رہے' گاؤں' قصبات اور شہروں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا' بلاد خراسان میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں پر کہ علماء' صلحاء اور قضاۃ ان کے مظالم کے شکار نہ ہوئے ہوں اور قتل وتباہ نہ کئے گئے ہوں۔
بلاد خراسان میں صرف ہرات اور سیستان چونکہ نہایت مضبوط ومستحکم تھے۔ اس وجہ سے ترکوں کے ظلم اور غارت گری سے محفوظ رہے[1]۔

---

[1] اس ہنگامہ میں ترکان غز نے بہت بڑی خونریزی کی بلا انتہا قتل کیا حسین ابن محمد ارسابندی قاضی علی ابن مسعود اور شیخ محی الدین محمد بن یحییٰ ترکوں کے ہاتھوں شہید کئے گئے۔ شعراء نے مرثیے لکھے' علی ابن ابراہیم کاتب کا مرثیہ زیادہ مشہور ہے جس کے چار اشعار یہ ہیں۔ (باقی صفحہ ۲۱۴ پر)

امیر قماج اور امیر زنگی میں مناقشت

ابن اثیر نے بعض مورخین عجم سے نقل کیا ہے کہ عہد خلافت خلیفہ مہدی (یا مقتفی) عباسی میں ترکوں کا یہ گروہ اقصائے سرحد ترک سے ماوراء النہر آیا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوا۔ مقنع کندی نے شعبدہ اور خرق عادات دکھلا کر انہیں اپنا مطیع بنایا۔ ان کی وجہ سے مقنع کی قوت بڑھ گئی، جب مقنع کو اپنے ارادوں میں بخوبی کامیابی ہوئی اور اس کا مشن پورا ہوا۔ تو شاہی لشکر اس کی روک تھام اور سرکوبی کے لئے چلا ان ترکوں نے مقنع کو گرفتار کرکے شاہی لشکر کے حوالہ کردیا، اسی قسم کی حرکت ان ترکوں نے ملوک خانیہ کے ساتھ بھی کی۔ اس کے بعد ترکان قارغلیہ نے ان کو زیروزبر کرکے جلاوطن کیا۔ امیر زنگی بن خلیفہ شیبانی نے جو کہ طخارستان پر قابض تھا اپنے بلاد مقبوضہ میں مبلا کر ٹھہرایا اپنی فوج میں بھرتی کیا، امیر قماج والئ بلخ اور امیر زنگی میں ایک مدت سے عداوت کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ امیر زنگی نے ترکان غز پر اترا کر امیر قماج پر چڑھائی کی، امیر قماج نے ترکوں کو ملالیا چنانچہ بوقت مقابلہ ترکان غز نے امیر زنگی کو دھوکا دیا۔ امیر زنگی کو شکست ہوئی۔ امیر زنگی اور اس کا لڑکا گرفتار ہو گیا۔ امیر قماج نے دونوں کی زندگی کا خاتمہ کرایا اور ترکان غز کو امیر زنگی کے مقبوضہ بلاد میں جاگیریں دی۔

سلطان سنجر اور حسین غوری

حسین بن حسین غوری نے تسخیر بلخ کا ارادہ کیا امیر قماج مقابلہ پر آیا۔ ترکوں کا یہ گروہ اس کی رکاب میں تھا۔ مقابلہ ہوا۔ ترکوں نے حسین غوری کا پلہ بھاری دیکھ کر امیر قماج کا ساتھ چھوڑ دیا، حسین غوری کی فوج میں مل گئے۔ امیر قماج کو شکست

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۳)

مضی الذی کان یجنی الدھر فیہ — لیسبیل بالفضل والافضال وادیہ

مضی ابن یحیی الذی قد کان صوبہا — لا برشہر ومصباحًا سراجیہ

خلا خراسان من علم ومن ورع — لما نعاہ الی الآفاق ناعیہ

لما اما توہ مات الدین واسفا — من ذا الذی بعد محیی الدین یحییہ

ھکذا فی الکامل لابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ لیدن

ملی۔ حسین غوری نے بلخ پر قبضہ کر لیا، سلطان سنجر کو اس واقعہ کی خبر لگی تو لشکر آراستہ کر کے بلخ پر حملہ کیا۔ حسین غوری کو شکست ہوئی بلخ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ شکست کے بعد دربار سلطان سنجر میں حاضر ہوا، معذرت کی اور اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا سلطان سنجر نے غزنی کی حکومت پر واپس کر دیا اور ترکان غز اطراف طخارستان میں بدستور سکونت پذیر رہے، سلطان سنجر نے ان سے کوئی تعارض نہ کیا۔

امیر قماج کا خاتمہ

چونکہ امیر قماج کا دل ان ترکوں سے صاف نہ تھا۔ گذشتہ واقعہ میں بمقابلہ حسین غوری دھوکا دینے کی وجہ سے ناراض تھا اس وجہ سے امیر قماج نے انھیں اپنے مقبوضہ شہروں سے نکل جانے کا حکم دیا، ترکان غز نے مقابلہ کی تیاری کی، ہر طرف سے ترکوں کے جرگوں کو جمع کیا اور ارسلان بوقاتر کی کو امیر لشکر بنا کر نافرمانی پر تُل گئے، امیر قماج بھی لشکر آراستہ کر کے سرکوبی کے لئے بڑھا، نہایت شدید لڑائی ہوئی۔ تمام دن لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار امیر قماج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' امیر قماج اور اس کا لڑکا ابوبکر گرفتار کر لئے گئے، ترکان غز نے انھیں مار ڈالا اور اطراف بلخ پر قابض ہو گئے۔ قتل، غارت اور پامالی شروع کر دی' دیہات قصبات اور شہر ویران ہو گئے۔

ترکوں کی مرو میں غارت گری

سلطان سنجر نے ان واقعات سے مطلع ہو کر فوجیں فراہم کیں، مقدمۃ الجیش پر محمد بن ابوبکر بن امیر قماج مقبوں اور موید ابی آیہ کو مامور کر کے محرم ۵۴۸ھ میں بڑھنے کا حکم دیا۔ ان کی روانگی کے بعد خود بھی ایک بڑی فوج لے کر روانہ ہوا ترکوں نے فدویت نامہ بھیجا۔ اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کرتے ہوئے مصارف فوج کشی کا تاوان دینے پر تیار ہوئے، سلطان سنجر نے درخواست نامنظور کی' تیغ و سپر ہونے کے لئے ترکوں کے سر پر پہنچ گیا، لڑائی چھڑ گئی' ترکوں نے شکست دے کر بلخ کی طرف پسپا کر دیا، پھر سلطان سنجر فوج کو مرتب کر کے دوبارہ بھڑا ترکوں نے اس جنگ میں بھی اسے شکست دی' مرو بھاگ آیا، ترکوں نے تعاقب کیا، سلطان سنجر اور اس کے لشکر پر ترکوں کا رعب اس قدر غالب ہو گیا تھا کہ مرو میں بھی ٹھہر نہ سکا۔ بھاگ نکلا۔ ترکوں نے مرو میں داخل ہو کر قتل، غارت گری اور پامالی شروع کر دی۔ بڑے ایمہ، نامی گرامی

علماء اور قضاۃ کو شہید کیا[۱]

جس وقت سلطان سنجر مرو سے نکلا تھا، ترکوں نے گرفتار کر لیا اور اپنی عادت کے مطابق سلطان سنجر کو تخت پر بٹھایا، اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ اس کے بعد مرو کی غارت گری پر پھر ہاتھ بڑھایا اہل مرو نے مدافعت پر کمر باندھی۔ تیغ و سپر ہوئے لیکن ترکوں کی ظالمانہ قوت کا مقابلہ نہ کر سکے پسپا ہوئے، مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے، شہر حوالہ کر دیا۔ ترکوں نے پہلے سے زیادہ پائمال کیا قتل اور غارت گری کی کوئی حد نہ رہی۔

طوس کی پامالی

سلطان سنجر کی گرفتاری کے بعد وزیر السلطنت طاہر بن فخر الملک بن نظام الملک اور تمام امراء خراسان سلطان سنجر سے جدا ہو کر نیشاپور چلے گئے۔ سلیمان شاہ بن سلطان محمود کو بلا کر تخت حکومت پر متمکن کیا چنانچہ ۱۹ر جمادی الآخر سنہ مذکور میں سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خراسانی لشکر کا جم غفیر جمع ہو گیا اور ترکوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ ترک بھی مقابلے کے ارادے سے نکلے۔ فریقین نے مرو کے باہر صف آرائی کی۔ ایک دوسرے سے تیغ و سپر ہوئے۔ خراسانی لشکر ترکوں سے مرعوب ہو رہا تھا۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلا، نیشاپور میں پناہ گزیں ہونے کا قصد کیا، ترکان غز تعاقب میں تھے، نیشاپور میں بھی نہ ٹھہر سکا، ترکوں نے طوس میں داخل ہو کر آفت مچا دی، علماء[۲]، زہاد۔ اور رؤساء کو قتل کیا، مسجدیں منہدم کر دیں، عورتیں اور بچے تک ان کے مظالم سے محفوظ نہ رہے۔

---

[۱] پہلی لڑائی ماہ محرم ۵۴۸ھ میں سلطان سنجر کے مقدمۃ الجیش سے ہوئی۔ مقدمۃ الجیش کو شکست ہوئی اتنے میں سلطان سنجر پہنچ گیا۔ ترکوں نے معذرت کی، سلطان سنجر نے ایک نہ سنی، لڑائی ہوئی، سلطان سنجر پسپا ہو کر بلخ پہنچا، ترکوں نے تعاقب کیا، سلطان سنجر نے پلٹ کر مقابلہ کیا پھر لڑائی ہوئی، سلطان سنجر شکست کھا کر مرو کی طرف بھاگا یہ واقعہ ماہ صفر سنہ مذکور کا ہے ترکوں نے مرو کا قصد کیا۔ خراسانی لشکر ترکوں کی آمد کی خبر سن کر خوف سے تھرا گیا، مرو چھوڑ دیا، ترکوں نے ماہ جمادی الاولی سنہ مذکور میں مرو میں داخل ہو کر جو کچھ کرنا تھا کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹ مطبوعہ لیدن

---

[۲] طوس میں منجملہ ان علماء کے جو ترکوں کے ہاتھ شہید ہوئے امام محمد مارسکی، علی موسوی (باقی صفحہ ۲۱۷ پر)

نیشاپور کی بربادی وقتل عام

طوس کو پامال کر کے ماہ شوال ۵۴۹ھ میں نیشاپور کی پامالی کو بڑھے۔ طوس سے زیادہ نیشاپور[1] میں مظالم کئے سارا شہر مقتولوں سے بھر گیا۔ علماء اور صلحاء کا ایک گروہ جامع اعظم میں جا کر پناہ گزین ہوا، ترکوں نے انھیں بھی نہ چھوڑا۔ ایک ایک کو قتل کیا۔ کتب خانہ جلادیا۔ یہی مظالم اور زیادتیاں کاجوین اور اسفرائین میں بھی کی گئیں۔ محاصرہ کیا، پامال کیا، باغات اجاڑ ڈالے، کھیتوں کو برباد کیا۔ بوڑھے، جوان، عورت اور بچے کوئی بھی ان کے مظالم سے محفوظ نہ رہا۔ ترکوں نے جس قدر مظالم ان مقامات میں کئے دوسرے شہروں پر نہیں کئے۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۱۶) نقیب علوی، اسمٰعیل بن حسن خطیب اور شیخ الشیوخ محمد ابن احمد خصوصیت کے ساتھ کتب تواریخ میں مذکور ہیں۔ کسی نامی عالم اور شیخ کو قتل سے باقی نہیں چھوڑا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ لیدن

[1] ماہ شوال ۵۴۹ھ میں ترکوں نے نیشاپور کو تاراج کیا، کوئی شخص مزاحمت اور مدافعت کرنے والا نہ تھا کسی ایک متنفس کو زندہ باقی نہ چھوڑا۔ صرف دو محلوں میں محض مقتول مردوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ عورتوں اور بچوں کا اس میں شمار نہیں ہے جو عورتیں اور بچے باقی رہ گئے انھیں غلام اور لونڈی بنالیا سارا شہر مقتولوں سے پُر تھا۔ گلیوں میں ٹیلے کی طرح کشتوں کے پشتے لگے تھے۔ عوام کا کیا ذکر ہے بہت سے علماء اور صالحین کو قتل کیا جن میں محمد بن یحییٰ فقیہ شافعی تھے جن کا مثل اس زمانہ میں نہ تھا، طالب علم دور دراز ملکوں سے سفر کر کے ان کی خدمت میں آتے تھے علماء نے ان کا مرثیہ لکھا، ابوالحسن علی بن ابوالقاسم بیہقی کا مرثیہ زیادہ مشہور ہے جس کے دو اشعار نقل کئے جاتے ہیں وھو ہذا۔

یا سافکا دم عالم متبحر ۔۔۔ قد طار فی اقصی الممالک صیتہ

باللہ قل لی یا ظلوم ولا تخف ۔۔۔ من کان محی الدین کیف تمیتہ

فقیہ موصوف کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عبدالصمد اکاف، ابوالبرکات فرادی، امام علی صباغ متکلم، احمد بن محمد بن حامد، عبدالوہاب نقابادی، قاضی صاعد بن عبدالملک ابن صاعد، حسن بن عبدالحمید رازی، اور بہت سے علماء کو ان ترکوں نے شہید کیا۔ قصہ مختصر ان ترکوں نے جو نام کے مسلمان تھے دنیائے اسلام پر وہ مظالم کئے جو کفار نے بھی کبھی نہ کئے تھے۔ ملخص از تاریخ کامل جلد ۱۱ صفحہ ۷۰ مطبوعہ لیدن

وزیر طاہر بن فخر الملک کی وفات

سلطان سلیمان شاہ کی حالت کمزور تھی، خوش تدبیر اور منتظم بھی نہ تھا، ترکوں کے مقابلے سے عاجز ہو گیا۔ ماہ شوال ۵۴۸ھ میں اس کا وزیر طاہر بن فخر الملک بن نظام الملک موت کی ٹھنڈی نیند سو گیا۔ سلیمان شاہ نے اس کے بیٹے نظام الملک دوم کو قلمدان وزارت سپرد کیا، ایک اسی کا دم تھا جس سے سلیمان شاہ کچھ نہ کچھ ترکوں کے مقابلہ پر اڑا تھا۔ اس کے مرنے سے ہمت ہار گیا۔ سلطنت کا بار اٹھا نہ سکا۔ ماہ صفر ۵۴۹ھ میں جرجان واپس آیا۔ اراکین دولت نے جمع ہو کر بار حکومت سے اسے سبکدوش کر کے خان محمود بن محمد بن بقراخان ہمشیرزادہ سلطان سنجر کو اپنا سلطان بنایا۔ ماہ شوال میں خان محمود کو بلا کر تخت نشین کیا اس کے نام کا جامع مسجد میں خطبہ پڑھا۔

ترکان غز کا محاصرہ ہرات

اس وقت ترکان غز ہرات کا محاصرہ کئے تھے۔ خان محمود فوج آراستہ کر کے ہرات کو ترکوں کی دست برد سے چھڑانے کے لئے نکلا، ترکوں سے متعدد لڑائیاں ہوئیں، اکثر لڑائیوں میں ترکان غز ہی کامیاب رہے، آخر کار ترکان غز ماہ جمادی الاول ۵۵۰ھ میں محاصرہ اٹھا کر مرو چلے آئے اور اہل مرو سے تاوان وصول کرنے لگے، خان محمود نے نیشاپور کی طرف کوچ کیا۔ نیشاپور پر موید نے قبضہ کر لیا تھا جیسا کہ آئندہ ہم لکھیں گے۔ اس کے بعد ترکان غز نے خان محمود کو صلح کا پیام دیا، ماہ رجب سنہ مذکور میں باہم مصالحت ہو گئی۔

موید کا نیشاپور پر قبضہ

موید سلطان کا غلام تھا۔ داؤ آبہ[1] نام تھا "موید" کا لقب دیا تھا اراکین دولت میں نہایت چلتا پرزہ اور با اثر شخص تھا۔ سرداران لشکر اس کے اشارے پر کام کرتے تھے۔ جس وقت ملک میں ترکان غز کا فتنہ رونما ہوا۔ امراء و سرداران سلطنت سلجوقیہ بلاد خراسان میں منتشر ہو گئے اور حکمرانان سلجوقیہ کمزور پڑے اور ترکوں کی مدافعت نہ کر سکے اور ترکوں کی مدافعت نہ کر سکے اس وقت موید نے بڑھ کر عنان انتظام اپنے ہاتھ میں لی سپہ سالاران سلجوقیہ کا ایک گروہ موید سے آملا۔ فوجیں اکٹھی ہو گئیں، نیشاپور، طوس، نسا، ابیورد، شہرستان اور دامغان پر قبضہ کر لیا اور ترکان غز کو ان

[1] میں نے یہ نام تاریخ کامل سے نقل کیا ہے کتاب میں جگہ خالی ہے مترجم

شہروں سے مار بھگایا، چونکہ موید نہایت خوش خلق، عادل اور نرم دل تھا۔ اس وجہ سے رعایا نے اس کی اطاعت قبول کی، بہت سے ہوا خواہ پیدا ہو گئے، جم غفیر اکٹھا ہو گیا، اس سے موید کی شان و شوکت بڑھ گئی، رعب داب کا سکہ چلنے لگا، خان محمود نے موید کو اپنی اطاعت کا پیام دیا، مذکورہ بالا مقامات کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا اور دربار شاہی میں حاضری کا حکم دیا، فریقین میں کاغذی گھوڑے دوڑنے لگے آخر کار سالانہ خراج دینے پر مصالحت ہوئی۔ موید نے زرخراج کی ادائیگی کی ضمانت دی، خان محمود پیش قدمی سے رُک گیا اور موید ان شہروں پر بدستور قابض رہا۔

اینانخ کا رے پر قبضہ

اینانخ بھی سلطان سنجر کا ایک خادم تھا۔ جس وقت ترکان غز کی غارت گری کا دور شروع ہوا، اینانخ خراسان سے رے چلا گیا اور رے پر قابض ہو گیا، رے سلطان سنجر کے ممالک محروسہ میں سے تھا، اینانخ نے سلطان محمد شاہ بن محمود والیٔ ہمدان و اصفہان وغیرہ کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ نذرانے و تحائف پیش کئے، چنانچہ سلطان محمد شاہ نے اینانخ کو حکومت رے پر بحال رکھا۔ سلطان محمد شاہ کی وفات کے بعد اینانخ نے ہاتھ پاؤں نکالے رے کے سرحدی شہروں پر قبضہ کر لیا، اس سے اینانخ کی شان و شوکت بڑھ گئی، فوج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی، جب سلیمان شاہ نے ہمدان وغیرہ کی عنان حکومت اپنے قبضہ اقتدار میں لی تو اینانخ نے دربار شاہی میں حاضر ہو کر اطاعت و فرمانبرداری قبول کی۔ جس سے اس کی قوت میں روز افزوں ترقی ہو گئی، رے اور اس کے قرب و جوار پر اس کی خود مختار حکومت باقی رہ گئی۔ سلیمان شاہ جس زمانہ میں خراسان کا گورنر تھا، اس زمانہ سے اینانخ سے مانوس و مالوف تھا۔

سلطان سلیمان شاہ بن سلطان محمد

سلیمان شاہ بن سلطان محمد بن ملک شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس رہتا تھا۔ سلطان سنجر نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ خراسان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، جس وقت ترکوں کا طوفان فتنہ و فساد برپا ہوا اور سلطان سنجر گرفتار کر لیا گیا، اراکین دولت اور امراء خراسان نے سلیمان شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کیا، سلیمان شاہ ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ خوارزم کے پاس چلا گیا، خوارزم شاہ نے اپنی بھتیجی (اتسیس کی لڑکی)

سے سلیمان شاہ کا عقد کردیا، لگانے بجھانے والوں نے لگا بجھا دیا۔ خوارزم شاہ کو سلیمان شاہ کی طرف سے بدظنی پیدا ہوئی، اپنے ملک سے نکال دیا، مصیبت زدہ سلیمان شاہ اصفہان پہنچا، اصفہان کے افسر اعلیٰ پولیس نے اصفہان میں داخل نہ ہونے دیا، قاشان کا راستہ لیا، سلطان محمد شاہ بن سلطان محمود کو اس کی اطلاع ہوئی۔ قاشان میں فوج بھیج دی جس نے سلیمان شاہ کو شہر میں جانے سے روک دیا، بحال پریشان، خوزستان کی طرف روانہ ہوا۔ ملک شاہ نے خوزستان کی ناکہ بندی کرلی، سلیمان شاہ نجف چلا گیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔

سلیمان شاہ کی بغداد میں آمد

سلیمان شاہ نے نجف میں قیام کرنے کے بعد خلیفہ مقتفی عباسی کی خدمت میں عریضہ بھیجا اپنے حالات لکھے اور بغداد آنے کی اجازت طلب کی خلافت مآب نے کہلا بھیجا کہ "تم اپنی بیوی کو بطور ضمانت بغداد بھیج دو تو میں تم کو بغداد آنے کی اجازت دوں" چنانچہ سلیمان شاہ نے اپنی بیوی کو چند لونڈیوں اور خادموں کے ساتھ بغداد بھیج دیا، خلافت مآب نے بیگم سلیمان شاہ کو عزت واحترام سے ٹھہرایا اور سلیمان شاہ کو بغداد داخل ہونے کی اجازت دی۔ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ، قاضی القضاۃ بغداد اور نقباء نے سلیمان شاہ کا استقبال کیا، خلیفہ مقتفی عباسی نے خلعت عنایت کیا سلیمان شاہ نے باطمینان بغداد میں قیام اختیار کیا، یہاں تک کہ ۵۵۱ھ کا دور آیا۔ سلیمان شاہ کو سال مذکور کے دربار میں حاضری کا حکم دیا گیا، قاضی القضاۃ رؤسا خاندان خلافت، اور اراکین دولت کے سامنے سلیمان شاہ نے خلیفہ مقتفی عباسی کی اطاعت وفرمانبرداری کی قسم کھائی، کسی حالت میں عراق سے تعرض نہ کرنے کا اقرار کیا، خلیفہ مقتفی عباسی نے اس بنا پر بغداد میں سلیمان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی اجازت دی، اس کے باپ کے تمام خطابات عطا کیے خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا، تین ہزار فوج عنایت کی، امیر دوران امیر حاجب والی حلہ کو سلیمان شاہ کا مصاحب مقرر کیا۔

سلیمان شاہ کی سلطان محمد پر فوج کشی

ماہ ربیع الاول سنہ مذکور میں سلیمان شاہ اس شان و شوکت سے بلاد جبل کی طرف روانہ ہوا اور خلیفہ مقتفی عباسی نے حلوان کی جانب کوچ کیا۔ خلیفہ مقتفی نے ملک شاہ بن سلطان محمود کو طلبی کا فرمان بھیجا،

ملک شاہ دو ہزار سواروں کی جمعیت سے حاضر ہوا۔ خلیفہ مقتفی نے حکم دیا کہ "تم سلیمان شاہ کے معاون و مددگار ہو میں تمہیں سلیمان شاہ کے بعد تاج و تخت کا وارث مقرر کرتا ہوں" چچا اور بھتیجے نے ایک دوسرے کی امداد و اعانت کی قسم کھائی خلیفہ مقتفی عباسی نے مال و زر اور آلات حرب انھیں عنایت فرمائے ایلدکز والی گنجہ و ارانیہ بھی ان لوگوں سے آملا سب کے سب متفق ہو کر سلطان محمد سے جنگ کرنے کو نکلے۔

سلیمان شاہ کی شکست و گرفتاری

سلطان محمد کو اس کی اطلاع ہوئی' قطب الدین مودود بن زنگی والئ موصل اور اس کے نائب زین الدین علی کوچک کو یہ واقعات لکھ بھیجے' اتفاق اور امداد کی درخواست کی' قطب الدین مودود اور زین الدین علی نے سلیمان شاہ کے مقابلے میں ہمدردی و اطاعت کا بیڑا اٹھایا۔ سلطان محمد کو اس سے بے حد تقویت ہوئی' لشکر آراستہ کر کے اپنے چچا سلیمان شاہ کے مقابلہ کے لئے کوچ کیا ماہ جمادی الاول میں جنگ شروع ہوئی دونوں فریق جی توڑ کر لڑے' سلیمان شاہ کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی' سلطان محمد کامیاب ہوا' سلیمان شاہ گرتا پڑتا شہرزور کے راستے بغداد روانہ ہوا' شہرزور پر والی موصل کا قبضہ تھا زین الدین علی کی طرف سے امیر بوزان اس شہر کا حاکم تھا' زین الدین علی اور امیر بوزان نے سلیمان شاہ کو گرفتار کر لیا اور بحراست تمام موصل لے جا کر قید کر دیا' سلطان محمد کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور آئندہ بھی ہر کام میں ہمدردی و اعانت کا وعدہ کیا۔ سلطان محمد نے اس سے مسرت ظاہر کی اور شکر گزار ہوا۔

سلطان سنجر کا فرار

سلطان سنجر کی گرفتاری' اراکین دولت سلجوقیہ کا انتشار پھر ان کے نیشاپور میں جمع ہونے اور خان محمود بن محمد کو حکمران بنانے کے حالات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ قصہ مختصر ادھر خان محمود نے ترکوں کی روک تھام کی اُدھر آتسز بن محمد بن انوشتکین نے خوارزم میں ان کی مدافعت پر کمر باندھی فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں' آخر کار ہر ایک فریق نے ملک خراسان کا کچھ نہ کچھ حصہ دبا لیا۔ اسی زمانہ میں یا اس کے بعد سلطان سنجر کو موقع مل گیا ترکوں کی قید سے ماہ رمضان ۵۵۱ھ میں بھاگ نکلا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ امراء بھی بھاگ گئے جو اس کے ساتھ قید تھے۔ گرتا پڑتا ترمذ پہنچا دریائے جیحوں عبور کر کے مرو میں داخل ہوا جو اس کا دارالحکومت تھا۔ ۶ رجمادی الاول ۵۴۸ھ سے

ماہ رمضان ۵۵۱ھ تک قید رہا اس حساب سے تین برس چار مہینے ہوئے۔

علی بک سردار ترکان قارغلیہ نہایت سخت اور تند مزاج تھا جو سلطان سنجر کی حراست کر رہا تھا، اتفاق سے یہ مر گیا، ترکان قارغلیہ میں پھوٹ پڑ گئی۔ اس سے سلطان سنجر اور اس کے سرداروں کو بھاگنے کا موقع مل گیا واللہ یفعل مایشاء، ویحکم مایرید۔

سلطان محمد کا محاصرہ بغداد سلطان محمد بن محمود نے اپنے چچا مسعود کے بعد اپنی تخت نشینی کے شروع زمانے میں مقتفی عباسی کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ حسب دستور سلاطین سلجوقیہ عراق و بغداد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی تھی، چونکہ خلافت مآب کو سلاطین سلجوقیہ کی بداقبالی اور حکومت کے خاتمہ کا خطرہ ہو گیا تھا۔ درخواست کو منظور نہ فرمایا۔ سلطان محمد کو اس سے برہمی پیدا ہوئی، ہمدان سے فوجیں لے کر عراق کے ارادے سے روانہ ہوا، قطب الدین والیٔ موصل اور اس کے نائب زین الدین نے محاصرہ بغداد میں امداد کا وعدہ کیا۔ چنانچہ سلطان محمد ماہ ذی الحجہ ۵۵۱ھ میں بغداد پہنچا، خلیفہ مقتفی عباسی نے بھی لشکر فراہم کرنے کا حکم صادر فرمایا، خطلوبرس لشکر واسط لے کر پہنچ گیا، مہلہل اس سے علیحدہ ہو کر حلہ چلا گیا اور قبضہ کر لیا خلیفہ مقتفی عباسی اور عون الدین ابن ہبیرہ نے قلعہ بندی شروع کی، پل توڑ ڈالا کشتیاں ہٹا دیں، اور ۱۲ محرم ۵۵۲ھ میں یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص غربی بغداد میں نہ رہے۔ اس حکم کے مطابق باشندگان غربی بغداد اپنا مال و اسباب حریم خلافت میں اٹھا لائے اور غربی بغداد کو خالی کر دیا۔

سلطان محمد کی مراجعت ہمدان خلیفہ مقتفی عباسی نے مصلحت جنگ کے لحاظ سے خرسہ کے بالائی علاقہ کو ویران کرا دیا۔ اسی طرح سلطان محمد نے جس جانب وہ خیمہ زن تھا اسے چٹیل میدان بنا دیا، منجنیقیں نصب کرائیں، فوج کو محاصرہ کا حکم دیا، خلیفہ مقتفی بھی اپنی فوج اور باشندگان بغداد کو مسلح کر کے مقابلہ پر آیا۔ اتنے میں زین الدین کوچک لشکر لے کر موصل سے سلطان محمد کے پاس آ گیا لڑائی شروع ہو گئی۔ محاصرہ میں سختی ہوئی۔ بغداد میں غلے کی آمد و رفت بند ہو گئی، گرانی بڑھ گئی زین الدین کوچک اور اس کا لشکر جنگ میں خلیفہ کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوتاہی کر رہا تھا بعض مورخ لکھتے ہیں کہ سلطان

نورالدین محمود زنگی نے اپنے بھائی قطب الدین والیٔ موصل کو خلیفہ کے مقابلہ میں جنگ کی ممانعت کی، اس وجہ سے زین الدین کوچک جو قطب الدین کا نائب تھا جنگ میں پیش قدمی نہیں کرتا تھا۔ غرض اسی اثناء میں سلطان محمد تک یہ خبر پہنچی کہ اس کا بھائی ملک شاہ، ایلدکز والیٔ اران اور ارسلان بن ملک طغرل بن محمد ہمدان کے قصد سے روانہ ہو گیا ہے، سنتے ہی ہوش و حواس جاتے رہے۔ بغداد کا محاصرہ اٹھا کر نہایت تیزی سے ۲۴ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں ہمدان کی طرف کوچ کیا اور زین الدین کوچک موصل واپس آیا۔

ملک شاہ اور امیر سقمس کی جنگ

ملک شاہ ایلدکز اور ملک ارسلان نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا تھا زیادہ دن نہیں گذرنے پائے تھے کہ سلطان محمد کی آمد کی خبر مشہور ہوئی محاصرہ اٹھا کر راستہ لیا۔ اینانج افسر پولیس رے نے مدافعت کی لیکن کامیاب نہ ہوا محاصرین نے اینانج کو شکست فاش دی اور رے کا پورے طور سے محاصرہ کر لیا، سلطان محمد نے امیر سقمس بن قماز کو ایک بڑی فوج کے ساتھ اینانج کی کمک پر روانہ کیا۔ لیکن امیر سقمس رے اس وقت پہنچا جب کہ ملک شاہ اور اس کے ہمراہی سردار رے سے محاصرہ اٹھا کر بغداد جا رہے تھے۔ امیر سقمس سے اثناء راہ میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ ملک شاہ نے امیر سقمس کو شکست دی۔ اس کے لشکر کو لوٹ لیا، سلطان محمد کو اس کی خبر لگی، فوراً بغداد کی طرف روانہ ہو گیا، حلوان پہنچا تو یہ خبر سننے میں آئی کہ ایلدکز دینور چلا گیا اتنے میں اینانج افسر پولیس رے کا پیام بر پہنچا، عرض کیا کہ ہمدان پر سلطنت پناہ کا قبضہ ہو گیا ہے اور سلطان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، شملہ والیٔ خراسان اپنے دارالحکومت بھاگ گیا، ایلدکز اور ملک شاہ کی فوج تتر بتر ہو گئی، اور یہ دونوں اپنے اپنے شہر واپس چلے گئے۔ سلطان محمد نے بغداد کا جانا ملتوی کیا، اران کی تسخیر کے ارادے سے ہمدان کی جانب واپس ہوا۔ اران ایلدکز کا مقبوضہ علاقہ تھا۔

وفات سلطان سنجر

اس کے بعد سلطان سنجر حکمران خراسان نے ماہ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں سفر آخرت

لے سلطان سنجر بن ملک شاہ بن الپ ارسلان کا بعارضہ قولنج انتقال ہوا۔ ماہ رجب ۴۷۹ھ میں بمقام سنجار (دیار جزیرہ) میں پیدا ہوا خراسان میں سکونت اختیار کی، مرو کو دارالسلطنت بنایا، سخی رقیق القلب عالی ہمت اور رعب داب والا تھا، اس کے زمانہ حکومت میں بدامنی نہیں ہوئی، ایک قبہ میں مدفون ہوا جسے اس نے اسی غرض کے لئے بنوایا تھا اور دار الآخرۃ نام رکھا تھا تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۷۸ مطبوعہ لیدن

اختیار کیا "اپنے بھائی برکیارق کے زمانہ سے خراسان کا حکمران ہوا۔ اس کے بھائی سلطان محمد نے اسے ولیعہد مقرر کیا، سلطان محمد کے مرنے کے بعد تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا۔ تمام سلاطین نے اس کی اطاعت کو ذریعہ عزت سمجھا، ممالک اسلامیہ کے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ چالیس سال تک سلطان کے لقب سے پڑھا گیا۔ اس کے پہلے بیس برس تک خطبوں میں "ملک" کے خطاب سے یاد کیا جاتا رہا، تین سال چار ماہ ترکوں کی قید میں رہا۔ قید سے خلاصی کے بعد وفات پائی، بغداد اور عراق سے اس کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا گیا، جاں کنی کے وقت حکومت خراسان پر اپنے ہمشیر زادہ محمود بن محمد بن بغرا خاں کو تاج و تخت کا مالک اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ چنانچہ محمود نے جرجان میں سکونت اختیار کی، ترکوں نے مرو اور خراسان کو دبا لیا اور موید، نیشاپور اور خراسان کے اس حصہ پر جو نیشاپور سے متصل تھا قابض ہو گیا، اسی صورت سے ۵۵۴ھ تک حکومت کا سلسلہ قائم رہا۔ اس کے بعد ترکوں نے سلطان محمود کی خدمت میں قاصد بھیجا، بہ اصرار تمام بادشاہ بنانے کے لئے بلایا، سلطان محمود ترکوں سے مطمئن نہ ہوا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے کو ترکوں کے پاس بھیج دیا۔ ایک مدت تک ترکوں نے اس کی اطاعت کی، پھر خود سلطان محمود ترکوں کے پاس چلا گیا جیسا کہ آئندہ تحریر کریں گے۔

امیر ایتاخ

ایتاخ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں سلطان سنجر کا خادم تھا۔ جب ترکوں کا فتنہ و فساد برپا ہوا، ارکین دولت سلجوقیہ متفرق ہو گئے اور سلطان سنجر نے وفات پائی موید نے نیشاپور وغیرہ پہلے ہی سے دبا لیا تھا، اس وجہ سے لشکر خراسان پر اس کا ایک اثر خاص پیدا ہو گیا۔ سرداران لشکر سنجر کو یہ حسد پیدا ہوا امراء کی ایک جماعت، موید سے منحرف ہو گئی، انھی میں امیر ایتاخ بھی تھا۔

جنگ ایتاخ اور موید

امیر ایتاخ کبھی موید کا ہم خیال اور رفیق بن جاتا۔ کبھی ماژندران کا اور کبھی خوارزم شاہ کے پاس جانے کا قصد کرتا تھا لیکن بظاہر موید ہی کا راگ الاپتا تھا ۵۵۶ھ میں دس ہزار سواروں کی جمعیت سے ماژندران سے موید کی مخالفت کے لئے نکلا نسا اور ابیورد پر قبضہ کرنے کو بڑھا[1] . . . . . موید کو اس کی خبر لگی۔ روک تھام کے لئے روانہ ہوا،

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

پہنچتے ہی ایتاخ پر حملہ کیا۔ ایتاخ مقابلہ نہ کر سکا، شکست کھا کر مازندراں چلا گیا مازندراں کا حکمراں رستم سے رسوخ پیدا کرنے کے خیال سے علی کا سر اتار کر رستم کے سامنے پیش کیا۔ رستم کو بے حد رنج او رغصہ پیدا ہوا۔ اپنے یہاں سے ایتاخ کو نکال دیا۔

ایتاخ کی اطاعت

سلطان محمود اور مؤید نے اپنی اطاعت کا پیام بھیجا، غارت گری چھوڑنے اور سلامت روی سے رہنے کی ہدایت کی، ایتاخ نے ذرا بھی نہ سُنا، اُسی بے ڈھنگی رفتار پر قائم رہا۔ سلطان محمود اور مؤید ماہ صفر ۵۵۳ھ میں سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے، ایتاخ یہ خبر پا کر بھاگ گیا، سلطان محمود اور ایتاخ نے تعاقب کیا، رستم شاہ مازندراں نے سلطان محمود او رمؤید کی خدمت میں نیازمندی کا عریضہ بھیجا، نذرانے اور تحائف پیش کئے۔ سلطان محمود اور مؤید نے اسے قبول کیا۔ ایتاخ نے یہ رنگ دیکھ کر اظہار اطاعت کی غرض سے اپنے لڑکے کو بطور ضمانت سلطان محمود کی خدمت میں بھیج دیا۔ سلطان محمود کا غصہ فرو ہو گیا۔ پھر پیش قدمی نہ کی، مؤید کے ساتھ واپس آیا۔ ایتاخ جرجان و ہستان اور اس کے صوبہ پر قابض ہو گیا۔

جنگ مؤید و سنقر عزیزی

سنقر عزیزی، سلطان سنجر کے ارکین دولت میں سے تھا، اس کا دل بھی مؤید سے صاف نہ تھا۔ جس وقت مؤید جنگ ایتاخ میں مشغول و مصروف ہوا تو سنقر عزیزی سلطان محمود بن محمد کے لشکر سے علیحدہ ہو کر ہرات چلا گیا اور قبضہ کر لیا۔ ہرات میں ترکوں کا ایک گروہ رہتا تھا۔ اس نے سنقر کو حسین بادشاہ غوری سے مل جانے اور اس کے علم حکومت کے زیر اثر حکومت کرنے کی رائے دی چونکہ سلطان محمود کی حکومت کمزور پڑ رہی تھی اور گورنر ان صوبہ جات ملک کو دباتے جاتے تھے، سنقر کے دماغ میں یہ بات نہ آئی، خودمختار حکومت کا خیال پیدا۔ مؤید کو اس کی اطلاع ہوئی فوجیں آراستہ کر کے ہرات پر یلغار کیا۔ پہنچتے ہی محاصرہ کیا۔ سنقر کے ہمراہی ترک مؤید سے مل گئے، اطاعت قبول کر لی اور سنقر کو دھوکہ سے مار ڈالا۔ سلطان محمود کا ہرات پر قبضہ ہو گیا۔ سنقر کے لشکر کا باقی ماندہ حصہ ایتاخ کے پاس چلا گیا طوس اور اس کے نواح میں غارت گری کا بازار پھر گرم ہو گیا، ویرانی، تباہی اور بربادی کی کوئی حد نہ رہی۔ واللہ اعلم۔

موید اور ترکوں کی جنگ

ترکوں نے پہلے ہنگامہ کے بعد جسے آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، بلخ میں قیام اختیار کیا خراسان کی غارت گری اور قتل سے دست کش ہو گئے اور تمام گروہ نے سلطان محمود بن خان محمد کے حکومت کی اطاعت قبول کر لی۔ موید اس کی دولت وحکومت کا مدبر اور قاید تھا۔ شعبان ۵۵۳ھ میں ترکوں کے ہاتھ میں پھر کھجلی پیدا ہوئی بلخ سے مرو کی طرف غارت گری کے لئے بڑھے سلطان محمود اس وقت سرخس میں تھا۔ موید تھوڑی سی فوج لے کر ترکوں کی روک تھام کے لئے روانہ ہوا ایک مقام پر مقابلہ ہو گیا، جس میں موید کو کامیابی ہوئی، تعاقب کرتا ہوا مرو پہنچا۔ ترکوں کا ایک بڑا گروہ کام آ گیا، بہت سا مال واسباب موید کے ہاتھ لگا، مظفر ومنصور سرخس واپس آیا۔

ترکوں کی سرخس میں غارت گری

اس کے بعد موید اور سلطان محمود نے ترکوں کی گوشمالی پر کمر باندھی فوجیں مرتب کر کے سرخس سے نکلے ۰ار شوال سنہ مذکور میں ترکوں سے مقابلہ ہوا، تین بار لڑائی ہوئی ہر مرتبہ ترکوں سے مقابلہ ہوا، تین بار لڑائی ہوئی ہر مرتبہ ترکوں کو شکست ہوئی چوتھی لڑائی میں ترکوں کا لشکر کامیاب ہوا، سلطان محمود کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی ایک بڑا گروہ کام آ گیا، ترک مرو میں داخل ہوئے۔ اہل مرو کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، علماء اور ائمہ کی تعظیم وتکریم کی، اس کے بعد سرخس اور طوس کی طرف بڑھے، لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کیا دیہات، قصبات اور شہر ویران ہو گئے۔ اس واقعہ میں سرخس کے مقتولوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی تھی، غارت گری اور قتل سے فارغ ہو کر مرو واپس آئے۔

جلال الدین عمر بن سلطان محمود

سلطان محمود بن محمد شکست کے بعد جرجان چلا گیا تھا مقابلے کی قوت نہ تھی ترکوں کے آخری نتیجہ کا انتظار کر رہا تھا۔ ۵۵۴ھ میں ترکوں نے سلطان محمود کو بادشاہ بنانے کی غرض سے طلبی کی عرض داشت بھیجی، سلطان محمود نے جان کے خوف سے بہانہ کر دیا۔ تب ترکوں نے اس کے بیٹے جلال الدین عمر کو بادشاہت کے لئے بلایا سلطان محمود نے ترکوں سے عہد واقرار اور حلف لے کر جلال الدین عمر کو بھیج دیا۔ ترکوں نے بڑی آؤ بھگت کی عزت واحترام سے اپنا بادشاہ بنایا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الآخر ۵۵۴ھ کا ہے۔

سلطان محمود کی روانگی خراسان جلال الدین عمر کی روانگی کے بعد سلطان محمود جرجان سے خراسان روانہ ہوا۔ تمام امرا بحبرہ رکاب میں تھے۔ لیکن موید نہیں گیا۔ کوچ قیام کرتا ہوا لسنا اور ا بیورد پہنچا۔ امیر عمر بن حمزہ نسوی کو لسنار کی حکومت پر متعین کیا، امیر عمر نے جیسا کہ سلطان محمود چاہتا تھا لسنار کی حفاظت وحمایت کی۔ لوٹ مار کا خاتمہ کیا۔ سلطان محمود، لسنار کے باہر قیام پذیر ہوا۔

طوس کی تباہی چونکہ اہل طوس نے ترکوں کی اطاعت قبول نہیں کی تھی اس وجہ سے ترکوں نے آخر ماہ جمادی الآخر سنہ مذکور میں نیشاپور سے طوس کا قصد کیا، اہل طوس نے اپنی قوت و طاقت کے مطابق مقابلہ کیا مگر کامیاب نہ ہو سکے، ترکوں نے طوس میں داخل ہو کر قتل و غارت گری کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اسے تاراج کر کے نیشاپور واپس آئے اور جلال الدین عمر بن سلطان محمود کے ساتھ بیہق کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۱ رجمادی الآخر سنہ مذکور میں سبزوار کا محاصرہ کیا نقیب عماد الدین محمد بن یحیی علوی حسینی نے مدافعت پر کمر باندھی، اہل سبزوار نے عماد الدین محمد کے اشارہ وحکم پر کام کیا نہایت جد وجہد اور مستعدی سے ترکوں کا مقابلہ کرتے رہے، آخر کار ترک ناکام ہو کر ۲۷ رجمادی الآخر سنہ مذکور میں لسنار اور ما بیورد کی جانب سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے واپس ہوئے۔

موید کا محاصرہ نیشاپور آپ کو یاد ہوگا کہ جرجان سے جس وقت سلطان محمود خراسان روانہ ہو رہا تھا موید اس کے ہمراہ نہیں گیا تھا۔ جرجان ہی میں رہ گیا تھا، سلطان محمود کی روانگی کے بعد جرجان سے خراسان روانہ ہوا اثنائے راہ میں ترکوں سے کسی گاؤں میں موید کا مقابلہ ہو گیا، موید سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ ایک ترکی سپاہی نے گرفتار کر لیا، موید دھوکا دے کر اس کے قبضہ سے نکل بھاگا۔ گرتا پڑتا نیشاپور پہنچا۔ پھر سلطان محمود ترکوں کے ساتھ ماہ شعبان سنہ مذکور میں نیشاپور پہنچا تو موید نیشاپور چھوڑ کر چلا گیا ترکوں نے نیشاپور میں داخل ہو کر اہل نیشاپور کے ساتھ اچھے سلوک کئے۔ تھوڑا عرصہ قیام کر کے سرخس اور مرو کی طرف کوچ کیا، موید اپنا لشکر لئے ہوئے پھر نیشاپور آ پہنچا۔ اہل نیشاپور مدافعت پر آمادہ ہوئے، موید نے محاصرہ کیا اور بزور تیغ لڑ کر اسے فتح کیا۔ شہر لوٹ لیا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ غرض جو

کچھ بھی ظلم وستم کرسکا کرکے ماہ شوال ۵۲۷ھ میں بیہق لوٹ آیا۔

ملک شاہ کی غارت گری

جس وقت سلطان محمد بن سلطان محمود محاصرہ بغداد سے واپس ہوا خلیفہ عباسی نے اس کے نام کا خطبہ موقوف کردیا۔ سلطان محمد ہمدان پہنچ کر بیمار ہو گیا اور اس کا بھائی ملک شاہ قم اور قاشان کی طرف بڑھا اور انھیں نہایت بُرے طور سے لوٹا۔ قم اور قاشان والوں سے تاوان وصول کیا، غارت گری، مار دھاڑ کا ایک ہنگامہ برپا کردیا۔ سلطان محمد نے ملک شاہ کو ان بے جا افعال اور ظالمانہ حرکات سے باز آنے کے لئے لکھا۔ لیکن ملک شاہ نے کوئی توجہ نہ دی، قتل وغارت کرتا ہوا اصفہان پہنچا۔ ابن خجندی اور رؤسا شہر کے پاس اپنی اطاعت اور فرماں برداری کا پیام بھیجا۔ خجندی اور رؤسا شہر نے معذرت کی، جواب دیا "ہماری گردنوں میں آپ کے بھائی سلطان محمد کی اطاعت کا طوق پڑا ہوا ہے۔ ہم اس عہد واقرار اور قسم کو نہیں توڑ سکتے جو آپ کے بھائی سے کر چکے ہیں" ملک شاہ یہ سُن کر برہم ہوا، غارت گری اور قتل شروع کردیا۔ سلطان محمد کو اس کی اطلاع ہوئی۔ ہمدان سے ملک شاہ کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے مقدمۃ الجیش (ہراول) کا سردار کرجان خادم تھا۔ ملک شاہ کی فوج سلطان محمد کی آمد کی خبر پاکر منتشر ہوگئی، ملک شاہ بغداد کی جانب روانہ ہوا، مقام قوس (دیافرسیبین) میں موید ان اور سنقر ہمدانی مل گئے، ان دونوں نے غربی بغداد سے خوزستان جانے کی رائے دی۔

ملک شاہ کا خوزستان پر قبضہ

چنانچہ ملک شاہ نے واسط کا قصد کیا۔ شرقی بغداد میں اُتر پڑا، اس کے ہمراہیوں نے قرب دجوار کے دیہات کو تاراج کیا، عوام الناس کو برہمی پیدا ہوئی، انھوں نے دریا کے بند توڑ دیئے جس سے بہت سے آدمی ڈوب گئے، ملک شاہ کوچ وقیام کرتا خوزستان پہنچا، شملہ نے عبور سے روکا، ملک شاہ نے کہلا بھیجا "میرا ارادہ اپنے بھائی سلطان محمد کی خدمت میں حاضری کا ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں" لیکن شملہ نے اس مراسلہ پر بھی توجہ نہ کی، مقابلے پر آمادہ رہا۔ ملک شاہ نے اُن کردوں میں قیام کیا جو وہاں مقیم اور سکونت پذیر تھے ملک شاہ نے ان لوگوں کی پیٹھ ٹھونکی، رفتہ رفتہ کردوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا جو پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے۔ ملک شاہ نے انھیں مسلح کرکے شملہ پر حملہ کیا۔ سنقر ہمدانی اور موید ان وغیرہ امراء لشکر ہمراہ تھے اس واقعہ میں شملہ کو شکست

ہوئی۔اس کے ہمراہیوں کا اکثر حصہ کام آگیا ملک شاہ نے خوزستان پر قبضہ کر کے فارس کی طرف قدم بڑھایا واللہ ہو المؤید بنصرہ من یشاء۔

سلطان محمد کی وفات

سلطان[1] محمد بن محمود بن ملک شاہ نے آخر ۵۵۴ھ میں وفات پائی۔سلطان محمد وہی ہے جس نے بغداد کا محاصرہ کیا تھا، خلیفہ مقتفی عباسی کو اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام دیا تھا اور خلیفہ مقتفی عباسی نے اسے منظور نہیں کیا تھا۔محاصرہ بغداد سے واپس آرہا تھا اثناء راہ میں بیمار ہوا ساڑھے سات سال حکومت کر کے سنہ مذکور میں سفر آخرت اختیار کیا۔

سلیمان شاہ

مرنے کے وقت سلطان محمد نے اپنے لڑکے کو جو نہایت کم سن تھا سنقر احمدیلی کو سپرد کیا اور کہا "اس بچے کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں اسے تم اپنے مقبوضہ شہر لے جاؤ اس کی پرورش و پرداخت کرو، مجھے امید نہیں ہے کہ میری فوج اس بچے کی اطاعت کرے گی" اس وصیت کی بنا پر سنقر احمدیلی سلطان محمد کے لڑکے کو مراغہ لے گیا۔لشکر[2] شاہی کے اکثر حصہ نے سلیمان شاہ (مرحوم سلطان محمد کا چچا)

---

[1] سلطان محمد کی ولادت ماہ ربیع الآخر ۵۲۲ھ میں ہوئی اس حساب سے بتیس ۳۲ سال کی عمر پائی۔عارضہ سل میں انتقال ہوا۔جب موت کا وقت قریب آیا تو لشکر کو حاضری کا حکم دیا۔جواہرات اور قیمتی قیمتی اسباب چنے گئے۔شاہی خدام بیٹھے ہوئے طیارہ میں بیٹھ کر ان سب کو دیکھا، رو پڑا، کہنے لگا: "یہ فوجیں، یہ خدام، یہ مال و زر، یہ جواہرات اور یہ قیمتی قیمتی اسباب میری تکلیف کو ذرہ برابر کم نہیں کر سکتے اور نہ میری موت کے مقررہ وقت کو ایک لحظہ ٹال سکتے ہیں"۔ عاقل کریم اور رعب داب والا تھا۔تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ لیدن۔

[2] سلطان محمد کے مرنے کے بعد ارکین دولت سلجوقیہ میں اختلاف پڑ گیا۔ایک گروہ نے ملک شاہ برادر سلطان محمد مرحوم کو تخت نشین کرنا چاہا۔دوسرا گروہ سلیمان شاہ (سلطان محمد مرحوم کا چچا تھا) کے ساتھ ہو گیا ان امراء کی تعداد زیادہ تھی۔تیسرا گروہ ارسلان شاہ کا ہوا خواہ ہو گیا جو ایلدکز کے ساتھ تھا ملک شاہ بہ دعوائے سلطنت خوزستان سے روانہ ہوا، دکلا والی فارس اور شملہ ترکمانی ہمراہ تھے۔اصفہان پہنچا، ابن خجندی والیٔ اصفہان نے اطاعت قبول کی، زر کثیر بطور نذر پیش کیا، عساکر شاہی مقیم ہمدان کو اپنی اطاعت کا پیام بھیجا، سرداران لشکر چونکہ سلیمان شاہ کے ہوا خواہ تھے اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۶ مطبوعہ لیدن

کو تخت حکومت پر بٹھایا اور اس کے ہاتھ پر حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔

زین الدین مودود کی بیعت

سلطان محمد کی وفات کے بعد اکابر امراء ہمدان نے اتابک زین الدین مودود اور وزیر مودود کے پاس سلیمان شاہ کی طلبی کا پیام بھیجا۔ سب نے تخت نشین کرنے کی غرض سے اس پر اتفاق کیا، قسمیں کھائیں چنانچہ شاہی شان و شوکت سے سلیمان شاہ روانہ کیا گیا۔ زین الدین علی کوچک رکاب میں تھا۔ بلاد جبل کے قریب پہنچا، شاہی فوج نے تپاک سے استقبال کیا، ہر روز ایک نہ ایک امیر باریاب ہونے کے لئے حاضر ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ بہت بڑی جمعیت ہو گئی زین الدین کو جان کا خطرہ پیدا ہوا موصل واپس آیا۔ اور سلیمان شاہ خدم و حشم کے ساتھ ہمدان میں داخل ہوا۔ اہل ہمدان نے گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ حکومت و سلطنت کی بیعت کی۔

وفات خلیفہ مقتفی و خلافت مستنجد

خلیفہ مقتفی لامر اللہ عباسی نے ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں چوبیس سال خلافت کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس خلیفہ نے خود اختیاری کی قوت حاصل کر لی تھی، جس وقت سلطان مسعود سلجوقی کے بعد خاندان سلجوقیہ میں نفاق اور اختلاف پیدا ہوا اسی وقت خلیفہ مقتفی عباسی، سلاطین سلجوقیہ کے اثر سے علیحدہ ہو گیا اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یوسف مستنجد باللہ عباسی تخت خلافت پر رونق افروز ہوا، خود مختار حکومت میں اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلا بلاد ماہلی پر قبضہ کیا لحف کو لے لیا اور اپنی طرف سے اس پر حاکم مقرر کیا جیسا کہ اس کے باپ کے زمانہ میں تھا ان واقعات کو ہم ان دونوں کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

مؤید کا سرخس پر قبضہ

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جب ترکانِ غز (تاتار) کو غلبہ حاصل ہو گیا تو ان لوگوں نے خان محمود کو بادشاہ بنانے کے لئے بلا بھیجا۔ خان محمود تو جان کے خوف سے نہ گیا۔ لیکن اپنے بیٹے جلال الدین عمر کو ترکوں کے پاس بھیج دیا۔ چنانچہ ترکوں نے جلال الدین عمر کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ اس کے بعد محمود جرجان سے نسا روانہ ہوا اور ترکوں کا لشکر بھی آ کر مل گیا، مؤید مقابلہ نہ کر سکا۔ شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ محمود اور ترکی لشکر نسا میں داخل ہوا۔ کچھ عرصہ قیام کر کے محمود سرخس واپس گیا۔ مؤید پھر آ پہنچا، محاصرہ کر لیا، ترکی لشکر کو بزور تیغ نکال کر قبضہ کر لیا، اور شہر کو ویران اور تباہ کیا۔ یہ واقعہ

ماہ شوال ۵۵۴ھ کا ہے۔ پھر جب محمود سرخس سے واپس ہوا تو موید نے سرخس کا قصد کیا۔ محاصرہ کیا۔ اہل سرخس سے تیغ وسپر ہوا اور لڑ کر اسے فتح کیا۔ سرخس کو سر کر کے بیہق کی طرف گیا۔ ۵۵۵ھ میں پھر سرخس کی جانب واپس ہوا، شہر پناہ کو درست اور تعمیر کرایا اہل سرخس کے ساتھ اچھے سلوک کئے۔

قلعہ اشقیل کی تسخیر

قصہ مختصر موید ان شہروں پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ان کے قرب وجوار کے مفسدوں اور لٹیروں کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ قلعہ اشقیل کو فتح کیا، فرقہ زیدیہ کے سرکشوں کی سرکوبی کی، ان کے قلعہ کو مسمار و منہدم کر کے قلعہ خسروجرد پر دھاوا کیا۔ قلعہ خسروجرد بیہق کے صوبہ میں تھا اس قلعہ کو کیخسرو بادشاہ فارس نے بزمانہ جنگ افراسیاب تعمیر کرایا تھا نہایت مستحکم اور مضبوط تھا۔ اہل قلعہ مقابلہ پر آئے۔ لیکن پسپا ہوئے اور موید نے اس پر قبضہ کر لیا ایک دستہ فوج اس کی حفاظت پر مامور کر کے بتاریخ ۲۵ رجمادی الاول سنہ مذکور نیشاپور لوٹ آیا۔

خربندہ کا قتل

چند روز بعد شہر کندر متعلقات طرس (یا طربیث) پر چڑھائی کی۔ اس شہر پر ایک شخص خربندہ نامی قابض تھا۔ رہزنی، قتل اور غارت اس کا کام تھا۔ دن دہاڑے قافلہ لوٹ لیتا۔ قرب وجوار کے شہروں کو تاراج کرتا اور جو مقابل یا مزاحم ہوتا اسے مار ڈالتا تھا۔ غرض خراسان والے اس کی وجہ سے ایک بڑی مصیبت اور آفت میں مبتلا تھے۔ موید نے نہایت مستعدی سے محاصرہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار موید نے بزور تیغ قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ خربندہ اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر کے اہل خراسان کو اس مصیبت سے بعونہ تعالیٰ نجات دی۔ چونکہ اہل بیہق موید کی اطاعت سے پھر گئے تھے۔ اس وجہ سے ماہ رمضان سنہ مذکور میں بیہق کا قصد کیا۔ اہل بیہق نے معذرت کی اور مطیع ہو گئے۔

موید اور محمود کی مصالحت

خان محمود بن سلطان محمد اس وقت تک ترکوں کے ساتھ تھا۔ ان واقعات کو سن کر متاثر ہوا موید کے پاس پیام صلح بھیجا، نیشاپور اور طوس کی سند گورنری عطا کی اس وجہ سے خان محمود، ترکان غز اور موید کے درمیان مصالحت ہو گئی، لڑائی اور جھگڑے کا خاتمہ ہو گیا۔[1] . . . .

. . . .

[1] بیاض بالاصل

ترکانِ بزریہ

ترکوں کا بزریہ جرگہ خراسانی ترکوں کا ایک گروہ ہے اس کا سردار لقراخاں بن داؤد تھا خوارزم شاہ کی فوج نے ان پر حملہ کیا، تیغ و سپر ہوئے، ترک شکست اٹھا کر بھاگے، ایک بڑا گروہ مارا گیا۔ لقراخاں گنتی کے چند ترکوں کے ساتھ جان بچا کر سلطان محمود کی خدمت میں خراسان پہنچا، خوارزم شاہ کی شکایت کی، امداد کا خواستگار ہوا۔ سلطان محمود کے ہمراہی ترکوں کو ایتاخ سے بدظنی پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ایتاخ ہی نے خوارزم شاہ کو ان ترکوں کے مقابلہ اور جنگ پر ابھارا ہے۔ تیار ہو کر لقراخاں کے ساتھ نسا اور بیورد روانہ ہوئے ایتاخ پر حملہ کا تہیہ کیا۔ ایتاخ میں ان کے مقابلہ کی قوت نہ تھی[1] ......

شاہ مازندران سے امداد کی درخواست کی۔ شاہ مازندران دیلم، کرد اور ترکمانوں کا لشکر لے کر ترکانِ غز اور بزریہ کے مقابلے پر آیا، نواح دہستان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، شاہ مازندراں کے میمنہ میں تھا، ترکانِ اور بزریہ کے مقابلے پر آیا، نواح دہستان میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، شاہ مازندراں نے انھیں پانچ مرتبہ شکست دی۔

شاہ مازندراں اور ترکوں کی جنگ

ایتاخ شاہ مازندراں کے میمنہ میں تھا، ترکانِ غز اور بزریہ نے اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر بے جگری سے شاہ مازندران کے قلب لشکر پر حملہ کیا اس حملہ میں شاہ مازندران کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی ترکانِ غز اور بزریہ نے شکست خوردہ فوج کو نہایت بُری طرح پامال کیا۔ شاہ مازندراں نے ساریہ جا کر دم لیا۔ ایتاخ خوارزم چلا گیا۔ ترکانِ غز اور بزریہ نے دہستان میں گھس کر لوٹ مار، قتل، غارت گری شروع کر دی، اہلِ جرجان کے ساتھ بھی اسی ظلم و جور سے پیش آئے۔ اسے بھی ویران کر دیا۔ اہل جرجان و دہستان اپنی عزت و جان بچا کر دوسرے مقامات اور شہروں میں چلے گئے۔ یہ واقعات ۵۵۶ھ کے ہیں۔

ایتاخ کی لقراتکین پر فوج کشی

اس واقعہ کے بعد ایتاخ کو جب ذرا سکون ہوا تو لقراتکین پر چڑھائی کر دی جو صوبہ قزوین پر قبضہ کیے ہوئے تھا۔ لقراتکین کو ایتاخ کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ موید کے پاس بھاگ گیا اور اس کے حاشیہ نشینوں میں داخل ہو گیا۔ ایتاخ نے

---

[1] بیاض بالاصل

بقراتکین کے مال و خزانہ کو لوٹ لیا جس سے ایتاخ کی قوت بڑھ گئی۔

لے ....

....

ملک شاہ کی وفات

ملک شاہ بن محمود اپنے بھائی سلطان محمد کی وفات کے بعد خوزستان سے اصفہان گیا۔ شملہ ترکمانی اور وکلا والی فارس ہمراہ تھے۔ ابن خجندی رئیس اصفہان نے اطاعت قبول کی، اظہار اطاعت کی غرض سے زر کثیر نذر کیا، اس کے بعد ملک شاہ نے اراکین دولت ہمدان کو اپنی فرماں برداری اور اطاعت کا پیام بھیجا، چونکہ اہل ہمدان کا رجحان اور میلان سلیمان شاہ (ملک شاہ کا چچا تھا) کی طرف تھا انکار کر دیا، اور سلیمان شاہ کو موصل سے طلب کر کے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ملک شاہ اصفہان کا تنہا مالک ہو گیا۔ فوجیں فراہم کر لیں، مال و زر اور آلاتِ حرب جمع کیے۔ خلیفہ مستنجد باللہ عباسی کی خدمت میں عرض داشت روانہ کی اور سلیمان شاہ کے بجائے اپنے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی اور یہ شرط پیش کی کہ "اگر میری درخواست مقرون اجابت ہوگی تو میں حسبِ دستور سابق تمام خدمات کی انجام دہی پر آمادہ ہوں اور اگر خلافت مآب نے منظور نہ فرمایا تو پھر میں آپ کی اطاعت سے علیحدہ ہو جاؤں گا"۔ وزیر السلطنت عمید الدین ابن ہبیرہ کو یہ دھمکی ناگوار گزری ایک لونڈی کے ذریعہ سے ملک شاہ کو زہر دلا دیا۔ ملک شاہ مر گیا، طبیب کو یہ معلوم ہو گیا، شملہ اور وکلا کو اس واقعہ سے مطلع کیا، لونڈی گرفتار ہو کر پیش کی گئی، اس نے زہر دینے کا اقرار کیا۔

ملک شاہ کے مرنے کے بعد اہل اصفہان نے ملک شاہ کے اراکین دولت اور فوج کو شہر سے نکال دیا، سلیمان شاہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا، خطبہ میں اس کا نام داخل کیا، شملہ اپنا سا منہ لے کر خوزستان لوٹ آیا جن شہروں پر ملک شاہ نے قبضہ کر لیا تھا اُن پر قابض ہو گیا۔

سلیمان شاہ اور شرف الدین گردباز

سلیمان شاہ تخت سلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد لہو و لعب میں مصروف ہو گیا، شب و روز شراب پیے مست پڑا رہتا تھا

لے بیاض بالاصل

رمضان المبارک کا احترام تک نہ کیا، مسخرے، گویئے اور رند مشرب دربار میں بھرے رہتے تھے، ان حرکات سے مردانگی اور جرأت جاتی رہی، امراء اور اراکین دولت حاضری دربار سے رُک گئے، شرف الدین کردباز خادم سے شکایت کی، شرف الدین کُردباز نہایت سنجیدہ متین، عقلمند، مذہبی خدام سلجوقیہ میں بااثر اور سلیمان شاہ کی حکومت و دولت کا منتظم و مدبر تھا۔ اس نے اراکین دولت کو تشفی دی، موقع کا منتظر رہا۔

سلیمان شاہ اور شرف الدین میں کشیدگی

ایک روز سلیمان شاہ ہمدان کے باہر اپنے محل سرائے میں معمول سے زائد پی کر بدمست ہوگیا تھا۔ اس کے ہم نشین پاس بیٹھے ہوئے گپیں مار رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے، اتفاقاً کسی ضرورت سے شرف الدین کردباز حاضر ہوا۔ یہ رنگ دیکھ کر سلیمان شاہ کو نصیحت کی، سلیمان شاہ نشہ میں چور تھا، ہم نشینوں کو اشارہ کردیا۔ وہ لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے اور تہذیب کے دائرہ سے باہر ہوگئے، شرف الدین کردباز ناراض ہوکر چلا آیا۔ جب سلیمان شاہ کا نشہ اُترا تو اپنے کئے پر پچھتایا۔ شرف الدین کردباز سے معذرت کی، شرف الدین کردباز نے معذرت قبول کرلی مگر دربار میں آنا جانا بند کردیا۔ سلیمان شاہ کو اس سے خطرہ پیدا ہوا، ایناخ والیٔ رے کو شرف الدین کردباز کے مقابلہ کے لئے امداد کی غرض سے طلبی کا پیام بھیجا، ایناخ اس وقت بیمار تھا، حاضری کی معذرت کی اور صحت کے بعد امداد اور حاضری کا وعدہ کیا۔

سلیمان شاہ کا قتل

شرف الدین کردباز کو اس کی خبر لگ گئی، رنج اور غصہ بڑھ گیا، اراکین دولت کو بلایا، سلیمان شاہ کی معزولی کا مشورہ کیا، سب نے بالاتفاق سلیمان شاہ کو معزول کرنے کی قسمیں کھائیں، شرف الدین کردباز نے پہلا کام یہ کیا کہ سلیمان شاہ کے ہم نشینوں کو گرفتار قتل کرڈالا، سلیمان شاہ نے اعتراض کیا تو یہ جواب دیا کہ میں نے تمہاری حکومت قائم رہنے کی غرض سے یہ فعل کیا ہے اس میں میری کوئی غرض نہیں ہے، اس کے بعد سلیمان شاہ کو دعوت دی، جوں ہی سلیمان شاہ اور وزیر السلطنت ابوالقاسم محمود بن عبدالعزیز حاقدی داخل ہوئے، دونوں مع خواص گرفتار کرلئے گئے یہ واقعہ ماہ شوال ۵۵۵ھ کا ہے۔ وزیر السلطنت اور خواص اسی وقت بارحیات سے سبکدوش کردیئے گئے، سلیمان شاہ کو بھی چند روز قید رکھ کر قیدِ حیات سے آزاد کردیا گیا۔

ملک ارسلان شاہ کی تخت نشینی

اس کے بعد شرف الدین کردباز نے ایلدکز والی اران وآذربائیجان کو خط لکھا مضمون یہ تھا کہ "سلیمان شاہ کے ناپاک وجود سے دنیا پاک ہوگئی ہے، جہاں تک ممکن ہو تم ملک ارسلان شاہ بن طغرل کو لے کر ہمدان آجاؤ، تخت سلطنت خالی ہے۔ اراکین دولت سلجوقیہ بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں" رفتہ رفتہ ان واقعات کی اینانج کو اطلاع ہوئی، فوج لے کر ہمدان پر چڑھ آیا، شرف الدین کردباز کو لڑائی کا الٹی میٹم دیا، شرف الدین کردباز نے حیلہ وحوالہ سے ٹالا۔ اتنے میں ایلدکز پہنچ گیا۔ بیس[2] ہزار فوج رکاب میں تھی ملک ارسلان شاہ بھی ہمراہ تھا۔ شرف الدین کردباز نے نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا، ملک ارسلان شاہ کی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی اور اراکین نے بیعت کی۔

ایلدکز اتابک

ایلدکز اتابک نے ملک ارسلان شاہ کی ماں سے عقد کر لیا تھا۔ بہلوان محمد اور قزل ارسلان عثمان دو بیٹے پیدا ہوئے، ملک ارسلان شاہ کی تخت نشینی کے بعد ایلدکز عہدہ اتابک سے سرفراز ہوا، اس کا بیٹا بہلوان محمد جو ملک ارسلان شاہ کا اخیافی بھائی تھا حاجب بنایا گیا۔ ایلدکز سلطان مسعود کا غلام تھا۔ سلطان مسعود نے تخت حکومت پر متمکن ہونے کے بعد اسے اران اور کچھ حصہ آذربائیجان کی حکومت عنایت کی جس وقت سلاطین سلجوقیہ میں فتنہ وفساد کی گرم بازاری ہوئی تو ایلدکز نے سب سے علیحدگی اختیار کی، سلطان سلجوقیہ میں سے کسی کا بھی ساتھ نہیں دیا اپنے مقبوضہ بلاد میں حکمرانی کرتا رہا اسی فتنہ کے زمانے میں ارسلان شاہ پہنچ گیا، ایلدکز نے عزت واحترام سے ٹھہرایا، یہاں تک کہ سلیمان شاہ کے انتقال کے بعد تخت حکومت پر متمکن کیا گیا۔ ہمدان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

ایلدکز اور اینانج میں اتحاد

ایلدکز اور اینانج والی رے نے نامہ وپیام کر کے مصالحت کر لی، اتفاق اور اتحاد کا معاہدہ ہو گیا۔ اسی سلسلہ میں بہلوان ابن ایلدکز کا عقد اینانج کی لڑکی سے ہوا جس سے رشتہ اتحاد اور زیادہ مضبوط ہو گیا، مستنجد باللہ عباسی کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ عراق اور بغداد میں ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کی درخواست کی، جیسا کہ سلطان مسعود کے زمانۂ حکومت میں تھا ویسا ہی حسب دستور تمام امور جاری رکھنے کا اقرار کیا، مستنجد باللہ نے ایلچی کو ذلیل کر کے

دربار سے نکلوا دیا۔

جنگ آقسنقر و ایلدکز

ایلدکز اور اینانخ میں مصالحت ہونے کے بعد ایلدکز نے آقسنقر احمدیلی کو ارسلان شاہ کی اطاعت کا پیام بھیجا' آقسنقر نے انکار کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو' ورنہ یاد رکھو کہ میرے پاس بھی خاندان سلجوقیہ کا ایک شاہزادہ موجود ہے۔ میں اُس کی بیعت کر کے تخت نشین کر دوں گا۔ (آقسنقر کی نگرانی اور تربیت میں سلطان محمد بن سلطان محمود کا لڑکا تھا جسے سلطان محمد نے بوقت وفات آقسنقر کو سپرد کیا تھا) چونکہ وزیر السلطنت ابن ہبیرہ بھی دارالخلافت بغداد سے آقسنقر سے اس لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھنے کا وعدہ کر رہا تھا' اس وجہ سے آقسنقر کو اس جواب کی زیادہ جرأت ہوئی ایلدکز اس جواب سے برافروختہ ہو گیا۔ ایک فوج بہلوان کی ماتحتی میں آقسنقر کو زیر کرنے کی غرض سے روانہ کی' آقسنقر نے شاہر بن سقمان والیٔ خلاط سے ایلدکز کے مقابلہ میں امداد کی درخواست کی' اتحاد اور موافقت کی قسم کھائی' چنانچہ شاہر نے آقسنقر کی کمک پر فوجیں بھیجیں' آقسنقر' ایلدکز کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی' آقسنقر فتح یاب ہوا' بہلوان شکست اٹھا کر ہمدان واپس آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود بن ملک شاہ

اصفہان میں ملک شاہ ابن محمود کی وفات کے بعد لشکر وارکین دولت سلجوقیہ کا ایک گروہ محمود ابن ملک شاہ کو لئے ہوئے فارس پہنچا' زنگی ابن وکلا سلقدی والیٔ فارس نے محمود ابن ملک شاہ کو ان لوگوں سے چھین لیا اور قلعہ اصطخر میں لے جا کر ٹھہرا دیا۔ جب ایلدکز نے ارسلان کو تخت نشین کیا اور دربار خلافت میں اس کا نام خطبہ میں داخل کرنے کی درخواست کی' تو وزیر السلطنت ابن ہبیرہ' ایلدکز کے خلاف گورنران صوبجات کو ابھارنے لگا۔ چنانچہ ادھر آقسنقر سے سلطان محمد کے اُس کم سن بچہ کے نام کا خطبہ پڑھنے کا وعدہ کیا جو آقسنقر کے پاس تھا اور اُدھر زنگی بن وکلا والیٔ فارس کو لکھ بھیجا کہ تم محمود ابن ملک شاہ کو تخت حکومت پر متمکن کر دو' میں دارالخلافت کے جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دے دوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم کو ایلدکز کے مقابلہ میں فتح حاصل ہو جائے۔ اس بنا پر زنگی نے محمود بن ملک شاہ کو تخت نشین کیا' بیعت کی' فارس میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ محل سرا کے دروازے پر پنج وقتہ نوبت بجنے لگی' فوجیں مرتب کیں۔

جنگ ایلدکز و ایتانخ

ایلدکز کو اس واقعہ کی خبر لگی، غصہ سے کانپ اٹھا۔ چالیس ہزار فوج لے کر بقصد فارس، اصفہان روانہ ہوا، زنگی کے پاس ارسلان شاہ کی اطاعت اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کا پیام بھیجا۔ زنگی نے صاف انکار کر دیا ایلدکز نے کہلا بھیجا۔ مجھے خلیفہ مستنجد باللہ عباسی نے تمھارے مقبوضات کی حکومت عطا کی ہے میں اُن پر قبضہ کرنے کے لیے جاتا ہوں۔ مزاحمت کرنا ہو تو مقابلہ پر آجاؤ" اور ایک دستہ فوج کو ارجان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، ارسلان بوقا والی ارجان (زنگی والیٔ فارس کا ایک امیر تھا) نے مقابلہ کیا، ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ آخر کار ایلدکز کی فوج کو شکست ہوئی ارسلان بوقا نے فتح کا بشارت نامہ زنگی کی خدمت میں روانہ کیا۔ زنگی نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع دی اور امداد کی درخواست کی، وزیر السلطنت ابن ہبیرہ نے گورنران صوبہ جات کو زنگی کی امداد و اعانت کا حکم صادر کیا۔

ایتانخ کی شکست و مصالحت

چنانچہ ایتانخ رے سے دس ہزار فوج لے کر آپہنچا۔ آقسنقر نے پانچ ہزار سوار کمک پر بھیجے۔ ابن بازوار والیٔ قزوین اور ابن طغا یرک (جو کہ ایلدکز کے امراء اور ارکین تھے) ایتانخ کے پاس چلے آئے۔ زنگی نے سیہرم کو تاراج کیا، ایلدکز نے زنگی کی مدافعت پر فوج روانہ کی، زنگی نے انھیں نیچا دکھا دیا۔ ایلدکز کے پاس شکست کھا کر واپس آئے۔ ایلدکز نے آذربائیجان سے امدادی فوج طلب کی، چنانچہ ہیبس بن قزدارسلان ایک بڑی فوج لے کر آگیا، ایلدکز نے ایتانخ کی کمک پر فوجیں روانہ کیں۔ دونوں حریفوں کا ۹ر شعبان سنہ مذکور میں مقابلہ ہوا۔ سخت اور خونریز جنگ ہوئی۔ آخر کار ایتانخ کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، فوج کا اکثر حصہ کام آگیا، نامی گرامی سردار مارے گئے، فتح مند گروہ نے ایتانخ کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ ایتانخ اپنی جان بچا کر رے میں داخل ہو کر قلعہ طبرک میں قلعہ بند ہو گیا۔ ایلدکز نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ ایلدکز اور ایتانخ میں صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ آخر دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ ایلدکز نے ایتانخ کو جرباذقان دے دیا۔ صلح ہو گئی۔ ایلدکز ہمدان واپس آیا۔

موید کے کارنامے

ماہ ربیع الآخر ۵۵۶ھ میں موید نے نیشاپور کے چند سرداروں کو اس وجہ سے گرفتار

کرکے جیل میں ڈال دیا کہ اُن کے مورثوں اور آباؤ اجداد نے اہل نیشاپور کو غارت اور تباہ کیا تھا جس میں نقیب علویہ ابوالقاسم زید بن حسن حسینی بھی تھا۔ اور یہ الزام لگایا کہ اگر تم لوگ ان کو قتل وغارت گری سے روکتے تو ضرور وہ رُک جاتے۔ گویا تم ہی لوگوں نے اُن افعال کا ارتکاب کیا اور تم ہی اس کے ذمہ دار ہو، غرض اس الزام میں مفسدہ پردازوں کی ایک جماعت کو سزائے موت دی۔

ان مفسدہ پردازوں نے مساجد، مدارس اور کتب خانوں کو بھی غارت کیا تھا۔ یہ سب مقامات بھی ان کی غارت گری اور تباہ کاری کی نذر ہوئے کسی چیز کو جلایا اور کسی چیز کو زمین دوز کردیا، علماء اور رؤساء کو قتل کیا۔ جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ قید ہو کر قتل کئے گئے۔

اس کے موید شادباخ چلا آیا۔ اس کا شہر پناہ درست کرایا۔ اردگرد کی خندقوں کی مرمت کرائی، حفاظت کی غرض سے دُھس بندھوائے۔ اور وہیں قیام اختیار کیا۔ نیشاپور چٹیل میدان ہوگیا۔

شادباخ کی از سرِ نو تعمیر

شادباخ کو عبداللہ بن طاہر نے اپنے زمانہ گورنری میں آباد کیا تھا۔ عبداللہ بن طاہر اور اس کے خدم وحشم شادباخ میں رہتے تھے، عبداللہ بن طاہر کے بعد شادباخ ویران ہوگیا، الپ ارسلان نے پھر اسے آباد کیا۔ لیکن مذکورہ مفسدہ پردازوں نے اسے پھر ویران اور برباد کردیا۔ تب موید نے اسے آباد کیا اور از سرِ نو شہر کی عمارات تعمیر کرائیں۔ نیشاپور بالکل ویران ہوگیا۔ تاتاریوں نے شادباغ پر پھر حملہ کیا۔ خان محمود خراسان کا بادشاہ ان لٹیرے تاتاریوں کے ساتھ تھا۔ چنانچہ دو مہینے تک موید کا شادباخ میں محاصرہ کئے رہا۔ اس کے بعد کسی وجہ سے خان محمود حمام کے بہانے سے تاتاریوں سے علیحدہ ہو کر شہرستان چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا۔ آخر شوال سنہ مذکور تک شادباخ کا تاتاری محاصرہ کئے رہے۔ جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو لوٹ مار کرتے ہوئے واپس ہوئے، دیہات، قصبات اور شہر طوس کو لوٹ لیا۔

خان محمود وجلال محمد کا انجام

جب خان محمود نیشاپور میں داخل ہوا تو موید نے رمضان ۵۵۷ھ تک عزت واحترام سے رکھا۔ اس کے بعد گرفتار کرکے جیل میں ڈال کے آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروادیں، مال واسباب اور خزانہ جو کچھ اس کے ساتھ سب پر قبضہ کرلیا۔

خان محمود کے ساتھ جلال محمد بھی گرفتار کر لیا گیا تھا، چنانچہ دونوں بحالت قید موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ موید نے خطبہ میں مستنجد باللہ خلیفہ عباسی کے بعد اپنا نام داخل کرایا اور بادشاہت کا اعلان کیا۔

شہرستان پر قبضہ

ماہ شعبان ۵۵۹ھ[1] میں موید نے شہرستان اور نواح نیشاپور سر کرنے پر اپنی توجہ مبذول کی۔ پہنچ کر شہرستان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے تنگ ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ موید کی فوج نے شہرستان لوٹ لیا، غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ لیکن بہت جلد موید نے اپنی فوج کو غارت گری سے روک دیا اور شہرستان اس کے دائرہ حکومت میں داخل ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

مہم قلعہ وسکرہ

شہرستان کی مہم سے فارغ ہو کر موید نے قلعہ وسکرہ (طوس) کا قصد کیا۔ ابوبکر جاندار اس قلعہ کا حاکم تھا۔ اس نے قلعہ بندی کر لی۔ موید ایک مہینے تک محاصرہ کئے رہا۔ فتح نہ ہوا۔ چونکہ اہل طوس، ابوبکر کی بداخلاقی اور ظلم سے تنگ آ گئے تھے۔ محاصرہ اور جنگ میں موید کا ہاتھ بٹایا۔ ابوبکر نے اس کا احساس کر کے ہتھیار ڈال دیئے، قلعہ کی کنجیاں حوالہ کر دیں، موید نے ابوبکر کو جیل میں ڈال دیا۔ کرمان کی طرف بڑھا۔ اہل کرمان نے اطاعت قبول کی۔

فتح اسفرائن

اسفرائن کے سر کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ والی اسفراین عبدالرحمٰن بن محمد قلعہ بند ہو گیا، موید کی فوج نے محاصرہ کر دیا۔ آخر کار عبدالرحمٰن نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے کو اس کے حوالہ کر دیا۔ موید نے اسے پابہ زنجیر شادیاخ بھیج دیا، جہاں جیل میں ڈال دیا گیا اور ماہ ربیع الآخر ۵۶۰ھ میں مار ڈالا گیا۔ فتح اسفراین کے بعد موید نے قہندا اور نیشاپور کے گرد و نواح پر قبضہ کر لیا۔ حکومت و سلطنت مستقل ہو گئی۔ جیسا کہ اس سے پہلے امن و امان قائم تھا پھر اسی طرح قائم ہو گیا پرانے شہر کو ویران کر کے شادیاخ کا نیا شہر آباد کیا۔

بوشنج و ہرات پر فوج کشی

اس کے بعد موید کو بوشنج اور ہرات کے فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ فوجیں

[1] بجائے ۵۵۹ھ کے ۵۵۶ھ پڑھیں۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ لیدن

مرتب کر کے محاصرہ کر لیا۔ یہ دونوں مقامات ملک محمد بن حسین بادشاہ غوری کے قبضہ میں تھے۔ چنانچہ ملک محمد نے موید کی مدافعت پر فوجیں روانہ کیں۔ موید نے یہ خبر پا کر محاصرہ اٹھا لیا۔ بوشنج اور ہرات جیسا کہ ملک محمد کے قبضہ میں تھا اس کے قبضہ میں رہے۔

کرج کی شہرانی پر فوج کشی کرج نے ماہ شعبان ۵۵۶ھ میں شہرانی (صوبہ اران) پر پیش قدمی کی اور بزور تیغ اسے فتح کر کے پامال کیا۔ بہت سے مارے گئے اور اکثر قید کر لئے گئے، شاہ ارمن ابن ابراہیم بن سکمان والئ خلاط نے ایک بڑی فوج جمع کی جس میں مجاہدین بھی تھے اور باقاعدہ فوج بھی تھی، کوچ و قیام کرتا ہوا کرج کے سر پر پہنچا۔ جنگ چھڑ گئی، شاہ ارمن ابن ابراہیم کو شکست ہوئی، مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ گرفتار کر لیا گیا اور بہت سے اثنار جنگ میں مارے گئے۔

جنگ ایتاخ و کرج اس کے بعد ماہ شعبان ۵۵۷ھ میں تیس ۲۰۰۰۰ ہزار فوج سے کرج نے بلاد اسلامیہ پر حملہ کیا، شہر دُوین (صوبہ آذر بائیجان) اور بلاد جبل اور اصفہان کا کچھ حصہ دبا لیا، ایلدکز کو اس کی اطلاع ہوئی، فوجیں مرتب کیں اور کرج سے بدلہ لینے کے لئے کوچ کیا، شاہ ارمن ابن ابراہیم ابن سکمان والئ خلاط اور آقسنقر والئ مراغہ بھی ایلدکز کے ساتھ تھے پچاس ہزار جنگ آور رکاب میں تھے۔ ماہ صفر ۵۵۸ھ میں کرج کے شہروں میں داخل ہو کر میدان کارزار گرم کر دیا۔ کرج سینہ سپر ہو کر لڑے۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے، فتحمندی کا سہرا لشکر اسلام کے سر پر بندھا۔ بے شمار مرد عورت اور لڑکے گرفتار کر لے گئے۔ امرار کرج میں سے ایک امیرزادہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ لشکر اسلام ایک دستہ لے کر کمیں گاہ میں بیٹھ رہا۔ کرج نے لشکر اسلام پر حملہ کیا اور فتح مندی کے خیال میں لڑتا ہوا بڑھا۔ لشکر اسلام آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا۔ جوں ہی کرج کمیں گاہ سے آگے بڑھے۔ امیرزادہ کرج نے کمیں گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ کرج شکست کھا کر بھاگے، لشکر اسلام نے تلواروں پر رکھ لیا۔ دُور تک تعاقب کرتے چلے گئے اور بہت سے کرج مارے گئے اور بے شمار قید کر لئے گئے، لشکر اسلام مظفر و منصور مال غنیمت لے کر واپس ہوا۔

قومس پر موید کا قبضہ ۵۵۸ھ میں موید والئ نیشاپور نے صوبہ قومس کی طرف بڑھایا۔ بسطام اور دامغان پر قبضہ کر لیا۔ بسطام کی حکومت پر اپنے غلام تنکز کو مقرر کیا۔ تنکز اور

شاہ مازندران سے کشیدگی پیدا ہوگئی۔ جنگ تک نوبت پہنچی، چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۵۵۵ھ میں دونوں فریق لڑ پڑے۔ شاہ مازندران کو شکست ہوئی۔ تنکز نے اس کے کیمپ کو لوٹ لیا۔

چونکہ موید اور ایلدکز میں مراسم اتحاد تھے اس وجہ سے قومس پر موید کے قبضہ کے بعد سلطان ارسلان بن طغرل بن محمد بن ملک شاہ نے موید کو خلعت فاخرہ، جھنڈے اور بہت سے تحائف بھیجے، اور ملک خراسان کے جن شہروں کو وہ فتح کر چکا تھا، ان کی بھی اور آئندہ جن شہروں کو بھی وہ فتح کرے اُن کی حکومت وگورنری مرحمت فرمائی، اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کی۔ موید نے اس پر بے حد مسرت ظاہر کی، خلعت زیب بدن کیا۔ صوبہ قومس طوس اور تمام صوبہ نیشاپور میں سلطان ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا، اور سلطان ارسلان کے نام کے بعد خطبہ میں اپنا نام داخل کیا، جرجان اور دہستان میں خوارزم شاہ بن ارسلان بن آتسز کا اور اس کے بعد امیر ایتاخ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ مرو، بلخ اور سرخس پر تاتاریوں کا قبضہ تھا۔ ہرات پر امیر ایتکین تاتاری حکومت کے تحت حکمرانی کر رہا تھا، ان مقامات میں سلطان سنجر کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ الفاظ یہ تھے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلسُّلْطَانِ السَّعِيْدِ سَنْجَرْ وَبَعْدَهٗ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ ۔

ترکان قارغلیہ کا اخراج اور پامالی

خاقان چین نے سمرقند و بخارا کی حکومت پر خان جغر ابن حسین تکین کو مامور کیا، خان جغر قدیم خاندان شاہی کا ممبر تھا۔ ۵۵۹ھ میں خاقان چین نے فرمان بھیجا کہ "ترکان قارغلیہ کو اپنے ممالک محروسہ سے کاشغر کی طرف جلاوطن کردو، وہ وہاں جاکر مقیم ہوں اور ہتھیار نہ باندھیں بلکہ کاشت کاری کریں اور روزی حاصل کرنے کی غرض سے دوسرے پیشے اختیار کریں" خان جغر نے ترکان قارغلیہ کے اخراج پر کمر باندھی، قارغلیہ نے ترک وطن کرنے سے انکار کیا۔ مخالفت پر تُل گئے، جمع ہو کر بخارا کی جانب بڑھے، اہل بخارا خان جغر سے مل گئے، یہ اس وقت سمرقند میں تھا اور بظاہر قارغلیہ کے شر سے بچنے کے لئے قارغلیہ سے ملتے رہے یہاں تک کہ خان جغر اپنی فوج لے کر پہنچ گیا اور قارغلیہ پر حملہ کر دیا۔ قارغلیہ کو شکست فاش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بخارا و سمرقند کو ان کے شر سے نجات دی۔

سنقر کا طالقان اور غزشتان پر قبضہ

۵۵۹ھ میں امیر صلاح سنقر (سلطان سنجر کا خادم) بلاد طالقان پر قابض ہو گیا، غزشتان پر فوج لے کر چڑھ گیا۔ متعدد حملے کئے آخر کار اہل غزشتان نے اس کی اطاعت قبول کی۔ طالقان اور غزشتان کے قلعوں پر اس کی حکومت کا پرچم اڑنے لگا امراء غز (تاتار) کے ساتھ صلح و آشتی کا برتاؤ رکھا۔ ہر سال انھیں خراج ادا کرتا تھا۔

امیر اتیکیں والیٔ ہرات

امیر اتیکیں والیٔ ہرات اور ترکان غز میں مصالحت تھی۔ زمانہ مصالحت میں ترکان غز نے بادشاہ غور محمد ابن حسین کو مار ڈالا جیسا کہ سلاطین غوریہ کے حالات میں بیان کیا گیا۔ امیر اتیکین کو مملکت غور کے سر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ فوجیں مرتب کر کے ماہ رمضان ۵۵۹ھ میں بلاد غوریہ پر چڑھائی کر دی۔ اہل غور مقابلہ پر آئے۔ لڑائیاں ہوئیں، آخر کار انھیں لڑائیوں میں امیر اتیکین مارا گیا۔

امیر اتیکین کا قتل

امیر اتیکین کے مارے جانے سے ترکان غز کو ہرات پر قبضہ کی سوجھی، جمع ہو کر ہرات پر چڑھ آئے۔ اہلِ ہرات نے اثیر الدین نامی ایک شخص کو اپنا امیر بنالیا تھا۔ لیکن اس پر یہ الزام لگا کر کہ یہ ترکان غز سے مل گیا ہے مار ڈالا، ابو الفتوح بن علی بن فضل اللہ طغرائی کو ہرات کی امارت پر مامور کیا اور موید کی خدمت میں فدویت نامہ بھیج کر اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا ثبوت دیا۔ موید نے اپنے خادم سیف الدین تنکر کو ہرات کا حاکم مقرر کیا، اور ہرات کو ترکوں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک فوج بھیج دی، اور دوسرا لشکر سرخس اور مرو کی جانب روانہ کیا۔ ترکوں پر زمین تنگ ہو گئی، مجبور ہو کر ہرات سے محاصرہ اٹھا لیا اور موید کے سامنے گردن جھکا دی۔ چنانچہ ہرات وغیرہ پر موید کا قبضہ ہو گیا۔

شاہ مازندران اور تنکز

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ موید والیٔ نیشاپور نے قومس اور بسطام پر قبضہ کر کے اپنی طرف سے اپنے خادم تنکز کو مامور کیا تھا ۵۵۹ھ میں شاہ مازندران رستم بن علی بن شہر یار بن قارن نے ایک فوج سابق الدین قزوینی کی ماتحتی میں ان مقامات کی

تسخیر کے لئے روانہ کی قزوینی نے پہلے دامغان پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہو گیا: تنکز کو اس کی خبر لگی۔ خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا، قزوینی نے پہلے ہی حملہ میں تنکز کو شکست فاش دے کر ان شہروں پر قبضہ کر لیا۔ تنکز شکست کھا کر موید کے پاس نیشاپور واپس آیا لیکن نچلا نہ بیٹھا۔ آئے دن بسطام اور توس پر چھاپا مارتا رہا۔

شاہ مازندران کی وفات

ماہ ربیع الاول ۵۶۰ھ میں شاہ مازندران نے وفات پائی' علاء الدین شاہ مازندران نے اپنے باپ کی موت کو چھپایا۔ کسی کو اس واقعہ سے مطلع نہ ہونے دیا۔ جب تمام قلعوں اور شہروں پر قبضہ حاصل کر لیا تو اس واقعہ کو ظاہر کر کے رسم تخت نشینی ادا کی۔ ایتاق (ایتاغ) والی جرجان اور دہستان شاہ مازندران کی موت سے مطلع ہو کر علاء الدین سے لڑنے کے لئے اٹھے اور ان حقوق و احسان کا ذرا بھی خیال نہ کیا جو شاہ مازندران نے ایتاق پر کئے تھے۔ اس احسان فراموشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتاق کو اس لڑائی دھگڑے سے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

موید کا محاصرہ نسار

ماہ جمادی الاولیٰ ۵۶۰ھ میں موید نے شہر نساء کے محاصرہ اور سر کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ خوارزم شاہ بک ارسلان بن آتسز نے بھی نسار کی حمایت پر اپنا لشکر بھیج دیا، جوں ہی خوارزم شاہ کا لشکر نسار کے قریب پہنچا، موید کی فوج محاصرہ اٹھا کر نیشاپور واپس آگئی۔ اہل نسار نے خوارزم شاہ کا شکریہ ادا کیا، اور اس کے مطیع ہو گئے اور نسار میں اس کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا۔

پھر نسار پر قبضہ کے بعد خوارزم شاہ کا لشکر دہستان کی طرف بڑھا اور قبضہ کر لیا۔ اہل دہستان نے اطاعت قبول کی۔ امیر لشکر خوارزم شاہ نے اپنی طرف سے پولیس افسر مقرر کیا۔

جنگ آقسنقر و ایلدکز

آقسنقر احدیلی والی مراغہ نے ۵۶۳ھ میں دار الخلافت بغداد میں عرض داشت بھیجی، سلطان محمد شاہ کے لڑکے کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی درخواست کی جو اس کی کفالت اور نگرانی میں تھا۔ اور یہ لکھا کہ "اس کے علاوہ میری اور کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر یہ درخواست قبول ہو گی تو میں عراق سے ذرا بھی متعارض نہ ہوں گا بلکہ بہت سا مال و زر نذر کروں گا" خلافت مآب نے بہایت خوشی سے درخواست منظور فرمائی۔ ایلدکز والی کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اپنے بیٹے پہلوان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ آقسنقر سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ سخت جنگ کے بعد آقسنقر کو شکست ہوئی۔ مراغہ میں

قلعہ بند ہو گیا۔ بہلوان مراغہ کا محاصرہ کر کے روزانہ جنگ سے آقسنقر کو تنگ کرنے لگا۔ آقسنقر نے مجبور ہو کر صلح کا پیام بھیجا۔ فریقین میں نامہ و پیام ہونے لگا۔ باہم مصالحت ہو گئی۔ بہلوان اپنے باپ ایلدکز کے پاس ہمدان واپس آیا۔

جنگ زنگی و شملہ

چونکہ زنگی بن وکلا والئ فارس نے اپنی فوج کے ساتھ سختی اور بد اخلاقی کا برتاؤ شروع کر دیا تھا۔ جا و بے جا انھیں دباتا تھا اس وجہ سے فوج کے اکثر حصے کو والئ خوزستان سے خط و کتابت کر کے امیر بنانے کے لئے بلایا۔ چنانچہ اپنی فوج لے کر فارس کی طرف روانہ ہوا۔ زنگی اس سے مطلع ہو کر لڑنے کے لئے نکلا۔ دونوں نے خوب خوب زور آزمائی کی باہم تیغ و سپر ہوئے، آخر زنگی کو شکست ہوئی، اکراد شوانکار کے پاس جا کر پناہ لی، شملہ نے فارس پر قبضہ کر لیا۔

شملہ کی پسپائی و مراجعت

قبضہ فارس کے بعد شملہ کا دماغ بھی پھر گیا، اہل فارس پر طرح طرح کے مظالم کرنے لگا۔ اس کا بھتیجا خرسندکا لوٹ مار کرنے لگا۔ دیہات اور قصبات کو ویران کر دیا۔ کوئی فریاد رس تھا اور نہ کوئی حامی۔ اہل فارس کو اس سے نفرت پیدا ہو گئی، لشکر فارس کا کچھ حصہ زنگی کے پاس پہنچا۔ شملہ کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ زنگی کو بدلہ لینے کا موقع مل گیا۔ تھوڑی سی فوج فراہم کر کے فارس پر چڑھ آیا، شملہ فارس چھوڑ کر خوزستان چلا گیا۔ یہ واقعات ۵۶۴ھ کے ہیں۔

جنگ ایلدکز و ایتاخ

ایتاخ متعدد لڑائیوں اور جھگڑوں کے بعد رے پر اس شرط پر قابض ہوا کہ ایلدکز فریق غالب کو سالانہ خراج جو باہم مقرر ہوا تھا ادا کرتا رہے چند روز بعد جب ایتاخ کی قوت ذرا بڑھ گئی تو فوجی مصارف کا بہانہ کر کے خراج دینا بند کر دیا۔ ایلدکز نے ایتاخ پر چڑھائی کر دی۔ ایتاخ مقابلہ پہ آیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی ایتاخ شکست کھا کر بھاگا۔ قلعہ طبرک میں قلعہ بند ہو گیا۔ ایلدکز نے محاصرہ کیا۔ مدتوں محاصرہ کئے رہا۔ مگر کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی، ایلدکز نے ایتاخ کے غلاموں کو ملانے کی فکر کی۔ سبھا بجھا کر جاگیر دینے کا لالچ دے کر ایتاخ کے قتل پر تیار کر دیا۔ چنانچہ ان نمک حراموں نے ایک روز موقع پا کر ایتاخ کا کام تمام کر دیا، پھر کیا تھا ایلدکز نے رے اور طبرک پر قبضہ کر لیا۔ علی بن عمرو باغی کو گورنری عطا کی اور ان نمک حراموں کا زبانی شکریہ ادا کیا، یہ

انعام دیا اور یہ جاگیر دی۔ زور ہی کیا تھا۔ مجبوراً یہ سب منتشر ہو گئے۔ جو غلام ایتاخ کے قتل کا بانی مبانی تھا وہ خستہ و پریشان خوارزم شاہ کے پاس پہنچا۔ چونکہ خوارزم شاہ اور ایتاخ میں اتحاد تھا اس وجہ سے اس نمک حرامی کی پاداش میں خوارزم شاہ نے اس غلام کو سولی دیدی ع

نتیجہ کار بد کا کار بد ہے

ملک طغرل کی وفات

۵۶۵ھ میں ملک طغرل بن قاروت بک والی کرمان نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کا بڑا بیٹا ارسلان شاہ کرمان کا حکمران ہوا ملک طغرل کا چھوٹا لڑکا بہرام شاہ جھگڑ پڑا سلطنت و حکومت کا دعویٰ کیا۔ ارسلان شاہ نے جنگ کی اور اسے شکست دی، بہرام شاہ بحال پریشان موید کے پاس نیشاپور پہنچا، موید نے مال و زر اور فوج سے اس کی مدد کی چنانچہ اپنے بھائی ارسلان شاہ سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس لڑائی میں ارسلان شاہ کو شکست ہوئی، بہرام شاہ نے کرمان پر قبضہ کر لیا اور ارسلان شاہ امداد کی غرض سے ایلدکز کے پاس اصفہان پہنچا۔

ارسلان شاہ کی وفات

ایلدکز نے ایک فوج اس کی امداد پر متعین کی۔ ارسلان شاہ کرمان کی جانب لوٹا، ایلدکز کی فوج نے پہنچتے ہی لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ اور کرمان کو بہرام شاہ کے قبضہ سے نکال کر ارسلان شاہ کے سپرد کر دیا۔ بہرام شاہ فریادی صورت بنائے مرتا کھپتا نیشاپور میں موید کے پاس پہنچا۔ اور وہیں ٹھہر گیا، اتفاق یہ کہ اس واقعہ کے بعد ارسلان شاہ کا انتقال ہو گیا۔ بہرام شاہ، کرمان واپس آیا اور قابض ہو گیا۔

خلافت مستضی بامر اللہ

اس کے بعد مستنجد باللہ عباسی خلیفہ بغداد نے وفات پائی اس کا بیٹا مستضی بامر اللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا چونکہ ہم خلفاء عباسیہ کے حالات بالتفصیل اوپر لکھ آئے ہیں۔ اس وجہ سے یہاں پر ان خلفاء کے اور حالات نہیں لکھنا چاہتے۔ مستنجد اور مستضی کے پیش رو خلفا کے حالات اس وجہ سے تحریر کئے گئے ہیں کہ وہ خلفا جو زمانہ خلافت مقتفی عباسی سے تخت خلافت پر متمکن ہوئے وہ شاہ شطرنج نہ تھے، خود مختار تھے، ان پر کسی سلطان کا اثر اور دباؤ نہ تھا۔ سلطان مسعود سلجوقی کی وفات کے بعد سلاطین سلجوقیہ کمزور پڑ گئے۔ ان کی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی،

شرق اور مغرب میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہو گئیں اس سے خلفاء عباسی کو بغداد اور اس کے ممالک متصلہ میں خود مختار حکومت حاصل ہو گئی۔ اس سے پیشتر خلفاء عباسیہ کے مقبوضات میں سلاطین سلجوقیہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا یہی امر سلاطین سلجوقیہ میں باہم نفاق و جھگڑا پیدا ہونے کا باعث ہوا، حکومت حاصل کرنے کی غرض سے باہم تیغ و سپر ہوئے۔ چنانچہ بعد کے خلفاء عباسی نے ان کے ممالک پر قبضہ کر لیا اور تنہا ان کے مالک ہو گئے۔ خلافت کے علاوہ حکومت کی عنان بھی انھی کے قبضہ اقتدار میں رہی۔ یہاں تک کہ خلیفہ مستعصم عباسی کی حکومت و خلافت کا ہلاکو کے ہاتھوں خاتمہ ہو گیا۔ وتلك الايام نداولها بين الناس۔

خوارزم شاہ کی وفات

جس وقت خوارزم شاہ (ارسلان) بن اتسز ترکوں سے شکست کھا کر خوارزم واپس آیا مریض تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں ۵۶۸ھ میں اس نے وفات پائی، اس کا چھوٹا بیٹا سلطان شاہ نے قبائے حکمرانی زیب بدن کیا، اس کا بڑا بھائی علاء الدین تکش خوارزم میں موجود نہ تھا۔ یہ خبر پا کر ترکان خطا کے پاس چلا گیا۔ امداد کی درخواست کی، ترکان خطا نے اس کی امداد پر کمر باندھی، خوارزم آئے اور قبضہ دلا دیا۔ سلطان شاہ گرتا پڑتا موید کے پاس نیشاپور پہنچا، علاء الدین تکش کے مقابلہ میں امداد چاہی، موید اپنا لشکر آراستہ کر کے خوارزم روانہ ہوا، علاء الدین تکش مقابلہ پر آیا۔ دونوں فریق جی کھول کر لڑے، موید کو شکست ہوئی۔ جنگ کے دوران موید گرفتار ہو گیا۔ پابہ زنجیر علاء الدین تکش کے سامنے پیش کیا گیا، اور قتل کر دیا گیا۔

امارت بنی موید کا زوال

شکست کے بعد موید کا لشکر نیشاپور واپس آیا اور اس کے بیٹے طغان شاہ ابو بکر بن موید کو حکمران بنایا۔ طغان شاہ اور علاء الدین تکش میں جو واقعات رونما ہوئے ان کو ہم ان کی حکومتوں کے تذکرے میں تحریر کریں گے موید کے قتل کا واقعہ اور طریقہ سے بھی بیان کیا گیا ہے اسے بھی ہم اسی مقام پر لکھیں گے۔

اس کے بعد خوارزم شاہ (تکش) نے ۵۶۹ھ میں نیشاپور پر چڑھائی کی دو مرتبہ محاصرہ کیا، دوسری مرتبہ طغان شاہ بن موید کو شکست ہوئی، خوارزم شاہ نے طغان شاہ کو گرفتار کر کے خوارزم بھیج دیا، نیشاپور اور ان شہروں پر جو خراسان کے بنی موید کے قبضہ میں تھے قبضہ کر لیا۔ بنی موید کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ والبقاء للہ وحدہ

ایلدکز کی وفات

اتابک شمس الدین ایلدکز (اتابک ارسلان شاہ بن ملک طغرل) والئ ہمدان، اصفہان، رے اور آذربائیجان نے (۵۶۸ھ میں) وفات پائی، وزیر السلطنت کمال شہیر (یا سمیری سلطان محمود کا وزیر تھا) کا غلام تھا، وزیر السلطنت کے قتل کے بعد سلطان محمود کی خدمت میں رہنے لگا ترقی کر کے عہدہ کتابت سے ممتاز ہوا جب سلطان مسعود تخت آرائے حکومت ہوا تو ارانیہ کی گورنری پر مامور کیا گیا، باوجودیکہ مرکز حکومت سے دور تھا لیکن سلجوقی بادشاہ کی اطاعت کو باعث فخر سمجھتا تھا۔ رفتہ رفتہ آذربائیجان، ہمدان، اصفہان اور رے پر قبضہ کر لیا، اپنے پروردہ ارسلان شاہ بن طغرل کو تخت حکومت پر بٹھایا، اس کے نام کا خطبہ پڑھا اور بدستور اس کا اتابک بنا رہا۔ اس کی فوج کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس کا دائرہ حکومت تفلیس سے مکران تک وسیع ہو گیا تھا، ارسلان شاہ نام کا بادشاہ تھا۔ سیاہ و سفید کا مالک یہ خود تھا۔

ابن سنکی کا نہاوند پر قبضہ

ایلدکز کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محمد بہلوان حکمران ہوا یہ سلطان ارسلان شاہ کا مادری بھائی تھا۔ بہلوان نے حکمران ہو کر جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ نظم و نسق کی غرض سے آذربائیجان کا سفر کیا ابن سنکی برادرزادہ شملہ والئ خوزستان کو موقع مل گیا۔ میدان خالی دیکھ کر نہاوند پر چڑھ آیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل نہاوند نے مقابلہ کیا، ترکی بہ ترکی جواب دیا، ابن سنکی اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر تستر لوٹ آیا اور ڈو ایک دن کا مغالطہ دے کر اس راستہ سے جو آذربائیجان سے نہاوند آتا تھا، نہاوند کی طرف چلا، اہل نہاوند نے یہ سمجھ کر کہ بہلوان کی امدادی فوج آ رہی ہے۔ شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا، ابن سنکی بلا تعارض شہر میں داخل ہوا، قاضی اور رؤساء شہر کو گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ والئ نہاوند کی ناک کاٹ لی، شہر نہاوند کو تاراج کر کے بقصد عراق ماسبذان کی طرف قدم بڑھایا اور خوزستان لوٹ آیا۔

شملہ کی وفات

۵۷۰ھ میں شملہ والی خوزستان نے بعض ترکمانوں پر حملہ کی تیاری کی ترکمانوں نے بہلوان بن ایلدکز سے امداد کی درخواست کی، بہلوان نے ایک فوج ترکمانوں کی کمک پر بھیج دی، شملہ اور ترکمانوں سے جنگ چھڑ گئی۔ شملہ شکست کھا کر بھاگا۔ جنگ کے دوران ترکمانوں نے

شملہ اور اس کے بیٹے اور بھتیجے کو گرفتار کر لیا شملہ کو زخم کاری پہنچا تھا دو دن کے بعد مر گیا۔ شملہ ترکمان افشریہ سے تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا خوزستان کا حکمران ہوا۔

بہلوان کا تبریز پر قبضہ

اسی سنہ میں بہلوان نے شہر تبریز پر یلغار کیا۔ شہر تبریز پر اقسنقر احمدیلی کی حکومت تھی، اقسنقر احمدیلی مر گیا تھا، اس کی ولیعہدی اور وصیت کے مطابق اس کا بیٹا ملک الدین حکمران ہوا، بہلوان نے اس تبدیلی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی، چنانچہ مراغہ پر محاصرہ کیا اور اپنے بھائی قزل ارسلان کو شہر تبریز سر کرنے پر مامور کیا، بہلوان نے مراغہ فتح کر کے اہل مراغہ سے اچھے برتاؤ کیے قاضی مراغہ کو انعام اور صلے دیئے قاضی مراغہ نے اہل تبریز سے خط و کتابت کر کے دونوں فریقوں میں صلح کرا دی باہم عہد و پیمان ہو گیا۔ بہلوان تبریز کی حکومت پر اپنے بھائی قزل ارسلان کو مقرر کر کے مراغہ سے ہمدان واپس آیا۔

سلطان طغرل کی تخت نشینی

۵۷۳ھ میں ارسلان شاہ سلجوقی کا جو کہ بہلوان بن ایلدکز کی کفالت نگرانی میں تھا اور اس کا مادری بھائی تھا مقام ہمدان میں انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا سلطان طغرل تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔

وفات محمد بن بہلوان

اس کے بعد محمد بن بہلوان بن ایلدکز نے ۵۸۲ھ میں وفات پائی اس کا بھائی قزل ارسلان حکمران ہوا۔ اس کا نام عثمان تھا اس کے زمانہ حکومت میں رعایا نہایت خوش حال تھی، تمام ممالک محروسہ میں امن و امان کا دورہ تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ہی اصفہان میں حنفیہ اور شافعیہ کے درمیان اور رے میں اہل سنت والجماعت اور شیعوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ لڑائی کی نوبت پہنچ گئی، لوٹ، قتل اور آتش زنی کا بازار گرم ہوا۔ شہر کے اکثر مقامات جلا دیئے گئے۔

قزل ارسلان اور سلطان طغرل

بہلوان کا سلطان طغرل پر کافی اثر تھا۔ سکہ اور خطبہ سلطان طغرل کا تھا لیکن عنان حکومت بہلوان کے قبضہ میں تھی۔ یہی سیاہ و سفید کا مالک و مختار تھا۔ بہلوان کے بعد قزل ارسلان نے بھی سلطان طغرل کو اپنے اثر میں لینے کا قصد کیا۔ لیکن قزل میں بہلوان کا سا دم خم نہ تھا اور نہ اس کی طرح اس کے دماغ میں سیاست کا مادہ تھا۔

اس وجہ سے سلطان طغرل اس کے قبضہ واثر سے نکل گیا۔ اس کے تحکم کو برداشت نہ کرسکا۔ ہمدان چھوڑ دیا۔ بعض اراکین دولت اور فوج کا کچھ حصہ آملا جس سے سلطان طغرل کی ہمت بلند ہوگئی، خراسان کے بعض مقامات پر قبضہ کرلیا۔ قزل ارسلان سے لڑائی ٹھن گئی، متعدد لڑائیاں ہوئیں ایک دوسرے کو مغلوب نہ کرسکے۔ ادھر قزل ارسلان نے دربار خلافت بغداد میں عرض داشت بھیجی 'خلافت پناہ کا میں بدل وجان مطیع ہوں، حسب دستور خدمت کے لئے موجود ہوں، حضور والا سلطان طغرل سے ہوشیار رہیں، یہ نہایت چلتا پرزہ ہے، آپ میری امداد پر فوجیں بھیجیں، میں سلطان طغرل سے فارغ ہو کر حاضر ہوں گا۔ ادھر سلطان طغرل نے بھی اپنا ایلچی روانہ کیا۔ خلافت مآب نے قزل ارسلان کی درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت فرمایا، دارالامارت کی تعمیر کا حکم دیا اور سلطان طغرل کے ایلچی کو دربار سے نکلوا دیا۔ اور بلاجواب واپس کیا اور شاہی دار الحکومت کو زمین دوز کرا دیا۔

وزیر جلال الدین عبید اللہ کی شکست و گرفتاری ۵۸۴ھ میں خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی نے ایک فوج قزل ارسلان کی امداد پر وزیر السلطنت جلال الدین عبید اللہ بن یونس کی ماتحتی میں سلطان طغرل کے مقابلے کے لئے روانہ کی، ماہ صفر میں یہ قوم کوچ و قیام کرتی قریب ہمدان پہنچی، اتفاق سے قزل ارسلان وقت پر نہ پہنچ سکا اور سلطان طغرل نے جنگ چھیڑ دی، وزیر السلطنت کو شکست ملی، سلطان طغرل نے لشکر بغداد کے مال واسباب کو لوٹ لیا اور وزیر السلطنت کو گرفتار کرلیا لشکر بغداد بحال پریشان بغداد واپس آیا۔

جنگ سلطان طغرل و قزل ارسلان آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان طغرل اور قزل ارسلان بن ایلدکز کے درمیان لڑائیاں ہو رہی تھیں، آخر کار ان لڑائیوں میں قزل ارسلان کو کامیابی ہوئی، سلطان طغرل گرفتار ہو کر کسی قلعہ میں قید کر دیا گیا، تمام شہروں پر قزل ارسلان کا قبضہ ہوگیا، ابن وکلا، والی فارس و خوزستان نے بھی اطاعت قبول کی، قزل ارسلان کامیابی کے ساتھ اصفہان واپس آیا۔ اس وقت تک اصفہان میں جھگڑا و فساد کا سلسلہ جاری تھا، علماء شافعیہ کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے پھانسی دیدی، فتنہ و فساد فرو ہوگیا، ہمدان لوٹ آیا۔ ۵۸۶ھ میں اپنے

نام کا خطبہ پڑھا، بادشاہت کا اعلان کیا اور دروازے پر نوبت بجوائی۔

قتل قزل ارسلان

اس کے بعد ایک روز شب کے وقت بحالت خواب کسی نے قزل ارسلان کا کام تمام کردیا، بہت جستجو کی گئی قاتل کا پتہ نہ چلا، اس کے غلاموں کی ایک جماعت کو اس شبہ سے کہ یہی قتل کے مرتکب ہوئے ہیں گرفتار کرلیا گیا۔

قزل ارسلان، کریم، حلیم، عادل، نیک سیرت اور خوش خلق تھا، برائی کا بدلہ نہ لینے کو زیادہ دوست رکھتا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد قتلغ بن بہلوان (قزل ارسلان کا بھتیجہ) حکمران ہوا۔ تمام شہروں پر جو قزل ارسلان کے قبضہ میں تھے قابض ہوگیا۔

ہمدان پر سلطان طغرل کا قبضہ

قزل ارسلان کے قتل ہونے کے بعد سلطان طغرل اس قلعہ سے جس میں قزل ارسلان نے اسے قید کیا تھا نکل آیا۔ شاہی فوجیں جمع ہوگئیں، ہمدان پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا، قتلغ بن بہلوان نے مدافعت پر کمر باندھی، ایک دوسرے سے تیغ سپر ہوئے قتلغ شکست اٹھا کر رے چلا گیا اور سلطان طغرل نے ہمدان پر قبضہ کرلیا۔

رے پر خوارزم شاہ کا قبضہ

قتلغ نے رے پہنچ کر قلعہ بندی کرلی، خوارزم شاہ علاء الدین تکش کو اپنی امداد پر بلا بھیجا۔ چنانچہ ۵۸۸ھ میں خوارزم شاہ رے کی جانب روانہ ہوا، رفتہ رفتہ قریب رے پہنچا، قتلغ کو خوارزم شاہ کی طرف سے شبہ پیدا ہوا، اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ مگر اب چارۂ کار کیا تھا۔ رے کے کسی قلعہ میں بیٹھ رہا۔ خوارزم شاہ نے رے اور قلعہ طبرک پر قبضہ کرلیا۔ سلطان طغرل سے مصالحت کرلی۔ اس اثناء میں سلطان شاہ برادر خوارزم شاہ کی نقل و حرکت کی خبر لگی جسے ان کے واقعات کے سلسلہ میں بیان کیا جائے گا خوارزم شاہ رے پر اپنی جانب سے ایک حاکم مقرر کرکے ۵۹۰ھ میں خوارزم واپس آیا۔

سلطان طغرل اور خوارزم شاہ

خوارزم شاہ کی واپسی کے بعد سلطان طغرل نے رے کی جانب پیش قدمی شروع کی، خوارزم شاہ کی فوج پر جو رے میں مقیم تھی شب خون مارا۔ قتلغ پریشان ہوکر بھاگ نکلا، خوارزم شاہ کی خدمت میں امداد کا دوبارہ پیام بھیجا: معذرت کی،

اتفاق سے جس وقت قتلغ کا قاصد خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا اسی وقت خلیفہ عباسی کا ایلچی بھی فرمان لئے ہوئے پہنچ گیا۔ خلافت مآب نے سلطان طغرل کی زیادتیوں کی شکایت تحریر کی تھی اور یہ لکھا تھا کہ تم ان شہروں پر قبضہ کرلو تاکہ امن وامان قائم ہوجائے۔ خوارزم شاہ نے خلافت مآب کے فرمان کو سر اور آنکھوں پر رکھا اور نیشاپور سے رے روانہ ہوا۔ قتلغ نے اس کی اطاعت کو اپنی عزت کا باعث سمجھا اور اس کے ساتھ ہولیا۔

جنگ سلطان طغرل وخوارزم شاہ

سلطان طغرل کو اس کی خبر لگی لشکر جمع ہونے کا انتظار کئے بغیر مقابلہ پر تل گیا۔ ماہ ربیع الاول ۵۹۰ھ میں قریب رے دونوں فریقوں کی مڈبھیڑ ہوئی۔ سلطان طغرل نے بنفس خوارزم شاہ پر حملہ کیا لڑتا ہوا خوارزم شاہ کے قلب لشکر تک پہنچ گیا، خوارزم شاہ کی فوج نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ زخمی ہوگیا تھا۔ گھوڑے سے زمین پر آرہا کسی سپاہی نے سر اُتار لیا۔ خوارزم شاہ نے رے، ہمدان اور تمام شہروں پر قبضہ کرلیا، ہمدان اور اس کے صوبہ پر قتلغ بن بہلوان کو مامور کیا اور اکثر شہروں میں اپنے غلاموں کو جاگیریں دیں، مساجق کو ان کا سردار بنایا سلطان طغرل کے مارے جانے سے بنو ملک شاہ کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

خوارزم شاہ اور خلیفہ ناصر

اس کے بعد خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کے وزیر ابن عطاف[1] نے ہمدان، اصفہان اور رے کو خوارزم شاہ کے غلاموں سے چھین لیا۔ چند روز بعد خوارزم شاہ نے پھر واپس لے لیا جیسا کہ خلفاء بنی عباسیہ کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔ خلیفہ ناصر عباسی کی طرف سے امراء ایوبیہ میں سے ابوالہیجا سمین نے ۵۹۳ھ میں ہمدان کی جانب پیش قدمی کی، ازبک بن بہلوان نے ہمدان سے نکل کر بہ اظہار اطاعت نیاز حاصل کیا، ابوالہیجا نے گرفتار کرلیا۔ خلیفہ ناصر عباسی کو ناگوار گزرا، ازبک کو قید سے رہا کردینے کا حکم صادر فرمایا اور ازبک کو خوش کرنے کی غرض سے خلعت بھیجے۔

---

[1] ماہ شعبان ۵۹۰ھ میں خلیفہ ناصر عباسی نے ابن عطاف نائب وزیر کو عہدہ وزارت عطا فرمایا۔ اس کا نام مؤید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی مودن ابن قصاب تھا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ ۷۱ مطبوعہ لیدن

امیر ابوالہیجا سمین، بیت المقدس کا حاکم تھا۔ امراء مصر کا با اثر اور ممتاز فرد تھا۔ بیت المقدس اور اس کے اردگرد کے علاقے اس کے زیر حکومت تھے۔ جب الملک العادل نے الملک الافضل سے دمشق چھین لیا تو بیت المقدس کی حکومت سے امیر ابوالہیجاء سمین کو معزول کر دیا، وہ بغداد چلا آیا۔ خلیفہ ناصر عباسی نے اپنے اراکین دولت میں داخل کر لیا اور ۵۹۳ھ میں ہمدان کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔

ازبک بن بہلوان

ازبک بن بہلوان اپنے باپ کے مرنے کے بعد بلاد آذربائیجان پر غالب ہو گیا۔ حکومت پر قدم رکھتے ہی عیش و عشرت میں منہمک ہو گیا۔ انتظام مملکت سے غافل ہو کر رنگ رلیوں میں ڈوب گیا۔ کرج نے شہر دویر پر حملہ کیا اور محاصرہ کیا۔ اہل دویر نے ازبک بن بہلوان کے پاس وفد بھیجا۔ امداد کی درخواست کی، ازبک کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ کرج نے بزور تیغ دویر فتح کر لیا اور جی کھول کر اسے پامال کیا۔

قتل کوکجہ

کوکجہ[1]، بہلوان کا غلام تھا۔ ازبک کی کمزوری سے رے، ہمدان اور بلاد جبل پر قابض ہو گیا،

---

[1] خوارزم شاہ کی خراسان سے واپسی کے بعد امراء اور خدام بہلوان نے متفق ہو کر کوکجہ کو جو کہ بہلوان کے غلاموں میں ایک با اثر اور صاحب الرائے شخص تھا اپنا امیر بنایا۔ رے اور اس کے تمام بلاد قریبہ پر قابض کرا دیا۔ کوکجہ نے اصفہان سے خوارزمی عمال کو نکال باہر کرنے کی غرض سے اصفہان پر چڑھائی کی۔ قریب اصفہان پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ خلافت مآب کا لشکر اصفہان کے قریب پڑاؤ ڈالے ہے۔ امیر لشکر سیف الدین طغرل خادم خلیفہ عباسی کی خدمت میں معذرت کا عریضہ بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ خدام دولت نے خوارزمیوں کو نکالنے کی غرض سے اصفہان کا قصد کیا ہے اور کوئی غرض نہیں ہے۔ سیف الدین نے معذرت کو قبول کیا۔ کوکجہ خوارزمیوں کی تلاش و جستجو میں طبس (بلاد مقبوضہ اسمٰعیلیہ) تک بڑھ گیا لوٹ کر پھر اصفہان آیا اور قبضہ کر لیا۔ دربار خلافت میں اظہار اطاعت کی غرض سے عریضہ بھیجا۔ رے، ساوہ، قم اور قاشان کی سند حکومت کی درخواست کی، اصفہان، ہمدان، زنجان اور قزوین علم خلافت کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لئے لکھا۔ خلافت مآب نے درخواست کو قبول فرمایا۔ خوشنودی مزاج کی خلعت عنایت کیا اور منشور برطبق درخواست روانہ کیا۔ اس سے کوکجہ کی شان شوکت کے چار چاند لگ گئے۔ فوج کثیر بھرتی کر لی، مستقل حکمران ہو گیا۔ ہم چشموں میں عظیم الشان اور صاحب قوت تسلیم کیا گیا۔ دیکھو کامل ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ ۷۶ و ۷۷، مطبوعہ لیدن

اپنے رفیق ایدغمش (یہ بھی بہلوان کا غلام تھا) کو اپنا معتمد علیہ اور دایاں بازو بنایا، ایدغمش کو جب قوت حاصل ہو گئی تو حکومت کے لالچ میں کوکجہ سے لڑ گیا، اور اسے قتل کر کے تمام شہروں پر جو کوکجہ زیر حکومت تھے قابض ہو گیا۔ ازبک بن بہلوان دبا دبایا پڑا رہا۔ سیاہ و سفید کرنے کا اسے اختیار نہ تھا۔

ازبک اور والیٔ اربل

آپ نے ابھی اوپر پڑھا ہے کہ ازبک تخت حکومت پر متمکن ہوتے ہی لذات اور لہو و لعب میں مصروف ہو گیا۔ انتظام و سیاست سے ایک قلم ہاتھ کھینچ لیا۔ والیٔ اربل مظفر الدین کوکبری اور ازبک میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ جس کی وجہ سے والیٔ اربل نے ازبک کے مقبوضات کا قصد کیا، علاء الدین بن قراسنقر احمدیلی والیٔ مراغہ کے پاس گیا۔ امداد طلب کی۔ ازبک کے تمام حالات بتلائے۔ والیٔ مراغہ نے والیٔ اربل کی رائے سے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ محاصرہ تبریز کو روانہ ہوا ازبک نے ایدغمش کو ان حالات سے مطلع کیا اس وقت ہمدان، اصفہان، رے اور تمام بلاد جبلیہ ایدغمش ہی کے پاس تہدید آمیز خط لکھا، والیٔ اربل کے حواس باختہ ہو گئے۔ بلا قتل و قتال اپنے مرکز حکومت واپس گیا۔ علاء الدین بن قراسنقر والیٔ مراغہ بھی لوٹ گیا۔ لیکن ایدغمش کا غصہ اس سے فرو نہ ہوا۔ ازبک کو ہمراہ لئے مراغہ پہنچا۔ اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ والیٔ مراغہ نے اپنے مقبوضہ قلعوں میں سے ایک قلعہ دے کر مصالحت کر لی، ایدغمش اور ازبک محاصرہ اٹھا کر واپس آئے۔

خوارزم شاہ کا مازندران پر قبضہ

حسام الدین اردشیر والیٔ مازندران کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا حکمران ہوا۔ اپنے منجھلے بھائی کو اپنے مقبوضہ علاقہ سے نکال دیا۔ بحال پریشاں جرجان پہنچا، شاہ برتکش اپنے بھائی خوارزم شاہ کی طرف سے جرجان کا حاکم تھا۔ خوارزم شاہ سے اُس نے امداد کی درخواست کی۔ خوارزم شاہ نے بشرط اطاعت امداد پر کمر باندھی، اپنے بھائی برتکش کو امداد پر متعین کیا۔ چنانچہ برتکش جرجان سے مازندران روانہ ہوا۔ اثنار راہ میں یہ خبر موصول ہوئی کہ والیٔ مازندران جو اپنے باپ کے بعد حکمران ہوا تھا مر گیا ہے اور اس کا چھوٹا بھائی مازندران پر حکومت کر رہا ہے۔ لیکن برتکش نے ارادہ تبدیل نہ کیا۔ مسافت طے کر کے مازندران پہنچا، اور خراسان لوٹ آیا۔ سابق والیٔ مازندان کا منجھلا بیٹا جس نے خوارزم شاہ سے امداد کی درخواست کی تھی مازندران پر

حکومت کرنے لگا۔ سابق والیٔ مازندران کا چھوٹا لڑکا قلعہ کوری میں قلعہ بند ہو گیا۔ سارا مال و اسباب اور خزانہ اسی کے قبضہ میں تھا۔ منجھلے بھائی سے نامہ و پیام شروع کیا۔ عنایت و الطاف کا خواستگار ہوا۔ منجھلے بھائی نے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا۔

ازبک کا مراغہ پر قبضہ

۶۰۴ھ میں علاء الدین قراسنقر احمدیلی والیٔ مراغہ کی موت آ گئی، کوئی بڑا لڑکا نہ تھا۔ اس کے خادم نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اس کے ایک کم سن بچہ کو حکومت کی کرسی پر متمکن کیا، بعض امراء دولت نے اس سے سرکشی کی اور بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ اس نے ان کی گوشمالی کی غرض سے فوجیں، روانہ کیں، باغیوں کو شکست ہوئی۔ علاء الدین قراسنقر کا کم سن بچہ مستقل طور سے حکمراں ہو گیا۔ ایک برس کے بعد ۶۰۵ھ میں اس کا بھی پیام موت آ گیا۔ اس کے مرنے سے خاندان قراسنقر احمدیلی کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ازبک بن بہلوان ان واقعات سے مطلع ہو کر تبریز سے مراغہ آیا، اور خاندان قراسنقر کے تمام علاقوں پر قابض ہو گیا، صرف وہ قلعہ باقی رہ گیا جس میں قراسنقر کا خادم قلعہ بند تھا۔ خزانہ اور مال و اسباب اسی خادم کے پاس تھا۔

ایدغمش اور سنقلی

ایدغمش کے ابتدائی حالات اور حکومت حاصل کرنے کے واقعات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت اس کا قدم استقلال کے ساتھ حکومت پر جم گیا۔ ہمدان، اصفہان اور رے اور بلاد جبلیہ پر قابض ہو گیا، کثیر التعداد فوج بھی جمع ہو گئی، شان و شوکت بھی بڑھ گئی، تو خود مختار حکومت کا مدعی ہوا۔ حوصلہ اس قدر بڑھا کہ اپنے آقائے نعمت بہلوان (جس نے اس کور باطن کو حکومت عطا کی تھی) کے لڑکے ازبک پر چڑھائی کر دی ازبک اس وقت آذربائجان میں تھا۔ بہلوان کے خادموں سے ایک شخص سنقلی نامی ایدغمش کے روک تھام کے لئے اٹھا۔ ممالک بہلوانیہ کا ایک بڑا گروہ ساتھ ہو گیا۔ بات کی بات میں کثیر فوج فراہم ہو گئی اس واقعہ میں ایدغمش کو شکست ہوئی، سنقلی نے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا۔

ایدغمش شکست کھا کر بغداد پہنچا۔ خلافت مآب نے اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ عزت و احترام سے ملاقات کی۔ یہ واقعہ ۶۰۸ھ کا ہے۔ ایدغمش نے بغداد میں قیام اختیار کیا۔

قتل ایدغمش

خلافت مآب نے ایدغمش کو خلعت دیا، اور حکومت عطا کیا، جس قدر بلاد اس کے قبضہ میں تھے، ان کی سند حکومت مرحمت فرمائی، فوجی امداد دینے کا وعدہ کر کے ۶۱۰ھ میں رخصت کیا۔ ایدغمش بغداد سے ہمدان کی جانب واپس ہوا اور بغدادی افواج کے انتظار میں سلیمان بن برجم امیر ایوانیہ ترکمان کے پاس قیام کیا۔ سلیمان نے خفیہ طور سے سنکلی کو ایدغمش کے حالات لکھ بھیجے اور ایک روز موقع پا کر ایدغمش کا کام تمام کر دیا۔ سر اُتار کر سنکلی کے پاس بھیج دیا، ایدغمش کے تمام ہمراہی منتشر ہو گئے۔ سنکلی نے ایدغمش کے تمام ہمراہی منتشر ہو گئے۔ سنکلی نے ایدغمش کے تمام مقبوضہ شہروں پر قبضہ کر لیا۔

سنکلی کی سرکشی

خلافت مآب کو اس واقعہ سے سخت ناراضگی پیدا ہوئی، سنکلی کو تہدید آمیز اور ناراضگی کا خط لکھا۔ سنکلی نے کچھ بھی سماعت نہ کی، خلافت مآب نے اس کے آقا ازبک بن پہلوان والئ آذربائیجان کو اس کی شکایت لکھی، فوج کشی کی ترغیب دی، امداد کا وعدہ کیا۔ جلال الدین اسمٰعیلی والئ قلعہ موت کو ازبک کی موافقت اور اس کے ساتھ ہو کر سنکلی سے لڑنے کا پیام بھیجا، اور باہم یہ قرار پایا کہ کامیابی کے بعد مساوی طور پر تینوں فریقوں میں ممالک مقبوضہ تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ خلافت مآب نے فوج کی روانگی کا حکم دیا۔ اپنے خادم سنقر معروف بہ وجہ السبع کو سپہ سالار مقرر کیا، مظفر الدین کوکبری بن زین الدین علی کوچک والئ اربل و شہر زور کو بھی شریک جنگ ہونے کا حکم صادر کیا۔ اور میدان جنگ کا سپہ سالار اعظم اسی کو مقرر فرمایا۔

سنکلی کی شکست و فرار

چنانچہ یہ فوجیں دل بادل کی طرح ہمدان کی طرف بڑھیں، سنکلی میں مقابلے کی قوت نہ تھی ہمدان چھوڑ کر بھاگ نکلا، پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا۔ حملہ آور فوج نے تعاقب کیا، دامن کوہ میں پڑاؤ ڈالا۔ پہاڑ کی چوٹی پر سنکلی تھا اور نیچے حملہ آور فوج تھی۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ ازبک کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، سنکلی پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا۔ رات ہوئی تو ازبک اپنے مورچہ میں واپس آیا صبح کو پھر دونوں حریف باہم تیغ و سپر ہوئے۔ اس جنگ میں سنکلی کو شکست ہوئی۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چندے ٹھہرا رہتا تو غنیم کی فوج جاڑے کی وجہ سے بھاگ جاتی۔ لیکن اس کی قسمت میں شکست لکھی تھی۔ جوں ہی رات نے اپنے سیاہ دامن فضائے

عالم میں پھیلا ئے سنکلی بلندی کوہ سے اتر کر بھاگ گیا تمام ہمراہی منتشر و متفرق ہو گئے۔ پھر کیا تھا میدان خالی ہو گیا۔ فتحمند گروہ نے سنکلی کے تمام علاقہ پر قبضہ کر کے حسب قرار داد باہم حصہ بخرہ کر لیا۔

سنکلی کا خاتمہ

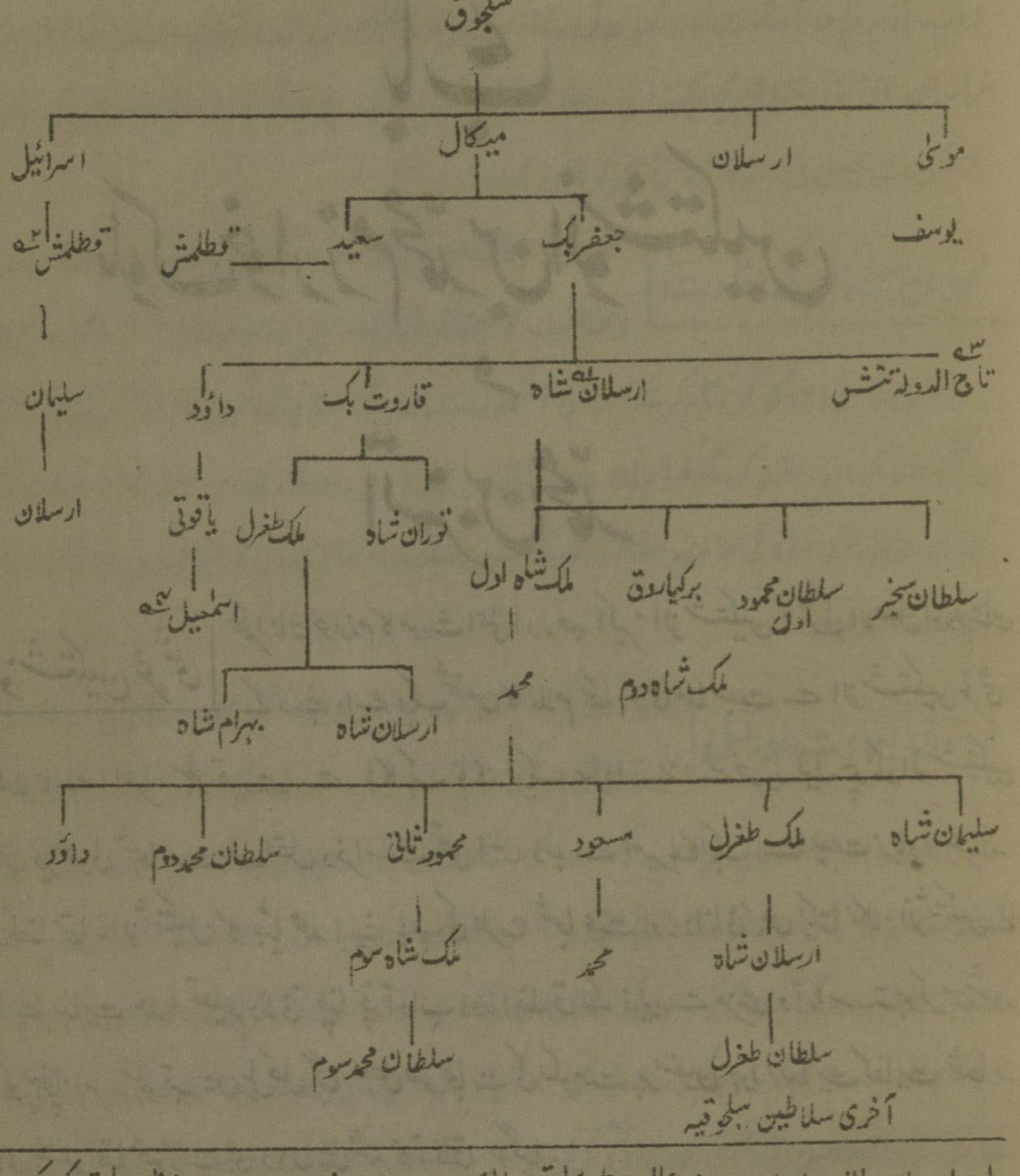
ازبک کو حصے میں جو بلاد ملے تھے ان پر اپنے بھائی کے مملوک اغلمش کو مقرر کیا۔ اغلمش نے قبضہ کر کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی، سنکلی گرتا پڑتا سادہ پہنچا۔ انسپکٹر جنرل پولیس نے سنکلی کو گرفتار کر لیا اور سر اُتار کر ازبک کے پاس بھیج دیا۔ اور بلاد جبل میں حکومت قائم ہو گئی یہاں تک کر ۶۱۴ھ میں فرقہ باطنیہ کے ہاتھوں اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے، خوارزم شاہ نے ان شہروں پر قبضہ کر لیا جیسا کہ خوارزم شاہ کے حالات میں آپ پڑھیں گے، ازبک بن پہلوان والیٔ آذربائیجان داران نے خوارزم شاہ کے خاندان اور اُس کے غلاموں کی حکومت کا سلسلہ عراقین، خراسان، فارس اور تمام ممالک مشرق سے منقطع ہو گیا، صرف ازبک بلاد آذربائیجان پر قابض رہا۔

جلال الدین محمد تکش کا قتل

اس کے بعد ۶۱۸ھ میں تاتاری طوفان اٹھا محمد تکش کے تمام مقبوضات ماوراء النہر، خراسان اور عراق عجم پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان تک ان کا اثر پہنچا ۶۲۱ھ میں ازبک پہلوان، چنگیز خاں کا مطیع ہو گیا اور چنگیز خاں کے حکم نے خوارزمیوں کو مار ڈالا، لوٹ کر خراسان آیا۔ اتنے میں جلال الدین محمد بن تکش ۶۲۲ھ میں ہندوستان سے واپس آیا۔ عراق عجم اور فارس پر قابض ہو گیا، آذربائیجان پر قبضہ کرنے کو بڑھا ازبک آذربائیجان اور اران چھوڑ کر گنجہ چلا گیا۔ جلال الدین نے قبضہ کر کے گنجہ پر دھاوا کیا ازبک نے گنجہ بھی چھوڑ دیا اور کسی قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ جلال الدین نے گنجہ پر بھی قبضہ کر لیا اسی پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں ازبک کی موت آگئی، ایلدکز کی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی تاتاریوں نے تمام ملک پر قبضہ کر لیا ۶۲۸ھ میں جلال الدین محمد تکش کو بھی مار ڈالا۔ جیسا کہ ان کے حالات آپ آئندہ پڑھیں گے۔

سلاطین سلجوقیہ کے حالات ختم ہو گئے۔ اب ہم یکے بعد دیگرے اُن حکومتوں کے حالات لکھنے کی جانب توجہ کرتے ہیں جو سلاطین سلجوقیہ کی دولت وحکومت سے پیدا ہوئی تھیں۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا وہو خیر الوارثین۔

شجرہ سلاطین سلجوقیہ



[۱] ارسلان یا الپ ارسلان مورث اعلیٰ سلاطین سلجوقیہ والیٔ رے۔ یہ پہلا بادشاہ ہے جس نے سلاطین سلجوقیہ کی حکومت کا بنیادی پتھر رکھا تھا۔

[۲] قطلمش والیٔ قونیہ و بلاد روم

[۳] تاج الدولہ تتش والیٔ بلاد شام

[۴] والیٔ آذربائیجان

[۵] توران شاہ والیٔ فارس

باب ۷

ملوک خوارزم محمدؒ بن انوشتکین

و

اتسز بن محمدؒ

انوشتکین غرشی

حکمرانان خوارزم کا مورث اعلیٰ اور جد اکبر "انوشتکین" ترکی الاصل اور غرشتان کے رہنے والے ایک شخص کا غلام تھا، اسی مناسبت سے انوشتکین غرشی کہلاتا ہے، امراء سلجوقیہ میں سے ملکابک نامی ایک سردار نے اسے خرید لیا۔ چونکہ انوشتکین میں غیر معمولی شجاعت اور عقل و فراست تھی اس وجہ سے امیر ملکابک اسے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ انوشتکین کا بیٹا محمد اپنے باپ کی طرح شجاعت اور دانائی میں یکتا نکلا، انوشتکین نے اسے نہایت عمدہ تعلیم دلائی چنانچہ آداب اور اخلاق کے زیور سے مزین و آراستہ ہو کر سن شعور کو پہنچا، امراء سلجوقیہ میں ہل جل گیا، بعض صوبجات کی حکومت پر متعین ہوا، نہایت کفایت شعار اور منتظم تھا تھوڑے ہی دنوں میں شہرۂ آفاق ہو گیا۔

ارسلان ارغون

جب سلطان برکیاروق ابن سلطان ملک شاہ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور ارسلان ارغون (برکیاروق کا چچا) مخالفت پر اٹھا، اور خراسان پر قبضہ کر لیا تو ۴۹۰ھ میں برکیاروق نے فوجیں اپنے بھائی سنجر کی سرکردگی میں ارسلان ارغو کے سر کرنے کے لئے روانہ کیں۔ روانگی فوج کے بعد خود بھی روانہ ہو گیا۔ اثنا راہ میں ارسلان

ارغو کے مارے جانے کی خبر ملی، ارسلان ارغو کو اسی کے ایک غلام نے تنگ ہو کر مار ڈالا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ برکیا روق نے اس خبر سے مطلع ہو کر ارادہ تبدیل نہ کیا بلکہ اطراف خراسان اور ماوراء النہر کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالا، ارسلان ارغو کے نائبوں نے حکومت چھین لی۔ اپنے بھائی سنجر کو مامور کیا۔

محمد بن سلیمان کی بغاوت

محمد بن سلیمان امیر امیران سے جو کہ برکیا روق کا قرابت مند تھا بغاوت و مخالفت کا جھنڈا بلند کیا۔ سنجر نے مقابلے پر کمر باندھی اور کامیاب ہوا۔ محمد بن سلیمان کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں، برکیا روق خوارزم پر اکنجی شاہ کو والی مقرر کر کے خراسان سے عراق واپس آیا (زبان فارسی میں "شاہ" سلطان کو کہتے ہیں خوارزم کو شاہ کی جانب مضاف کر کے حسب عادت مضاف الیہ کو مضاف پر مقدم کر دیا اکنجی شاہ ہو گیا)

قودز کی بغاوت اور قتل

برکیا روق کی واپسی کے بعد سرداران لشکر میں سے امیر قودز اور امیر بارقطاش جو کسی وجہ سے موکب شاہی کے ساتھ خراسان میں گئے تھے بغاوت اور مخالفت پر تیار ہو گئے۔ اور اکنجی شاہ والیٔ خوارزم پر جب کہ وہ سلطان برکیا روق کی خدمت میں باریاب ہونے جارہا تھا۔ مقام مرو میں حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا اور خوارزم پر قبضہ کرلیا۔ سلطان برکیا روق کو اس کی اطلاع ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عراق عجم میں امیر انز اور مویدالملک بن نظام الملک نے بغاوت پر کمر باندھ لی تھی، برکیا روق، امیر انز اور مویدالملک کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا اور امیر داؤد حبشی بن ایتاق[1] کو فوج کا سپہ سالار بنا کر قودز و بارقطاش سے جنگ کے لئے خراسان واپس کیا۔ امیر داؤد ہرات کی طرف روانہ ہوا، امیر داؤد حبشی کی فوج جمع نہیں ہونے پائی تھی کہ قودز اور بارقطاش نے پیش قدمی کر دی، امیر داؤد حبشی نے جوں توں دریائے جیحوں عبور کیا۔ بارقطاش نے

---

[1] ایتاق کو ایتاخ پڑھو

بڑھ کر آ گا رو گا۔ ایک دوسرے سے تیغ وسپر ہوئے۔ بارقطاش کو شکست ہوئی اور جنگ کے دوران امیر داؤد نے گرفتار کرلیا۔ اس واقعہ کی خبر قودز تک پہنچی، فوج نے بلوہ کر دیا، قودز بخارا بھاگ گیا، والی بخارا نے گرفتار کرلیا۔ لیکن چند روز بعد رہا کر دیا۔ گرتا پڑتا سلطان سنجر کی خدمت میں پہنچا۔ سلطان سنجر نے بغاوت کے جرم میں بارحیات سے سبک دوش کر دیا۔ باقی رہا بارقطاش، وہ امیر داؤد کے پاس قید کی مصیبتیں جھیلتا رہا۔

محمد بن انوشتکین بارقطاش اور قودز کی شکست سے خراسان میں امن قائم ہو گیا، فتنہ وفساد کا بازار سرد پڑ گیا۔ امیر داؤد حبشی کی حکومت کا سکہ جم گیا۔ امیر داؤد حبشی نے حکومت خوارزم کے لئے محمد ابن انوشتکین کو منتخب کیا، محمد انوشتکین نے نہایت خوبی سے خوارزم کا نظم ونسق درست کیا، مصارف میں کفایت دکھلائی، آئے دن کے فساد اور بدامنی کو روک دیا، اہل علم کو دوست رکھتا تھا۔ علماء اور فضلا سے اس کی مجلس بھری رہتی تھی، عادل تھا، رعایا کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ کرتا تھا۔ ان وجوہ سے اس کا ذکر خیر تمام عالم میں پھیل گیا اور شان و شوکت بڑھ گئی۔ سلطان سنجر نے خراسان پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد محمد ابن انوشتکین کو نہ صرف خوارزم کی حکومت پر بحال وقائم رکھا بلکہ اور زیادہ قدر افزائی کی، مراتب ومدارج علیا عطا کئے۔

محمد بن انوشتکین کا خوارزم پر قبضہ جن دنوں محمد بن انوشتکین خوارزم میں موجود نہ تھا، کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ طغرل تکین محمد بن اکنجی کے ابھارنے سے ایک ترکی بادشاہ خوارزم پر چڑھ آیا۔ (یہ اکنجی وہی ہے جو خوارزم کا سابق بادشاہ تھا جسے امیر قودز اور امیر بارقطاش نے مار ڈالا تھا) محمد ابن انوشتکین کو اس کی اطلاع ہوئی، سلطان سنجر کی خدمت میں نیشاپور اطلاعی عرض داشت بھیجی، امداد کی درخواست کی اور فوج فراہم کر کے خوارزم کو چھڑانے کی غرض سے روانہ ہوا۔ ترکی بادشاہ اور طغرل تکین محمد محاصرہ اٹھا کر چلتے بنے۔ ایک دوسرے سے جدا ہو کر ہر ایک نے ایک ایک سمت کا راستہ لیا، محمد بن انوشتکین کی قدر ومنزلت اور بڑھ گئی۔

اتسز بن محمد بن انوشتکین اس کے بعد محمد بن انوشتکین والی خوارزم کا زمانہ وفات آ گیا۔ اس کا لڑکا

اتسز جانشین ہوا۔ یہ اپنے باپ کے قدم بقدم چلا' اتسز زمانہ حکومت محمد ابن انوشتکین میں کئی بار لشکر کا سپہ سالار مقرر ہو کر دشمنوں کے مقابلہ پر گیا تھا اور کامیاب ہوا تھا۔ حکمران ہوتے ہی اس کی مردانگی شجاعت اور سیاست کا ڈنکا بجنے لگا' شہر مقشلاغ کی فتح نے اس کی شہرت دناموری پر چار چاند لگا دیئے۔ ہر کہ دمہ کی زبان پر اس کی کفایت شعاری اور مہارت جنگ کا چرچا ہونے لگا' شان و شوکت دوبالا ہو گئی' سلطان سنجر نے اپنے دربار میں طلب کر کے مخصوص مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ ہر سفر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ لڑائیوں میں اسی کو لشکر کا سپہ سالار اعظم بناتا تھا۔ لگانے بجھانے والوں کو حسد و رشک پیدا ہوا' چغل خوری شروع کر دی' وقت بے وقت باتیں جڑنے لگے کہ اتسز کے دماغ میں خوارزم کی خود مختار حکومت کا سودا سما گیا ہے' اس نے خوارزم میں اپنی حکومت قائم کر لی ہے۔

جنگ سلطان سنجر اور اتسز بن محمد

سلطان سنجر کو اس سے ناراضگی پیدا ہو گئی' بلا تحقیق فوجیں لے کر خوارزم پر چڑھ گیا' اتسز بھی جنگ پر تیار ہو گیا' لڑائی ہوئی' میدان سلطان سنجر کے ہاتھ رہا۔ اتسز کو شکست ہوئی۔ اتسز کا بیٹا اور اس کے بہت سے سردار و مصاحب' سلطان سنجر کے حکم سے مار ڈالے گئے اور خوارزم پر قبضہ کر کے غیاث الدین سلیمان شاہ ابن سلطان محمد (اپنے بھتیجے) کو حکومت عنایت کی' اتابک کو وزیر اور حاجب مقرر کر کے ۵۳۳ھ میں مرو واپس آیا۔ چونکہ اہل خوارزم' اتسز سے بے حد خوش اور اس کے ممنون احسان تھے اور غیاث الدین سلیمان شاہ کا برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ اچھا نہ تھا اس وجہ سے سلطان سنجر کی واپسی کے بعد ہی اتسز نے اہل خوارزم کے کہنے سے دوبارہ چڑھائی کر دی۔ اہل خوارزم نے نہایت خوشی سے قبضہ دیدیا۔ سلیمان شاہ اپنے چچا سلطان سنجر کے پاس چلا آیا۔ اور اتسز خوارزم کا مستقل حکمران ہو گیا۔

جنگ سلطان سنجر و ترکان خطا

۵۳۶ھ میں سلطان سنجر اور ترکان خطا سے معرکہ آرائی ہوئی۔ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان سنجر نے اتسز بادشاہ خوارزم کے بیٹے کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس سے اتسز کو غصہ و رنج پیدا ہوا۔ خوارزم واپس آنے کے اتسز نے ترکان خطا کو سلطان سنجر کی مخالفت اور اس کے مقبوضات پر قبضہ کی ترغیب دی تا کہ سلطان سنجر کی توجہ ترکان خطا کی جنگ

کی طرف لگ جائے اور اتسز کے مقبوضہ علاقہ سے متعارض نہ ہو۔ چنانچہ ترکان خطا نے جو مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے سلطان سنجر کے مقبوضہ شہروں کی طرف پیش قدمی کی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ محمود بن محمد بن سلیمان بن داؤد بقرا خاں بادشاہ خانیہ حکمران کاشغر اور ترکستان پر (جو کہ ہمشیرزادہ سلطان سنجر تھا) ترکان خطا نے محمود کو بڑے طور سے شکست دی، محمود شکست کھا کر سمرقند واپس آیا اپنے ماموں سلطان سنجر کو یہ واقعات لکھے، ترکان خطا کے مظالم کی شکایت لکھی، امداد و اعانت کی درخواست کی، سلطان سنجر سلجوقی اور خراسانی لشکر لے کر ترکان خطا سے تیغ و سپر ہونے کے لئے چلا۔ دریا کو عبور کر کے یکم صفر ۵۳۶ھ میں ترکانِ خطا سے بھڑ گیا، گھمسان کی لڑائی ہوئی، سلطان سنجر کو شکست ہوئی بے شمار مسلمان مارے گئے، لشکر اسلام کے مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ مرد اور چار ہزار عورتیں بیان کی جاتی ہیں، اسی واقعہ میں سلطان سنجر کی بیگم قید ہو گئی۔ سلطان سنجر شکست کھا کر خراسان کی جانب واپس ہوا اور بادشاہ خطا نے ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا۔ اور ماوراء النہر ممالک محروسہ اسلام سے نکل گیا۔ ان واقعات کو ہم تفصیل کے ساتھ سلطان سنجر کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔

سرخس، مرو اور نیشاپور پر اتسز کا قبضہ

سلطان سنجر کی شکست کے بعد اتسز بادشاہ خوارزم نے خراسان کا قصد کیا، سلطان سنجر ترکان خطا کے مقابلہ میں شکست کھا کر ہمت ہار گیا تھا۔ کوئی مقابلہ کرنے والا نہ رہا۔ اتسز نے سرخس پر قبضہ کر لیا۔ امام محمد زیادی جو کہ زہد و تقویٰ اور علوم دینی کے ماہر تھے۔ اتسز سے ملنے آئے، اتسز نے عزت و احترام سے ملاقات کی اور ان کے پند و نصائح کو گوش دل سے سنا اور قبول کیا۔ اس کے بعد اتسز نے مرو شاہجہاں کی طرف قدم بڑھایا امام احمد باخوری نے حاضر ہو کر گذارش کی "آپ اپنی فوج کے ساتھ مرو کے باہر قیام فرمائیں، اہل مرو آپ کے مطیع و فرماں بردار ہیں، ان پر حملہ کرنے سے ناحق خونریزی ہو گی" اتسز نے امام احمد کی سفارش قبول کی اور شہر مرو کے باہر پڑاؤ کیا۔ عوام الناس پر شامت سوار ہوئی ہلڑ مچا کر خوارزمی فوج کے سپاہیوں سے بھڑ گئے، کسی کو قتل کیا اور کسی کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اتسز کے مصاحبوں کو جو بضرورت شہر میں گئے تھے کھینچ کر باہر نکال دیا۔ اتسز کو اس سے غصہ پیدا ہوا حملہ کا حکم دے دیا۔ چنانچہ یکم ربیع الاول ۵۳۶ھ

ہیں مرو کے عوام الناس سے لڑائی ہوئی. بہت سے مارے گئے جن میں اکابر علماء مرو کی ایک جماعت بھی تھی، کئی روز تک قتل عام کا بازار گرم رہا۔ علماء اور فقہاء کا ایک بڑا گروہ برہنہ سر و پا اتسز کی خدمت میں اہل مرو کی عفو و تقصیر کی غرض سے حاضر ہوا اتسز نے اپنے لشکر کو اہل مرو کے قتل عام سے منع کر دیا، اور ان کی خطائیں معاف کر دیں، لیکن سلطان سنجر کے ارکین اور سرداروں کے مال و متاع کو ضبط کر لیا اور سلطان سنجر کا خطبہ موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا جس وقت خطیب کی زبان سے اتسز بادشاہ خوارزم کا نام نکلا! اہل نیشا پور کا دل بھر آیا۔ انتقام اور مقابلہ کا جوش پیدا ہوا لیکن آخری نتیجہ نے روک دیا۔ خاموش ہو گئے۔

صوبہ بیہق کا تاراج

مرو پر قبضہ کے بعد اتسز نے صوبہ بیہق کے سر کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی، پانچ یوم کے محاصرہ کے بعد شہر فتح ہو گیا، تمام صوبہ کو قتل و غارت گری کا نشانہ بنا لیا، گاؤں، دیہات اور شہر تاراج کر دیئے گئے۔ چونکہ ترکان خطا اتسز کی پشت پناہی پر تھے اور در پردہ یہ انھی کا کرتوت تھا۔ اس وجہ سے سلطان سنجر ان افعال سے جو اتسز بلاد خراسان میں کر رہا تھا متعرض نہ ہوتا تھا۔ صبر کا بھاری پتھر اپنے دل پر رکھے ہوئے مسلمانوں اور بلاد اسلامیہ کی بربادی کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد ۵۴۸ھ میں ترکان غز جو دعوے دار اسلام تھے اٹھے اور سلطان سنجر سے لڑ کر کامیابی کے ساتھ خراسان پر قابض ہو گئے۔ ترکوں کا یہ گروہ ملوک سلجوقیہ سے علیحدگی کے بعد ماوراء النہر آ کر مقیم ہوا تھا اور مذہب اسلام کا پابند تھا، جب ترکان خطا ماوراء النہر پر مسلط و قابض ہوئے تو ترکان غز کو ماوراء النہر سے نکال دیا۔ اطراف بلخ میں جا کر قیام اختیار کیا، لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ دن دہاڑے قافلہ لوٹ لیتے تھے۔ دیہات اور قصبات کو تاراج کرتے تھے۔ سلطان سنجر نے ان کے خاتمہ پر کمر باندھی، فوجیں فراہم کیں، معرکہ آرا ہوا، لیکن مقابلہ نہ کر سکا۔ شکست کھا کر بھاگا، گرفتار کر لیا گیا، اس کی گرفتاری اور شکست سے اس کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا، جو کسی طرح سے پھر درست نہ ہو سکا، گورنران صوبجات نے اپنے اپنے صوبہ کو دبا لیا، مستقل اور خود مختار حکمران بن گئے، ان کی دیکھا دیکھی غلاموں نے بھی ہاتھ پاؤں نکالے جس کا جہاں سینگ سمایا چلا گیا اور مملکت سلجوقیہ کے حصے بخرے کر لئے، اتسز بھی خوارزم اور اس کے صوبہ کو دبا بیٹھا، خود مختاری کا اعلان کیا۔ جس پر اس کی اولاد وراثۃً آئندہ حکمران ہوئی، پھر جب سلاطین سلجوقیہ

کی ہوا اور زیادہ بگڑی اور فضاء حکومت پر ادبار کی گھٹائیں چھا گئیں تو اتسز کی اولاد نے خراسان اور عراق پر بھی قبضہ کر لیا۔ ان لوگوں کی بہت بڑی حکومت ہوئی جسے ہم مفصل ان کی دولت و حکومت کے ضمن میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ واللہ ولی التوفیق بمنہ وکرمہ۔

ارسلان بن اتسز

اتسز بن محمد بن انوشتکین والیٔ خوارزم نے نصف ۵۵۱ھ میں ساٹھ سال حکومت کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ نہایت عادل، نیک سیرت تھا، رعایا کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرتا تھا۔ ارسلان بن اتسز خوارزم کا حکمران ہوا، کرسی حکومت پر متمکن ہو کر اپنے بھائی کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں، پھر جب سلطان سنجر تاتاریوں کی قید سے نکل کر چلا آیا تو ارسلان نے فدویت نامہ بھیجا، اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا، سلطان سنجر نے خوارزم کی سند حکومت عطا کی۔ اس کے بعد ترکان خطا نے تسخیر خوارزم کی غرض سے خروج کیا، ارسلان مقابلہ کے لئے نکلا، تھوڑی سی مسافت طے کی ہوگی کہ ایک مہلک مرض سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، خوارزم واپس آیا، سرداران لشکر میں سے نظر امیر کو قائد اعظم مقرر کر کے فوج کو روانگی کا حکم دیا، ترکان خطا اور خوارزمی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی، ترکوں نے اس کو شکست دی، گرفتار کر لیا اور ماوراء النہر واپس گئے۔

باب ۸

علاء الدین تکش بن ارسلان

محمود بن ارسلان

اس واقعہ کے بعد ارسلان بن اتسز بادشاہ خوارزم اسی علالت میں جس کی وجہ سے ترکان خطا کے مقابلہ پر نہ جاسکا تھا انتقال ہوگیا۔ اس کا چھوٹا بیٹا محمود تخت حکومت خوارزم پر متمکن ہوا، اس کی ماں سلطنت وحکومت کا انتظام کرنے لگی، ارسلان کا بڑا لڑکا علاء الدین تکش اس وقت خوارزم میں موجود نہ تھا اپنے مقبوضہ صوبہ میں تھا، چھوٹے بھائی کی حکومت ناگوار گزری، بادشاہ خطا کے پاس چلا گیا، امداد کی درخواست کی، خوارزم کی سرسبزی اور مال ودولت کی طمع دی، بادشاہ خطا کے منہ میں پانی بھر آیا، خوارزم کی زرخیزی سن کر رال ٹپک پڑی، باہم عہد و پیمان کیا اور ایک بڑی فوج لے کر علاء الدین تکش کی امداد کی غرض سے خوارزم کی طرف کوچ کیا۔

موید کی گرفتاری وقتل

سلطان شاہ اور اس کی ماں، موید ای یہ والیٔ نیشاپور کے پاس چلی آئی تھی (موید ای یہ سلطان سنجر کے بعد نیشاپور پر قابض ہوگیا تھا) نذرانے اور تحائف دیئے، خوارزم کے مال وخزانہ کا لالچ دیا، موید ای یہ فوجیں فراہم کرکے خوارزم کو علاء الدین تکش اور ترکان خطا کی دست برد سے بچانے کے لئے سلطان شاہ کے ساتھ روانہ ہوا، بیس کوس کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا کہ علاء الدین تکش اس کی آمد سے مطلع ہوکر میدان میں آگیا، گھمسان کی لڑائی ہوئی، آخر کار موید کی فوج نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا، بھاگ نکلی، موید گرفتار ہوکر علاء الدین تکش کے سامنے پیش کیا گیا۔ علاء الدین تکش نے قتل کا حکم صادر کیا جس کی تعمیل فوراً کی گئی، سلطان شاہ نے گرتے پڑتے دہستان میں جاکر

دم لیا، علاء الدین تکش نے تعاقب کیا، دہستان کو پہنچ کر گھیر لیا، سلطان شاہ چھپ کر دہستان سے بھاگ گیا اس کی ماں گرفتار ہو گئی۔ علاء الدین تکش نے قتل کر دیا اور دہستان پر قبضہ کر کے خوارزم واپس آیا۔

سلطان شاہ دہستان سے نکل کر نیشاپور پہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ طغان شاہ ابوبکر ابن موید نیشاپور میں حکومت کر رہا تھا، چند روز قیام کر کے سلطان غیاث الدین غوری کے پاس چلا گیا اور وہیں قیام اختیار کیا۔

ترکان خطا کی علاء الدین تکش پر فوج کشی

ترکان خطا نے علاء الدین تکش سے ایفاء عہد کا تقاضا شروع کیا، حسب قرارداد مال و زر لینے کے لئے ایلچی بھیجے علاء الدین تکش نے ترکان خطا کے ایلچیوں کو اہل خوارزم کے مکانات میں علیحدہ علیحدہ ٹھہرایا۔ دو ایک روز حیلہ و حوالہ سے کام لیا، ایک روز چند آدمیوں کو ان کے قتل پر مامور کر دیا۔ ایک بھی جانبر نہ ہوا اور اس عہد اقرار کو جو اس نے ترکان خطا سے کیا تھا، بالائے طاق رکھ دیا، سلطان شاہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، فرط مسرت سے اچھل پڑا، غیاث الدین غوری سے رخصت ہو کر بادشاہ خطا کے پاس پہنچا، علاء الدین تکش (اپنے بھائی) کی زیادتیوں کی شکایت کی امداد کا خواہاں ہوا اور یہ ظاہر کیا کہ اہل خوارزم مجھ سے زیادہ مانوس ہیں، میری صورت کو دیکھ کر علاء الدین تکش کا ساتھ چھوڑ دیں گے علاء الدین تکش سے بدلہ لینے کا یہ موقع اچھا ہے، اس نے آپ کے ساتھ بھی بدعہدی کی ہے، بادشاہ خطا پہلے ہی سے خار کھائے بیٹھا تھا، فوراً تیار ہو گیا، ایک بڑی فوج لے کر خوارزم پر چڑھ آیا محاصرہ کیا، علاء الدین تکش قلعہ بند ہو گیا مدافعت کی تدبیریں کرنے لگا، فوج نے علاء الدین تکش کے حکم سے نہروں میں پانی جاری کر دیا، جیحوں کے بند کھول دیئے گئے، سیلاب عظیم برپا ہو گیا، لینے کے دینے پڑ گئے، بادشاہ خطا کا لشکر ڈوبتے ڈوبتے بچا، محاصرہ اٹھا کر ناکام واپس ہوا، بادشاہ خطا نے سلطان شاہ کو اس دھوکہ دینے پر بے حد ملامت کی، سلطان شاہ نے ندامت سے سر جھکا لیا۔

سلطان شاہ کا سرخس اور مرو پر قبضہ

اس کے بعد سلطان شاہ نے بادشاہ خطا کے سپہ سالار اعظم سے کہا "آپ میری معیت میں ایک فوج مرو کے قبضہ کے لئے روانہ کیجئے، میں قبضہ کا ذمہ دار ہوں، دینار غزی اس زمانہ سے مرو پر قابض ہے جن دنوں تاتاریوں اور سلطان سنجر میں جھگڑا ہو رہا تھا دینار غزی ایک کمزور آدمی ہے"۔ سپہ سالار نے فوج کو روانگی کا حکم دیا،

سلطان شاہ نے سرخس کی طرف قدم بڑھایا، اور ان تاتاریوں سے جو اس پر قابض تھے تیغ وسپر ہوا نہایت بے رحمی سے انھیں قتل و پامال کیا۔ دینار غزی نے سرخس چھوڑ کر ایک قلعہ میں پناہ لی سلطان شاہ نے مرو کا قصد کیا، والیٔ مرو نے مدافعت پر کمر باندھی لڑائی ہوئی، آخر کار سلطان شاہ نے اس پر بھی بزور تیغ قبضہ حاصل کرلیا اور وہیں قیام اختیار کیا، بادشاہ خطا کی فوج ماوراء النہر واپس آئی، لیکن سلطان شاہ خراسان میں تاتاریوں (ترکان غز) سے برابر لڑتا رہا، اکثر مقامات پر قابض ہوگیا۔

طغان شاہ بن موید

دینار غزی نے آئے دن کی لڑائیوں سے تنگ آکر سرخس، طغان شاہ ابن موید والیٔ نیشاپور کے حوالہ کردیا، طغان شاہ نے اپنی طرف سے قراقوش نامی ایک امیر کو سرخس کی حکومت عطا کی، طغان شاہ نیشاپور چلا گیا، سلطان شاہ اس سے مطلع ہوکر سرخس پر چڑھ آیا، قلعہ کا محاصرہ کرلیا، طغان شاہ کو اس کی خبر لگی، فوج مرتب کرکے محاصرہ اٹھانے کے لئے سرخس آپہنچا، جوں ہی دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، طغان شاہ جنگ سے جی چرا کر نیشاپور بھاگ آیا۔ یہ واقعہ ۵۷۶ھ کا ہے، قراقوش نے ہتھیار ڈال دیئے، قلعہ خالی کرکے اپنے آقا طغان شاہ کے پاس نیشا چلا گیا، سلطان شاہ نے سرخس پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد طوس کو بھی لے لیا، نیشاپور کی زمین بھی طغان شاہ پر سلطان شاہ کی آئے دن کی لڑائیوں سے تنگ ہوگئی یہاں تک کہ ۵۸۲ھ میں طغان شاہ مرگیا۔

سنجر شاہ بن طغان شاہ

طغان شاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا سنجر شاہ، حکمراں ہوا، منکلی تکین (سنجر کے دادا کا غلام) کو حکومت سنجر پر غلبہ حاصل ہوگیا، سیاہ و سفید کا مالک و مختار بن گیا، یہ امر، امراء اور اراکین دولت کو ناگوار گزرا، اکثر امراء ترک رفاقت کرکے سلطان شاہ کے پاس سرخس چلے گئے، دینار غزی، ترکان غز کا ایک گروہ اپنے ساتھ لے کر کرمان چلا گیا اور اس پر قبضہ کرلیا، منکلی تکین نے حکومت و دولت پر قابو پاکر خوب رنگ کھیلے، نیشاپور کے عام باشندوں پر طرح طرح کے مظالم کرنے لگا، اراکین دولت کو بلا کسی جرم کے قتل کرڈالا۔ اس سے ایک شور مچ گیا۔

علاء الدین تکش کا محاصرہ نیشاپور

خوارزم شاہ علاء الدین تکش کو اس کی خبر لگی ماہ ربیع الاول ۵۸۲ھ میں نیشاپور پر فوج کشی کی، دو مہینہ تک محاصرہ کئے رہا،

لیکن کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ اہل نیشاپور' مدافعت پر اڑے رہے۔ مجبوراً محاصرہ اٹھا کر خوارزم واپس آیا۔ پھر ۵۸۳ھ میں نیشاپور کے سر کرنے کے لئے نکلا۔ پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اہل نیشاپور نے امان حاصل کر کے قبضہ دیدیا۔ خوارزم شاہ نے منکلی تکین کو مار ڈالا اور سنجر شاہ کو احترام و عزت سے خوارزم لے آیا۔ مہمان کی طرح ٹھہرایا' چند روز بعد یہ خبر سننے میں آئی کہ سنجر شاہ اہل نیشاپور سے خط و کتابت کر رہا ہے اور حکومت حاصل کرنے کی غرض سے ریشہ دوانی کر رہا ہے' اس بنا پر خوارزم شاہ نے سنجر شاہ کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروادیں۔ اسی حالت سے وہ خوارزم میں نظر بند رہا اور ۵۹۵ھ میں مر گیا۔

علاء الدین تکش و سلطان شاہ

ابن اثیر نے اپنی کتاب کامل میں لکھا ہے کہ ابوالحسن بن ابوالقاسم بیہقی نے یہ واقعہ کتاب مشارب التجارب میں اسی طرح بیان کیا ہے لیکن اس کے علاوہ اور مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ ارسلان بادشاہ خوارزم کے انتقال کے بعد اس کے دونوں لڑکوں علاء الدین تکش اور سلطان شاہ میں حکومت و ریاست حاصل کرنے کی بابت جھگڑا ہوا' علاء الدین تکش نے سلطان شاہ کو خوارزم سے نکال دیا۔ سلطان شاہ مرو چلا گیا اور ترکان غز سے چھین لیا۔ چند روز بعد ترکان غز نے سلطان شاہ کو مرو سے نکال دیا اور دوبارہ قابض ہو گئے' اس کے خزانہ کو لوٹ لیا۔ اکثر ارکین سلطنت کو قتل کیا' سلطان شاہ پریشان حال بادشاہ خطا (جو کفار ترک کا بادشاہ تھا) کے پاس گیا' امداد کی درخواست کی' مصارف جنگ کے علاوہ بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ بادشاہ خطا ایک بڑی فوج لے کر مرو پر چڑھ آیا' مرو' سرخس' لنساء اور ابیورد سے ترکان غز کو نکال کر سلطان شاہ کو قبضہ دلادیا اور اپنے مرکز حکومت واپس گیا۔

غیاث الدین غوری اور سلطان شاہ

سلطان غیاث غوری حکمران ہرات ابوشیخ اور بادغیس وغیرہ صوبہ خراسان اور سلطان شاہ والی مرو' سرخس اور ابیورد سے خط و کتابت شروع ہوئی' ایک نے دوسرے کو اس کے ممالک محروسہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کے لئے لکھا' اور عدم تعمیل کی صورت میں دھمکی دی' ابھی خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ سلطان شاہ نے پیش قدمی شروع کر دی' غیاث الدین کے مقبوضہ شہروں پر شب خون مارنے لگا' تاوان اور جرمانہ جبراً وصول

کرنے لگا۔ سلطان غیاث الدین ان واقعات سے مطلع ہو کر آگ بگولا ہو گیا، سلطان شاہ کی سرکوبی اور مدافعت کے لئے والی سجستان کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں۔ اپنے ہمشیرزادہ بہاء الدین سام والیٔ بامیان کو بطور کمک والیٔ سجستان کے ساتھ روانہ ہونے کے لیے لکھا، والیٔ سجستان اور بہاء الدین سام کوچ و قیام کرتے ہوئے ہرات پہنچے، سلطان شاہ میں مقابلے کی طاقت نہ تھی، مجبوراً ہرات چھوڑ کر مرو چلا گیا، جنگ کی نوبت نہ آئی، اتنے میں جاڑے کا موسم ختم ہو گیا، سلطان شاہ نے سلطان غیاث الدین غوری کو پھر حسب معمول سابق خط لکھا۔ غیاث الدین غوری نے اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو اس سے مطلع کیا۔ سلطان شہاب الدین غوری اس وقت ہندوستان میں تھا، مطلع ہوتے ہی مشتعل ہو گیا۔ فوج کو واپسی کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے خراسان پہنچا۔ خراسان میں سلطان غیاث الدین اور والیٔ سجستان کی فوجیں پہلے سے موجود تھیں، سلطان شہاب الدین غوری کے آ جانے سے بہت بڑی فوج جمع ہو گئی، طالقان میں سب نے پڑاؤ کیا۔ سلطان شاہ نے ترکان غز، مفسدوں، لٹیروں اور اوباشوں کو جمع کر کے فوج بلائی اور طالقان میں غوری لشکر کے مقابلہ پر آیا، دو مہینے تک ایک دوسرے کے مقابلہ پر پڑاؤ ڈالے رہے۔ فریقین خم ٹھونک ٹھونک کر میدان میں آتے تھے مگر لڑتے نہ تھے۔

صلح نامہ کی مخالفت

سلطان شاہ اور سلطان غیاث الدین میں مصالحت کی خط و کتابت ہو رہی تھی، آخر کار غیاث الدین بوشنج اور بادغیس اور بیورا کے قلعے سلطان شاہ کو دے کر صلح کرنے پر آمادہ ہوا۔ بہاء الدین سام والی بامیاں اور والی سجستان نے اس سے مخالفت کی، جنگ پر آمادہ ہوئے، غیاث الدین ان لوگوں کو جنگ سے روک رہا تھا۔ اتنے میں سلطان شاہ کا ایلچی غیاث الدین کے دربار میں معاہدہ صلح لکھوانے کے لئے حاضر ہوا، امراء غوریہ اور سرداران لشکر موجود تھے۔ اگرچہ یہ سب معاہدہ صلح کے مخالف تھے۔ لیکن غیاث الدین کے دباؤ سے کوئی دم نہیں مارتا تھا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ مجد الدین[1] علوی ہروی جو غیاث الدین کی ناک کا بال بنا ہوا تھا اور اس کا اثر اس قدر تھا کہ

[1] اصل کتاب میں نام نہیں لکھا ہے ایک اپنی جگہ چھوڑ کر صرف علوی ہروی لکھا ہے۔ میں نے تاریخ کامل میں سے مجد الدین لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۱ صفحہ ۲۵۰ مطبوعہ لیدن (مترجم)

بلا اجازت جو چاہتا کر گزرتا، غیاث الدین دم نہ مارتا اٹھ کر طیش وغضب کے لہجہ میں بولا "اس طرح سے صلح ہرگز ہرگز نہ کی جائے گی میں ایک چپہ زمین سلطان شاہ کو نہ دوں گا۔ ایسا چیخا چلایا کہ گلا پھٹ گیا، کپڑے پھاڑ ڈالے سر پر مٹی ڈالی، بال نوچ ڈالے، ایلچی سے مخاطب ہو کر کہا۔" جا اپنے بادشاہ سلطان شاہ سے کہہ دے کہ سلطان اعظم غیاث الدین نے صلح کر لی ہے۔ لیکن علوی ہروی تجھ سے تیغ وسپر ہونے کے لئے تیار ہے" اس کے علاوہ اور جو کچھ منہ میں آیا سخت سست کہہ کر غیاث الدین کی طرف مخاطب ہوا "حضور والا! جن ملکوں کو ہم نے تلوار کے زور سے اپنا خون بہا کر ترکان غز، سلجوقیہ اور سنجریہ سے حاصل کیا ہے۔ کیا وہ ممالک ہم اس شخص کو دیدیں جسے اس کے بھائی نے نکال دیا ہے۔ تن تنہا ادھر اُدھر مارا پھرتا ہے۔ اور جب ہم اسے اپنے مقبوضہ شہر دیدیں گے تو اس کا بھائی بادشاہ خوارزم غزنی اور ہندوستان کا طالب اور خواہاں ہوگا، علوی سے یہ نہ ہوگا۔۔۔ غیاث الدین نے خاموشی اختیار کی۔ نہ ہاں کی اور نہ نہیں" شہاب الدین نے فوج کو تیاری کا حکم دیا، ایلچی واپس آیا۔

جنگ شہاب الدین غوری اور سلطان شاہ

سلطان شاہ کو تمام واقعات سے مطلع کیا، غوری لشکر نے پیش قدمی کی، مرو الرود میں پہنچ کر جنگ چھیڑ دی، سلطان شاہ کا لشکر سینہ سپر ہو کر مقابلہ پر آیا، ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا، سلطان شاہ کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اس کی ایک بہت بڑی تعداد گرفتار کر لی گئی۔ سلطان شاہ بیس سواروں کے ساتھ جان بچا کر مرو پہنچا۔ اس کے بعد بقیۃ السیف فوج بھی مرو آ گئی۔ غیاث الدین نے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس واقعہ کی خبر علاء الدین تکش تک پہنچی، فرط مسرت سے اچھل پڑا، سلطان شاہ سے بدلہ لینے پر تیار ہو گیا، فوراً ایک فوج جیحوں کی طرف روانہ کی تاکہ سلطان شاہ دریا عبور کر کے بادشاہ خطا کے پاس نہ جا سکے اور خود ایک فوج لے کر سلطان شاہ کی گرفتاری اور جنگ کی غرض سے روانہ ہوا۔ کسی ذریعہ سے سلطان شاہ کو اس کی خبر لگ گئی، ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، سیدھا غیاث الدین غوری کی طرف روانہ ہوا، غیاث الدین غوری نے بڑی آؤ بھگت سے لیا۔ عزت واحترام سے اپنے محل سرا میں اتارا، اور اس کے امراء وارکین دولت کو جو جس مرتبہ کا تھا اسی کے ہم چشم کے یہاں ٹھہرایا۔

علاء الدین تکش اور غیاث الدین

موسم سرما ختم ہونے کے بعد علاء الدین تکش نے غیاث الدین غوری کو ایک مراسلہ بھیجا۔ جس میں سلطان شاہ کی ان زیادتیوں کو جو اس نے حکومت غوری کی مقابلے میں کی تھیں تحریر کیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اسے قید کر کے میرے پاس بھیج دیجئے" دوسرا مراسلہ غیاث الدین کے گورنر ہرات کو بھیجا' لکھا تھا کہ "اگر سلطان غیاث الدین میرے مراسلہ کا خیال نہ کرے گا اور سلطان شاہ کو گرفتار کر کے میرے پاس نہ بھیجے گا تو میں کوئی خیال کئے بغیر غیاث الدین پر عرصۂ زمین بھی تنگ کر دوں گا"۔۔۔۔۔۔ اتفاق سے جس وقت علاؤالدین تکش کا ایلچی غیاث الدین کے دربار میں پہنچا' اسی وقت گورنر ہرات کا قاصد بھی اس خط کے ساتھ جو علاؤالدین تکش نے اسے لکھا تھا حاضر ہوا غیاث الدین نے دونوں مراسلات کو بغور پڑھ کر علاؤالدین تکش کو جواباً تحریر کیا "یہ ناممکن ہے کہ میں سلطان شاہ کو گرفتار کر کے تمہارے پاس بھیج دوں' وہ میرا مہمان ہے اس نے میرے پاس آ کر پناہ لی ہے' بہتر یہ ہے کہ مملکت خوارزم کا نصف حصہ سلطان شاہ کو دیدو' خوارزم میں میرے نام کا خطبہ پڑھو۔ میرے شاہی اقتدار کو تسلیم کرو اور میرے بھائی شہاب الدین سے اپنی بہن کا نکاح کر دو"۔

علاء الدین تکش کی فوج کشی کی دھمکی

خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) خط کو پڑھ کر بہت دیر تک سکوت میں رہا' پھر اپنے امراء وارکین دولت سے مشورہ کر کے تنبیہ کا خط لکھا' فوج کشی کی دھمکی دی' غیاث الدین نے جواب کی جگہ اپنے ہمشیر زادہ ابو غازی (الپ غازی) اور بہاء الدین والیٔ بجستان کی سرکردگی میں غوری فوج کو خوارزم کی طرف بڑھنے کا حکم دیا' ان دونوں سپہ سالاروں کے ساتھ سلطان شاہ کو بھی روانہ کیا' اور موید والیٔ نیشاپور کو لکھا کہ ان کی حمایت و امداد اپنا فرض اولیں سمجھو ہر وقت تیار رہو' (موید کی لڑکی غیاث الدین کی زوجہ تھی) موید نے فوجیں مسلح کر کے نیشاپور کے باہر خوارزم کے راستہ پر پڑاؤ کیا' خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) لشکر غوری سے مقابلے کے لئے خوارزم سے روانہ ہوا اثناء راہ میں یہ خبر لگی کہ موید' نیشاپور سے روانہ ہو کر خوارزم کے راستہ پر قیام پذیر ہے' دل میں خطرہ پیدا ہوا اور خوارزم واپس ہوا' مال و اسباب اور خزانہ

لے کر دریائے جیحوں عبور کر کے بادشاہ خطا کے پاس چلا گیا۔ اور خوارزم کو خالی کر دیا۔

وفات سلطان شاہ

اہل خوارزم کو اس سے سخت تردد کا سامنا ہوا، رؤسا شہر کا وفد سلطان شاہ اور ابو غازی کی خدمت میں حاضر ہوا اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کیا، گورنر مقرر کرنے کی درخواست کی اتنے میں آخر ماہ رمضان ۵۸۹ھ کا وقت آ گیا، سلطان شاہ کی موت سامنے آ کر کھڑی ہو گئی، دل کی دل ہی میں رہ گئی اور آخرت کا سفر اختیار کیا ابو غازی سلطان شاہ کے ہمراہیوں اور مصاحبوں کے ساتھ اپنے ماموں غیاث الدین کے پاس واپس آیا۔ غیاث الدین نے سلطان شاہ کے سرداروں کو اپنی خدمت میں رکھ لیا اور جاگیریں مرحمت فرمائیں۔

علاء الدین تکش اور غیاث الدین غوری میں مصالحت

علاء الدین تکش اپنے بھائی سلطان شاہ کی خبر موت سن کر خوارزم واپس آیا، سرخس اور مرو پر اپنا شحنہ (انسپکٹر جنرل پولیس) مقرر کیا، عمر مرغنی امیر ہرات نے ایک دستہ فوج بھیج دیا۔ جس نے علاء الدین تکش کے شحنہ کو سرخس اور مرو میں گھسنے نہ دیا اور یہ کہا کہ جب تک سلطان غیاث الدین کی اجازت نہ ہو گی سرخس اور مرو کی سرزمین میں قدم نہیں رکھ سکتے" خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے غیاث الدین کی خدمت میں پیام صلح بھیجا، سسرالی رشتہ قائم کرنے کی درخواست کی، ایلچی کے ساتھ بطور وفد فقہا خراسان اور رؤسا علویہ کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے غیاث الدین کو سمجھایا" اور یہ ظاہر کیا کہ خوارزم شاہ سے مصالحت کرنا اس وجہ سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی حمایت کرتا ہے ترکوں اور بادشاہ خطا کے مظالم سے بلاد اسلامیہ کو محفوظ رکھتا ہے اور اگر بادشاہ سلامت مصالحت خلاف مصلحت سمجھتے ہیں تو مرو کو مرکز حکومت بنائیں تاکہ خطا کے کافر ترکوں سے بلاد اسلامیہ محفوظ و مامون رہیں، چنانچہ غیاث الدین نے علاء الدین تکش سے مصالحت کر لی اور اس کے بھائی کے تمام مقبوضہ بلاد کو اس کے حوالہ کر دیا۔

ترکان غز کو اس کی خبر لگی، منہ میں پانی بھر آیا، لوٹ اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ دن دہاڑے لوٹنے لگے، دیہات، قصبات اور شہروں کو تاراج کرنے پر کمر باندھ لی، علاء الدین تکش (خوارزم شاہ) نے فوجیں فراہم کیں، سرخس، مرو، نسا، اور ابیورد کا شیرازہ نظم و نسق درست کیا۔ حفاظت پر فوج کو

متعین کیا، ترکان غز کا دندان شکن جواب دیا۔

جنگ علاء الدین تکش اور موید

ترکوں کے فسادات کا سد باب کر کے طوس کو سر کرنے کا خیال پیدا کیا، طوس پر موید کا قبضہ تھا۔ علاء الدین تکش کے حملہ کی خبر پا کر طوس کے بچانے کے لئے فوج لے کر روانہ ہوا۔ علاء الدین تکش نے اس سے مطلع ہو کر طوس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مصلحتاً خوارزم کی طرف واپس ہوا۔ راستہ میں جس قدر کنوئیں اور چشمے ملے سب کا پانی خراب کرتا گیا۔ موید تعاقب میں چلا۔ پانی نہ ملنے سے سخت پریشان ہوا، جس وقت کف دست میدان میں پہنچا اور فوج پیاس کی شدت سے بیتاب ہوئی، علاء الدین تکش نے پلٹ کر حملہ کر دیا، موید کی فوج مقابلہ نہ کر سکی، شکست کھا گئی، اور موید گرفتار ہو گیا، علاء الدین تکش کے سامنے پیش ہوا علاء الدین تکش نے فوراً گردن مار دی، مظفر و منصور خوارزم واپس آیا۔

علاء الدین تکش کی نیشاپور پر فوج کشی

نیشاپور میں موید کے قتل کے بعد اس کا بیٹا طغان شاہ حکمراں ہوا، آئندہ سال علاء الدین تکش (خوارزم شاہ) نے نیشاپور پر چڑھائی کی، محاصرہ کیا، طغان شاہ نے نیشاپور سے نکل کر مقابلہ کیا، قسمت میں شکست لکھی تھی گرفتار ہو گیا، علاء الدین تکش نے نیشاپور اور طغان شاہ کے تمام مقبوضہ علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ طغان شاہ اور اس کے اہل و عیال اور اعزا کو خوارزم لے آیا اور وہیں ٹھہرایا' علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یہ روایت پہلی روایت کی مخالف ہے جسے آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اگر ان دونوں روایتوں میں تطبیق کا امکان ہوتا تو میں ضرور تطبیق کی کوشش کرتا۔ میں نے دونوں روایتوں کو اس وجہ سے لکھ دیا ہے کہ ناظرین پڑھ کر اپنے دل میں فیصلہ کر لیں کہ کون سی روایت صحیح اور قابل اعتماد ہے۔ مسافت بعیدہ کی وجہ سے میں نہیں طے کر سکا واللہ تعالیٰ اعلم

جنگ سلطان طغرل اور قطلغ

ہم اوپر سلاطین سلجوقیہ کے حالات میں لکھ آئے ہیں کہ ارسلان شاہ بن طغرل، ایلد کز اور اس کے بیٹے پہلوان کی کفالت میں تھا، سلطنت کا کاروبار ملک کا نظم و نسق ایلد کز اور اس کے بیٹے پہلوان کے قبضہ میں تھا پہلوان کے بعد اس کا بھائی ازبک بن ایلد کز حکمران ہوا۔ اس نے سلطان طغرل کو قید میں ڈال دیا۔ ازبک کے مرنے پر اس کا بھتیجا قطلغ بن پہلوان حکمران ہوا۔

قطلغ نہایت کمزور طبیعت تھا۔ سلطان طغرل کو موقع مل گیا۔ جیل سے نکل بھاگا ۵۸۸ھ میں فوجیں فراہم کر کے قطلغ پر چڑھائی کر دی، قطلغ کو شکست ہوئی، رے جا کر دم لیا۔ خوارزم شاہ علاء الدین تکش سے امداد کی درخواست کی، علاء الدین تکش خوارزم شاہ فوجیں لے کر امداد پر آیا۔ قطلغ کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا، خوارزم شاہ نے رے پر قبضہ کر لیا، قلعہ طبرک کو بھی دبا لیا، جب اسے یہ خبر پہنچی کہ اس کا بھائی سلطان شاہ خوارزم کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے تو رے اور قلعہ طبرک پر والی اور محافظ مقرر کر کے خوارزم واپس ہوا۔ راستہ میں یہ خبر سننے میں آئی کہ اہل خوارزم نے مقابلہ کیا اور سلطان شاہ کو ناکام واپس کر دیا خوارزم شاہ کو اس سے بے حد مسرت ہوئی۔ خوارزم پہنچ کر موسم سرما ختم ہونے تک ٹھہرا رہا۔

خوارزم شاہ کا قلعہ سرخس پر قبضہ

اس کے بعد ۵۸۹ھ میں سلطان شاہ سے جنگ کرنے کے لئے مرو روانہ ہوا۔ صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا، والی قلعہ سرخس نے جو سلطان شاہ کی طرف سے تھا امان حاصل کر کے قلعہ سپرد کر دیا خوارزم شاہ نے قبضہ کر لیا، اور سلطان شاہ نے اسی سنہ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ میدان خالی ہو گیا کوئی مزاحمت کرنے والا نہ رہا خوارزم نے مرو، ابیورد، نسا، طوس اور تمام مقبوضات سلطان شاہ پر قبضہ کر لیا، مال اور خزانہ پر بھی قابض ہو گیا اپنے بیٹے علاء الدین محمد کو خوارزم سے طلب کر کے مرو کی حکومت دی اور اپنے بڑے بیٹے ملک شاہ کو نیشاپور کی حکومت پر مامور کیا۔ یہ واقعات ۵۸۹ھ کے ہیں۔

سلطان طغرل کی رے پر فوج کشی

۵۹۰ھ میں سلطان طغرل سلجوقی نے رے پر چڑھائی کی قطلغ اینانج جو خوارزم شاہ کی طرف سے حاکم رے تھا۔ رے چھوڑ کر بھاگ نکلا، خوارزم شاہ کی خدمت میں امداد حاصل کرنے اور عذر پیش کرنے کی غرض سے اپنے لڑکے کو بھیجا۔ اتفاق سے جس وقت قطلغ اینانج کا بیٹا خوارزم شاہ کے دربار میں باریاب ہوا اسی وقت خلیفہ عباسی بغداد کا ایلچی فرمان خلافت لے کر پہنچا جس میں سلطان طغرل سلجوقی کی شکایت تحریر تھی۔ اس فرمان میں سلطان طغرل سلجوقی کی شکایت کے علاوہ یہ بھی تحریر کیا تھا کہ خلافت پناہ تمہیں سلطان طغرل کے مقبوضہ ممالک کی سند حکومت بھی عطا فرماتے ہیں اس سرکش کو نکال کر قبضہ کر لو، چنانچہ خوارزم شاہ، نیشاپور سے رے روانہ ہوا، قطلغ اینانج اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نیازمندانہ حاضر ہوا اور اس کی رکاب میں رے کی طرف چلا خوارزم شاہ نے پہنچتے ہی سلطان طغرل

اس سے قبل کہ وہ اپنی فوج کو جمع اور مرتب کر کے میدان جنگ میں حملہ کر دیا۔ تاج دار سلجوقی تلوار کھینچ کر خوارزمی فوج میں گھس پڑا، خوارزمیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر مار ڈالا یہ واقعہ ۲۴؍ ربیع الاول ۵۹۰ھ کا ہے خوارزم شاہ نے کامیابی کے بعد سلطان طغرل کا سر دارالخلافت بغداد روانہ کیا اور ہمدان و بلاد جبل پر قابض ہو گیا۔

خوارزم شاہ اور وزیر موید الدین

وزیر السلطنت موید الدین بن قصاب کو خلیفہ ناصر عباسی نے خوارزم شاہ کی کمک پر بغداد سے روانہ کیا تھا۔ ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر آکر ٹھہرا۔ خوارزم شاہ نے موید الدین کی طرف کوچ کیا، موید الدین کو خطرہ پیدا ہوا، کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا خوارزم شاہ سے ملاقات تک نہ کی۔ خوارزم شاہ ہمدان واپس آیا۔ ہمدان اور اس کے تمام ملحقات کی حکومت قطلغ اینانج کو عنایت کی، اپنے غلاموں اور خادموں کو جاگیریں دیں، میاجق کو ان سب کا سردار مقرر کیا اور خوارزم واپس آیا

وزیر موید الدین کا خوزستان پر قبضہ

خوارزم شاہ کی واپسی کے بعد میاجق اور قطلغ اینانج میں اَن بن ہو گئی ۵۹۱ھ میں دونوں گتھ گئے قطلغ اینانج کو شکست ہوئی وزیر السلطنت موید الدین بن قصاب نے اس سے فائدہ اٹھایا، خوزستان پہنچ کر قبضہ کر لیا، خوزستان کے علاوہ اکثر بلاد فارس پر جو بنی شملہ اور اس کے امراء کے قبضہ میں تھے قابض ہو گیا۔ بنی شملہ اور ان کے امراء کو دارالخلافت بغداد روانہ کر دیا، جمعیت خاطر کے ساتھ ملک کا نظم و نسق کرنے لگا۔

وزیر موید الدین کا ہمدان پر قبضہ

قطلغ اینانج شکست کھا کر بحال پریشان وزیر السلطنت کی خدمت میں پہنچا، امداد کی درخواست کی، وزیر السلطنت نے اسے تسلی و تشفی دی اور فوج لے کر اس کے ہمراہ ہمدان روانہ ہوا، سیاجق اور خوارزم شاہ کا لڑکا مقابلہ کے قصد سے نکلے۔ لیکن جوں ہی وزیر کے لشکر سے مقابلہ ہوا میاجق اور خوارزم شاہ نے ہمدان کو خیرباد کہہ کر رے کا راستہ لیا اور وزیر السلطنت نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ ۵۹۱ھ کا ہے۔

وزیر موید الدین کی رے پر فوج کشی

ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد وزیر السلطنت اور قطلغ اینانج نے رے کا قصد کیا۔ خوارزمی لشکر نے رے بھی چھوڑ دیا دامغان کی طرف روانہ ہوا۔

وزیر السلطنت کی فوج نے تعاقب کیا، بسطام اور جرجان تک تعاقب کر کے واپس آئی وزیر السلطنت نے رے اور اس کے قرب وجوار کے تمام شہروں پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

قطلغ ایتانج کی بغاوت

ان واقعات کے بعد قطلغ ایتانج نے وزیر السلطنت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ رے میں قلعہ بند ہو گیا وزیر السلطنت نے سرکوبی پر کمر باندھی، رے پر محاصرہ کیا، چند روز بعد قطلغ ایتانج مغلوب اور زیر ہوا رے چھوڑ کر ساوہ چلا گیا۔ وزیر السلطنت نے تعاقب کیا مقام دربندکرخ۔ میں مقابلہ ہو گیا، ایک دوسرے سے گتھ گئے قطلغ ایتانج بہ ہزار خرابی اپنی جان بچا کر معرکہ کارزار سے بھاگ نکلا۔ ساری فوج کٹ گئی، وزیر السلطنت نے ہمدان کی طرف کوچ کیا، تین مہینے تک ہمدان کے باہر پڑاؤ کئے رہا۔

وزیر موید الدین کی وفات

خوارزم (علاء الدین تکش) نے وزیر السلطنت کی دست درازیوں سے متاثر ہو کر وزیر السلطنت کے ان افعال پر ناراضگی کا اظہار کیا اور جن شہروں پر وزیر نے قبضہ کر لیا تھا اُن کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ وزیر السلطنت نے کچھ جواب نہ دیا، خوارزم شاہ سخت برہم ہوا، فوج مرتب کر کے ہمدان کی طرف بڑھا، اتفاق یہ کہ خوارزم شاہ کے پہنچنے سے پیشتر وزیر السلطنت اس عالم سے کوچ کر گیا تھا۔ ماہ شعبان ۵۹۲ھ میں وزیر کی فوج سے مقابلہ کی نوبت آئی، خوارزم شاہ نے اسے شکست دی اور نہایت سختی سے پامال کیا، وزیر السلطنت کی نعش کو قبر سے نکالا، سر کاٹ کر خوارزم روانہ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ میں نے معرکہ کارزار میں وزیر کو قتل کیا ہے۔ الغرض ہمدان پر قابض ہو کر اصفہان سر کرنے کی غرض سے فوج روانہ کی اصفہان پر قبضہ ہونے کے بعد اپنے بیٹے کو اصفہان میں ٹھہرا کر خوارزم واپس آیا۔

سیف الدین طغرل

خوارزم شاہ کے واپس ہوتے ہی خلیفہ ناصر عباسی کا لشکر سیف الدین طغرل کی ماتحتی میں اصفہان آ پہنچا۔ (سیف الدین طغرل وہی شخص ہے جس نے بلاد سحف کو عراق سے علیحدہ کیا تھا) اہل اصفہان نے خوارزمی سپاہ اور اس کے حکمراں کے مظالم سے تنگ آ کر دربار خلافت میں یہ تحریک کی تھی کہ "خلافت مآب تھوڑی سی فوج اصفہان بھیج دیں ہم لوگ نہایت خوشی اور مستعدی سے قبضہ دلائیں گے، خوارزمیوں کے مظالم ہم پر بہت زیادہ ہو گئے ہیں" جب بغدادی لشکر اصفہان کے قریب

پہنچا۔ خوارزم شاہ کی فوج نے اصفہان چھوڑ دیا، اپنے بادشاہ کے پاس چلی گئی، سیف الدین طغرل نے قبضہ کر لیا۔

کوکجہ کا رے پر قبضہ

اس کے بعد پہلوان کے غلاموں نے جمع ہو کر اپنے سرداروں میں سے کوکجہ نامی ایک سردار کو اپنا امیر بنایا اور رے کی طرف قبضہ کرنے کے لئے بڑھے، رے پر قبضہ کر کے اصفہان پر دھاوا کیا اور اسے بھی لے لیا، اس سے کوکجہ کے حوصلے بڑھے۔ بادشاہت کی سوجھی دارالخلافت بغداد میں نیازمندی کا عریضہ بھیجا، رے جوار رے، ساوہ قم، قاشان اور اس کے ملحقات کی سند حکومت طلب کی، اصفہان، ہمدان، زنجان اور مرو دلوان خلافت کو حوالہ کرنے کے لئے لکھا، خلافت مآب نے اس تقسیم و مفاہمت کو منظور فرما کر حکم نامہ روانہ فرمایا۔

ملک شاہ بن علاء الدین تکش

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے اپنے بیٹے ملک شاہ کو ۵۸۹ھ میں نیشاپور کی حکومت عطا کی تھی خراسان کو بھی اس کی گورنری میں شامل کیا تھا۔ اور اپنے بعد تخت و تاج کا اسے وارث قرار دیا تھا۔ چنانچہ ۵۹۳ھ تک ملک شاہ نیشاپور پر حکومت کرتا رہا۔ اسی سنہ کے ماہ ربیع الآخر میں مر گیا، ایک لڑکا جس کا نام ہندو خان تھا چھوڑ گیا، خوارزم شاہ نے اپنے دوسرے بیٹے قطب الدین محمد کو نیشاپور کی حکومت پر مامور کیا۔ اسی کو خوارزم شاہ نے اس سے پہلے مرو کی گورنری دی تھی۔

خوارزم شاہ اور خلیفہ ناصر

جس وقت خوارزم شاہ نے رے، ہمدان اور اصفہان پر قبضہ کر لیا، ابن قصاب اور عساکر بغداد کو شکست دی۔ خلیفہ ناصر عباسی کی خدمت میں خطبہ میں نام داخل کرنے کی درخواست کی، خلیفہ ناصر عباسی کو پس و پیش ہوا، غیاث الدین غوری بادشاہ غزنی کو لکھ بھیجا کہ "مابدولت واقبال کا منشا یہ ہے کہ تم خوارزم شاہ پر حملہ کر کے اس کے مقبوضات پر قبضہ کر لو تاکہ خوارزم شاہ عراق کا ارادہ ترک کر دے" غیاث الدین غوری نے خوارزم شاہ کو ملک چھین لینے اور جنگ کی دھمکی دی، خوارزم شاہ فکر میں پڑ گیا، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا مضمون ہو گیا نہ مقابلے کی قوت تھی اور نہ ملک چھوڑتے بنتا تھا۔ غور و فکر کر کے بادشاہ خطا سے خط و کتابت شروع کی، غیاث الدین غوری کے مقابلے میں امداد چاہی اور اس کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ اگر امداد سے ذرا بھی پہلو تہی کی

جائے گی تو غیاث الدین غوری بلاد خوارزم پر اسی طرح قبضہ کرے گا جیسے کہ بلخ پر قبضہ کر لیا ہے اس وقت بادشاہ خطا کو سخت خطرہ پیش آئے گا اور ماوراء النہر پر قبضہ رکھنا دشوار ہو جائے گا"۔

شاہ خطا کی بلخ پر فوج کشی

اس بنا پر بادشاہ خطا نے مملکت غوری پر چڑھائی کر دی بہاء الدین سام والیٔ بامیان کو جو ان دنوں بلخ میں تھا بلخ چھوڑ دینے کو لکھا، دیہاتوں قصبات اور شہروں پر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھایا، ادھر خود خوارزم شاہ نے ہرات کی طرف پیش قدمی شروع کی رفتہ رفتہ طوس تک پہنچ گیا، امراء غوریہ محمد بن جربک حاکم طالقان، حسین بن خرمیل اور خروش وغیرہ اس رنگ کو دیکھکر خراسان میں جمع ہوئے، فوجیں فراہم کیں اور متفق ہو کر بادشاہ خطا کی فوج پر حملہ کیا گھمسان کی لڑائی ہوئی، آخر کار میدان امراء غوریہ کے ہاتھ رہا، بادشاہ خطا کو شکست ہوئی مارتے مارتے جیحوں تک پہنچا دیا، بہت سے قتل کیے گئے اور بے شمار دریا میں ڈوب مرے۔

خوارزم شاہ کی اطاعت

بادشاہ خطا نے شکست اور نقصان کا خوارزم کو ذمہ دار قرار دیا، اس وقت خوارزم شاہ کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی، غیاث الدین غوری سے بگاڑ پہلے ہی سے تھا۔ بادشاہ خطا علیحدہ مطالبہ کر رہا تھا۔ آخر کار بہت غور کے بعد سلطان غیاث الدین کی خدمت میں معذرت کی، سلطان غیاث الدین نے مکرر اصرار پر خوارزم شاہ کی معذرت قبول کی، خلیفہ عباسی کی اطاعت، فرماں برداری کی ہدایت کرتے ہوئے ان مقامات کو واپس لینے کا حکم دیا، جنھیں بادشاہ خطا نے مسلمانوں سے چھین لیا تھا۔ جب خوارزم شاہ کو غیاث الدین کی جانب سے اطمینان ہو گیا تو بادشاہ خطا کو یہ جواب دیا کہ "تمھاری قوم اور تمھاری فوج میری امداد پر نہیں آئی تھی، بلکہ تمھیں ملک گیری کی ہوس تھی، بلخ کو غوریوں کے قبضہ سے نکالنے میں یہ تکلیفیں پیش آئیں، میں سلطان غیاث الدین کی حکومت کا مطیع ہو گیا ہوں مجھ سے کچھ امید نہ رکھو"۔

جنگ خوارزم شاہ اور شاہ خطا

بادشاہ خطا اس جواب سے برہم ہوا خوارزم شاہ کو زیر کرنے کی غرض سے ایک بڑی فوج روانہ کی، خوارزم پر محاصرہ کیا خوارزم شاہ نے مدافعانہ جنگ شروع کی، لشکر خطا بہت سا جانی اور مالی نقصان اٹھا کر واپس ہوا۔ لشکر خطا کا ایک حصہ اپنے ملک واپس گیا اور ایک حصہ نے بخارا جا کر پناہ لی۔ خوارزم شاہ نے تعاقب کیا بخارا پہنچ کر محاصرہ کیا، اہل بخارا لشکر خطا کے

ساتھ خوارزم شاہ کی فوج سے لڑ رہے تھے' آخر خوارزم شاہ کی فوج سے لڑ رہے تھے' آخر خوارزم شاہ نے ایک مدت کے محاصرہ وجنگ کے بعد بزور تیغ ۵۹۴ھ میں اسے فتح کر لیا۔ اور کچھ عرصہ قیام کر کے خوارزم واپس آیا۔

میاجق کی بغاوت

ماہ ربیع الاول ۵۹۵ھ میں خوارزم شاہ (علاء الدین تکش) نے رے اور بلادِ جبل کی طرف کوچ کیا' گورنر میاجق اور امراء پہلوانیہ باغی نے بغاوت و مخالفت کا جھنڈا بلند کیا تھا' خوارزم شاہ کی آمد کی خبر پا کر میاجق رے چھوڑ کر بھاگ گیا' خوارزم شاہ نے میاجق کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا' میاجق نے تعمیل نہ کی' خوارزم شاہ نے تعاقب پر کمر باندھی۔ میاجق ایک مقام سے دوسرے مقام پر جا کر دم لیتا تھا اور خوارزم شاہ تعاقب میں تھا۔ میاجق کے بہت سے ہمراہیوں نے خوارزم شاہ سے امان حاصل کر کے میاجق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ میاجق نے مازندران کے ایک قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ قلعہ بند ہو گیا' خوارزم شاہ نے ایک دستہ فوج کو محاصرہ اور تعاقب کا حکم دیا۔ چنانچہ میاجق پابہ زنجیر خوارزم شاہ کے دربار میں پیش کیا گیا۔ خوارزم شاہ نے جیل میں ڈال دیا۔

خوارزم شاہ نے دربار خلافت میں ان واقعات کی اطلاع دی' خلیفہ ناصر عباسی بے حد خوش ہوا' اسے اور اس کے بیٹے قطب الدین محمد کو خلعت عنایت کیا اور ان صوبجات کی سند حکومت مرحمت فرمائی' خوارزم شاہ نے دربار عام میں خلعت کو زیب بدن کیا' اور انتہائی مسرت وشادمانی کا اظہار کیا۔

خوارزم شاہ کا محاصرۂ قلعہ موت

اس کے بعد خوارزم شاہ نے ملحدوں[1] کے سر کرنے کی طرف توجہ کی' قزوین کے قریب ان کا ایک قلعہ تھا اسے سر کیا' ملحدوں نے قلعہ موت میں جا کر پناہ لی' خوارزم شاہ نے اس پر بھی محاصرہ کیا' صدر الدین محمد بن وازن رئیس شافعیہ رے اس محاصرے میں شہید ہوئے' خوارزم شاہ انھیں بے حد دوست رکھتا تھا' دربار شاہی میں ان کی بے حد قدر و منزلت تھی۔ چند دن محاصرہ کر کے خوارزم کی جانب واپس ہوا اثنائے راہ میں ملحدوں نے خوارزم شاہ کے

---

[1] غالباً مورخ نے ملحد سے فرقہ باطنیہ مراد لیا ہے کیونکہ قلعہ موت ان کا مقر و مسکن تھا جس کا خوارزم شاہ نے آئندہ محاصرہ کیا تھا۔ مترجم

وزیر نظام الملک مسعود بن علی کو بحالت غفلت مار ڈالا، خوارزم شاہ نے اپنے بیٹے قطب الدین محمد کو ملحدوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ قطب الدین محمد نے قلعہ ترشیش پر محاصرہ کیا ملحدوں نے جنگ سے تنگ آکر صلح کا پیام دیا۔ ایک لاکھ دینار تاوان جنگ دینے کا اقرار کیا۔ قطب الدین محمد نے صلح سے انکار کیا، لڑائی جاری رکھی اتنے میں اس کے باپ (خوارزم شاہ) کی علالت کی خبر پہنچی۔ مصالحت کرلی اور زر تاوان (ایک لاکھ دینار) وصول کرکے خوارزم واپس آیا۔

علاء الدین تکش کی وفات

ماہ رمضان ۵۹۶ھ میں خوارزم شاہ نیشاپور جارہا تھا۔ راہ میں بیمار ہوگیا مرض کی شدت بڑھی اپنے بیٹے قطب الدین محمد کو طلبی کا خط لکھا، قطب الدین محمد آنے نہ پایا تھا کہ خوارزم شاہ (علاء الدین بن الپ ارسلان بن اتسز بن محمد انوشتکین) کی موت سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔

قطب الدین محمد بن علاء الدین تکش

اس وقت خوارزم شاہ کے قبضہ میں خوارزم، رے، ہمدان بلاد جبلیہ اور زیادہ حصہ خراسان کا تھا اس کے مرنے کے بعد قطب الدین محمد پہنچا، اراکین دولت نے قطب الدین محمد کے ہاتھ پر حکومت وامارت کی بیعت کی، علاء الدین کا لقب دیا (یہی لقب اس کے باپ کا تھا) علاء الدین ثانی نے اپنے باپ کا جنازہ خوارزم پہنچا کر اس مدرسہ میں سپرد زمین کیا جسے علاء الدین خوارزم شاہ نے تعمیر کرایا تھا۔

علاء الدین تکش کا کردار

خوارزم شاہ (علاء الدین تکش نہایت عادل، نیک سیرت، فنون جنگ کا ماہر سیاسیات سے واقف، اصول فقہ اور فقہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا عالم تھا باوجودیکہ غیاث الدین غوری، بادشاہ غزنی اور خوارزم شاہ میں عداوت ومخالفت بہت دنوں سے قائم تھی۔ لیکن خوارزم شاہ کی قدر ومنزلت کے خیال سے جب اس کی موت کی خبر غزنی پہنچی تو غیاث الدین غوری نے تعزیت کا دربار کیا تین روز غزنی کا بازار بند رہا۔

باب ۹

علاء الدین محمد بن تکش اور تاتار

تخت نشینی

خوارزم شاہ قطب الدین محمد نے تخت حکومت پر متمکن ہو کر اپنے بھائی علی شاہ کو جو کہ اپنے باپ علاء الدین تکش کی وفات کے وقت اصفہان میں تھا طلبی کا خط لکھا، اس بنا پر علی شاہ اصفہان سے خوارزم روانہ ہوا، اہل اصفہان نے اس کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا اپنے بھائی کے پاس خوارزم پہنچا۔ خوارزم شاہ قطب الدین محمد نے خراسان کی حکومت دی، علی شاہ نے نیشاپور کا قصد کیا، نیشاپور میں ہندو خان بن ملک شاہ بن خوارزم شاہ علاء الدین تکش حکومت کر رہا تھا۔ ہندو خان کو اس کے دادا (علاء الدین تکش بادشاہ خوارزم) نے اپنے بیٹے ملک شاہ کے مرنے کے بعد ہی نیشاپور کی حکومت پر متعین کیا تھا، چونکہ ملک شاہ اور قطب الدین محمد علاء الدین تکش کے بیٹوں میں عداوت کا سلسلہ چلا آ رہا تھا اس وجہ سے ہندو خاں اپنے چچا قطب الدین محمد سے خائف رہتا تھا۔ علاء الدین تکش بادشاہ خوارزم کے مرنے پر مال و اسباب اور شاہی خزانہ لوٹ کر مرو چلا گیا۔

جنگ علاء الدین ثانی اور ہندو خاں

اس کے بعد ہندو خاں نے فوج فراہم کر کے خراسان پر دھاوا کیا، خوارزم شاہ علاء الدین ثانی نے جنقر ترکی کی ماتحتی میں ہندو خاں کی مدافعت کے لئے فوجیں روانہ کیں، ہندو خاں کو مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی، پست ہمتی اور بزدلی سے بھاگ گیا۔ غیاث الدین غوری کے پاس پہنچا۔ غیاث الدین نے عزت و احترام سے ٹھہرایا، امداد و اعانت کا وعدہ کیا، جنقر ترکی نے مرو میں داخل ہو کر ہندو خاں کی ماں اور اس کے لڑکوں کو بعزت و احترام

خوارزم شاہ کی خدمت میں روانہ کیا۔

غیاث الدین غوری اور جنقر ترکی

غیاث الدین غوری نے محمد بن جربک والی طالقان کو لکھا کہ جنقر ترکی کو مرو سے نکال کر قبضہ کر لو، چنانچہ محمد بن جربک نے طالقان سے مرو کا قصد کیا، جنقر ترکی کے پاس خط بھیجا، مرو میں غیاث الدین کے نام کا خطبہ پڑھنے کی ہدایت کی عدم تعمیل کی صورت میں مرو پر قبضہ اور جنگ کی دھمکی دی، جنقر ترکی نے بظاہر خوارزم شاہ کو خوش کرنے کی غرض سے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ لیکن درپردہ امان کی درخواست کی، شہر سپرد کرنے کا اقرار کیا، یہی باعث تھا کہ غیاث الدین غوری کی طمع ملک گیری بڑھ گئی، خوارزم شاہ کے ممالک مقبوضہ پر قبضہ کرنے کی ہوس ہوئی، اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو خراسان پر فوج کشی کا حکم دیا واللہ اعلم۔

شہاب الدین غوری کی مرو پر فوج کشی

جس وقت جنقر ترکی گورنر مرو نے غیاث الدین غوری سے امان حاصل کر کے مرو حوالہ کر دیا، غیاث الدین غوری کو خوارزم شاہ کے مقبوضات خراسان پر قبضہ کی طمع دامن گیر ہوئی جیسا کہ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں، غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کو خراسان پر قبضہ کرنے کے لئے بلا بھیجا، غیاث الدین نے اپنے نائب عمر بن محمد مرغنی گورنر ہرات سے خراسان پر چڑھائی کرنے کی بابت مشورہ کیا، عمر بن محمد مرغنی نے مخالفت کی۔ اتنے میں شہاب الدین، غزنی، غور اور بجستان کی فوجیں لئے ہوئے آ گیا، ماہ جمادی الاول ۵۹۷ھ میں خوارزم شاہ کے مقبوضہ علاقہ کو سر کرنے کے لئے بڑھا، طالقان کے قریب جنقر ترکی والئ مرو کا خط موصول ہوا، لکھا تھا کہ "جس قدر جلد ممکن ہو مرو پر آ کر قبضہ کر لیجئے۔ خوارزم شاہ میں اس قدر طاقت نہیں ہے کہ وہ مقابلہ کر سکے" شہاب الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین سے اجازت لے کر مرو پر دھاوا کیا، خوارزمی سپاہ جو اس وقت مرو میں تھی مقابلہ پر آئی اہل مرو بھی خوارزمی فوج کے ساتھ لڑنے کے لئے نکلے، لڑائی ہوئی، شہاب الدین غوری نے انہیں مغلوب کر کے اپنی فوج کو شہر میں داخل کر دیا، ہاتھیوں کا جھنڈ لے کر شہر پناہ کے ڈھانے کو بڑھا۔ اہل شہر نے یہ رنگ دیکھ کر اطاعت قبول کی، شہر پناہ کا

دروازہ کھول دیا، جنقر ترکی شہاب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مرو فتح کرنے کے بعد غیاث الدین غوری مرو میں داخل ہوا۔ جنقر ترکی کو ہرات بھیج دیا اور مرو ہندو خاں ملک شاہ کے حوالے کر دیا جیسا کہ اس سے وعدہ کیا تھا۔

سرخس اور طوس کی تسخیر

مرو کو سر کر کے غیاث الدین غوری نے سرخس کا قصد کیا۔ سرخس صلح و امان سے فتح ہوگیا۔ اپنے چچا زاد بھائیوں میں سے زنگی بن مسعود کو سرخس کی حکومت دی، لسنار اور ابیورد کو بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا، طوس کی طرف قدم بڑھایا، تین دن کے محاصرہ و جنگ کے بعد اہل طوس نے امان کی درخواست کی، شہاب الدین نے انھیں امان دی اور طوس پر قبضہ کر لیا۔

جنگ غیاث الدین اور علی شاہ بن خوارزم شاہ

اس کے بعد علی شاہ بن خوارزم شاہ تکش (علاء الدین محمد کا نائب)، والیٔ نیشاپور کے پاس شہر حوالہ کرنے اور اطاعت و فرماں برداری کا پیام بھیجا، علی شاہ نے شہر حوالہ کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری سے انکار کیا۔ غیاث الدین نے حملہ کا حکم دے دیا۔ نیشاپور میں لڑائی کا نیزہ گڑ گیا۔ ایک طرف سے غیاث الدین نے حملہ کیا دوسری جانب سے اس کا بھائی شہاب الدین اپنی رکاب کی فوج لے کر بڑھا[1]۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ باغات کاٹ ڈالے، کھیتیاں برباد کر دیں، دیہات اور قصبات کو اجاڑ دیا قتل و غارت کا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ بزور تیغ نیشاپور میں غوری فوجیں داخل ہوگئیں۔ الامان الامان کا شور برپا ہوا۔ امان دی گئی علی شاہ گرفتار ہو کر غیاث الدین غوری کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ غیاث الدین غوری نے نہایت تپاک سے لیا۔ عزت و احترام سے پیش آیا اور امراء خوارزمیہ کا سردار بنا کر ہرات کی طرف روانہ کیا۔

امارت خراسان پر ضیاء الدین محمد کا تقرر

خراسان کی حکومت پر اپنے چچا زاد بھائی اور داماد ضیاء الدین محمد بن علی غوری'' کو مامور کیا۔ نیشاپور کو مرکز حکومت

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

بنانے کا حکم دیا، علاء الدین کے خطاب سے مخاطب کیا۔ سرداران غوریہ کی ایک جماعت کو علاء الدین کی خدمت میں رہنے کا اشارہ کیا۔ اہل نیشاپور کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ جس کا جو مال یا اسباب لوٹ لیا گیا تھا اس کا کافی معاوضہ دیا۔ انعامات دیئے جائزے دیئے، ان کاموں سے فارغ ہو کر ہرات گیا اور علی شاہ کو اپنے بھائی شہاب الدین غوری کو سپرد کیا۔

قرامطیوں کا قتل عام

شہاب الدین غوری نے ہرات سے قہستان کی طرف کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ جہاں کے رہنے والے اسمٰعیلیہ مذہب رکھتے تھے۔ کسی نے یہ خبر دی کہ اس گاؤں کے رہنے والے اسمٰعیلیہ فرقہ کے ہیں، شہاب الدین نے ان کے قتل کا حکم دیدیا پھر کیا تھا جتنے لڑنے والے تھے مار ڈالے گئے، لڑکے اور عورتیں لونڈی اور غلام بنائے گئے۔ مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ مکانات منہدم کر دیئے گئے، گاؤں ویران ہو گیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے قلعہ کی طرف قدم بڑھایا جو قہستان کے نواح میں تھا۔ یہ قلعہ بھی فرقہ اسمٰعیلیہ کا تھا۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد امان کے ساتھ فتح ہوا۔ سرداران غوریہ میں سے ایک سردار کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ بدعات دور ہو گئیں، شعائر اسلام قائم ہو گئے۔ اسی اثناء میں والیٔ قہستان کا خط سلطان غیاث الدین کی خدمت میں موصول ہوا، لکھا تھا "آپ کے بھائی شہاب الدین نے ہمارے مقبوضات میں دست درازی شروع کر دی ہے۔ متعدد مقامات کو سر کر لیا ہے۔ ہم نے کوئی بدعہدی نہیں کی، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے بھائی عہد شکنی پر کمر باندھی ہے"۔ سلطان غیاث الدین نے اپنے بھائی شہاب الدین کے پاس اپنے ایک معتمد علیہ امیر کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ فرقہ اسمٰعیلیہ کے مقبوضات پر دست اندازی نہ کرو۔ محاصرہ اٹھا کر میرے پاس چلے آؤ۔ اس وقت شہاب الدین فرقہ اسمٰعیلیہ کے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ بھائی کا پیام پا کر پیچ و تاب کھانے لگا، بالآخر تعمیل حکم سے انکار کر دیا۔ غیاث الدین کے فرستادہ امیر نے کہا "آپ کو سلطانی حکم کی تعمیل کرنا ہوگی، اگر آپ تعمیل نہ کریں گے تو میں آپ کو تعمیل حکم پر مجبور کروں گا، امیر نے یہ کہہ کر شہاب الدین کے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں، شہاب الدین کو اس سے حد درجہ کا غصہ پیدا ہوا۔ مگر بھائی کا حکم تھا خاموش ہو گیا۔ محاصرہ اٹھا کر

ہندوستان کا راستہ لیا۔

علاء الدین محمد بن تکش کی نیشاپور پر فوج کشی

جس وقت علاء الدین محمد بن تکش معروف بہ خوارزم شاہ تک یہ خبر پہنچی کہ غیاث الدین اور شہاب الدین غوری کی فوجیں خراسان سے واپس چلی گئیں اور شہاب الدین اپنے بھائی سے ناراض ہو کر ہندوستان چلا گیا ہے۔ اس وقت غیاث الدین کے پاس خط روانہ کیا، اور جن شہروں پر غوری فوج نے قبضہ کر لیا تھا ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، واپس نہ کرنے کی صورت میں یہ دھمکی دی کہ میں ترکان خطا سے امداد حاصل کر کے آپ کے مقابلہ پر آؤں گا، اس وقت آپ پر عرصہ زمین تنگ ہو جائے گا، چونکہ سلطان غیاث الدین عارضہ نقرس میں مبتلا تھا، نقل و حرکت نہ کر سکتا تھا، جواب کے بھیجنے میں شہاب الدین کی واپسی کے انتظار میں تاخیر کی۔ خوارزم شاہ نے علاء الدین غوری نائب سلطان غیاث الدین کو جو نیشاپور میں تھا شہر خالی کرنے کے لیے لکھا اور جنگ کی دھمکی دی، علاء الدین غوری نے غیاث الدین کو اس سے مطلع کیا۔ غیاث الدین نے جواب میں لکھا "تم گھبراؤ نہیں نیشاپور میں قدم جمائے رکھو میں تمھیں کافی طور پر مدد دوں گا" خوارزم شاہ نے آخر (۱۵/ ذی الحجہ) ۵۹۷ھ میں فوجیں فراہم کر کے نیشاپور کی طرف قدم بڑھایا۔ کوچ و قیام کرتا ہوا ابیورد کے قریب پہنچا۔

نیشاپور کا محاصرہ

ہندو خاں (غیاث الدین کا آزاد غلام) ابیورد چھوڑ کر فیروزکوہ غیاث الدین کے پاس، بھاگ گیا، خوارزم شاہ نے مرو، لسناء، اور ابیورد پر قبضہ کر لیا۔ نیشاپور پر حملہ کیا۔ نیشاپور میں علاء الدین غوری تھا۔ محاصرہ ڈال کر لڑائی چھیڑ دی۔ مدتوں جنگ کا سلسلہ قائم رہا۔ آخر کار علاء الدین غوری نے غیاث الدین کی امداد سے نا امید اور محاصرۂ جنگ سے تنگ آ کر امان کی درخواست کی۔ اور غوریوں کو کسی قسم کی ایذا نہ دینے کی خوارزم شاہ سے قسم لی اور شہر حوالہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے ان لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے۔ کسی قسم کی ایذا و تکلیف نہ دی۔

علاء الدین غوری کی روانگی ہرات

خوارزم شاہ نے شہر پر قبضہ کرنے کے بعد علاء الدین غوری

سے کہا "بہتر ہوتا کہ تم درمیان میں پڑ کر سلطان غیاث الدین سے میری صفائی کرا دیتے" علاء الدین غوری نے سینہ ٹھونک کر کہا "میں اس خدمت کو انجام دوں گا آپ مطمئن رہیے" لیکن علاء الدین غوری، غیاث الدین کے پاس فیروز کوہ نہ گیا بلکہ ہرات چلا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ علاء الدین غوری کو غیاث الدین کی جانب سے وعدہ کر کے امداد نہ بھیجنے کی وجہ سے ملال پیدا ہو گیا تھا ہرات میں علاء الدین غوری کی جاگیر اور املاک تھے۔ حسن بن خرمیل جو کہ امراء غوریہ کا ایک بااثر شخص تھا نیشا پور ہی میں رہ گیا خوارزم شاہ نے اس کی بے حد عزت افزائی کی اور اپنا ممنون احسان بنا لیا۔

علاء الدین محمد کا محاصرہ سرخس

مہم نیشا پور سے فارغ ہو کر خوارزم شاہ نے سرخس کا قصد کیا۔ امیر زنگی، سرخس کا گورنر تھا اور غیاث الدین کے قرابت داروں میں سے تھا۔ چالیس دن تک محاصرہ کئے رہا شب و روز لڑائی ہوتی رہی۔ شدت محاصرہ سے رسد کی آمد بند ہو گئی، اہل شہر اپنی ضروریات زندگی کو محتاج ہو گئے۔ امیر زنگی نے خوارزم شاہ کے پاس کہلا بھیجا "آپ شہر پناہ کا دروازہ چھوڑ دیجئے تاکہ اطمینان کے ساتھ ہم شہر خالی کر کے نکل جائیں" خوارزم شاہ اس فریب میں آ گیا۔ شہر پناہ کے دروازے سے محاصرہ اٹھا لیا، امیر زنگی نے رسد غلہ اور روزمرہ کی ضروریات کا کافی ذخیرہ شہر میں بھر لیا، کمزور اور ناتوانوں کو جو محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے شہر سے باہر کر دیا۔ خوارزم شاہ سے کہلا بھیجا۔ "اب آپ تشریف لائیے ہمارا اور آپ کا فیصلہ جنگ سے ہو گا" خوارزم شاہ کو بے حد ندامت ہوئی، محاصرہ اٹھا کر چلتا ہوا لیکن روانگی کے وقت چند سرداران لشکر کو محاصرہ پر چھوڑ گیا۔

علاء الدین محمد کی مراجعت خوارزم

خوارزم شاہ کی روانگی کے بعد محمد بن خربک گورنر طالقان امیر زنگی کی کمک پر روانہ ہوا[1] .... خوارزمی فوجیوں نے یہ خبر پا کر سرخس چھوڑ دیا۔ چنانچہ امیر زنگی اور محمد بن خربک مرورود پہنچے مرورود اور اس کے نواح کا خراج وصول کیا۔ خوارزم شاہ نے تین ہزار فوج اپنے ماموں کی ماتحتی میں روانہ کی۔ محمد بن خربک نو سو سوار

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

کی جمعیت سے مقابلہ پر آیا۔ خوارزمی فوج میدان جنگ سے بھاگ نکلی بہت بُرے طور سے پامال ہوئی۔ بہت سے قید کر لئے گئے۔ مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ خوارزم شاہ کو اس واقعہ کی خبر لگی۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ بادل ناخواستہ خوارزم واپس ہوا۔

حسن بن محمد مرغنی کی گرفتاری

خوارزم شاہ نے خوارزم پہنچ کر غیاث الدین کی خدمت میں صلح کرنے کا مراسلہ بھیجا، غیاث الدین نے امیر کبیر حسن محمد مرغنی[1] کی معرفت جواب روانہ کیا، بظاہر صلح کرنا پسند کیا تھا۔ لیکن درحقیقت خوارزم شاہ کو فریب اور دھوکہ میں ڈالا تھا، خوارزم شاہ اس فریب دہی کو تاڑ گیا حسن بن محمد مرغنی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور محاصرہ کے ارادے سے ہرات روانہ ہوا۔ حسن بن محمد مرغنی نے پوشیدہ طور پر اپنے بھائی عمر بن محمد مرغنی امیر ہرات کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ چنانچہ عمر بن محمد مرغنی، خوارزم شاہ کے مقابلے پر تیار ہو گیا۔

ہرات پر خوارزم شاہ کی فوج کشی

ہرات پر خوارزم شاہ کی فوج کشی کا سبب یہ تھا کہ سلطان شاہ نے (یہ محمد بن تکش کا چچا تھا) سرخس میں وفات پائی اس کے حاشیہ نشین امیروں میں سے دو بھائی جس میں ایک کا نام امیر حاجی تھا۔ غیاث الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے، غیاث الدین، عزت واحترام سے پیش آیا، ہرات میں قیام کرنے کا حکم دیا، ان دونوں بھائیوں نے محمد بن تکش (خوارزم شاہ) کو ہرات پر قبضہ کر لینے کا پیام بھیجا اور قبضہ کرانے کے ذمہ دار ہوئے خوارزم شاہ کو غیاث الدین سے اس فریب (دھوکہ کا بدلہ لینے کا موقع مل گیا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ چنانچہ فوجیں مرتب کر کے ہرات پر حملہ کر دیا۔

امیر حاجی کی گرفتاری

عمر بن محمد مرغنی نے شہر پناہ کے دروازوں کی کنجیاں انھی دونوں بھائیوں کو حوالہ کر دی تھیں اور یہ خیال کر کے کہ یہ خوارزم شاہ کے مخالف ہیں جنگ کا سپہ سالار اعظم بھی انھی کو مقرر کیا تھا۔ کسی نے خوارزم شاہ سے ان کی سازباز کا حال بحالت قید

---

[1] مرغن، ملک غور کا ایک قصبہ ہے جہاں کا حسن رہنے والا تھا۔

حسن مرغنی سے کہہ دیا۔ حسن مرغنی نے اپنے بھائی عمر مرغنی والیٔ ہرات کو لکھ بھیجا، عمر مرغنی کو یقین نہ ہوا حسن مرغنی نے امیر حاجی کا وہ خط جو اس نے خوارزم شاہ کو ہرات پر قبضہ کر لینے کے لئے لکھا تھا بھیج دیا۔ دیکھتے ہی عمر مرغنی کی آنکھیں کھل گئیں، پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی فوراً امیر حاجی اور اس کے بھائی اور اس کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ خوارزم شاہ کے مقابلے پر خود کمربستہ ہوا (اس اثنا میں الپ غازی ہمشیرزادہ غیاث الدین، غوری لشکر لے کر آ گیا اور خوارزم شاہ کے لشکر کو گھیر لیا، رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔

طالقان پر شب خون خوارزم شاہ نے اس خیال سے کہ حریف کی توجہ ہٹ جائے اپنی فوج کے ایک حصہ کو طالقان پر شب خون مارنے کے لئے بھیجا حسن بن خربک نے مقابلہ کیا، لڑائی ہوئی، خوارزم شاہ کی فوج کو شکست ملی۔ ساری فوج کٹ گئی ایک شخص بھی جانبر نہ ہوا۔ اس کے بعد غیاث الدین نے اپنے بھانجے بوغانی کو غوری فوج کا افسر اعلیٰ مقرر کر کے اہلِ ہرات کی کمک پر روانہ کیا، خوارزم شاہ محمد بن تکش کے لشکر کے قریب بوغانی نے مورچہ قائم کیا۔ رسد و غلہ کی آمد کے جو راستے کھلے تھے انھیں بھی بند کر دیا۔ خوارزم شاہ پر اب عرصہ زمین تنگ ہوا چاہتا تھا کہ غیاث الدین بھی تھوڑی سی تازہ دم فوج لے کر آ پہنچا، چونکہ غوریوں کے لشکر کا زیادہ حصہ ہند میں اس کے بھائی شہاب الدین کی رکاب میں تھا اور فوج کا کچھ حصہ غزنی کی حفاظت پر تھا۔ اس وجہ سے خوارزم شاہ کی فوج پر پیش قدمی نہ کی، چالیس روز محاصرہ کو گذر چکے تھے۔

خوارزم شاہ کی مراجعت خوارزم شاہ کو یہ خبر مل چکی تھی کہ طالقان کی جنگ میں خوارزمیوں کو شکست ہوئی ہے، کوئی بھی جانبر نہیں ہوا، شہاب الدین بھی ہندوستان سے غزنی آ رہا ہے، گھبرا گیا، لینے کے دینے پڑ گئے اس خوف سے کہ مبادا میں ایسے محاصرہ میں نہ آ جاؤں کہ جس سے خلاصی ناممکن ہو۔ ہرات کا محاصرہ اٹھا لیا اور عمر مرغنی سے صلح کر کے مرو چلا آیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۵۹۰ھ کا ہے۔

معرکہ مرو اس کے بعد شہاب الدین ہندوستان سے واپس ہو کر غزنی پہنچا۔ خوارزم شاہ نے خراسان

میں جو کچھ دست درازی کی تھی اس سے مطلع ہوا، فوجیں آراستہ کرکے غزنی سے بلخ آیا، بلخ سے خوارزم شاہ سے جنگ کے لئے بامیان پہنچا، اس کے ہراول سے خوارزم شاہ کی مرو میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ دونوں حریف جی توڑ کر لڑے، جانبین کے بہت سے آدمی کام آگئے۔ خوارزم شاہ نے مرو چھوڑ دیا، خوارزم کا راستہ اختیار کیا، امیر سنجر والیٔ نیشاپور کو اس الزام میں کہ اس نے غیاث الدین سے سازش کرلی ہے قتل کرڈالا۔

جنگ محمد بن خربک و منصور ترکی

خوارزم شاہ کی شکست کے بعد شہاب الدین طوس چلا آیا اور اس خیال سے کہ موسم سرما گزر جانے پر خوارزم پر حملہ کیا جائے قیام کردیا۔ اس اثناء میں یہ خبر گوش گذار ہوئی کہ غیاث الدین (اس کے بھائی) کا انتقال ہوگیا ہے طوس سے ہرات واپس آیا۔ خوارزم پر حملہ کا ارادہ ترک کردیا، مرو کی حکومت پر محمد بن خربک کو مامور کیا۔ خوارزمی سرداروں کی ایک جماعت ۵۹۹ھ میں مرو پر حملہ آور ہوئی[1] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمد بن خربک نے ان پر شب خون مارا، گنتی کے چند افراد جانبر ہوسکے، خوارزم شاہ کو اس کی خبر لگی غصہ سے کانپ اٹھا، منصور ترکی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ محمد بن خربک کو ہوش میں لانے کی غرض سے روانہ کیا، مرو سے دس کوس کے فاصلہ پر دونوں حریفوں نے صف آرائی کی نہایت سخت لڑائی ہوئی خوارزمیوں نے غوری فوج کو شکست دی۔ پسپا ہوکر مرو میں داخل ہوگئے۔ شہر پناہ کے دروازے بند کرلئے۔ خوارزمی لشکر نے محاصرہ کیا۔ پندرہ روز کے محاصرہ و جنگ کے بعد محصور غوریوں نے امان کی درخواست کی۔ خوارزمیوں نے امان دینے اور قتل نہ کرنے کا حلف اٹھایا۔ محصور غوریوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ خوارزمیوں نے سب کو مار ڈالا۔

شہاب الدین کو اس خبر سے نہایت صدمہ ہوا مگر چارہ کار کچھ نہ تھا۔ خوارزم شاہ سے صلح کا نامہ و پیام کیا لیکن صلح نہ ہوسکی۔ ہرات کی حکومت پر اپنے ہمشیرزادہ بوغانی کو، فیروزکوہ بلاد غور اور صوبجات خراسان کی حکومت پر ملک علاء الدین بن ابی علی غوری کو مامور کرکے ۵۹۹ھ میں غزنی واپس آیا۔ اور

[1] بیاض الاصل

غزنی سے ہندوستان پر جہاد کرنے کی غرض سے لاہور روانہ ہوا۔

خوارزم شاہ اور حسن بن خرمیل

شہاب الدین کی واپسی کے بعد خوارزم شاہ نے ۶۰۰ھ کے نصف میں ہرات پر پھر فوج کشی کی۔ بوغانی ہمشیرزادہ شہاب الدین مقابلے کے لئے تیار ہوا، آخر شعبان سنہ مذکور تک محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہا، دونوں طرف کی ایک بڑی جماعت کام آگئی۔ نامی گرامی سرداروں کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا لیکن لڑائی کا سلسلہ کسی طرح ختم ہی نہ ہوتا تھا۔ حسن بن خرمیل، خوزستان میں تھا جہاں پر اس کی جاگیر تھی خوارزم شاہ کو دھوکہ اور فریب دہی کی غرض سے پیام دیا کہ "آپ ایک فوج خراسان بھیج دیجئے میں شہاب الدین کا خزانہ اور ہاتھی ان کے حوالہ کردوں" خوارزم شاہ کو لالچ دامن گیر ہوا، ایک ہزار سوار جس میں نامی گرامی سردار تھے خوزستان روانہ کئے، حسن بن خرمیل اور حسین بن محمد مرغنی نے غفلت کی حالت میں خوارزم شاہ کی بھیجی ہوئی فوج پر حملہ کردیا۔ گنتی کے چند افراد جانبر ہوئے، خوارزم شاہ کو اس کی خبر لگی، اپنے کئے پر بے حد پشیمان ہوا، لیکن پشیمانی سے کچھ نفع نہ ہوا۔

خوارزم شاہ کا ہرات پر قبضہ

بوغانی، والیٔ ہرات کے پاس پیام بھیجا "اگر تم میری بادشاہت تسلیم کرلو تو میں تمہیں اور تمام اہلِ ہرات کو امان دیتا ہوں اور ابھی محاصرہ اٹھا کر چلا جاتا ہوں"۔ بوغانی نے کچھ جواب نہ دیا، اس کے بعد اتفاق سے بوغانی علیل ہوگیا، اس خوف سے کہ مبادا شدت مرض کی وجہ سے دشمن کی مدافعت نہ کرسکے اور دشمن شہر پر قبضہ کرے خوارزم شاہ کی خدمت میں شرائط مذکورہ کی منظوری کا پیام بھیجا اور خوارزم شاہ سے امان دینے کا حلف لے کر شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ نذرانے و تحائف روانہ کئے اور خود نیازمندی و اطاعت کے اظہار کی غرض سے خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سوار ہوکر چلا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں نہ پہنچنے پایا تھا کہ موت کا فرشتہ پہنچ گیا، جاں بحق ہوگیا، خوارزم شاہ نے محاصرہ اٹھالیا منجنیقوں کو جلا کر سرخس چلا گیا اور وہیں قیام پذیر ہوا۔

شہاب الدین غوری کی خوارزم پر فوج کشی

جس وقت شہاب الدین کو اس امر کی اطلاع پہنچی کہ خوارزم شاہ

نے ہرات کا محاصرہ کر لیا ہے اس کا گورنر امیر بوغانی جو اس کا بھانجہ تھا مر گیا ہے ہندوستان سے واپس ہوا کوچ و قیام کرتا خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ خوارزم شاہ سرخس سے مرو چلا آیا تھا اور مرو کے باہر قیام پذیر تھا۔ شہاب الدین کی آمد کی خبر پاکر نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے شہاب الدین کے پہنچنے سے پہلے خوارزم پہنچ گیا۔ چاروں طرف سے ناکہ بندی کر لی خندقوں کو پانی سے بھر دیا اتنے میں شہاب الدین پہنچا، ہر طرف سے راستہ بند تھا شہر کے ارد گرد کی خندقوں میں بھرا تھا، خوارزم تک پہنچنا دشوار ہو گیا۔ راستہ کی درستی میں مصروف ہوا۔ چالیس دن ٹھہرا ہوا راستہ درست کرتا رہا۔ بہ ہزار خرابی و دقت بسیار خوارزم پہنچا ایک دوسرے سے بھڑ گئے، سخت لڑائی ہوئی، دونوں طرف سے ایک بڑا گروہ کام آگیا۔ نامی گرامی سردار مارے گئے۔ حسن مرغنی غوری بھی اسی لڑائی میں مارا گیا، سرداران خوارزم کی ایک جماعت گرفتار ہو گئی، جسے شہاب الدین نے قتل کرا دیا۔

جنگ شہاب الدین غوری اور ترکانِ خطا خوارزم شاہ نے ترکان خطا سے جو اس وقت ماوراء النہر کے حکمران تھے، شہاب الدین کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ ترکان خطا نے غوری شہروں پر حملہ کر دیا۔ شہاب الدین کو اس کی خبر لگی۔ خوارزم کا محاصرہ اٹھا کر ترکان خطا کی روک تھام کو چلا۔ اندخوئی کے صحرا میں مڈبھیڑ ہو گئی (یہ واقعہ اوائل ماہ صفر ۶۰۱ھ کا ہے)، پہلی لڑائی میں شہاب الدین کو کامیابی ہوئی، بے شمار کفار مارے گئے۔ اور بہت سے قید کر لئے گئے، دوسرے دن کی لڑائی میں شہاب الدین کا لشکر ترکان خطا سے ڈر کر بھاگ نکلا۔ شہاب الدین چند جاں نثاروں کے ساتھ میدان جنگ میں لڑتا رہا۔ بالآخر یہ بھی کامیابی سے ناامید ہو کر اندخوئی میں داخل ہو گیا، ترکانِ خطا نے چاروں طرف سے گھیر لیا، شہاب نے نامہ و پیام بھیج کر مصالحت کر لی، اور طالقان چلا گیا، اس وقت اس کے ساتھ صرف سات آدمی تھے، خزانہ اور مال و اسباب لٹ گیا تھا۔

شہاب الدین کی مراجعت غزنی اس واقعہ سے سارے ملک میں شہاب الدین کے مرنے کی خبر مشہور ہو گئی، حسن بن حرمیل والیٔ طالقان نے شہاب الدین کی

وہی عزت کی جو اس کے شایان شان تھی اور اسی نیاز مندی سے ملا جیسا کہ اسے ملنا چاہئے تھا۔ سب تکلیفیں دور کر کے تمام ضروریات مہیا کر دیں، شہاب الدین چند روز آرام کر کے غزنی روانہ ہوا، روانگی کے وقت حسن بن خرمیل کو اس خیال سے کہ مبادا خوارزم شاہ سے نہ مل جائے اور اس کا مطیع نہ ہو جائے اپنے ساتھ لیا اور امیر حاجب کا عہدہ عنایت کیا۔

شہاب الدین کے مرنے کی خبر سے امراء اور سرداران غوریہ میں بے حد اختلاف پیدا ہو گیا۔ مفسدہ پردازوں کی بن آئی چاروں طرف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا جیسا کہ ہم اوپر ملوک غوریہ کے حالات کے سلسلہ میں تحریر کر آئے ہیں۔ شہاب الدین نے نہایت مستعدی اور مردانگی سے غزنی اور ہندوستان کی مخالفتوں اور ہنگاموں کو فرو کیا اور خوارزم شاہ کی گوشمالی کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا۔[1]

شہاب الدین غوری کی شکست کی وجہ

ترکان خطا کے مقابلہ میں شہاب الدین کی شکست کا ایک سبب اور بھی تھا جسے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں

---

[1] ان ہنگاموں میں سے جو شہاب الدین کے مرنے کی خبر مشہور ہونے سے رونما ہوئے تھے ایک یہ بھی تھا کہ تاج الدین در (شہاب الدین کا زرخرید غلام) نے قلعہ غزنی کی طرف قدم بڑھایا، قلعہ دار نے مدافعت کی، پسپا ہو کر اپنی جائے قیام پر واپس آیا لوٹ مار اور غارت گری شروع کر دی، شہاب الدین کو غزنی پہنچ کر تاج الدین دز کی دست درازی کی خبر ملی۔ آگ بگولا ہو گیا۔ گرفتار کر کے قتل کا قصد کیا، تمام خادموں نے سفارش کی، بچ گیا، لیکن اور مفسدوں کو چن چن کر قتل کیا۔ دوسرا ہنگامہ قابل ذکر یہ تھا کہ ایک غلام ایبک بال تر نامی، معرکہ جنگ سے بچ کر ہندوستان پہنچا، ملتان میں داخل ہو کر سلطان شہاب الدین کے گورنر کو بحالت غفلت قتل کر کے شہر کا حاکم بن بیٹھا، اور یہ ظاہر کیا کہ "سلطان شہاب الدین معرکہ میں کام آگیا ہے اب میں بادشاہ ہوں" چنانچہ شاہی مال و اسباب اور خزانہ پر قبضہ کر لیا، رعایا کے ساتھ بے حد مظالم کئے، عمر بن نیزان نامی ایک ملحد شخص اس کا مشیر تھا وہی ان تمام بد افعالیوں اور مظالم کا محرک تھا۔ شہاب الدین نے ہندوستان پہنچ کر ان لوگوں کا خاتمہ کیا۔ یہ واقعہ جمادی الآخر سنہ ۶۰۱ھ کا ہے۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ مطبوعہ لیدن

اور وجہ یہ ہے کہ جس وقت شہاب الدین، خوارزم سے ترکوں کی سرکوبی کے لئے چلا۔ اثناء راہ میں ایک ایسا درہ پڑ گیا کہ جہاں پر پانی کا نام و نشان نہ تھا اگر کہیں پر پانی موجود بھی تھا تو نہایت قلیل تھا۔ اس وجہ سے شہاب الدین نے اپنی فوج کی متعدد ٹکڑیاں کرکے درہ سے روانہ کیا۔ ترکان خطا راستہ کی اہمیت سے واقف تھے۔ درہ کے دوسرے سرے پر کھڑے ہو گئے جوں جوں شہاب الدین کا لشکر متفرق طور پر آتا گیا موت کے گھاٹ اتارتے گئے، اور جو جانبر ہو جاتا تھا۔ وہ غزنی بھاگ جاتا تھا۔ لوٹ کر شہاب الدین کے پاس نہ آسکتا تھا۔ لہٰذا ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہوئی آخر میں شہاب الدین ساقہ کے ساتھ اس درہ سے ہو کر گزرا، ترکان خطا بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ چار روز تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی، شہاب الدین نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔

شہاب الدین غوری اور ترکان خطا میں مصالحت

پانچویں روز والی سمرقند نے جو مسلمان تھا۔ لیکن ترکان خطا کا مطیع تھا اور انھی کے لشکر میں تھا پوشیدہ طور پر شہاب الدین کو پیام دیا کہ جب تک ترکان خطا آپ سے خائف نہ ہوں گے جنگ سے باز نہ آئیں گے۔ انھیں ڈرانے کے لئے یہ تدبیر کیجیے۔ کہ اپنے لشکر کے ایک حصہ کو آج شب میں کسی طرف بھیج دیجیے، صبح کو سواران لشکر گھوڑے اڑاتے ہوئے میدان جنگ میں متعدد ٹکڑیوں کی صورت میں مختلف راستوں سے آجائیں، میں ان دشمنان اسلام کو یہ فریب دوں گا کہ "شہاب الدین کی کمک پر تازہ دم فوج آ گئی ہے۔ اب تمہاری خیر نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ صلح کر لو" چنانچہ شہاب الدین نے ایسا ہی کیا اور والئ سمرقند نے ترکانِ خطا کو دھمکایا، ڈرایا ترکان خطا مصالحت پر راضی ہو گئے باہم صلح ہو گئی، شہاب الدین کو اس خوفناک اور جان لیوا واقعہ سے نجات مل گئی۔ یہ واقعہ ۶۰۱ھ کا ہے اس کے بعد ہی شہاب الدین نے وفات پائی۔

حسن بن حرمیل کی سازش

ہرات (خراسان) کا گورنر شہاب الدین غوری ماہ رمضان ۶۰۲ھ میں شہید ہو گیا اور عنان حکومت غیاث الدین محمود بن غیاث الدین برادر شہاب الدین، نے اپنے ہاتھ میں لی، بلاد غوریہ کو علاء الدین محمد بن ابو علی کے قبضہ سے نکال لیا۔

حسن بن حرمیل ان واقعات سے مطلع ہوا۔ ہرات کے سرداروں اور رؤسا کا ایک جلسہ طلب کیا۔ جن میں قاضی شہر بھی تھا۔ بظاہر ان لوگوں سے خوارزم شاہ کی مخالفت اور جنگ کی قسمیں لیں اور پوشیدہ طور سے خوارزم شاہ سے سازش کر لی، غوریوں کی روک تھام کی غرض سے خوارزمی لشکر کو بھیجنے کی درخواست کی، اور اپنے بیٹے کو بطور ضمانت خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ چنانچہ خوارزم شاہ نے نیشاپور سے ہرات فوجیں روانہ کیں اور امیر لشکر کو ہدایت کی کہ حسن بن حرمیل کے اشارہ وحکم پر عمل پیرا ہونا غیاث الدین محمود ان واقعات کے اثنار میں حسن ابن حرمیل کو اپنی حکومت کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے لکھ رہا تھا۔ چونکہ حسن بن حرمیل نے خوارزم شاہ سے سازش کر لی تھی۔ اس لئے حیلوں حوالوں سے ٹال رہا تھا۔ کسی ذریعہ سے اس سازش کی اطلاع غیاث الدین محمود کو ہو گئی۔ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ حسن بن حرمیل کو ہوش میں لانے کی غرض سے فوج کشی کر دی۔

علی بن عبدالخالق

حسن ابن حرمیل کو اس کی خبر لگی۔ سرداران لشکر اور رؤسار شہر سے مشورہ کیا، علی ابن عبدالخالق مدرس نظامیہ ناظر اوقاف نے رائے دی "مناسب یہ ہے کہ آپ غیاث الدین محمود کی حکومت کی اطاعت قبول کر لیجیے، دھوکہ اور فریب چھوڑ دیجئے" حسن بن حرمیل نے جواب دیا مجھے اندیشہ ہے کہ غیاث الدین محمود میرے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے لہٰذا آپ شاہی دربار میں حاضر ہو کر میری طرف سے بادشاہ سلامت کو اطمینان دلا دیجئے" علی ابن عبدالخالق تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح ہرات سے نکل کر غیاث الدین محمد کے پاس چلا جائے، فوراً سامان سفر درست کر کے روانہ ہو گیا۔ غیاث الدین محمود کو اصل واقعہ سے مطلع کر دیا۔

گورنر مرو کی طلبی

غیاث الدین محمود نے اپنے گورنر مرو کو بلا بھیجا، گورنر نے حاضری میں توقف کیا، اہل مرو بگڑ گئے، علانیہ کہہ بیٹھے کہ اگر تم غیاث الدین محمود کی اطاعت سے باہر ہوتے ہو تو ہم بھی تمھارے ساتھ نہیں ہیں، تمھیں غیاث الدین محمود کے حکم کی تعمیل کرنا لازم ہے، گورنر مرو بادلِ ناخواستہ دربار شاہی میں حاضر ہوا، غیاث الدین محمود نے خلعت عنایت کیا، جاگیر دی۔

امیران بن قیصر کی معزولی

اس کے بعد گورنر طالقان "امیران بن قیصر" کو طلبی کا فرمان، روانہ کیا، اس

نے بھی حاضری سے انکار کیا: غیاث الدین نے طالقان کی حکومت اپنے باپ کے غلام "سونج" معروف بہ امیر شکار کو عنایت کی، حسن بن حرمیل کو حجت پوری کرنے کے خیال سے ابن زیاد کی معرفت خلعت روانہ کیا۔ حکومت ہرات کی سند بھیجی، اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم دیا، حسن بن حرمیل خوارزم شاہ کے لشکر کے انتظار میں حیلوں سے وقت گذارتا رہا۔ یہاں تک کہ میشا پور سے خوارزم شاہ کا لشکر آ گیا

خوارزم شاہ کی پیش قدمی و مراجعت

اس کے بعد ہی خوارزم شاہ بھی اپنے جاہ و حشم کے ساتھ آ پہنچا، بلخ سے چار کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کر کے جنگ شروع کر دی، حسن بن حرمیل کو اپنے کئے پر پشیمانی ہوئی، سمجھ لیا کہ خوارزم شاہ کی نیت بخیر نہیں ہے، حسن بن حرمیل بڑا چالاک اور سیاست داں تھا۔ کسی ذریعہ سے خوارزمی لشکر کو یہ باور کرایا کہ "حسن بن حرمیل نے غیاث الدین محمود سے مصالحت کر لی ہے اور اس کا مطیع ہو گیا ہے اور غیاث الدین محمود نے اسے ہرات کی گورنری پر بحال رکھا ہے"۔ لشکر خوارزم اپنا ڈیرہ خیمہ اٹھا کر خوارزم شاہ کے پاس چلا گیا۔ حسن بن حرمیل نے بہت سے نذرانے اور تحائف انھی لشکریوں کی معرفت خوارزم شاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔

حسن بن حرمیل کی املاک کی ضبطی

غیاث الدین محمود یہ خبر پا کر کہ خوارزم شاہ کا لشکر ہرات آ گیا ہے حسن ابن حرمیل کی جاگیریں، مال اسباب اور خزانہ ضبط کر لیا۔ اس کے ہوا خواہوں اور سواروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ حسن ابن حرمیل نے بھی اس امر کو محسوس کر کے کہ اہل ہرات کا میلان غیاث الدین محمود کی جانب ہے، بلوے کے خوف سے غیاث الدین محمود کی اطاعت کا اظہار کیا مگر جب اہل شہر کو یہ معلوم ہوا کہ غیاث الدین، حسن ابن حرمیل سے ناراض ہے اور اس نے اس کی جاگیر، مال، اسباب اور خزانہ ضبط کر لیا ہے متفق ہو کر غیاث الدین کی خدمت میں عرض داشت بھیجی، شہر حوالہ کر دینے کا اقرار کیا۔ حسن ابن حرمیل نے اس سے اور اپنی جاگیر وغیرہ ضبط ہو جانے کی خبر سے مطلع ہو کر رؤسا شہر کو جمع کیا، اپنے کئے پر پشیمانی ظاہر کی معافی چاہی اور یہ کہا کہ میں نے خوارزم شاہ کے لشکر کو واپس کر دیا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اظہار اطاعت

کی غرض سے ایک عرض داشت سلطان غیاث الدین محمود کی خدمت میں روانہ کروں، تم لوگ بھی میرے بیان کی تصدیق میں ایک عریضہ بھیج دو" رؤسا شہر نے اس رائے کو پسند کیا جیسا کہ حسن ابن حرمیل نے کہا اور چاہا، عرض داشت لکھ کر حسن ابن حرمیل کے قاصد کی معرفت روانہ کی۔

خوارزم شاہ کا ہرات پر قبضہ

حسن ابن حرمیل نے قاصد کو درپردہ ہدایت کر دی تھی کہ تم فیروزکوہ کی جانب روانہ ہو، لیکن جب شب کی سیاہ چادر سے دن کی روشنی چھپ جائے تو دوسری راہ سے نیشاپور چلے جانا اور خوارزم شاہ کے لشکر کو ہرات واپس لے آنا چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا۔ چوتھے دن قاصد اور خوارزم شاہ کا لشکر واپس آیا۔ حسن ابن حرمیل نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ خوارزم شاہ کا لشکر واپس آیا۔ حسن ابن حرمیل نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ خوارزم شاہ کا لشکر نقارہ بجاتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ حسن ابن حرمیل نے ابن زیاد فقیہ کو جو غیاث الدین محمود کی ہوا خواہی میں زیادہ حصہ لے رہا تھا۔ گرفتار کر لیا۔ آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں، قاضی صاعد کو شہر بدر کر دیا۔ حکومت غوری کے ہوا خواہوں کو جلا وطنی کی سزا دی، بحال پریشاں گرتے پڑتے غیاث الدین محمود کی خدمت میں فیروزکوہ چلے گئے۔ شہر ہرات پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔

جنگ غیاث الدین محمود اور حسن بن حرمیل

غیاث الدین محمود کو ان واقعات کی خبر لگی۔ فوراً ایک فوج علی ابن ابو علی کی ماتحتی میں حسن ابن حرمیل کی گوشمالی اور ہرات کو خوارزمی لشکر کے قبضہ سے نکال لینے کی غرض سے ہرات روانہ کی، امیر امیران والی طالقان بھی اس مہم میں تھا اور ہراول کا کمان افسر تھا۔ چونکہ غیاث الدین محمود نے اسے معزول کر دیا تھا اس وجہ سے ناراض تھا، حسن ابن حرمیل سے سازش کر لی اور بوقت مقابلہ میدان جنگ چھوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ حلف اٹھایا۔ چنانچہ حسن ابن حرمیل نے غیاث الدین محمود کے ہراول پر حملہ کیا۔ امیر امیران دو چار ہاتھ لڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اس کا فرار ہونا تھا کہ غوریوں کا سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ بہت سے سرداران لشکر گرفتار کر لئے گئے۔

حسن بن حرمیل کی بادغیس پر فوج کشی

اس سازش کی کامیابی کے بعد حسن بن حرمیل نے بادغیس وغیرہ

مقبوضات غوریہ پر دست درازی شروع کی لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ غیاث الدین محمود، بہ نفس نفیس ہرات کے سر کرنے پر تیار ہوا۔ لیکن غزنی کی مہم اور علاء الدین والئ بامیاں کی پیش قدمی نے روک دیا اور خوارزم شاہ نے صوبہ ہرات پر بلخ تک قبضہ کر لیا۔

خوارزم شاہ نے شہاب الدین کے مارے جانے کے بعد تمام سرداران غوریہ کو جو زمانۂ جنگ خوارزم میں گرفتار ہو گئے تھے رہا کر دیا اور انھیں اختیار دیدیا، چاہیں تو خوارزم میں ٹھہریں اور اگر اپنی قوم اور ملک میں جانا چاہیں تو چلے جائیں، محمد بن بشیر کو جو غوریوں کا ایک با اثر شخص تھا خلعت دیا، جاگیر دی، اس کے علاوہ اور غوریوں کو کافی زادراہ اور مال و اسباب عنایت کیا۔

خوارزم شاہ کا محاصرہ بلخ

اس کے بعد بلخ کی تسخیر پر اپنے بھائی علی شاہ کو مامور کیا، عمر بن حسین غوری مقابلہ پر آیا۔ مدافعت پر کمر باندھی، علی شاہ مجبوراً پیچھے ہٹا۔ بلخ سے چار کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ اپنے بھائی خوارزم شاہ کو اس کی اطلاع کی، امداد کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ خوارزم شاہ ماہ ذیقعدہ ۶۰۲ھ میں بلخ کے سر کرنے کے لئے روانہ ہوا بلخ پہنچ کر محاصرہ کیا اور لڑائی شروع کردی۔ والئ بلخ بہاء الدین والئ بامیاں کی اولاد کی امداد کے بھروسہ اور انتظار میں اپنے حریف سے تیغ و سپر ہوتا رہا۔ چونکہ والئ بامیاں مہم غزنی میں مصروف تھا۔ والئ بلخ کی مدد نہ کرسکا۔ چالیس دن تک خوارزم شاہ محاصرہ کئے رہا۔ لیکن ذرہ بھر کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ محمد بن بشیر غوری کو عمر بن حسین غوری والئ بلخ کے پاس پیام صلح دے کر بھیجا۔ مال و اسباب دینے کا وعدہ کیا شرط یہ لگائی کہ "ہمارا شاہی اقتدار تسلیم کرلو" والئ بلخ بہت بہادر شخص تھا۔ ٹکا سا جواب دیدیا۔

بلخ پر خوارزم شاہ کا قبضہ

خوارزم شاہ نے ہرات واپس جانے کا ارادہ کیا۔ ابھی روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ بہاء الدین والئ بامیاں کی اولاد کو جو غزنی سر کرنے گئی تھی تاج الدین ڈز نے گرفتار کر لیا۔ خوارزم شاہ نے محمد بن بشیر غوری کو دوبارہ والئ بلخ کے پاس بھیجا کہ جس کے بھروسہ پر تم پھولے تھے وہ تو گرفتار ہو گیا ہے اب تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ تم میرا شاہی اقتدار تسلیم کرو اور مطیع ہو جاؤ، والئ بلخ نے بادل ناخواستہ خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کی، خوارزم شاہ

کے نام کا خطبہ پڑھنے کا اقرار کیا۔ خوارزمی دربار میں اظہار اطاعت کی غرض سے نیازمندانہ حاضر ہوا، خوارزم شاہ عزت و احترام سے پیش آیا۔ خلعت دے کر بلخ کی حکومت پر بحال رکھا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶۰۳ھ کا ہے۔

خوارزم شاہ کا جورجان پر قبضہ

اس کے بعد خوارزم شاہ نے جورجان پر حملہ کیا۔ علی ابن ابوعلی نے شہر حوالہ کر دیا۔ چونکہ جورجان، ابن حرمیل کی جاگیر میں تھا اس وجہ سے خوارزم شاہ نے اس کی عنان حکومت ابن حرمیل کو عنایت کی۔

علی ابن ابوعلی شہر حوالہ کرنے کے بعد فیروزکوہ چلا گیا۔ غیاث الدین والیٔ فیروزکوہ نے اس بزدلی اور پست ہمتی پر کہ علی ابن ابوعلی نے مقابلہ کئے بغیر دشمن کو شہر حوالہ کر دیا۔ قتل کا حکم دیا۔ لیکن امراء اور ارکین دولت کی سفارش سے علی ابن ابوعلی کی جان بچ گئی۔

خوارزم شاہ نے جورجان پر قبضہ کر کے عمر بن حسین والیٔ بلخ کو بلخ سے بلا بھیجا اور جب وہ خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو گرفتار کر کے پابزنجیر خوارزم روانہ کر دیا اور خود بلخ پر پہنچ کر قابض ہو گیا اور جعفر ترکی کو اپنا نائب مقرر کیا۔

ترکان خطا کو ترمذ کی حوالگی

خوارزم شاہ نے بلخ پر قبضہ کر کے ترمذ کی طرف کوچ کیا۔ ان دنوں عمادالدین (عمر بن حسین والیٔ بلخ کا لڑکا) ترمذ پر حکمرانی کر رہا تھا خوارزم شاہ نے محمد بن علی بن بشیر کو عمادالدین کے پاس بھیجا اور یہ کہلایا "تمہارا باپ (عمر بن حسین) میرے خاص الخاص امراء میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کا شمار میرے اکابرین دولت میں ہے اس نے بطیب خاطر مجھے بلخ سپرد کیا ہے، میں نے اسے خوارزم کسی اور وجہ سے روانہ نہیں کیا۔ بلکہ اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ اہل خوارزم پر بھی اس کی عزت و توقیر کا اظہار ہو جائے۔ تم میرے بھائی ہو۔ ترمذ کی کیا حقیقت ہے میں تمہیں بہت بڑا صوبہ بطور جاگیر دوں گا۔ تم میرے پاس نیازمندانہ حاضر تو ہو جاؤ" والیٔ ترمذ نے اس امر کو محسوس کر کے کہ ایک طرف سے خوارزم شاہ محاصرہ کئے رہے، دوسری جانب ترکان خطا کا ٹڈی دل لشکر پڑا ہے اور جو میرے حامی مددگار (ملوک بامیان) تھے وہ غزنی میں

قید ہو گئے ہیں امان کی درخواست کی اور خوارزم شاہ سے امان دینے کا حلف لے کر ترمذ حوالہ کر دیا۔ خوارزم شاہ نے ترمذ ترکان خطا کو دیدیا۔ یہ سب اس وقت تک حالت کفر میں تھے۔

خوارزم شاہ نے بظاہر یہ فعل نہایت قبیح کیا۔ لیکن اس میں درپردہ یہ راز تھا کہ ترمذ پر ترکان خطا کو قبضہ دیدینے سے ملک خراسان کا سر کرنا آسان ہو جائے گا اور ملک خراسان کو سر کرنے کے بعد ترکان خطا کو ان کے ملک سے نکال باہر کرنا آسان ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور اس وقت لوگوں پر یہ عیاں ہو گیا کہ خوارزم شاہ نے ترکان خطا کو ترمذ مکر و فریب سے حوالے کیا تھا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

خوارزم شاہ کا طالقان پر قبضہ

خوارزم شاہ نے ترمذ پر قبضہ حاصل کر کے طالقان کا قصد کیا۔ طالقان کی عنان حکومت سونج امیر اشکار کے قبضہ اقتدار میں تھی، یہ غیاث الدین محمود کا گورنر تھا۔ خوارزم شاہ نے اپنی حکومت کی اطاعت کا پیام بھیجا، سونج نے انکاری جواب دیا، فوجیں مرتب کر کے میدان جنگ میں آگیا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، سونج گھوڑے سے اُتر پڑا، آلات حرب پھینک دیئے، زمین بوسی کی رسم ادا کی۔ دست بستہ عفو تقصیر کی درخواست کی، خوارزم شاہ یہ خیال کر کے کہ شاید سونج نشہ میں ہے ذرہ بھر متوجہ نہ ہوا، طالقان میں داخل ہو کر جو کچھ مال واسباب تھا سب پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو طالقان کا حکمران بنایا۔

اس کے بعد خوارزم شاہ نے قلعہ جات کالوین اور مہوار پر دھاوا کیا۔ حسام الدین علی بن علی حاکم قلعہ جات مذکورہ خم ٹھونک کر مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ خوارزم شاہ مجبوراً پیچھے ہٹا۔ اور اس مہم سے دست کش ہو کر ہرات چلا گیا۔

خوارزم شاہ نے ہرات کے باہر پڑاؤ کیا۔ غیاث الدین کا ایلچی قیمتی قیمتی نذرانے اور تحائف لے کر حاضر ہوا۔ اس سے لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔

اسفراین پر قبضہ

ابن حرمیل خوارزمی لشکر لئے اسفراین پہنچا۔ ماہ صفر ۶۰۳ھ میں امان و صلح کے ساتھ اسے فتح کر لیا۔ حرب بن محمد بن ابراہیم والیٔ سجستان کو خوارزم شاہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا پیام دیا (حرب بن محمد، خلف کی اولاد سے تھا، ابن سبکتگین کے زمانہ حکومت میں سجستان

کی عنان حکومت اس کے قبضہ میں آئی تھی، حرب نے حیلہ حوالہ سے ٹالنا شروع کیا۔ صاف جواب نہ دیا۔

قاضی صاعد کی گرفتاری

خوارزم شاہ کے زمانۂ قیام ہرات میں قاضی صاعد بن فضل خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوئے انھیں ابن حرمیل نے گذشتہ سال ہرات سے نکال دیا تھا وہ غیاث الدین کی خدمت میں چلے گئے تھے۔ ایک سال بعد واپس آئے۔ ابن حرمیل نے خوارزم شاہ سے جڑ دیا کہ یہ غوریوں سے ملے ہوئے ہیں اور رجعت پسندوں کے سردار ہیں' خوارزم شاہ نے گرفتار کر کے قلعہ زوزن میں قید کر دیا۔ صفی ابوبکر بن محمد سرخسی کو عہدہ قضا پر مقرر کیا، صفی ابوبکر بن محمد سرخسی ہرات کے عہدہ قضا پر قاضی صاعد اور ان کے لڑکوں کی طرف سے بطور نائب مامور تھے۔

مازندران کی مہم

حسام الدین اردشیر والیٔ مازندران کے انتقال پر اس کا بڑا لڑکا کرسی حکومت پر رونق افروز ہوا اپنے منجھلے بھائی کو نکال دیا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، سیدھا جرجان چلا گیا۔ جرجان میں ملک علی شاہ اپنے بھائی خوارزم شاہ بن تکش کی طرف سے حکومت کر رہا تھا۔ امداد کی درخواست کی، اپنے بڑے بھائی کے مظالم کی شکایت کی، ملک علی شاہ نے اپنے بھائی خوارزم شاہ کو تمام واقعات لکھ بھیجے۔ خوارزم شاہ نے مازندران پر فوج کشی کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ملک علی شاہ ۶۰۳ھ میں جرجان سے مازندران کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں حسام الدین اردشیر کا بڑا لڑکا جس نے اپنے منجھلے بھائی کو نکال دیا تھا مر گیا تھا اور اس کا چھوٹا بھائی مازندران پر حکومت کر رہا تھا ملک علی شاہ کوچ و قیام کرتا مازندران پہنچا۔ والیٔ مازندران کا منجھلا بھائی بھی ساتھ تھا غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ قصبات، دیہات اور شہر تاراج ہو گئے۔ موجودہ والیٔ مازندران قلعہ کورہ میں قلعہ نشین ہو گیا ملک علی شاہ نے تمام شہروں مثلاً ساریہ اور آمل وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ ملک علی شاہ جرجان واپس آیا اور والیٔ مازندران کا منجھلا لڑکا قلعہ کورہ کے علاوہ تمام صوبہ مازندران پر خوارزم شاہ کی حکومت کی ماتحتی میں حکومت کرنے لگا۔

ترکان خطا (تاتار)

ہم ان واقعات کو کہ جس وقت سلطان سنجر بن ملک شاہ کو شکست ہوئی تھی اور تاتاریوں نے ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا تھا اوپر بیان کر آئے ہیں۔

ترکان خطا جنھیں اب ہم تاتاری کے نام سے موسوم کریں گے ایک بادیہ نشین خانہ بدوش گروہ تھا۔ جو شہروں میں سکونت اختیار نہیں کرتا تھا، بلکہ جنگل اور کھلے میدانوں میں خیموں میں قیام کرتا تھا۔ خیموں کو یہ لوگ خرگاہ کہتے تھے۔ آتش پرستی ان کا مذہب تھا۔ یہ زیادہ تر اطراف اوزکند، بلاد ساغون اور کاشغر میں رہتے تھے۔

سلطان سمرقند و بخارا، ملوک خانیہ میں سے تھا۔ جن کے آباد اجداد مذہب اسلام سے مشرف ہو چکے تھے اور قدیم خاندان شاہی سے تھے۔ سلطان سمرقند و بخارا "خان خاناں" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جس کے معنی "سلطان السلاطین" کے ہیں۔

تاتاری غلبہ سے بیزاری

تاتاریوں نے ماوراء النہر اور اکثر اسلامی علاقوں پر خراج مقرر کر رکھا تھا، آئے دن ایک نہ ایک مصیبت مسلمانوں پر تاتاریوں کے ہاتھوں نازل ہوا کرتی تھی۔ سلطان سمرقند و بخارا کو یہ ناگوار گزرا، مسلمانوں کی ذلت اور بلاد اسلامیہ پر تاتاری کافروں کا غلبہ اور قبضہ ناپسند ہوا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں پیام بھیجا۔ تاتاریوں کے مظالم کی فریاد کی اور اس امر کا اقرار کیا کہ جس قدر خراج تاتاریوں کو ان صوبوں سے ملتا ہے۔ اسی قدر آپ کو دیا جائے گا۔ مزید براں آپ ہی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا اور سکہ مسکوک ہوگا۔ اس امر کے اطمینان کے لیے کہ آئندہ کسی قسم کا دھوکا نہ دیا جائے گا سمرقند اور بخارا کے مشہور امراء اور رؤسا کو خوارزم شاہ کی خدمت میں حلف لینے اور بطور ضمانت اس کی خدمت میں رہنے کے لئے بھیج دیا خوارزم شاہ کو اس سے اطمینان ہو گیا۔ فوج کو تیاری کا حکم دیا اور اپنے ممالک مقبوضہ کا انتظام کیا۔

مصالحت مابین خوارزم شاہ و غیاث الدین محمود

اپنے بھائی علی شاہ کو جرجان کے علاوہ طبرستان پر مامور کیا، امیر کزلک خان کو جو اس کا ماموں اور دولت خوارزمی کا ایک با اثر ممبر تھا، نیشاپور کی حکومت عطا کی اور ایک بہت بڑی فوج اس کی رکاب میں متعین کی۔ امیر امین الدین ابوبکر کو شہر زوزن کی حفاظت پر مامور کیا (امیر امین الدین، مزدوری کا پیشہ کرتا تھا چلتا پرزہ ہوشیار تھا۔ ترقی کرتے کرتے گورنری کے عہدے تک پہنچ گیا۔ اتنا مقدار بڑھا کہ کرمان کا

حکمران ہوگیا تھا۔ امیر جلدک کو شہر جام کی حفاظت سپرد کی، ہرات کی حکومت پر حسن بن حرمیل کو بدستور قائم رکھا۔ ایک ہزار جنگ آوروں کو ہرات میں رہنے کا حکم دیا۔ مرو اور سرخس وغیرہ پر بھی ایک نائب مقرر کیا، غیاث الدین محمود سے مصالحت کرلی جس قدر بلاد غور اور کرمیسین اس کے قبضہ میں تھے ان پر اس کے شاہی اقتدار کو تسلیم کرلیا۔

خوارزم شاہ کی گرفتاری

اس کے بعد اپنی فوج جمع کر کے خوارزم بھیجی۔ یہاں سے بھی ایک بڑا لشکر مرتب کر کے جیجون کو عبور کیا۔ سلطان سمرقند اور بخارا سے ملا اور اپنے ساتھ لے کر تاتاریوں پر دھاوا کر دیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ مدتوں سلسلہ جنگ جاری رہا کبھی تاتاری غالب آجاتے تھے اور کبھی خوارزم شاہ کو کامیابی حاصل ہو جاتی تھی۔ آخر کار مسلمانوں کو شکست ہوئی، خوارزم شاہ کو تاتاریوں نے گرفتار کر لیا۔ لشکر اسلام بحال پریشان خوارزم واپس آیا۔ اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ خوارزم شاہ میدان جنگ میں کام آگیا۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ سارے ملک خراسان میں تلاطم پیدا ہوگیا۔ ہر ایک گورنر کو خود مختار حکومت کا سودا سمایا۔

گورنروں کی خود مختاری

کزلک خاں والیٔ نیشاپور، ہرات کا محاصرہ کئے تھا والی زوزن بھی شریک محاصرہ تھا۔ اس خبر بد کو سن کر دونوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور اپنے اپنے مقبوضہ علاقوں میں واپس آئے۔

کزلک خاں والیٔ نیشاپور نے نیشاپور کا شہر پناہ درست کرایا، کثرت سے فوجیں فراہم کیں، غلہ، سامانِ خور دونوش اور آلاتِ حرب جمع کر کے خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا۔

ملک علی شاہ برادر خوارزم شاہ طبرستان میں تھا۔ اس کا دماغ بھی آسمان پر چڑھ گیا۔ خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ موقوف کر کے اپنا نام خطبہ میں داخل کر لیا اور بادشاہ بن بیٹھا۔

خوارزم شاہ کا فرار

جس وقت تاتاریوں نے خوارزم شاہ کو گرفتار کیا تھا اس کے ساتھ ایک امیر کبیر ابن مسعود نامی بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ ابن مسعود نے خوارزم شاہ کی قید خانہ سے خلاصی کی یہ صورت نکالی کہ اس نے اپنے کو سلطان خوارزم شاہ ظاہر کیا اور خوارزم شاہ

کو اپنا خادم، تاتاری جس نے ان دونوں کو گرفتار کیا تھا اس دھوکے میں آگیا۔ چنانچہ ابن مسعود کو سلطان خوارزم شاہ سمجھ کر شاہی اعزاز سے پیش آنے لگا۔ چند روز بعد ابن مسعود نے جو سلطان خوارزم شاہ بنا ہوا تھا تاتاری سے کہا "خرچ کی تنگی ہے، تمہارا ہاتھ بھی خالی ہے اگر تم اجازت دو تو میں اپنے خادم کو خوارزم بھیجوں اپنی خیریت سے اپنے اہل وعیال کو مطلع کردوں اور روپیہ منگواکر تمہیں بھی دوں اور خود بھی روزانہ کی فاقہ مستی سے نجات پاؤں" تاتاری اس چکمہ میں آگیا اجازت دے دی، ابن مسعود نے ایک خط لکھکر خوارزم شاہ کو دیا جو خادم بنا ہوا تھا اور خوارزم کو روانہ کردیا۔ خوارزم شاہ کوچ وقیام کرتا ہوا خوارزم پہنچا۔ اہل خوارزم نے بے حد خوشی منائی سارے ملک میں خوارزم شاہ کے آنے کا ڈھنڈورا پٹ گیا۔

اراکین دولت نے خوارزم شاہ کو جو کچھ اس کے بھائی علی شاہ نے طبرستان میں اور کزلک خاں نے نیشاپور میں کیا تھا اس سے مطلع کیا، ان دونوں کو بھی خوارزم شاہ کی قید تاتار سے نجات پانے اور بخیریت خوارزم آنے کی خبر ہوگئی۔ پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ کزلک خاں عراق چلا گیا اور علی شاہ نے غیاث الدین محمود کی خدمت میں جاکر پناہ لی غیاث الدین محمود نے عزت واحترام سے ٹھہرایا۔

خوارزم شاہ نے نیشاپور کی اصلاح کی جانب توجہ کی۔ خوارزم سے نیشاپور پہنچا۔ شہر کی حالت پر نظر کر کے اپنی طرف سے ایک گورنر مقرر کیا۔ اس کے بعد ہرات گیا۔ اس وقت تک اس کا لشکر ہرات کا محاصرہ کئے تھا سرداران لشکر کو اس حسن خدمت پر کہ وہ گذشتہ واقعات سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی واقع ہوئی انعامات دیئے۔ یہ واقعات ۶۰۴ھ کے ہیں۔

ابن حرمیل کی گرفتاری

خوارزم شاہ کا لشکر (جو ہرات میں ابن حرمیل کے پاس تھا) طرح طرح کی زیادتیاں کرنے لگا ابن حرمیل کو ان کے یہ افعال پسند نہ آئے۔ جس وقت خوارزم شاہ دریائے جیحوں عبور کر کے تاتاریوں سے تیغ وسپر ہوا، ابن

حرمیل نے خوارزم شاہ کے سارے لشکر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ خوارزم شاہ کی خدمت میں ان کے افعال و کردار ناشائستہ کی شکایت لکھ بھیجی اور معذرت کی، خوارزم شاہ کو ابن حرمیل کا یہ فعل ناگوار گذرا، مصلحت وقت کے خیال سے ابن حرمیل کو لکھ بھیجا: "جو کچھ تم نے کیا مناسب کیا اب تم میرے لشکر کو میرے پاس بھیج دو مجھے تاتاریوں کے مقابلہ میں اس سے بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔ اس کے بجائے میں امیر جلدک بن طغرل والی جام کو تمہاری امداد پر جانے کے لئے لکھتا ہوں، امید ہے کہ عنقریب وہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا" پوشیدہ طور سے امیر جلدک کو ہدایت کی کہ جس طرح سے ممکن ہو ابن حرمیل نمک حرام کو گرفتار کر کے ہرات پر قبضہ کر لو۔ چنانچہ امیر جلدک دو ہزار سواروں کی جمعیت سے ہرات روانہ ہوا ہرات کی امارت پر امیر جلدک کے دانت پہلے سے لگے تھے۔ اس کا نائب سلطان سنجر کے عہد حکومت میں ہرات کا حاکم رہ چکا تھا۔ کوچ و قیام کرتا ہرات کے قریب پہنچا۔ ابن حرمیل نے رؤساء اور امراء ہرات کو استقبال کا حکم دیا۔ اور خود ان کے پیچھے استقبال کے لئے روانہ ہوا وزیر السلطنت خواجہ صاحب نے ابن حرمیل کے اس فعل مخالفت کی۔ ابن حرمیل نے کچھ نہ سنا۔ جوں ہی ابن حرمیل اور جلدک کا مقابلہ ہوا۔ ابن حرمیل آداب بجا لانے کے لئے گھوڑے سے اتر پڑا امیر جلدک کے سپاہیوں نے ابن حرمیل کو گھیر لیا۔ ابن حرمیل کا لشکر بھاگ نکلا۔ امیر جلدک کے سپاہیوں نے ابن حرمیل کو گرفتار کر لیا۔

ابن حرمیل کا قتل

ابن حرمیل کا لشکر شہر میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا وزیر السلطنت خواجہ صاحب نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا دیئے اور غیاث الدین محمود کی حکومت کی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ امیر جلدک نے محاصرہ کیا اور وزیر السلطنت کو شہر حوالہ نہ کرنے کی صورت میں ابن حرمیل کو مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ وزیر نے شہر حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ امیر جلدک نے ابن حرمیل کو پیش کیا۔ ابن حرمیل نے وزیر سے شہر حوالہ کرنے کے لئے کہا۔ وزیر نے ابن حرمیل اور امیر جلدک کو گالیاں دیں۔ برا بھلا کہا امیر جلدک نے جھلا کر ابن حرمیل کو اس کے سامنے ذبح کر ڈالا۔

امین الدین ابوبکر کی روانگی ہرات

خوارزم شاہ کی خدمت میں اس کی اطلاع دی خوارزم شاہ نے کزلک خاں نائب السلطنت نیشا پور اور امین الدین ابوبکر نائب حکومت زوزن کو امیر جلدک کی کمک اور محاصرہ ہرات پر روانگی کا حکم دیا۔ چنانچہ دس ہزار فوج کی جمعیت سے کزلک خان اور امین الدین ابوبکر روانہ ہوا اور ہرات کا محاصرہ کیا۔ اسی اثناء میں جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں خوارزم شاہ کو تاتاریوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی گرفتار کر لیا گیا۔ کچھ عرصہ تاتاریوں کی قید میں رہا۔ پھر اس سے کسی طرح نجات پاکر خوارزم پہنچا۔ پھر خوارزم سے نیشا پور پہنچا۔ نیشا پور سے نکل کر اس فوج میں پہنچا جو ہرات کا محاصرہ کئے ہوئے تھی سرداران لشکر کو انعام دیئے۔ ان کی ثابت قدمی کی قدر کی۔

خوارزم شاہ کا ہرات پر قبضہ

وزیر خواجہ اس وقت تک ہرات میں قلعہ بند تھا۔ چونکہ وزیر خواجہ، خوارزم شاہ کے سرداران لشکر سے برابر یہ کہتا آتا تھا کہ جس وقت خوارزم شاہ آجائیں گے میں بلاتامل شہر خالی کر دوں گا۔ اس بناپر خوارزم شاہ نے وزیر کو شہر حوالہ کرنے کا پیام دیا۔ وزیر خواجہ نے سختی سے انکاری جواب خوارزم شاہ نے محاصرے میں سختی کی۔ اہل شہر شدت اور طول محاصرے سے تنگ آگئے تھے۔ آپس میں اس مصیبت سے نجات پانے کی بابت گفت و شنید کرنے لگے۔ اس کی خبر وزیر خواجہ کو ہوگئی۔ ایک دستہ فوج کا بھیج دیا جس نے جماعت کے سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ اس سے شہر میں ہلڑ مچ گیا۔ تمام شہر میں فتنہ و فساد برپا ہوگیا، وزیر خواجہ فتنہ و فساد فرد کرنے میں مصروف ہوا۔ اہل شہر نے خوارزم شاہ کو اس سے مطلع کر دیا۔ خوارزم شاہ نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیدیا۔ اہل شہر نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا خوارزمی لشکر شہر میں گھس پڑا۔ جنگ و جدال کا بازار گرم ہوگیا۔ بزور تیغ شہر پر قبضہ کر لیا۔ وزیر خواجہ پابزنجیر خوارزم شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ خوارزم شاہ نے قتل کا حکم دیدیا۔ اسی وقت مار ڈالا گیا۔ یہ واقعہ ۶۰۵ھ کا ہے۔ ہرات کی حکومت پر اپنے ماموں امیر ملک کو مقرر کر کے خوارزم واپس آیا۔ ہرات کے فتح ہونے سے سارا خراسان قبضہ میں آگیا۔

غیاث الدین محمود اور علی شاہ کا قتل

خوارزم شاہ نے خوارزم میں پہنچ کر اپنے ماموں امیر ملک گورنر ہرات کو فیروز کوہ دارالحکومت سلاطین غوریہ کے سر کرنے کا فرمان بھیجا۔ اس وقت فیروز کوہ کے تخت حکومت پر غیاث الدین محمود بن غیاث الدین رونق افروز تھا، خوارزم شاہ کا بھائی علی شاہ بھی فیروز کوہ میں غیاث الدین محمود کے یہاں پناہ گزین اور مقیم تھا۔ چنانچہ امیر ملک ایک بڑی فوج لے کر فیروز کوہ روانہ ہوا۔ غیاث محمود اس کی آمد کی خبر پا کر گھبرا گیا۔ اظہار اطاعت کی غرض سے امیر ملک کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا۔ امان کی درخواست کی۔ امیر ملک نے درخواست منظور کر لی۔ غیاث الدین محمود اور علی شاہ برادر خوارزم شاہ امیر ملک سے ملنے آئے۔ امیر ملک نے دونوں کو گرفتار کر کے بارِ حیات سے سبکدوش کر دیا۔ یہ واقعہ ۶۰۵ھ کا ہے۔

فتح فیروز کوہ

فیروز کوہ کے فتح ہو جانے سے خوارزم شاہ محمد بن تکش کا پورے ملک خراسان پر قبضہ ہو گیا اور سلطنت و حکومت غوریہ کا سلسلہ حکومت ختم ہو گیا سلاطین غوریہ کی حکومت کا بڑی اور بہترین حکومتوں میں شمار تھا۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

جنگ خوارزم شاہ اور تاتار

خراسان کے نظم و نسق سے فارغ ہو کر خوارزم شاہ نے تاتاریوں سے بدلہ لینے کا تہیہ کیا۔ فوجیں جمع کیں۔ اپنے ہمدرد اور معاونین والیانِ سمرقند و بخارا کو ساتھ لے کر دریائے جیحون عبور کیا۔ تاتاریوں کا ٹڈی دل بھی مقابلہ پر آیا۔ اس وقت تاتاریوں کا بادشاہ طاینکوہ نامی ایک شخص تھا۔ سو برس یا اس سے کم و بیش اس کی عمر تھی۔ نہایت تجربہ کار، جنگ آزمودہ بزم و گرم زمانہ دیکھے ہوئے تھا اور ہر لڑائی میں مظفر و منصور ہوتا تھا۔ ۶۰۶ھ میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ جس کی نظیر صفحہ تواریخ میں نظر نہیں آتی۔ بالآخر تاتاریوں کو شکست ہوئی ایک بڑا گروہ میدانِ جنگ میں کام آ گیا، بے شمار گرفتار کر لئے گئے۔ تاتاریوں کا بادشاہ بھی پکڑ لیا گیا۔ خوارزم شاہ نے اس کی بے حد عزت کی۔ اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔

طاینکوہ شاہ تاتار کی گرفتاری

چنانچہ جنگ کے بعد خوارزم شاہ نے طاینکوہ تاتاری بادشاہ کو خوارزم

روانہ کردیا اور خود بدولت ماوراء النہر کی طرف دریا کی طرح بڑھا۔ یکے بعد دیگرے شہروں کو فتح کرتا اوزکند تک پہنچ گیا اوزکند میں اپنی طرف سے ایک شخص کو حکمراں مقرر کرکے خوارزم واپس آیا۔

خوارزم پہنچ کر والیٔ سمرقند سے اپنی بہن کا عقد کردیا اور اسے بعزت واحترام سمرقند واپس جانے کی اجازت دی۔ اور جیسا کہ سمرقند میں تاتاریوں کے زمانہ میں تاتاریوں کی طرف سے ایک سیاسی افسر رہتا تھا اُسی طرح سے اپنی طرف سے ایک افسر کو مامور کیا واللہ یؤید بنصرہ من یشاء۔

والیٔ سمرقند کی بغاوت

والیٔ سمرقند نے اپنے مرکز حکومت میں واپس آکر ایک برس تک نہایت وفا شعاری سے زندگی بسر کی۔ خوارزم شاہ کا سیاسی افسر مع اپنی فوج کے سمرقند میں آزادی سے رہا۔ ایک برس بعد والیٔ سمرقند کو خوارزمیوں کی ہر ادا ناپسند ہونے لگی۔ ان کی ہر بات ناگوار گزرنے لگی۔ اپنے فوجیوں اور رعایا کو خوارزمیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ چاروں طرف سے مار دھاڑ شروع ہوگئی۔ نہایت کم مدت میں خوارزمیوں کے وجود سے سمرقند پاک وصاف ہوگیا۔ والیٔ سمرقند نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کمبخت، اپنی بیوی (خوارزم شاہ کی بہن) کے قتل کے ارادہ سے محل سرا میں گھس پڑا۔ اس غریب نے دروازہ بند کرلیا۔ خوشامد کی، رحم اور جاں بخشی کی درخواست کی۔ بارے والیٔ سمرقند کو رحم آگیا چھوڑ دیا۔ ان زیادتیوں سے فارغ ہوکر بادشاہ تاتار کی خدمت میں اطاعت و فرمانبرداری کا پیام بھیجا اور اعانت و امداد کا خواستگار ہوا۔

فتح سمرقند

ان واقعات کی اطلاع خوارزم شاہ کو ہوئی۔ آگ بگولا ہوگیا۔ حکم دے دیا کہ جس قدر سمرقند والے حکومت خوارزم کی حدود میں ہیں قتل کرڈالے جائیں۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر اس حکم کو منسوخ کیا اور فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے فوجیں روانہ کیں۔ سب کے آخر میں خود روانہ ہوا دریائے جیحوں کو عبور کرکے سمرقند پر جا اُترا چاروں طرف سے گھیر کر جنگ شروع کردی۔ والیٔ سمرقند شہر چھوڑ کر قلعہ نشین ہوگیا۔ شہر پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہوگیا قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ تین روز تک قتل عام ہوتا رہا۔ تقریباً دو لاکھ تہ تیغ ہوئے۔ اس کے بعد خوارزم شاہ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اسے بھی بزور تیغ فتح کرلیا۔ والیٔ سمرقند اپنے چند اعزہ و اقارب کے ساتھ قتل کردیا گیا۔ اس کے مارے جانے سے ملوک خانیہ

کے آثار صفحہ دنیا سے نیست و نابود ہو گئے۔ واللہ ولی النصر بمنہ وفضلہ۔

خوارزم شاہ نے سمرقند اور اس کا قلعہ سر ہونے کے بعد اپنے گورنروں کو تمام صوبہ ماوراء النہر کے شہروں پر مامور کیا اور مظفر و منظور خوارزم واپس آیا۔

ترکوں کا بلاد ساغون میں قیام

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ایک گروہ بلاد ترکستان اور کاشغر چلا گیا تھا اور وہ سب ماوراء النہر میں پھیل گئے تھے۔ ملوک خانیہ والیان ترکستان کی فوجی خدمت کو اپنے اعزاز کا باعث سمجھتے تھے۔ ارسلان خاں محمد بن سلیمان بادشاہ ترکستان نے انھیں اپنے ان سرحدی علاقوں پر جو ملک چین سے متصل تھے، حفاظت پر مامور کر رکھا تھا انھی مقامات پر ان کی جاگیریں تھیں ان کے علاوہ وظائف اور تنخواہیں بھی مقرر تھیں۔ اگر ان سے کوئی غلطی، فروگذاشت یا امن عامہ میں خلل واقع ہو جاتا تھا تو ارسلان خاں انھیں سزائیں دیتا اور لڑ کر انھیں زیر کرتا تھا لیکن چند روز بعد ترکوں نے ملوک خانیہ کی حدود مملکت میں رہنا پسند نہ کیا۔ غلامی کی زندگی سے نفرت پیدا ہوئی۔ اس کے ملک کو چھوڑ کر دوسرے ملک کی تلاش میں نکل پڑے۔ چنانچہ بلاد ساغون میں جا کر قیام اختیار کیا۔

شاہ چین اور تاتار

کوخاں بادشاہ اعظم ترک نے چین سے ۵۲۲ھ میں خروج کیا۔ تاتاریوں کا یہ گروہ اس کے ساتھ گیا۔ خان محمود بن محمود بن سلیمان بن داؤد بقرا خاں (ہمشیرزادہ سلطان سنجر) مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ کوخاں نے اسے شکست دی۔ خاں محمد نے اپنے ماموں سلطان سنجر سے کوخاں کی زیادتیوں کی شکایت کی۔ امداد کا خواستگار ہوا۔ سلطان سنجر نے ملوک خراسان اور عساکر اسلامیہ کو لے کر دریائے جیحوں عبور کیا، ماہ صفر ۵۳۶ھ میں بادشاہ چین کوخاں اور اس کے ہمراہی تاتاریوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ جس میں ان لوگوں نے سلطان سنجر کو شکست دی۔ سلطان سنجر کی بیگم گرفتار ہو گئی۔ کوخاں نے اسے بعزت و احترام سلطان سنجر کے پاس بھیج دیا، چینی ترکوں نے اس جنگ کے بعد بلاد ماوراء النہر پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد کوخاں بادشاہ چین مر گیا۔ اس کی لڑکی تخت نشین ہوئی۔ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے

کہ یہ لڑکی مرگئی ' اس کی ماں (زوجہ کوخان) اور اس کا بیٹا محمد تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے ۔ اس وقت سے ماوراء النہر انہی ترکوں کے قبضہ میں رہا۔ یہاں تک کہ خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش نے ان سے چھین لیا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں ۔

کشلی خاں

اس واقعہ سے قبل ایک عظیم واقعہ پیش آیا تھا جس میں تاتاریوں کی قوت اور جماعت فنا ہوگئی اور وہ یہ ہے کہ انھیں تاتاریوں کا ایک گروہ ترکستان سے باہر حدود چین میں جاکر آباد ہو گیا تھا ۔اس گروہ کا سردار کشلی خاں نامی ایک شخص تھا ۔اس گروہ سے اور ان تاتاریوں سے جنھیں خوارزم شاہ کے مقابلے پر شکست ہوئی تھی ۔قرب کے باعث جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے عداوت اور دشمنی چلی آرہی تھی ۔جب کشلی خاں اور اس کے گروہ کو تاتاریوں کی شکست کی خبر ملی ۔اپنی پرانی دشمنی نکالنے اور اپنے پرانے دشمن کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کو اٹھ کھڑا ہوا۔فوجیں فراہم کیں اور طوفان کی طرح سے بدبخت تاتاریوں کو زیر کرنے کے لئے بڑھا ۔ادھر تاتاریوں نے خوارزم شاہ کی خدمت میں فدویت نامہ بھیجا ۔عفو تقصیر کی درخواست کی اور یہ پیام بھیجا کہ " اگر آپ ہماری اعانت سے ذرا بھی پہلو تہی کریں گے تو ہم لوگوں کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا ۔لہٰذا اس سے قبل کہ وہ ہمارے سروں پر پہنچ کر ہمیں زیر و زبر کریں آپ ہماری امداد پر تیار ہو جائیں "۔ ادھر کشلی خاں بادشاہ ترک نے بھی مراسلہ بھیجا کہ " آپ ہم دونوں میں سے کسی کی مدد نہ کریں۔ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ہماری اور آپ کی مصالحت رہے گی ۔آپ ہم کو اور تاتاریوں کو نبٹ لینے دیں "۔

تاتاریوں کی بربادی

خوارزم شاہ نے دونوں فریقوں کو ایسا جواب دیا کہ دونوں فریقوں کو خوارزم شاہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا ۔خوارزم شاہ اپنی فوجیں لئے رزم گاہ سے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالے رہا اور ایسا رویہ اختیار کیا کہ دونوں فریق اخیر تک یہی سمجھتے رہے کہ خوارزم شاہ ہماری کمک پر آیا ہے ۔قصہ مختصر ترکوں اور تاتاریوں میں چھڑ گئی ۔تاتاریوں کو شکست ہوئی ۔میدان جنگ سے بھاگ نکلے ترکوں نے قتل اور قید کرنا شروع کردیا۔خوارزم شاہ جو اسی وقت کا منتظر تھا ترکوں کے ساتھ ہو کر تاتاریوں پر ٹوٹ پڑا۔جماعت کی جماعت کام آگئی ۔چند افراد جانبر ہوئے ۔

خوارزم شاہ اور کشلی خاں

فتح یابی کے بعد خوارزم شاہ نے کشلی خاں بادشاہ ترک کے پاس سفارت بھیجی اور یہ ظاہر کیا کہ میری ہی امداد سے تاتاریوں کے مقابلہ میں آپ کو کامیابی ہوئی ہے۔ کشلی خاں نے اس کا اعتراف کیا اور شکر گزار ہوا، مدتوں دونوں میں مراسم اتحاد قائم رہے۔ ایک مدت کے بعد خوارزم شاہ اور کشلی خاں سے تاتاریوں کے شہروں اور مال واسباب کی تقسیم میں جھگڑا ہو گیا۔ خوارزم شاہ اپنی کمزوری کو محسوس کر کے جنگ سے پہلو تہی کرتا تھا مگر موقع پا کر چوکتا نہ تھا اور کشلی خاں خوارزم شاہ کو ملامت کرتا اور بار بار یہی لکھتا تھا کہ یہ کام بادشاہوں کا نہیں ہے۔ چوروں اور بزدلوں کا کام ہے، بادشاہت کا دعویٰ ہے تو مقابلہ پر آؤ" خوارزم شاہ اس تاؤ میں نہ آتا اور موقع کو ہاتھ سے نہ دیتا تھا۔ اسی اثنا میں کشلی خاں نے کاشغر، بلاد ترکستان اور ساغون پر قبضہ کر لیا۔ کشلی خاں کی بڑھتی ہوئی قوت سے خوارزم شاہ کو خطرہ پیدا ہوا اس خیال سے کہ ساش، فرغانہ، کاشان اور اسفیجاب پر بھی کشلی خاں قابض نہ ہو جائے اسے ویران کر دیا۔ وہاں کے رہنے والوں کو بلاد اسلام میں لا کر آباد کیا۔ اس زمانہ میں یہ مقامات عمدہ ترین مقامات میں شمار کئے جاتے تھے۔ آباد تھے۔ سرسبز تھے۔ خوش منظر تھے۔ اللہ تعالیٰ کے شہروں میں ان سے زیادہ اچھا کوئی شہر نہ تھا۔

ترکوں میں اختلاف

اس کے بعد ترکوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ان میں سے ایک گروہ کشلی خاں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ جو مغل کے نام سے موسوم تھا۔ اس گروہ کا سردار چنگیز خاں تھا۔ کشلی خاں ان کی لڑائیوں میں مصروف ہو گیا نہر کو عبور کر کے خراسان چلا گیا۔ اور خوارزم شاہ کو اس کے حال پر چھوڑ گیا۔ ان کے جو کچھ واقعات رونما ہوئے ہم انھیں آئندہ بیان کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابو بکر تاج الدین

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ خوارزم شاہ محمد بن تکش کے باپ کے امراء میں سے ایک امیر ابو بکر نامی تھا جسے تاج الدین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ابتداءً یہ بہت غریب آدمی تھا، اونٹوں کی حفاظت اور چرانے پر مامور تھا۔ قسمت نے یاوری کی خوارزم شاہ کی خدمت تک پہنچ گیا۔ چلتا پرزہ اور ہوشیار تھا۔ ترقی کر کے سروان ہو گیا۔ (سروان اس زمانے میں پیشوائے مجاہدین کو کہتے تھے) کفایت شعار اور منتظم تھا خوارزم شاہ نے امارت کے عہدے سے

ممتاز کر کے قلعہ زوزن کا حاکم بنا دیا ایک مرتبہ خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "کرمان کا علاقہ میرے مقبوضہ قلعہ سے ملا ہوا ہے اگر حضور والا میری اعانت پر آمادہ ہوں اور تھوڑی سی فوج میری موجودہ فوج پر اضافہ فرما دیں تو یہ خانہ زاد نہایت قلیل مدت میں کرمان پر قبضہ کر لے" خوارزم شاہ نے اس درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور اس کے ساتھ ایک فوج ۶۱۲ھ میں کرمان روانہ کی۔

ابوبکر تاج الدین کا کرمان اور سندھ پر قبضہ

ان دنوں کرمان کا والی محمد بن حرب ابوالفضل تھا جو عہدِ حکومت سنجری میں سجستان کا گورنر رہا تھا۔ ابوبکر تاج الدین نے پہنچتے ہی نہایت کم مدت میں کرمان فتح کر لیا۔ اس کے بعد کرمان کے اطراف کو رفتہ رفتہ سر کر کے اپنے دائرۂ حکومت کو سندھ تک بڑھا لیا۔ سندھ فتح ہونے کے بعد ملک فارس کے شہروں میں سے شہر ہرمز پر جو کہ بحر فارس کے ساحل پر واقع ہے دھاوا کیا۔ شہر ہرمز کے والی کا نام ملنک تھا۔ ملنک نے اطاعت قبول کی۔ خوارزم شاہ کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ ابوبکر تاج الدین نے بہت سا مال و اسباب اس سے حاصل کر کے خوارزم شاہ کے دربار میں روانہ کیا۔

والیٔ ہرمز کی اطاعت

چونکہ ہرمز بہت بڑی بندرگاہ تھا۔ تجارتی جہازوں کا مرکز تھا۔ اقصائے ہند، چین، یمن اور عمان وغیرہ کی کشتیاں یہاں آ کر لنگر انداز ہوتی تھیں اس وجہ سے بلاد مذکورہ کے حکمران، والیٔ ہرمز کے مطیع رہتے اور اس کی دوستی کو باعثِ فلاح و بہبودی سمجھتے تھے۔ والی ہرمز کے مطیع ہو جانے سے اس علاقہ کے بعض مقامات پر بھی خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ لیکن حکمراں کیش اور والیٔ ہرمز سے عداوت کا سلسلہ جیسا کہ اس سے پیشتر تھا اسی طرح قائم رہا دونوں والیان ملک میں مدت دراز سے اَن بَن چلی آ رہی تھی۔ دونوں میں سے کسی کی تجارتی کشتی دشمن کے ساحل پر نہیں جاتی تھی، اور خوارزم شاہ، سمرقند کے اطراف میں اس خوف سے چکر لگا رہا تھا کہ کشلی خاں بادشاہ ترک اس پر کہیں قبضہ نہ کرلے۔

خوارزم شاہ کا غزنی پر قبضہ

خوارزم شاہ نے بلاد خراسان اور بامیان وغیرہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد تاج الدین اور والی غزنی کو اپنی حکومت کی اطاعت کا پیام بھیجا۔

تاج الدین وز سلاطین غوریہ کے بعد غزنی پر قابض ہوگیا تھا جیسا کہ آپ سلاطین غوریہ کے حالات میں پڑھ آئے ہیں۔ تاج الدین نے اپنے ارکین دولت کو جمع کرکے خوارزم شاہ کا پیام سنایا اور مشورہ طلب کیا امیر کبیر قطلغ تکین (سلطان شہاب الدین غوری کا غلام) اور اس کے تمام ہمراہی یک زبان ہوکر بولے "مناسب یہ ہے کہ آپ خوارزم شاہ کی اطاعت قبول کریجئے، ہم میں اس سے مقابلے کی قوت نہیں ہے۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھئے اور سکہ مسکوک کرائیے" چنانچہ تاج الدین وز نے خوارزم شاہ کی خدمت میں اظہار اطاعت کی غرض سے فدویت نامہ بھیج دیا۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ اور اس کے نام کا سکہ مسکوک کرایا۔

اس کے بعد تاج الدین وز قطلغ تکین کو اپنا نائب بنا کر شکار کھیلنے چلا گیا۔ قطلغ تکین نے خوارزم شاہ کی خدمت میں پیام بھیجا۔ "میدان خالی ہے۔ جلد تشریف لائیے، اور غزنی پر قبضہ کریجئے" چنانچہ خوارزم شاہ نہایت تیزی سے مسافت طے کرکے غزنی پہنچ گیا۔ غزنی اور اس کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ جس قدر غوری اور بالخصوص ترک ملے، مار ڈالے گئے، تاج الدین وز کو اس کی اطلاع ہوئی لاہور بھاگ گیا۔

قطلغ تکیں کا انجام

خوارزم شاہ نے غزنی پر قابض تکیں کو حاضری کا حکم دیا۔ سخت وسست کہا اور اپنے آقا و رفیق کے ساتھ بے وفائی کرنے پر گالیاں دیں اور گرفتار کرلیا چار سو غلام اور تیس اونٹ مال و اسباب جرمانے میں وصول کرکے بار حیات سے سبک دوش کردیا۔ یہ واقعہ ۶۱۳ھ یا بہ روایت بعض ۶۱۲ھ کا ہے۔ اپنے بیٹے جلال الدین منکبرس کو غزنی کا حاکم مقرر کرکے خوارزم واپس آیا۔

تسخیر بلاد جبل

۵۹۰ھ میں خوارزم شاہ محمد بن تکش نے الرہا ہمدان اور تمام بلاد جبل کو قطلغ ایناج اور بقیہ امراء سلجوقیہ سے لے لیا تھا۔ موید الدین ابن قصاب وزیر السلطنت خلیفہ ناصر لدین اللہ عباسی اس سے جھگڑ پڑا خوارزم شاہ نے اسے دبا لیا اور قتل کر ڈالا جیسا کہ خلافت عباسیہ کے حالات میں ہم لکھ آئے ہیں۔

ازبک بن محمد کا اصفہان پر قبضہ

اس کے بعد خوارزم شاہ محمد بن تکش دوسری مہم میں مشغول ہوگیا اور اُن جھگڑوں سے جو ابن قصاب سے پیش آگئے، تھے غافل ہوگیا۔ یہاں تک کہ ۵۹۷ھ میں انتقال کرگیا۔ اس کے بعد علاء الدین محمد بن تکش خوارزم شاہ کا لڑکا تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ سلاطین سلجوقیہ کے موالی میں سے بہلوان یکے بعد دیگرے تمام علاقہ جبل پر قابض ہوتا گیا۔ ازبک بن بہلوان نے سلاطین سلجوقیہ سے بدعہدی کی اور خوارزم شاہ کی حکومت کا مطیع ہوگیا۔ ان میں سب کے بعد جو حکمران ہوا وہ اغماش "اغلمش" تھا۔ یہ ایک مدت تک علاء الدین محمد بن تکش خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھتا رہا۔ اس کے بعد ایک باطنی نے اسے مار ڈالا۔ ازبک بن محمد بن بہلوان کو ملک گیری کا لالچ دامن گیر ہوا' اصفہان' رے ہمدان' اور جبل کے پورے علاقے پر دانت لگائے' سعد بن زنگی والی فارس کو بھی جسے سعد بن وکلا کے نام سے موسوم کرتے ہیں اپنے مقبوضہ ممالک پر خود مختار حکومت کا شوق چرایا۔ چنانچہ اُزبک فوجیں مرتب کرکے صوبہ اصفہان کی جانب بڑھا اور اہل اصفہان کی دوستی اور سازش سے قابض ہوگیا' رے' قزوین اور سمنان کو سعد زنگی نے دبالیا۔

خوارزم شاہ کی ماوراء النہر پر فوج کشی

اس طوائف الملوکی کی خبر خوارزم شاہ کو سمرقند میں ملی ملک گیری کی ہوس بڑھی' فوجیں فراہم کرکے ۶۱۴ھ میں دھاوا کردیا اور ایک فوج ماوراء النہر اور ترکوں کی سرحد کی طرف روانہ کی۔ تومس پہنچ کر بارہ ہزار سواروں کو لے کر فوج سے علیحدہ ہوگیا۔ اس کا مقدمۃ الجیش رے کے قریب پہنچ گیا۔ سعد زنگی رے کے باہر ایک میدان میں خیمہ ڈالے پڑا تھا۔ یہ خیال کرکے کہ یہ اہل رے کا لشکر ہے جو میری روک تھام کے لئے آیا ہے سوار ہوکر لڑنے کو نکلا اور لڑائی چھیڑ دی۔ لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ خوارزم شاہ کی فوج ہے میدان جنگ خالی کردیا۔ خوارزمی لشکر نے گرفتار کرلیا۔

ازبک کی اطاعت

اس واقعہ کی خبر اُزبک کو اصفہان پہنچی۔ خوارزم شاہ کے خوف سے تھرا گیا۔ اصفہان کو خیرباد کہکر ہمدان کا راستہ لیا شارع عام کو چھوڑ کر

جنگل اور پہاڑی دروں کو طے کرتا ہوا آذربائیجان پہنچا۔ اپنے وزیر ابوالقاسم بن علی کو معذرت نامہ لے کر اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کی غرض سے خوارزم شاہ کے دربار میں بھیجا۔ خوارزم شاہ نے اس کی معذرت کو قبولیت کا درجہ عنایت کیا اور ازبک نے سالانہ خراج خوارزم شاہ کے خزانہ میں داخل کر دیا۔

سعد زنگی کی رہائی واطاعت

اُدھر نصرت الدین ابوبکر نے (سعد زنگی کا بیٹا) اپنے باپ کی گرفتاری کا حال سن کر رنگ کھیلنے شروع کیے۔ اپنے باپ کی معزولی کا اعلان کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ادھر خوارزم شاہ نے سعد زنگی کو اس شرط پر رہا کر دیا کہ قلعہ اصطخر خوارزم کے حوالے کر دے اور بقیہ علاقہ میں سے مالیہ کا تیسرا حصہ بطور خراج ادا کیا کرے۔ چنانچہ اس شرط کی ایفا کی غرض سے سرداران دولت خوارزمیہ کو قلعہ اصطخر پر قبضہ لینے کے لئے سعد زنگی کے ہمراہ روانہ کیا۔ شیراز پہنچنے پر یہ معلوم ہوا کہ نصرت الدین ابوبکر اپنے باپ کے خلاف حکومت فارس پر قابض ہو گیا ہے اور وہ شہر حوالہ کرنے کے خلاف ہے سعد زنگی کے بعض امراء نے نصرت الدین ابوبکر کو سمجھا بجھا کر راضی کیا۔ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا شیراز لے گیا اور عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکمرانی کرنے لگا۔ خوارزم شاہ کو بادشاہ تسلیم کر کے اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اس طرح پر ساوہ، قزوین، جرجان، ابہر، ہمدان، اصفہان قم، قاشان اور تمام بلاد جبل پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے مصاحب اور امراء شہروں پر قابض ہو گئے۔ امیر طائین کو ہمدان کی حکومت پر مامور کیا اور اپنے بیٹے رکن الدولہ نادر شاہ کو سب کا افسر اعلیٰ بنایا۔ جمال الدین محمد بن سائق شادی کو اس کی وزارت کا عہدہ عطا کیا۔

خوارزم شاہ اور خلیفہ ناصر الدین اللہ

جس وقت خوارزم شاہ محمد بن تکش کا قدم، حکومت و سلطنت پر جیسا کہ چاہیئے استقلال کے ساتھ جم گیا اور دائرہ حکومت وسیع ہو گیا ۶۱۴ھ میں دربار خلافت بغداد میں درخواست بھیجی کہ جس طرح سلاطین سلجوقیہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اسی طرح میرے نام کا خطبہ پڑھا جائے خلافت مآب نے درخواست کو قبولیت کا درجہ عنایت نہ فرمایا۔ معذرت کرنے کی غرض سے شیخ شہاب الدین سہروردی کو خوارزم شاہ کے پاس روانہ کیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی کی سفارت

خوارزم شاہ نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی بے حد عزت کی۔ نہایت تپاک سے استقبال کیا۔ شیخ شہاب الدین نے تقریر کی ابتدا اس حدیث سے کی[1]۔ . . . . خوارزم شاہ دوزانو بیٹھ کر کمال ادب سے سنتا رہا۔ جو کچھ عرض و معروض کیا ادب کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ شیخ بہت دیر تک وعظ و پند کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جو بنو عباس کی ایذا اور تکلیف نہ دینے کے بارے میں تھے۔ کمال خوبی سے بیان کئے۔ خوارزم شاہ نے گذارش کی حاشا للہ۔ میں نے کبھی کسی بنی عباس کو کسی قسم کی ایذا اور تکلیف نہیں دی۔ شیخ کے وعظ سننے کا مجھ سے زیادہ استحقاق خلافت مآب کو ہے۔ مجھے معتبر ذریعہ سے یہ خبر ملی ہے کہ خلافت مآب کے حکم سے بنی عباس کا ایک گروہ مدت دراز سے قید کی مصیبتیں جھیل رہا ہے"۔ شیخ نے جواب دیا "خلافت مآب جب کسی شخص کو بہ نظر اصلاح اور تادیب قید کی سزا دیتے ہیں تو مورد الزام نہیں ہو سکتے۔ اسی اصلاح کی غرض سے عنان خلافت انھیں دی گئی ہے"۔ قصہ مختصر خوارزم شاہ نے شیخ کو رخصت کیا۔ شیخ بغداد واپس آئے۔

خوارزم شاہ کی مراجعت

بعض کا بیان ہے کہ خوارزم شاہ نے بلاد جبل پر قبضہ حاصل کر کے بغداد کا قصد کیا۔ کوچ و قیام کرتا عقبہ سرا باد پہنچا۔ بے حد برف پڑا۔ حیوانات مر گئے۔ آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کر گر گئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی خلافت مآب کی طرف سے پیام لئے اس مقام پر خوارزم شاہ کے پاس پہنچے۔ وعظ و پند کیا۔ خوارزم شاہ کو اپنے کئے پر ندامت ہوئی۔ ارادہ ترک کر دیا۔ چنانچہ ۶۱۵ھ میں خوارزم واپس آیا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

قطب الدین اولاغ شاہ کی ولی عہدی

رے اور بلاد جبل وغیرہ پر کلی فتوحات حاصل کرنے کے بعد خوارزم شاہ نے اپنے ممالک مقبوضہ کو اپنے لڑکوں پر

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

اس طرح تقسیم کیا۔ خوارزم، خراسان اور مازندران ولیعہد قطب الدین اولاغ شاہ کو دیئے۔ غزنی بامیان، غور، بُست اور ہندوستان کے مقبوضات جلال الدین منکبرس کو مرحمت کیے، کرمان، کیس مکران کی حکومت اپنے تیسرے بیٹے غیاث الدین تیر شاہ کو دی اور بلاد جبل کا رکن الدین غور شاہ کو حاکم بنایا۔

جلال الدین منکبرس اپنے سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن یہ ولی عہد نہیں بنایا گیا۔ اس وجہ سے کہ قطب الدین اولاغ شاہ کی ماں اور سلطان خوارزم شاہ کی ماں ترکمان خاتون ایک ہی قبیلہ بیاروت کی تھیں۔ بیاروت کا قبیلہ ترکمان خطا کے قبیلہ یمک کی ایک شاخ ہے ترکمان خاتون کا اپنے بیٹے سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش پر پورا پورا اثر تھا یہی وجہ تھی کہ بڑے بیٹے جلال الدین منکبرس کے ہوتے قطب الدین اولاغ شاہ کو خوارزم شاہ نے اپنا ولیعہد مقرر کیا۔

وزیر محمد بن احمد کی روایت

وزیر السلطنت محمد بن احمد سنوی منشی کاتب جلال الدین منکبرس نے اس کے اور اس کے باپ علاء الدین محمد بن تکش کے حالات میں لکھا ہے کہ خوارزم شاہ نے ولی عہد کے دروازے پر پانچوں نمازوں کے بعد نوبت بجانے کی اجازت دی تھی جو ہر نماز کے بعد بجائی جاتی تھی، اس نوبت کو ذوالقرنین کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ نقارے تعداد میں ستائیس تھے۔ سونے اور چاندی کے بنے تھے، جواہرات کی پچی کاری تھی۔ میں نے اس کی روایت کو دوسروں کی روایت پر اس وجہ سے ترجیح دی ہے کہ یہ ان دونوں کے حالات سے اوروں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہے۔

غیاث الدین تیر شاہ کی گورنری

کرمان، مکران اور کیش پر موید الملک قوام الدین کا قبضہ تھا اور وہی ان مقامات کا واحد مستقل حکمران تصور کیا جاتا تھا سلطان خوارزم شاہ کی واپسی عراق کے بعد موید الملک قوام الدین نے سفر آخرت اختیار کیا، خوارزم شاہ نے اپنے بیٹے غیاث الدین تیر شاہ کو اس کی جگہ مقرر کیا جیسا کہ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں۔

مؤیدالملک قوام الدین

موید الملک قوام الدین ایک معمولی بازاری آدمی تھا۔ قسمت نے یاوری کی بادشاہت کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اس کی ماں نصرت الدین

محمد بن ایز والیٔ زوزن کے محل سرا میں دایہ کی خدمت پر مامور تھی، موید الملک وہیں پیدا ہوا، وہیں نشو و نما پائی، سن شعور کو پہنچا، نصرت الدین کی خدمت میں رہنے لگا۔ چند روز بعد نصرت الدین سے علیحدہ ہو کر سلطان خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہوا، موقع پا کر ادھر سلطان خوارزم شاہ سے "جڑا" کہ نصرت الدین فرقہ باطنیہ کا ایک ممبر ہے" اُدھر دربار خوارزمی سے واپس ہو کر نصرت الدین کو سلطان کی سطوت اور جلال سے ڈرایا دھمکایا، نصرت الدین کو سلطان کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا، فرقہ باطنیہ (اسمٰعیلیہ) سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے قلعہ زوزن میں قلعہ نشین ہو گیا، موید الملک نے اس خبر کو دربار شاہی تک پہنچا دیا، سلطان سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ نصرت الدین کو معزول کر کے موید الملک کو اپنی نیابت کا عہدہ عنایت فرمایا، آخر کار نصرت الدین، موید الملک کے دام فریب میں پھنس گیا، قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ موید الملک نے حراست میں لے لیا۔ پابزنجیر سلطان خوارزم شاہ کی خدمت میں بھیج دیا، سلطان نے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھروا دیں۔

موید الملک کا خطاب

اس کے بعد موید الملک کو کرمان کا لالچ دامن گیر ہوا، اس وقت کرمان میں ملک دینار کے خاندان کا ایک شخص حکومت کر رہا تھا۔ موید الملک نے سلطان کو اس کے خلاف ابھار دیا، سلطان نے خراسان سے فوجیں بھیج دیں، اور مالی امداد بھی دی، موید الملک نے کرمان پہنچ کر قبضہ کر لیا، خوارزم شاہ کو اس سے بے حد مسرت ہوئی، اس حسن خدمت اور کارگزاری کے صلے میں موید الملک کا خطاب عطا کیا، اور کرمان کو جاگیر میں دیدیا۔

موید الملک کی وفات

سلطان خوارزم شاہ کی واپسی عراق کے وقت شاہی اونٹنی گم ہو گئی موید الملک نے چار ہزار بختی اونٹنیاں حاضر کر دیں، سلطان بے حد خوش ہوا، اتفاق سے اسی زمانہ میں موید الملک کی موت کا پیام آ گیا۔ دنیا کی ساری تمناؤں کو لئے ہوئے دنیا سے چل بسا، خوارزم شاہ نے اس کے مقبوضہ صوبہ پر اپنے بیٹے غیاث الدین کو مامور کیا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

موید الملک بہت بڑا مال دار تھا غیاث الدین نے اس کے متروکات میں سے نشر اونٹ سونے سے لدے ہوئے سلطان کی خدمت میں روانہ کئے تھے۔

ترکمان خاتون

ترکمان خاتون مادر سلطان محمد بن تکش قبیلہ بیاروت سے خان جنکش بادشاہ ترک کی لڑکی تھی۔ بیاروت کا قبیلہ، یمک ترکان خطا کی ایک شاخ ہے سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش نے اس سے عقد کیا جس کے بطن سے سلطان محمد پیدا ہوا۔ جب سلطان محمد تخت آرائے حکومت ہوا تو یمک کے قبائل چاروں طرف سے سمٹ کر ترکمان خاتون کی خدمت میں آ گئے، ان کے علاوہ اور ترک بھی جو ان کے ہمسایہ تھے وہ بھی آ ملے۔ ترکمان خاتون کی قوت بے حد بڑھ گئی، دولت و حکومت پر قبضہ کر لیا، سلطان محمد نام کا بادشاہ رہ گیا۔ اُسی کی حکومت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ بادشاہوں کی طرح اپنی طرف سے عمال مقرر کرتی، ملک کا نظم ونسق اس کے قبضہ اقتدار میں تھا۔ عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ دیتی تھی۔ فریادیوں کی فریاد سنتی، قتل وخونریزی کو روکتی، برائیوں کا انسداد کرتی، امور خیر انجام دیتی، داد ودہش اور صدقات کو اپنے تمام ممالک محروسہ میں پھیلا رکھا تھا۔ محض حکم نامہ لکھنے پر سات کاتب مامور تھے۔ اگر کبھی اس کا فرمان سلطان کے فرمان کے خلاف ہوتا تو یہ طے تھا کہ پچھلے فرمان پر عمل درآمد کیا جاتا۔

ترکمان خاتون کا لقب

خداوند جہاں جس کے معنی ہیں "ملکہ عالم" اس کا لقب تھا۔ فرمان کے سرنامہ پر "عصمۃ الدنیا والدین اولاغ ترکمان ملک نسارا العالمین" لکھا جاتا تھا۔ چوب قلم سے بدست خاص "عصمت باللہ وحدہٗ" دستخط کی جگہ لکھا کرتی تھی۔ خط نہایت پاکیزہ اور دیدہ زیب ہوتا تھا۔ ترکمان خاتون نے نظام الملک کو جو اس کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور سلطان کے دربار میں عہدۂ وزارت سے ممتاز تھا اپنی وزارت پر بلایا۔ جب سلطان نے اپنے وزیر کو معزول کیا تو ترکمان خاتون کے حکم واشارے سے نظام الملک کو سلطان کا قلمدان وزارت دوبارہ سپرد کیا۔ حالانکہ سلطان اس کی وزارت سے خوش اور راضی نہ تھا۔ چونکہ ترکمان خاتون حکومت وسلطنت پر قابو پا گئی تھی، اس وجہ سے نظام الملک کو بھی سلطان کی حکومت وسلطنت پر جابرانہ

قوت حاصل ہوگئی۔ نہایت رعب داب کی وزارت کی۔ کسی گورنر نے سلطان سے نظام الملک کی شکایت کی۔ کہ اس نے خوارزم کے نواح میں لوگوں سے تاوان لیا ہے۔" سلطان نے اپنے ایک خواص کو اس کے قتل کا حکم دیدیا، ترکمان خاتون کو اس کی خبر لگ گئی، خواص کو اس فعل سے روک دیا۔ نظام الملک اپنی حالت پر بدستور قائم رہا اور سلطان اپنے حکم کو نافذ نہ کر سکا۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔

چنگیز خاں کی سفارت

عراق سے واپسی کے بعد سلطان خوارزم شاہ کی خدمت میں بمقام نیشاپور ۶۱۵ھ میں چنگیز خاں کی سفارت، معاہدہ تجارت اور مراسم اتحاد قائم کرنے کی غرض سے باریاب ہوئی۔ چنگیز خاں نے سفیروں کی معرفت قیمتی قیمتی جواہرات مشک کے نافے، عنبر اور ریشمی کپڑے بطور تحفہ بھیجے تھے، ملک چین اور اس کے متصلہ بلاد ترک کے فتح کر لینے کی اطلاع دی تھی اور معاہدہ تجارت و اتحاد لکھنے کی خواہش کی تھی۔ سفیروں کا انداز گفتگو بے باکانہ تھا۔ سلطان کو شبہ پیدا ہوا کہ شاید چنگیز خاں نے دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے سفارت بھیجی ہے، اس وجہ سے نہ تو صاف طور سے معاہدہ کا اقرار کیا اور نہ انکار محمود خوارزمی کو جاسوسی کی خدمت پر مامور کر کے چنگیز خاں کے یہاں بھیج دیا۔ محمود خوارزمی نے واپس ہو کر چنگیز خاں کی تحریر کی تصدیق کی اور یہ خبر دی کہ چنگیز خاں نے ملک چین پر قبضہ کر لیا ہے۔ شہر طوغاج پر بھی قابض ہو گیا ہے۔ سلطان نے دریافت کیا "اس کے لشکر کی تعداد کیا ہے؟" جواب دیا "کچھ زیادہ نہیں ہے" سلطان خوارزم شاہ نے چنگیز خاں کی درخواست کے مطابق معاہدہ تجارت و اتحاد لکھ کر سفیروں کو واپس کر دیا۔

امیر نیال اور تاتاری تاجر

اس کے بعد چنگیز خاں کے ملک کے چند تاجر تجارتی مال لے کر انزار آئے۔ نیال خاں (سلطان کا ماموں زاد بھائی) وہاں کا گورنر تھا، بیس ہزار (۲۰۰۰۰) فوج رکاب میں رہتی تھی۔ مال و اسباب کو دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ دست درازی کا لالچ دامن گیر ہوا۔ شاہی دربار میں رپورٹ کر دی کہ یہ تاجر نہیں ہیں بلکہ جاسوسی کی غرض سے آئے ہیں، سلطنت کی طرف سے ان کی نگرانی کا حکم صادر ہو گیا، نیال خاں کو موقع مل گیا، نگرانی کے بجائے ان لوگوں کو پوشیدہ طور سے قتل کر کے مال و اسباب ضبط کر لیا۔

چنگیز خاں کے سفیر کا قتل چنگیز خاں کو اس کی خبر لگی۔ سلطان کو ناراضگی اور تنبیہ کا خط لکھا، بدعہدی پر نفرین کا اظہار کیا۔ سلطان نے چنگیز خاں کے ایلچی کو بجائے جواب دینے کے مارڈالا۔ اور اس خیال سے کہ مبادا چنگیز خاں اس خبر کو سُن کر خوارزم پر چڑھ نہ آئے سمرقند کی قلعہ بندی کی اور فوجیں مرتب کر کے چنگیز خاں کے ملک پر چڑھ گیا۔ رعایا سے تین برس کا خراج پیشگی وصول کیا دو برس کا خراج مصارف جنگ کے لئے اپنے ساتھ رکھا اور تیسرے برس کا خراج سمرقند کے محافظوں کو عنایت کیا۔ چنگیز خاں ان دنوں اپنے ملک میں موجود نہ تھا۔ کشلی خاں بادشاہ ترک سے جنگ کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ سوائے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے کوئی نہ تھا خوارزم شاہ نے ان پر چھاپا مارا۔ قتل و غارت کر کے جو کچھ ہاتھ لگا لے کر واپس ہوا۔

جنگ خوارزم شاہ و چنگیز خاں ابھی خوارزم شاہ اپنی سرحد میں داخل نہ ہوا تھا کہ چنگیز خاں کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ فوراً تعاقب پر روانہ ہو گیا خوارزم شاہ سے مقابلہ ہوا۔ سخت معرکہ پیش آیا۔ فریقین کی فوج کا زیادہ حصہ کٹ گیا۔ تین دن تک مسلسل لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ چوتھے روز خوارزم شاہ نے میدان چھوڑ دیا، جیحوں پر پہنچ کر تاتاریوں کے نتیجہ کے انتظار میں قیام کیا۔ چنگیز خاں نے تعاقب کی غرض سے قدم بڑھایا۔ خوارزم شاہ نے جیحوں کا مورچہ بھی خالی کر دیا اور اپنی فوج کو ماوراء النہر، انزار، بخارا، سمرقند، ترمذ اور جند کے شہروں میں چنگیز خاں کے طوفانِ بدتمیزی کی روک تھام کی غرض سے پھیلادی۔ ایناخ کو جو اس کا ایک نامی سردار ہونے کے علاوہ حاجب تھا۔ بخارا کی حفاظت پر مامور کیا۔ چنگیز خاں نے پہلے انزار کا محاصرہ کیا۔ اہل انزار لڑے لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ چنگیز خاں نے بزور تیغ لے لیا۔

امیر نیال کا انجام امیر نیال خاں جس نے چنگیز خاں کے تاجروں کو قتل کر کے مال و اسباب چھین لیا تھا گرفتار ہو کر پیش کیا گیا۔ چنگیز خاں نے چاندی پگھلوا کر کانوں اور آنکھوں میں ڈلوا دی، جس سے وہ مر گیا، اس کے بعد بخارا کی طرف بڑھا شہر کو امان و صلح سے فتح کر کے قلعہ بخارا پر محاصرہ کیا۔ اہل قلعہ چند دن تک لڑے۔ بالآخر

سب نے ہتھیار ڈال دیئے بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اہل قلعہ اس کی خونریزی کے ہاتھوں سے بچ جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا۔اس نے ان کے ساتھ بدعہدی کی اور قلعہ پر قبضہ کر کے سب کو گرفتار کر لیا اور قتل کا حکم دے دیا۔بخارا کے بعد سمرقند کی باری آئی' اہل سمرقند بھی اسی کشتی پر سوار کر کے اتارے گئے' ان کے ساتھ بھی اہل بخارا کا سا برتاؤ برتا گیا یہ واقعات ۶۱۹ھ کے ہیں۔

اس کے بعد سلطان خوارزم شاہ کی ماں کے چند قرابت مندوں نے جو سرداری کے رتبہ سے سرفراز تھے چنگیز خاں کو خط لکھا' خوارزم اور خراسان پر قبضہ کرنے کی تحریک کی اور اس خط کو جس شخص کی معرفت روانہ کیا اُس نے اس خط کو سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا۔سلطان نے غور سے پڑھا' اپنی ماں اور اس کے قرابت مندوں کی طرف سے مشتبہ و بدگمان ہو گیا۔

علاء الدین والی قندھار کی علیحدگی

جس وقت سلطان خوارزم شاہ کو انزار' بخارا اور سمرقند پر چنگیز خاں کے قبضہ کر لینے کی خبر موصول ہوئی اور گورنر بخارا چند اشخاص کے ساتھ جان بچا کر سلطان کی خدمت میں پہنچا' اسی وقت سلطان خوارزم شاہ نے جیحوں کو عبور کیا۔تاتاریوں کا گروہ (جو اس کی رکاب میں تھا) اور علاء الدین والئ قندھار سلطانی موکب سے علیحدہ ہو کر واپس آ گئے۔اس سے لوگوں کے دل ہل گئے' خوف وہراس کی کوئی انتہا نہ رہی۔

خوارزم شاہ کا تعاقب

چنگیز خاں نے بیس ہزار ۲۰۰۰۰ سواروں کو خوارزم شاہ کے تعاقب پر مامور کیا یہ مغربی تاتاری کہلاتے ہیں وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انہیں چنگیز خاں نے خراسان کے مغربی علاقے کو تاراج کرنے کے لئے بھیجا تھا۔چنانچہ انھوں نے مغربی خراسان کو تاخت و تاراج کیا۔لوٹ مار کرتے بلاد بجو ز تک پہنچ گئے۔جس طرف سے گزرے کھیتوں اور باغات کو ویران' آبادی کو برباد اور چٹیل میدان کر دیا۔سلطان خوارزم شاہ بحالِ پریشان نیشاپور پہنچا لیکن مغربی تاتاریوں کے تعاقب نے نیشاپور میں بھی قیام نہ کرنے دیا۔عراق کی طرف چلا گیا اور مال و اسباب کو ایک قلعہ میں امانت کے طور پر رکھ گیا۔

خوارزم شاہ کا خزانہ

منشی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امیر تاج الدین لبسطامی نے مجھ سے بیان

کیا ہے کہ جس وقت خوارزم شاہ کوچ و قیام کرتا عراق تک پہنچا مجھے حاضری کی اجازت دی، ان کے روبرو دس بڑے صندوق موتیوں سے بھرے ہوئے رکھے تھے جس کی قیمت کوئی نہیں لگا سکتا تھا۔ ان میں سے دو صندوقوں میں قیمتی قیمتی جواہرات بھرے تھے جس کی قیمت ملک عراق کی قیمت کے برابر ہوگی! مجھے سلطان نے قلعہ اردنہر میں بطور امانت رکھ آنے کا حکم دیا۔ قلعہ اردنہر نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور قلعہ میں پہنچا دینے کی رسید لے کر شاہی دربار میں حاضر کر دی۔ اس کے بعد جب چنگیز خاں نے عراق کو فتح کیا تو ان صندوقوں کو بھی لے لیا۔

وزیر عماد الملک کا خاتمہ

قصہ مختصر خوارزم شاہ نیشاپور سے مازندران کی طرف گیا اور مغربی تاتار اس کے تعاقب میں تھے مجبوراً مازندران کو چھوڑ کر ہمدان کے نواح میں چلا گیا۔ مغربی تاتاریوں نے چھاپہ مارا خوارزم شاہ کسی طرح بچ کر بلاد جبل پہنچا۔ اس کا وزیر عماد الملک محمد بن[1]...... اس واقعہ میں مارا گیا۔ ساحل بحر پر ایک گاؤں میں قیام پذیر ہوا۔ جیسا کہ اس کی نیک عادت تھی صلوٰۃ تسبیح اور تلاوت قرآن میں مصروف ہوا۔

سلطان محمد بن تکش کی وفات

چنگیز خانی تاتاریوں نے خوارزم شاہ کو یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ دوبارہ چھاپہ مارا، خوارزم شاہ کشتی پر سوار ہو کر دریا عبور کر گیا اور خونریز تاتاری اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ناکام واپس ہوئے۔ خوارزم شاہ نے دریائے طبرستان کے ایک جزیرے میں پہنچ کر اقامت اختیار کی اور وہیں رہنے لگا۔ مرض الموت نے آکر گھیر لیا۔ اہالیان مازندران تیمارداری کرتے تھے۔ اس امید پر کہ اگر زمانے نے پلٹا کھایا تو اس خدمت کے صلے میں خوارزم شاہ انہیں جاگیریں دے گا۔ صوبجات کی گورنری پر مامور کرے گا۔ لیکن خوارزم شاہ کو اس کا موقع نہ ملا۔ ۶۱۷ھ میں موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لئے سو گیا۔ اور اسی جزیرے میں دفن کر دیا گیا۔ اکیس سال حکومت کی۔ جلال الدین منکبرس (خوارزم شاہ کا بیٹا)، نے اہل مازندران کی تمام امیدوں کو جو خوارزم شاہ سے متعلق تھیں پورا کیا۔

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر خالی جگہ ہے۔

باب ۱۰

جلال الدین منکبرس بن علاء الدین محمد

خوارزم شاہ نے وفات کے وقت اپنے بڑے بیٹے جلال الدین منکبرس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ اور اپنے چھوٹے بیٹے قطب الدین اولاغ شاہ کو ولیعہدی سے برطرف کر دیا۔

مادر خوارزم شاہ ترکمان خاتون (مادر خوارزم شاہ) کو خوارزم میں ان واقعات کی خبر موصول ہوئی۔ پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ چنگیز خانیوں کے خوف سے خوارزم چھوڑ دینے کا قصد کیا۔ تقریباً بیس سرداران لشکر اور اُن بادشاہوں کو جو اس وقت خوارزم میں قید تھے قتل کر کے بھاگ نکلی۔ مازندران کے قلعوں میں سے قلعہ ایلان میں پہنچ کر قیام کیا۔

ترکمان خاتون کی گرفتاری مغربی تاتاری جو خوارزم شاہ کے تعاقب میں گئے تھے دریائے طبرستان کو خوارزم شاہ کے عبور کر جانے کے بعد واپس ہوئے مازندران پر حملہ کیا۔ چنانچہ مازندران کے تمام قلعوں کو سر کر لیا۔ جو کچھ وہاں مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ مازندران کے قلعے نہایت مضبوط و مستحکم اور دشوار گزار تھے۔ کسی زمانے میں فتح نہیں ہوئے تھے۔ جب مسلمانوں نے شاہان فارس کے مقبوضہ علاقے کو فتح کیا تھا اور ان کی حکومت کا جھنڈا عراق سے اقصائے خراسان تک کامیابی کے ساتھ لہرا رہا تھا اس وقت بھی یہ قلعے مسخر نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے صرف خراج لینے پر اکتفا کیا تھا۔ ۹۰ھ میں بزمانہ حکومت سلیمان بن عبدالملک (بنو امیہ کے خاندان کا ایک خلیفہ تھا) یہ قلعے فتح ہوئے تھے۔ اس کے بعد چنگیز خانی

ترکوں نے یکے بعد دیگرے تمام قلعوں کو سر کیا۔ قلعہ ایلان میں ترکمان خاتون نے محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ اس قلعہ کو بھی صلح کے ساتھ فتح کر لیا اور ترکمان خاتون کو گرفتار کر لیا۔

ابن اثیر کی روایت

فاضل ابن اثیر کا بیان ہے کہ مغربی تاتاریوں نے ترکمان خاتون سے جب کہ وہ خوارزم سے مازندران کی طرف بھاگ کر آ رہی تھی اثنائے راہ میں مڈبھیڑ ہو گئی چاروں طرف سے اسے گھیر لیا اور گرفتار کر لیا، ترکمان خاتون کے علاوہ اور شاہزادیاں بھی جو اس کے ہمراہ تھیں گرفتار کر لی گئیں۔ تاتاریوں نے انہیں اپنے گھروں میں ڈال لیا۔ دوش خاں ولد چنگیز خاں نے بھی ان میں سے ایک شاہزادی کے ساتھ شادی کر لی تھی۔ ترکمان خاتون نہایت ذلت اور مسکنت سے تاتاریوں کی قید میں رہی۔ چنگیز خاں کی طرف سے اسے بھی ایک خوان کھانا ملتا تھا جیسا کہ اور شاہزادیوں کو ملتا تھا۔

نظام الملک کا انجام

نظام الملک خوارزم شاہ کا وزیر، ترکمان خاتون کے ساتھ تھا۔ یہ بھی چنگیز خاں کے قبضہ میں پڑ گیا۔ چونکہ چنگیز خاں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سلطان اس سے ناراض تھا اس وجہ سے اس کی عزت کرتا تھا اور اکثر خراج وغیرہ کے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا تھا۔ جب دوش خاں نے خوارزم پر قبضہ کر لیا اور سلطانی حرم کو گرفتار کر لیا۔ جن میں چند گانے والی عورتیں بھی تھیں، ان میں سے ایک عورت اپنے کسی خادم کو دی۔ اس عورت نے تاتاری خادم کی خواہشات کو ٹھکرا دیا اور اسے اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ اور نظام الملک کے یہاں جا کر پناہ لی۔ اس خادم نے چنگیز خاں سے شکایت کی اور وزیر نظام الملک کو اس عورت کی آشنائی سے متہم کیا۔ چنگیز خاں نے وزیر نظام الملک کو سر دربار طلب کر کے اس جرم کا مجرم قرار دے کر مار ڈالا۔

تاتاریوں کی یلغار

مغربی تاتاری ۶۱۷ھ میں خوارزم شاہ محمد بن تکش کے تعاقب میں سے پہنچے اور جب وہ ہاتھ نہ آیا تو ہمدان کی طرف لوٹے۔ اثنائے راہ میں جو دیہات، قصبات اور شہر ملے تاراج کر ڈالے۔ اہلِ ہمدان نے اس طوفانِ بدتمیزی کی آمد کی خبر

پا کر مال و اسباب، قیمتی قیمتی کپڑے اور مویشی جس قدر فراہم کر سکے فراہم کر کے بحکم ع

'دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ'

لٹیرے تاتاریوں کے پاس حاضر کر دیا، چنانچہ ان کے ہاتھ سے ان کی عزت آبرو اور جان بچ گئی۔ زنجان کی طرف بڑھے۔ اہل زنجان نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کیا۔ یہ بھی بال بال بچ گئے قزوین پر دھاوا کیا اہل قزوین خم ٹھوک کر مقابلہ پر آئے، لڑے، مغربی تاتاریوں نے ان پر محاصرہ کیا اور بزور تیغ لڑ کر ان کو سر کیا بے حد خونریزی ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قزوین میں چالیس ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے۔ اس کے بعد جاڑے کا موسم آگیا۔ برف گرنا شروع ہوگئی قتل و غارت کرتے ہوئے جیسا کہ ان کی عادت تھی آذربائیجان کی طرف روانہ ہوئے اس وقت تک ازبک پہلوان والئ آذربائیجان تبریز میں مقیم تھا۔ لہو و لعب میں مصروف، خواہشات نفسانی میں منہمک انتظام ملک سے غافل، رنگ رلیوں میں پڑا ہوا تھا۔ اُس کے دماغ میں یہ تدبیر آئی کہ اس نے مغربی تاتاریوں سے خط و کتابت کر کے کچھ دے کر اپنے کو ان کے شر سے بچا لیا، سیلاب کی طرح موقان کی طرف واپس ہوئے تا کہ جاڑے کا موسم کسی ساحل پر قیام کر کے گذاریں۔

بلاد کرج کا تاراج

اس کے بعد بلاد کرج پر چڑھائی کی۔ کرج نے مقابلہ کیا۔ سینہ سپر ہو کر لڑے لیکن تاتاری طوفان کو روک نہ سکے۔ میدان چھوڑ دیا۔ تاتاریوں نے نہایت بے رحمی سے پامال کیا۔ ادھر کرج نے ازبک والئ آذربائیجان اور اشرف بن عادل بن ایوب والئ خلاط کی خدمت میں ایلچی بھیجے تاتاریوں کے مقابلے پر امداد طلب کی اُدھر اقرش (ازبک کا آزاد غلام) تاتاریوں سے مل گیا۔ ترکمان اور اکراد کی فوج کثیر اس کی رکاب میں تھی تاتاریوں کے ساتھ کرج پر چڑھ گیا۔ قتل و غارت کرتے ہوئے بلقین (بلقان) تک پہنچ گئے۔ کرج خم ٹھونک کر مقابلہ پر آئے۔ پہلے اقرش سے مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد تاتاریوں نے حملہ کیا کرج کو شکست ہوئی کرج کی بے شمار فوج کٹ گئی۔ یہ واقعہ ماہ ذیقعدہ ۶۱۷ھ کا ہے۔

مراغہ کی پامالی

مغربی تاتاری مہم کرج سے فارغ ہو کر مراغہ کی جانب لوٹے۔ تبریز ہو کر گزرے۔

والئ تبریز نے جیسا کہ اس کی عادت تھی اسی طرح پیش آیا۔ تحائف اور نذرانے پیش کیے۔ جو کچھ ہو سکا نقد و جنس جمع کر کے نذر کیا۔ قتل و غارت کرتے ہوئے مراغہ پہنچے۔ مراغہ کی والیہ ایک عورت تھی چند دن تک مقابلہ کرتی رہی۔ بالآخر صفر ۶۱۸ھ میں تاتاریوں نے اسے دبا لیا۔ اور جی کھول کر پامال کیا۔

تاتاریوں کی اربل پر فوج کشی

مراغہ سے فارغ ہو کر اربل پر حملہ کیا مظفر الدین بن [1] ...... اس شہر کا حاکم تھا۔ اس نے بدر الدین والئ موصل سے امداد طلب کی۔ بدر الدین نے مظفر الدین کی کمک پر فوجیں بھیجیں اور خود سرحدی بلاد کی حفاظت کی غرض سے تیار ہوا۔ اتنے میں خلیفہ ناصر کا فرمان آ پہنچا۔ لکھا تھا کہ "تم اپنی فوج کے ساتھ دقوقا میں جا کر قیام کرو اور عراقوں میں تاتاریوں کو گھسنے نہ دو"۔۔ چنانچہ اسلامی فوجیں دقوقا میں جمع ہوئیں۔ خلیفہ ناصر نے اپنے مملوک بشتمر (قشتمر) کو آٹھ سو نامی گرامی سرداران کی جمعیت سے مظفر الدین کی کمک کو روانہ کیا اور تمام لشکر کی قیادت مظفر الدین کو مرحمت فرمائی۔ لیکن دونوں حریف ایک دوسرے سے خائف و مرعوب ہو کر باہم تیغ و سپر نہ ہوئے۔

اہل ہمدان کا قتل

اسلامی لشکر کے متفرق ہونے کے بعد تاتاری طوفان ہمدان کی طرف بڑھا۔ ہمدان میں ان لیٹروں کی طرف سے ایک شحنہ اسی زمانے سے رہتا تھا جب کہ انھوں نے پہلی مرتبہ ہمدان پر قبضہ کیا تھا۔ شحنہ کو حکم دیا کہ اہل ہمدان سے مال اسباب اور زر نقد وصول کر کے حاضر کرو، ہمدان کا رئیس ایک نہایت شریف شخص علوی خاندان کا تھا۔ اہل ہمدان روتے پیٹتے رئیس ہمدان کے پاس گئے۔ تمام حالات بتلائے شحنہ کے ظلم و ستم کی شکایت کی، رئیس علوی نے جواب دیا۔ "اس کے سوائے کہ تاتاریوں کا مطالبہ پورا کیا جائے کوئی چارہ کار نہیں ہے"۔ اہلِ ہمدان بگڑ گئے، سخت و سست کہا اور تاتاریوں کے شحنہ کو ہمدان سے نکال دیا تاتاریوں سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رئیس علوی کو یہ بات پسند نہ آئی، ہمدان کے قریب ایک

[1] بیاض بالاصل

قلعہ میں جاکر قلعہ بند ہو گیا۔ تاتاریوں نے شہر پر حملہ کیا اور بزور تیغ شہر پر قبضہ کرکے خون کا دریا بہا دیا، کئی دن قتل عام ہوتا رہا۔

اردبیل کی تباہی ہمدان سے فارغ ہو کر تاتاری آذربائیجان کی جانب واپس ہوئے۔ اردبیل پر قبضہ کرکے اہل اردبیل کو قتل، ان کے مکانات کو ویران کھیتوں اور باغات کو برباد و تباہ کر دیا۔ اس کے بعد تبریز کی باری آئی، ابھی تاتاری تبریز تک نہیں پہنچے تھے کہ ازبک بن بہلوان والئ آذربائیجان واران نے تاتاریوں کے خوف سے تبریز چھوڑ دیا۔ نفجوان کی طرف چلا اور اپنے اہل و عیال کو خوی بھیج دیا، شمس الدین طغرائی تاتاریوں سے مقابلہ کرنے پر اٹھ کھڑا ہوا۔ شہر کی عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ اہل شہر کو جمع کرکے تسلی و تشفی دی۔ ایک حد تک شہر کی حفاظت کا بندوبست کیا۔ اتنے میں غارت گر تاتاری پہنچ گئے۔ اہل شہر کی مستعدی اور حفاظت کا حال سن کر حملہ سے رک گئے اور اہل شہر کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا۔ اہل شہر نے ایک معین و مقررہ مال دے کر ان کے ظلم و ستم سے اپنے کو بچا لیا۔

بلقان کی بربادی تاتاری لیٹرے تبریز چھوڑ کر شہر سراو پر چڑھ گئے۔ اہل شہر کو اپنی غارت گری اور لوٹ کا نشانہ بنایا تباہ و برباد کرکے بلقان کی جانب بڑھے۔ چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ ابھی جنگ کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ تاتاریوں نے اہلِ شہر کی درخواست پر اپنے ایک سردار کو بطور ایلچی شرائط صلح طے کرنے کے لئے اہل شہر کے پاس بھیجا۔ اہل شہر کی شامت آئی۔ تاتاری سردار کو مار ڈالا۔ پھر کیا تھا۔ ماہِ رمضان ۶۱۸ھ میں بزور تیغ شہر پر قبضہ کر لیا، ایک قیامت برپا ہو گئی۔ قتل و غارت گری کے دروازے کھل گئے۔ مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ بلا امتیاز مرد، عورت، جوان اور بوڑھے سب قتل کئے گئے۔ حمل والی عورتوں کے پیٹ چاک کرکے بچوں کو بھی قتل کیا۔ عورتوں کی بے آبروئی کرتے اور پھر انہیں قتل کر ڈالتے تھے۔ غرض کہ کوئی قبیح فعل ایسا نہ تھا کہ جسے ان لیٹرے تاتاریوں نے نہ کیا ہو۔ قرب و جوار کے دیہات اور قصبات ویران و برباد ہو گئے۔ آبادی اور انسانوں کا کہیں نشان باقی نہ رہا۔

اہل گنجہ سے مصالحت بیلقان کو برباد کرکے اران کے پایۂ تخت گنجہ پر چڑھائی کی۔ اہل گنجہ نے معقول

طور پر قلعہ بندی کر لی تھی۔ غلہ وغیرہ کا ذخیرہ کافی مقدار پر مہیا کر لیا تھا۔ تاتاریوں نے یہ رنگ دیکھ کر مصالحت کی گفتگو شروع کی، چنانچہ اہل گنجہ نے جو کچھ تاتاریوں نے مطالبہ کیا دے کر مصالحت کر لی۔

تاتاریوں اور کرج کی جنگ مصالحت گنجہ کے بعد آذربائیجان اور اران کے صوبہ میں کوئی شہران کے دست برد سے باقی نہ رہا کسی کو مصالحت سے اور کسی کو لڑ کر سر کیا۔

اس صوبہ میں اب صرف وہ رقبہ باقی رہ گیا تھا۔ جس پر کرج کا قبضہ تھا۔ تاتاریوں نے کرج کے مقبوضات کی طرف بڑھایا۔ کرج ان کی آمد سے بہت پہلے مطلع ہو گئے تھے، فوجیں، غلہ کے ذخیرے اور آلات حرب ضرورت سے زیادہ فراہم کر رکھا تھا۔ سینہ سپر ہو کر اپنی سرحد سے نکل کر تیغ و سپر ہوئے۔ کرج کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ تاتاریوں نے کرج کو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ تقریباً تیس ہزار کرج میدان میں کام آ گئے۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر اپنے پایہ تخت بلقیس میں جا کر دم لیا۔ کرج کے بادشاہ نے فوجیں فراہم کیں اور انھیں مرتب کر کے تاتاریوں کے مقابلہ پر دوبارہ روانہ کیا۔ لیکن کرج ہمت ہار گئے۔ مقابلہ سے جی چرا کر الٹے پاؤں بلقیس واپس آئے۔ تاتاریوں نے کرج کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ جس طرح سے چاہا تباہ و برباد کیا۔ لیکن ملک کے اندرونی حصہ کو اس وجہ سے تاراج نہ کر سکے کہ راستہ نہایت دشوار گزار اور تنگ تھا کثرت سے درے اور سر بہ فلک پہاڑ کھڑے تھے۔

اہل شماخی کا قتل عام بلاد کرج سے واپس ہو کر دربند شروان کی طرف قدم بڑھایا، شہر شماخی پر محاصرہ کیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ تاتاری لڑتے بھڑتے شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گئے۔ سیڑھیاں نہ تھیں شہر پناہ پر کس طرح چڑھتے۔ مقتولوں کی لاشوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر ٹیلہ سا بنا لیا اور اس کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ محافظوں کو قتل کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ جو سامنے پڑا مار ڈالا گیا جو مال نظر آیا لوٹ لیا گیا۔ کوئی بھی ان کے ظلم و ستم سے نہ بچا۔ تین دن تک قتل عام ہوتا رہا۔

شروان شاہ اور تاتار شماخی کے تاراج سے فارغ ہو کر دربند کو عبور کرنے کا قصد کیا۔ لیکن عبور نہ کر سکے۔ بادشاہ دربند شروان کے پاس پیام بھیجا کہ کسی کو شرائط صلح طے کرنے

کی غرض سے ہمارے پاس بھیج دو، شروان شاہ نے اپنے چند امراء کو تاتاریوں کے پاس بھیج دیا۔ تاتاریوں نے ان میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا باقی ماندگان کو گرفتار کر لیا۔ دھمکی دی ”کہ اگر تم ہمیں دربند کے عبور کرنے کا راستہ نہ بتاؤ گے تو ہم تمہیں بھی تمہارے ساتھیوں کی طرح مار ڈالیں گے“ چنانچہ ان لوگوں نے جان بچانے کی غرض سے دربند عبور کرنے کا راستہ بتا دیا بلکہ انھیں لوگوں کی رہبری کی وجہ سے دربند عبور کر کے دربند شروان کی کشادہ زمین اور ہموار ملک میں پہنچ گئے۔

تاتاریوں کی قفچاق سے مصالحت

اس صوبہ میں قفچاق، لان، لکزا اور بہت سے جرگے ترکوں کے آباد تھے جس میں مسلمان بھی تھے اور کفار بھی۔ تاتاریوں نے ان لوگوں پر حملہ کیا، عام طور سے تمام باشندوں پر بلا امتیاز قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھایا۔ قفچاق اور لان نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ لیٹرے تاتاری انھیں مغلوب نہ کر سکے۔ میدان سے واپس ہو کر قفچاق کو پیام دیا کہ ”آؤ ہم اور تم صلح کر لیں، ہم اور تم ایک ہی قبیلہ کے ہیں۔ لان سے ہمیں نبٹ لینے دو۔ تم لوگ لان کو بلا وجہ امداد دیتے ہو تم اور وہ نہ ایک خاندان کے ہو اور نہ ایک مذہب کے“، قفچاق اس فریب میں آ گئے۔ ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

لان اور قفچاق کے قبیلوں کی تباہی

لان پر تاتاریوں نے حملہ کیا اور یکے بعد دیگرے ان کے شہروں پر قبضہ کر کے قفچاق پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔

جو قفچاق والے دور دراز مقامات پر رہتے تھے ان میں سے بہتیرے بلاد روس چلے گئے۔ بہتیروں نے پہاڑوں اور جنگل میں جا کر پناہ لی۔ قفچاق صلح کا خواب دیکھتے ہی رہے اور تاتاریوں نے آہستہ آہستہ ان کے شہروں کو بھی سر کر لیا۔ قفچاق کے بے حد زرخیز اور سب سے بڑا شہر سرائے (سوداق) کو بھی لے لیا جو دریائے نیطش متصل خلیج قسطنطنیہ پر واقع تھا اور جنھیں قفچاق کی تجارت اور تجارتی بندرگاہ ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اس شہر کے اکثر باشندگان نے بھی بخوف جان و آبرو پہاڑوں میں جا کر بسیرا لیا اور بعض نے بلاد روم قلیج ارسلان کی حکومت میں جا کر سکونت اختیار کی۔

تاتاریوں کا روس پر حملہ

اس کے بعد تاتاریوں نے ۶۱۲ھ میں قفچاق کے علاقہ سے مملکت روس

کا قصد کیا۔ روس کا ملک، قفچاق کے ملک سے ملا ہوا تھا۔ یہ بہت بڑی وسیع سلطنت تھی یہاں کے رہنے والے عیسائی مذہب کے پابند تھے روسیوں نے ان کی آمد کی خبر پاکر فوجیں مرتب اور مہیا کیں اور اس قصد سے کہ تاتاریوں ہی کے ملک میں چل کر لڑنا چاہیے، نکل پڑے، قفچاق کی بھی فوجیں روسیوں کے ساتھ تھیں تاتاریوں نے یہ سن کر کہ روس جنگ کو آ رہا ہے پیچھے ہٹے۔ روسیوں نے یہ خیال کر کے کہ تاتاری جنگ و مقابلہ سے جی چرا رہے ہیں، بڑھے۔ کئی منزل تک یہی حالت رہی کہ تاتاری آج جس منزل کو چھوڑ جاتے تھے، دوسرے دن روسی اُس پر قابض ہو جاتے تھے۔ بالآخر تاتاریوں نے پلٹ کر حملہ کیا۔ روسی اور قفچاقی مقابلہ نہ کر سکے۔ پسپا ہوئے۔ تاتاریوں نے قتل و غارت گری شروع کر دی۔ بے حد خونریزی ہوئی۔ ہزاروں قید کر لئے گئے۔ باقی ماندہ اپنے ملک سے دست کش ہو کر کشتیوں پر سوار ہو کر مسلمانوں کے ملک میں چلے گئے۔ تاتاریوں نے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔

تاتاریوں کی بلغار پر فوج کشی

روس اور قفچاق کو سر کر کے ان لٹیروں نے آخر ۶۲۰ھ میں بلغار پر دھاوا کیا۔ اہل بلغار نے ان کی آمد کی خبر پاکر مقابلہ کی تیاری کی۔ چند مقامات پر فوج کے چند دستوں کو کمین گاہ میں بٹھایا اور باقی ماندہ فوج مقابلے کی غرض سے میدان میں آئی۔ تاتاریوں سے تیغ و سپر ہوئی۔ بلغاری فوج لڑتے لڑتے پیچھے ہٹی۔ تاتاری جوشِ مردانگی میں بڑھنے لگے یہاں تک کہ کمین گاہ سے نکل آئے بلغاری فوج نے کمین گاہ سے نکل کر تاتاریوں پر پیچھے سے حملہ کیا اور بلغار کی وہ فوج جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی تلواریں کھینچ کر پلٹ پڑی تاتاریوں کو دو طرف کی مار نے پریشان کر دیا۔ گھبرا گئے۔ کچھ بنائے نہ بنی، سب کے سب کام آ گئے، چند ہی کسی طرح جان بچا کر بھاگے اور چنگیز خان سے طالقان میں جا کر ملے۔ قفچاق اپنے ملک واپس آئے اور عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔ یہ حالات مغربی تاتاریوں کے تھے جو خراسان کے مغربی شہروں کو تاراج کرنے کے لئے گئے تھے۔

آپ اوپر خوارزم شاہ کی وفات اور مغربی تاتاریوں کا اس کے تعاقب میں روانہ ہونے اور شہروں اور ملکوں کو تاراج کرنے کے واقعات پڑھ آئے ہیں۔

چنگیز خانی لشکر کی غارت گری

چنگیز خاں نے خوارزم شاہ کی شکست اور فرار کے بعد جس وقت کہ وہ سمرقند میں تھا اپنی فوج کو چند حصوں پر منقسم کیا۔ایک حصہ کو ترمذ کی طرف روانہ کیا جس نے کلات پر دھاوا کیا جو جیحوں کی جانب نہایت مستحکم اور مضبوط قلعہ بنا تھا۔اس قلعہ کو اور اس کے گرد و نواح کے مقامات کو ان لوگوں نے سر کر لیا۔نہایت بے رحمی سے تاخت و تاراج کیا دوسرے حصہ کو فرغانہ کے پامال کرنے پر مامور کیا۔تیسرے حصہ کو خوارزم کی طرف چوتھے حصہ کو خوزستان اور پانچویں کو خراسان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔

تسخیر بلخ

چنگیز خانی لشکر کا جو حصہ خراسان سر کرنے پر مامور ہوا تھا اس نے بلخ پر حملہ کیا۔ ۶۱۷ھ میں صلح و امان سے فتح کیا۔نہ کسی کو قتل کیا اور نہ لوٹ اور غارت گری سے اپنے ہاتھ کو رنگا۔اپنے شحنہ (پولیٹیکل افسر) کو بلخ میں ٹھہرا کر زوزن، میمند، اندخوئی اور فاریاب کی طرف روانہ ہوا۔صلح و آشتی سے ان شہروں پر قبضہ حاصل کیا۔کسی شخص کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی۔صرف یہ خدمت ان لوگوں سے لی جاتی تھی کہ ان کے ساتھ ہو کر ان کے مخالفوں سے لڑنا پڑتا تھا۔

محاصرہ طالقان

اس کے بعد طالقان پہنچے۔طالقان ایک وسیع صوبہ اور چند شہروں پر مشتمل تھا۔اس میں ایک قلعہ منصور کوہ نامی تھا۔جس کی مضبوطی اور استحکام کو دوسرے قلعے نہیں پہنچ سکتے تھے۔تاتاریوں نے اس قلعہ پر محاصرہ کیا۔چھ ماہ کامل محاصرہ کئے رہے کامیابی کی صورت نظر نہ آتی تھی نہ آئی۔چنگیز خاں یہ سن کر خود اس قلعہ کے محاصرے پر آیا۔علاوہ چھ ماہ سابق کے چار ماہ اور محاصرہ کئے رہا۔لیکن سر نہ ہوا۔روزانہ لڑائی ہوتی تھی نتیجہ کچھ نہیں نکلتا تھا۔چنگیز خاں نے فوج کو حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لائے اور اس کو قلعہ کے مقابل جمع کر کے اس پر مٹی ڈالے پھر اس پر لکڑیاں رکھے اور مٹی ڈالے۔یہاں تک کہ قلعہ کی بلندی کے مقابلہ پر ایک ٹیلہ بن جائے۔فوج نے نہایت تیزی سے اس حکم کی تعمیل کی، اہل قلعہ نے اپنی ہلاکت اور قلعہ کے فتح ہونے کا یقین کر کے دروازہ کھول دیا۔دفعتہً حملہ کرتے ہوئے نکل آئے۔سواروں کا رسالہ مارنے دھاڑتے نکل گیا۔پہاڑوں اور جنگلوں کو طے کرتا ہوا بچ گیا۔باقی رہے پیادے وہ مار ڈالے گئے۔تاتاریوں نے شہر اور قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام شروع کر دیا جسے

دیکھا مار ڈالا جو کچھ پایا لوٹ لیا۔

مرو اور سادا پر فوج کشی

اس کے بعد چنگیز خاں نے اپنے داماد تفنجاق قوین کو خراسان، مرو اور سادا کی جانب روانہ کیا اگرچہ تفنجاق انھیں لڑائیوں میں کام آگیا لیکن تاتاریوں نے محاصرہ سے ہاتھ نہ کھینچا۔ برابر حصار کئے ہوئے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ کامیاب ہو گئے۔ خون کی ندیاں بہا دیں۔ دیہات قصبات اور شہر ویران ہو گئے۔ ہو کا عالم ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان معرکوں میں ستر ہزار سے زیادہ آدمی قتل کئے گئے۔ مُردوں کی ہڈیوں کے بڑے بڑے ٹیلے بن گئے۔

اختیار الدین زنگی بن عمر

سرداران بنو حمزہ جس زمانہ میں خوارزم شاہ تکش نے خوارزم پر قبضہ کیا تھا اسی زمانہ سے خوارزم میں تھے تاتاریوں کے مظالم سن کر اختیار الدین جنگی بن عمر بن حمزہ کو خوارزم کی حفاظت کے لئے واپس کیا۔ چنانچہ اس نے خوارزم کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور نظم ونسق اور شہر پناہ کی درستگی میں مصروف ہوا۔

مرو کی تسخیر

خراسان کے سر ہونے کے بعد چنگیز خاں نے اپنے بیٹے کو شہر مرو کے سر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور اُن مسلمانوں کو بھی اس مہم پر جانے کا حکم دیا جن کے شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔ بادل ناخواستہ بخوف جان وآبرو تاتاری لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مرو میں اس وقت ان باقی ماندہ لوگوں کا ایک جم غفیر جمع تھا جو گذشتہ لڑائیوں میں تاتاریوں کے قتل سے بچ گئے تھے جن کی تعداد دو لاکھ سے زاید تھی۔ مرو کے باہر ان لوگوں نے صف آرائی کی اور اپنی کامیابی میں ذرا بھی شک وشبہ نہ کرتے تھے۔ تاتاریوں نے پہنچ کر جنگ چھیڑ دی۔ معرکہ کارزار شروع ہو گیا جس قدر ثابت قدمی سے مسلمانوں نے مقابلہ کیا اس سے کہیں زیادہ تاتاریوں نے اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ نہایت استقلال سے لڑتے رہے۔ بالآخر چھٹے دن مسلمانوں نے میدانِ جنگ چھوڑ دیا تاتاری نہایت بے رحمی سے قتل کرنے لگے۔ پانچ دن تک شہر کا محاصرہ کئے رہے۔ حاکم مرو کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ امان دینے کا وعدہ کیا۔ حاکم مرو نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اور خود تاتاری دربار میں حاضر ہوا۔

چنگیز خاں کا ظلم وجور

چنگیز خاں کے بیٹے نے اولاً نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔ خلعت دیا اس کے

بعد حاکم مرو کو حکم دیا کہ جایزہ کی غرض سے اپنے لشکر کو حاضر کرو۔ جوں ہی تمام لشکر آ گیا گرفتار کر لیا۔ لشکر کی گرفتاری کے بعد حاکم شہر سے رؤسا شہر، تجار، کاریگران اور مہاجنوں کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتب کرائیں اور ان سب کو مع اہل وعیال حاضری کا حکم دیا۔ چنگیز خان سونے کی کرسی پر بیٹھا اور اُس فوج کو پیش کرنے کا اشارہ کیا جو اس کے حکم سے گرفتار کی گئی تھی۔ چنگیز خاں نے بلاپس وپیش ان لوگوں کی گردن زدنی کا حکم صادر کیا۔ بات کی بات میں قتل کر دیئے گئے۔ امراء، رؤسا، تجار اور مہاجنوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا کہ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا کیے گئے۔ بعض تو زدوکوب کے صدمہ سے مر گئے اور بعض مال نہ دینے کی وجہ سے زندہ قبروں میں دفن کر دیئے گئے۔ حصول زر کی آرزو میں مردوں کی قبریں کھود ڈالیں غرض کہ روپیہ حاصل کرنے کی غرض سے جو جو مظالم کر سکتے تھے کیے۔ عوام الناس کو جن میں مرد بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں اور بچے بھی تھے۔ لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اس قتل عام اور غارت گری سے فارغ ہو کر شہر میں آگ لگا دی جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ مال ہی کی تلاش اور جستجو میں سلطان سنجر کی قبر کو کھود ڈالا۔ اس واقعہ کے چوتھے دن باقی ماندہ اہل شہر پیش ہوئے جو اس وقت تک ان تاتاریوں کی تلواروں سے بچ گئے تھے۔ چنگیز خاں نے ان لوگوں کے بھی قتل کا حکم دیدیا جن کی تعداد سات ہزار سے کم نہ تھی۔

نیشاپور کا تاراج

مرو کو تاراج کر کے نیشاپور کی طرف بڑھے۔ پانچ روز تک محاصرہ کیے رہے۔ چھٹے روز تلوار کے زور سے شہر فتح کر لیا۔ نیشاپور والوں کے ساتھ وہی سلوک کیے جو انھوں نے اہل مرو کے ساتھ کیے تھے۔ بلکہ بعض بعض مظالم کا یہاں اور اضافہ ہوا۔ پندرہ روز نیشاپور میں ٹھہرے رہے قتل وغارت گری کا بازار گرم رہا۔

مقبروں کا انہدام

نیشاپور سے فارغ ہو کر چنگیز خاں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ طوس کی طرف روانہ کیا۔ طوس میں بھی وہی مظالم کیے جس کے وہ عادی ہو رہے تھے۔ شہر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ امام علی بن موسیٰ رضا کے مشہد کو گرا ڈالا۔ خلیفہ رشید کے مقبرے کو زمین دوز کر دیا۔ قتل وغارت گری کرتے ہوئے ہرات کی جانب بڑھے۔ ہرات ایک محفوظ مقام تھا۔ دس دن تک محاصرہ کیے رہے۔ آخر کار یہ بھی سر ہو گیا۔ بہت سوں کو قتل کیا۔ جو باقی رہ گئے انھیں امان دی اور ان پر ایک شحنہ مقرر

کرکے جلال الدین منکبرس سلطان خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

اہل ہرات پر مظالم

تاتاریوں کی روانگی کے بعد اہل ہرات نے ان کے شحنہ کو مار ڈالا۔ جس وقت تاتاری جلال الدین سے شکست کھا کر واپس ہوئے اور شحنہ کے قتل کا واقعہ سنا بھڑا گئے۔ ہرات میں گھس کر قتل عام شروع کر دیا۔ مکانوں میں آگ لگا دی۔ شہر پناہ کو توڑ ڈالا۔ ہرات کے نواح میں غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔ المختصر ہرات اور اُس کے نواح کو تاراج کر کے چنگیز خاں کے پاس طالقان چلے آئے۔ چنگیز خان طالقان میں خاموش نہیں بیٹھا تھا بلکہ صوبہ خراسان کے بقیہ شہروں کے تاراج کرنے کے لئے فوجیں بھیج رہا تھا۔ جو یکے بعد دیگرے شہروں کو تاراج کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ تمام صوبہ خراسان برباد، تباہ ہو گیا۔ یہ مظالم جو تاتاریوں نے خراسان میں کئے ۶۱۷ھ میں کئے۔ اہل خراسان اکثر فنا ہو گئے، جو باقی رہ گئے وہ دوسرے شہروں میں جا کر قیام پذیر ہوئے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

سلطان جلال الدین منکبرس

جس وقت سلطان خوارزم شاہ محمد بن تکش نے دریائے طبرستان کے ایک جزیرے میں جان دی۔ اس کی اولاد جلال الدین منکبرس کی ماتحتی میں جو کہ ان میں سب سے بڑا تھا۔ خوارزم کی طرف روانہ ہوئی۔

خوارزم پر ترکمان خاتون مادر خوارزم شاہ محمد بن تکش کی واپسی کے بعد عیاروں میں سے ایک شخص قابض ہو گیا تھا اور اس نے خوارزم پر پورے طور سے قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ رعایا کے ساتھ بدسلوکی شروع کر دی اوباشوں کی بن آئی۔ لوگوں کے مال وزر پر دست درازی کرنے لگے۔ اتنے میں شاہی دیوان کے امراء خوارزم پہنچے اور انھوں نے سلطان کی موت کی خبر مشہور کی اور یہ بھی ظاہر کیا جلال الدین اور اس کے بھائی خوارزم آ رہے ہیں۔ اوباش اور لیٹرے، یہ سُن کر بھاگ گئے۔ جلال الدین اپنے بھائیوں کے ساتھ خوارزم پہنچ گیا۔ چاروں طرف سے مسلمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ سات ہزار لشکر جمع ہو گیا اس لشکر میں زیادہ تر قبیلہ بیاروت کے سپاہی تھے جو مادر خوارزم شاہ (ترکمان خاتون) کے اعزا و اقارب تھے۔ یہ لوگ اولاغ شاہ کی طرف مائل ہو گئے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ ان کی بہن کا لڑکا تھا جیسا کہ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں۔

تاتاریوں کا خوارزم پر حملہ

القصہ ان لوگوں نے جلال الدین پر حملہ کرنے اور اسے معزول کرنے کا مشورہ

کیا۔ کسی ذریعہ سے جلال الدین کو اس کی خبر لگ گئی۔ تین سو سواروں کے ساتھ خراسان کا راستہ لیا نسا کے بے آب وگیاہ بیابان کی طرف چلا۔ تاتاریوں کے ایک دستہ فوج سے مقابلہ ہو گیا۔ جلال الدین نے انھیں شکست دیدی۔ تاتاریوں کا شکست خوردہ لشکر نسا میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔ نسا میں اس وقت اختیارالدین زنگی بن محمد بن عمر بن حمزہ خوارزم سے واپس ہو کر قیام پذیر تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں نسا کا نظم ونسق اختیارالدین کے قبضہ تھا۔ اس نے بقیہ تاتاریوں کو حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ جلال الدین کو اس واقعہ سے مطلع کیا امداد کی درخواست کی جلال الدین نیشاپور کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد تاتاریوں کا ٹڈی دل لشکر جلال الدین کی روانگی کے تیسرے دن خوارزم پہنچا۔ قطب الدین اولاغ شاہ اور اس کے دوسرے بھائی خوارزم سے بھاگ نکلے تاتاریوں نے تعاقب کیا قطب الدین اولاغ شاہ نیشاپور ہو کر گزرا اختیارالدین والی نسا ساتھ ہو لیا۔

قطب الدین اولاغ شاہ کا قتل

تاتاریوں نے نواح خراسان میں ان لوگوں کا محاصرہ کر لیا ہنگامہ کارزار شروع ہو گیا اولاغ شاہ مارا گیا۔ تاتاریوں نے اس کے مال ومتاع اور خزانے پر قبضہ کر لیا، اولاغ شاہ کا مال واسباب عام فوجیوں اور کاشت کاروں کے ہاتھ لگا جسے ان لوگوں نے نہایت ارزاں قیمت کر ڈالا۔ اختیارالدین زنگی نسا واپس آیا اور خود مختار حکومت کرنے لگا۔ لیکن شاہ کے لقب سے اپنے کو ملقب نہ کیا۔ جلال الدین نے نسا کی گورنری کی سند حکومت بھیج دی چنانچہ اختیارالدین نے اس کے شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔

جلال الدین منکبرس کی مراجعت غزنی

اس کے بعد جلال الدین کو یہ خبر پہنچی کہ تاتاریوں نے نیشاپور پر چڑھائی کی ہے اور چنگیز خاں طالقان میں ہے۔

..........[1] نائب ہرات رکاب میں روانہ ہوا۔ سلطان خوارزم شاہ کا ماموں زاد بھائی دس ہزار فوج کے ساتھ تاتاریوں کے مقابلہ سے بھاگ کر سجستان کی طرف چلا۔ اہل سجستان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا ناچار واپس ہوا۔ جلال الدین نے بلا کر اپنی فوج میں شامل کر لیا اور تاتاریوں پر حملہ کی تیاری کر دی اس وقت تاتاری قلعہ قندھار پر محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ سخت خونریز جنگ ہوئی ایک شخص بھی ان میں سے جانبر نہ ہوا۔ جلال الدین غزنی کی طرف واپس ہوا۔

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

رضاء الملک شرف الدین کا قتل

غزنی پر قر بوشت والی غور، اس زمانے سے قابض ہو گیا تھا جب کہ والئ غزنی جلال الدین کے پاس والئ سجستان کی زیادتیوں کی شکایت کرنے کے لئے گیا تھا۔ صلاح الدین نسائی نے اس سے مطلع ہو کر غزنی پر حملہ کر دیا، چنانچہ قلعہ غزنی پر قبضہ حاصل کر کے قر بوشت کو مار ڈالا اور شہر غزنی پر بھی قابض ہو گیا[1] .... رضا را الملک شرف الدین بن امور نے اس سے مخالفت کی اور اسے بھی نیچا دکھا کر غزنی کا حاکم بن گیا۔ جب جلال الدین کو تاتاریوں پر بمقام قندھار کامیابی ہوئی اور مظفر و منصور غزنی واپس آیا تو رضا را الملک کو قتل کر کے غزنی پر قبضہ کر لیا اور وہیں سکونت اختیار کی۔ یہ واقعہ ۶۱۸ھ کا ہے۔

تاتاریوں کا خوارزم پر قبضہ

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ جیحوں سے خوارزم شاہ کے بھاگنے کے بعد چنگیز خاں نے اپنی فوج کو ملک گیری اور تاراج کرنے کی غرض سے تمام ملک میں پھیلا دیا۔ چنانچہ ایک بڑی فوج خوارزم کو سر کرنے کے لئے بھی روانہ کی۔ خوارزم کو خوارزم شاہ کے پایہ تخت ہونے کی عزت حاصل تھی، فوج بھی کثرت سے یہیں رہتی تھی۔ تاتاری لشکر چنگیز خاں کے بیٹے خطائی اور اریطائی کی ماتحتی میں خوارزم کی طرف بڑھا۔ پانچ ماہ کامل محاصرہ کا سلسلہ قائم رہا۔ لڑائی برابر ہوتی رہی۔ منجنیقیں شب و روز چلتی رہیں لیکن کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی۔ چنگیز خاں سے امداد کی درخواست کی۔ چنگیز خاں نے پے در پے متعدد فوجیں کمک پر بھیجیں۔ سب نے مجموعی قوت سے حملہ کیا اور شہر کے ایک جانب کو فتح کر لیا۔ اس سمت کا سر ہونا تھا کہ یکے بعد دیگرے محلات فتح ہوتے گئے، یہاں تک کہ پورے شہر خوارزم پر تاتاریوں کا قبضہ ہو گیا اس وقت ان تاتاریوں نے اُس کھڑکی کو کھول دیا جو جیحوں کے پانی کو شہر میں آنے سے روکتا تھا۔ کھڑکی کا کھولنا تھا کہ دفعۃً سیلاب آ گیا سارا شہر غرق ہو گیا۔ پس اہل شہر تاتاریوں کی تلواروں اور سیلاب جیحوں پر تقسیم ہو گئے کوئی بھی جانبر نہ ہوا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ نسائی کاتب کا بیان ہے " دوش خاں بن حلز خاں نے اہلِ خوارزم کو امان

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

دی تھی۔ اہل شہر نے اس اطمینان پر شہر کا دروازہ کھولا، اور اس کے پاس آئے۔ اس نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ ماہ محرم ۶۱۷ھ کا ہے۔

قصہ مختصر تاتاری قزاق خراسان اور خوارزم کے تاراج سے فارغ ہو کر اپنے بادشاہ چنگیز خاں کے پاس طالقان واپس آئے۔

آبنایخ خاں اور اختیار الدین

آبنایخ خوارزم شاہ کی حکومت کے زمانے میں ممتاز امراء اور ارا کین دولت میں سے تھا۔ خوارزم شاہ نے اسے دوبارہ بخارا کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ جب تاتاریوں نے بخارا کو سر کر لیا۔ جیسا کہ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں تو آبنایخ بخارا چھوڑ کر سنسان میدان کی طرف بھاگ گیا۔ بحال پریشان مرتا کھپتا نواح نسا۔ میں جا کر دم لیا۔ اختیار الدین والیٔ نسا نے خط و کتابت شروع کی، نسا میں داخل ہونے کی درخواست کی، آبنایخ نے صاف انکار کر دیا۔ اختیار الدین خود آبنایخ سے ملنے آیا اور ضروری چیزوں سے اس کی امداد کی۔

لبشخواں کا محاصرہ

نسا کے قصبات سے ایک قصبہ لبشخوان تھا جس کا رئیس ابوالفتح نامی ایک شخص تھا۔ اس نے تاتاریوں کی سازش اور پشت پناہی سے خوارزم کے شحنہ کو خط لکھا، آبنایخ کو زیر کرنے کی غرض سے فوجیں بھیجیں آبنایخ نے اسے شکست دی اور نہایت بُرے طور سے پائمال کیا۔ لبشخواں پر محاصرہ کیا اور بزور تیغ اسے فتح کر لیا۔ اثنائے محاصرہ میں ابوالفتح مر گیا۔ آبنایخ نے ابیورد کا قصد کیا۔

اختیار الدین زنگی کی وفات

ابیورد اور مرو کے درمیانی شہروں پر تاج الدین بن عمر بن مسعود قابض ہو رہا تھا۔ اکابر امراء کی ایک جماعت اس کا دایاں بازو بنی ہوئی تھی۔ حسب ضرورت وقت پر فوجیں بھی موجود تھیں۔ آبنایخ نے چھیڑ چھاڑ مناسب نہ سمجھی نسا واپس آیا۔ اس وقت اس کا گورنر اختیار الدین زنگی جاں بحق تسلیم کر چکا تھا اور اس کے چچا کا لڑکا عمدۃ الدین حمزہ بن محمد بن حمزہ نسا پر حکومت کر رہا تھا۔ آبنایخ نے اس سے ۶۱۸ھ کے

خراج کا مطالبہ کیا اور جب اس نے دینے سے انکار کیا تو شروان کی طرف روانہ ہوا۔ شروان میں ایکجی بہلوان حکومت کر رہا تھا۔

آبنا یخ خاں اور تاتاریوں کی جنگ

آبنا یخ نے ایکجی بہلوان کو نیچا دکھا کر شروان پر قبضہ کر لیا۔ ایکجی بہلوان بحال پریشاں جلال الدین منکبرس کے پاس ہندوستان چلا گیا اور آبنا یخ خاں آہستہ آہستہ خراسان پر قابض ہو گیا۔ تکین بن بہلوان کا مرو پر قبضہ تھا۔ آبنا یخ نے جیحوں کو عبور کیا۔ تاتاری شحنہ پر بخارا میں دفعۃً چھاپہ مارا۔ تاتاریوں نے ۶۲۵ھ میں بزور تیغ آبنا یخ کو پیچھے ہٹا دیا، شروان کی طرف واپس ہوا تاتاری تعاقب میں تھے چنانچہ جرجان پہنچ کر آبنا یخ کو گھیر لیا۔ لڑائی ہوئی، اس معرکہ میں بھی تاتاریوں کو فتح نصیب ہوئی میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ غیاث الدین تیر شاہ بن خوارزم شاہ کے پاس رے میں جا کر پناہ لی اور اس کی خدمت میں قیام اختیار کیا۔ یہاں تک کہ وفات پائی جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

رکن الدین غور شاہ بن خوارزم شاہ

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جب سلطان خوارزم شاہ نے اپنے لڑکوں پر ملک کو تقسیم کیا تھا تو عراق کو رکن الدین غور شاہ کے حصہ میں دیا تھا۔ جب سلطان خوارزم شاہ رے کی جانب بھاگا تو اس کا بیٹا غور شاہ اس سے مل کر رے سے کرمان گیا۔ نو مہینہ کرمان پر قابض رہا جب اسے یہ خبر لگی کہ جلال الدین محمد بن آبہ قزوینی جو اس وقت ہمدان میں ہے عراق پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور بہت سے امراء و سرداران لشکر اس کے ہم خیال ہو گئے ہیں اور مسعود بن صاعد قاضی اصفہان بھی مل گیا ہے تو اس نے نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے اصفہان پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ قاضی مسعود، اتابک سعد بن زنگی والی فارس کے پاس بھاگ گیا اور اس کے سایۂ عاطفت میں پناہ گزیں ہوا۔

رکن الدین غور شاہ اور تاتاریوں کی جنگ

رکن الدین غور شاہ نے ہمدان کو سر کرنے کی غرض سے فوجیں روانہ کیں۔ لیکن یہ فوجیں بلا جنگ و جدال ہمت ہار

کر واپس آئیں۔ رکن الدین غور شاہ رے کی جانب واپس ہوا۔ یہاں پر ایک گل دیگر شگفت کا مضمون ہو رہا تھا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کا ایک گروہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا۔ رکن الدین غور شاہ کو فرقہ اسمٰعیلیہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ ملا۔ تاتاریوں کا ٹڈی دل لشکر آپہنچا۔ قلعہ راوند میں اس کا محاصرہ کر لیا۔ نہایت سختی سے لڑائی شروع ہوئی۔ رکن الدین غور شاہ بھی کمال مردانگی سے تیغ سپر ہوا۔ تاتاریوں کے دانت کھٹے ہو گئے اور ناکام واپس آئے۔

ابن آبہ اور تاتاری

ابن آبہ والیٔ ہمدان نے تاتاریوں سے امان کی درخواست کی۔ تاتاریوں نے اسے امان دی اور ہمدان میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کی جگہ علاء الدین شریف حسین کو ہمدان کی حکومت پر مامور کیا۔

غیاث الدین تیر شاہ بن خوارزم

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ خوارزم شاہ نے بوقت تقسیم ملک اپنے بیٹے غیاث الدین تیر شاہ کو کرمان اور کیش کی حکومت عطا کی تھی۔ لیکن وہ کسی وجہ سے اپنے باپ کے عہد حکومت میں کرمان نہ گیا۔ جب تاتاریوں نے قزوین پر حملہ کیا تو غیاث الدین تیر شاہ نے نواح اصفہان میں ماروت نامی قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ والیٔ قلعہ نے عزت و احترام سے ٹھہرایا چند روز بعد اصفہان واپس آیا۔ جس وقت لٹیرے تاتاری آذربائیجان کی طرف سیلاب کی طرح بڑھ رہے تھے اصفہان ہو کر گذرے اور اس پر محاصرہ کیا۔ اہل اصفہان نے قلعہ بندی کر لی تاتاریوں کی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر ۶۲۰ھ تک غیاث الدین تیر شاہ یہاں مقیم رہا۔ جب اس کا بھائی رکن الدین غور شاہ کرمان سے اصفہان آیا تو غیاث الدین تیر شاہ، رکن الدین غور شاہ سے ملا اور کرمان پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی اور تحریک کی۔ چنانچہ رکن الدین غور شاہ نے کرمان پر قبضہ حاصل کر لیا پھر جب رکن الدین غور شاہ مار ڈالا گیا تو غیاث الدین تیر شاہ عراق چلا آیا۔

امیر بقاط لبتی کی اسیری و رہائی

جس وقت رکن الدین غور شاہ کو اس کے باپ خوارزم شاہ نے عراق کی حکومت عطا کی تھی تو امیر بقاط لبتی کو رکن الدین غور شاہ کی وزارت کا عہدہ مرحمت فرمایا تھا۔ امیر بقاط لبتی نے حکومت پر قابو حاصل کر لیا۔ رکن الدین غور شاہ نے اپنے باپ خوارزم شاہ

سے شکایت کی اور گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے کی اجازت طلب کی، چنانچہ رکن الدین غورشاہ نے امیر بقاطالبتی کو گرفتار کر کے قلعہ سرجہاں میں قید کر دیا۔ جب رکن الدین غورشاہ مارڈالا گیا تو نائب قلعہ اسدالدین حولی نے امیر بقاطالبتی کو رہا کر دیا۔ امراء اور فوج کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ غیاث الدین تیرشاہ کو خطرہ پیدا ہوا میل جول پیدا کیا اور اپنی بہن سے عقد کر دیا۔ لیکن اپنی بہن کو عروسی میں جانے سے روک لیا۔

جنگ امیر بقاطالبتی و ازبک خاں

رکن الدین غورشاہ کے قتل کے بعد اصفہان کی حکومت پر ازبک خاں نامی ایک شخص قابض ہو گیا تھا ایک فوج اس کی رکاب میں جمع ہو گئی تھی۔ امیر بقاطالبتی نے ازبک خاں پر حملہ کیا۔ ازبک خاں نے غیاث الدین تیرشاہ سے امداد کی درخواست کی۔ غیاث الدین تیرشاہ نے اپنے ایک امیر دولۃ الملک کی ماتحتی میں ایک فوج ازبک خاں کی کمک پر بھیج دی۔ یہ کمک نہیں پہنچنے پائی تھی کہ امیر بقاطالبتی نے ازبک خاں پر حملہ کر کے شکست دیدی اور اثناء دار و گیر میں اصفہان کے باہر میدان جنگ میں مارڈالا۔ اصفہان پر قبضہ کر لیا۔

غیاث الدین تیرشاہ کا محاصرہ اصفہان

دولۃ الملک غیاث الدین کے پاس واپس آیا۔ غیاث الدین کو امیر بقاطالبتی کا یہ فعل ناگوار گزرا فوجیں آراستہ کر کے اصفہان پر چڑھائی کر دی۔ قاضی اصفہان اور صدر الدین رئیس نے اطاعت قبول کی۔ امیر بقاطالبتی بھی مطیع ہو گیا اور غیاث الدین تیرشاہ کو راضی کر لیا۔ غیاث الدین تیرشاہ نے اپنی بہن کی رسم رخصتی ادا کر دی۔ عراق، مازندران اور خراسان کا واحد حکمراں ہو گیا، مازندران اور اُس کے صوبہ پر دولۃ الملک کو متعین کیا اور صوبہ ہمدان کی حکومت امیر بقاطالبتی کو عطا کی۔

اس کے بعد غیاث الدین تیرشاہ نے آذربائیجان پر حملہ کیا۔ مراغہ پر متعدد چھاپے مارے، ازبک بن بہلوان والیٔ آذربائیجان نے صلح کے مراسلات بھیجے، رد و کد کے بعد صلح ہو گئی۔

امیر بقاطالبتی کی بغاوت و سرکوبی

امیر بقاطالبتی نے نہایت کم مدت میں غیاث الدین تیرشاہ کی حکومت و سلطنت پر قابو حاصل کر لیا دماغ پھر گیا، خود مختار حکومت کی سوجھی۔ مراسم اتحاد کو خیرباد کہکر آذربائیجان کا قصد کیا۔ آذربائیجان میں دو نمک حرام غلام ازبک

بن بہلوان کی مخالفت پر پہلے سے تُلے ہوئے تھے۔ یہ دونوں امیر ایقا طابستی سے مل گئے اور بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ غیاث الدین تیر شاہ ان کی گوشمالی کے لئے نکلا اور لڑ کر نیچا دکھا دیا۔ مغلوب ہو کر واپس ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ[1]...... خلیفہ بغداد کے اشارے سے امیر ایقا طابستی غیاث الدین تیر شاہ کی مخالفت پر اٹھا تھا واللہ اعلم بالصواب۔

غیاث الدین تیر شاہ اور آبنا یخ

مقام جرجان میں آبنا یخ نائب بخارا جنگ تاتار سے نجات پا کر غیاث الدین تیر شاہ کی خدمت میں باریاب ہوا غیاث الدین تیر شاہ نے عزت و احترام سے ٹھہرایا، سلطان کا ماموں دولت ملک اور اس کے بھائی نے آبنا یخ کی جا و بے جا شکایت کی۔ طرح طرح کے الزامات لگائے۔ غیاث الدین تیر شاہ نے التفات نہ کی بلکہ ڈانٹ ڈپٹ کر اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ یہ دونوں ناراض ہو کر چلے آئے۔

جنگ امیر ایقا طابستی و تاتار

دولت ملک تاتاریوں کے لشکر میں جا کر مل گیا اور اس کے ساتھ مرو اور زنجان پر جنگ کرنے کے لئے گیا۔ اسی لڑائی میں کام آ گیا اس کا بیٹا برکر خاں، ازبک خاں کے پاس آذربائیجان چلا گیا۔ اس کے بعد تاتاری فوج نے امیر ایقا طابستی پر حملہ کیا امیر ایقا طابستی کو شکست ہوئی۔ کرم جا کر پناہ لی۔ اور اس کے بقیہ ہمراہی غیاث الدین تیر شاہ کے پاس چلے گئے۔ تاتاری فوجیں لوٹ مار کرتی ماوراء جیحون کی طرف واپس ہوئیں جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے..... والیٔ فارس سعد الدین بن زنگی اور اہلِ اصفہان نے جس وقت کہ ان کو والیٔ فارس سے شکست مل چکی تھی۔

غیاث الدین تیر شاہ کا قلعہ جات اصطخر و حرہ پر قبضہ

غیاث الدین تیر شاہ سے خط و کتابت شروع کی چنانچہ غیاث الدین تیر شاہ اہل اصفہان کی تحریک پر سعد الدین پر سعد الدین بن زنگی کو زیر کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ قلعہ اصطخر میں اسے گھیر لیا اور تلوار و نیزہ کے زور سے فتح کر کے قبضہ کر لیا۔ اصطخر کو فتح کر کے شیراز کی طرف بڑھا اور اسے بھی سر کر لیا۔ اس کے

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

بعد قلعہ حرہ کا محاصرہ کیا اہل قلعہ نے امان کی درخواست کی صلح کے ساتھ فتح ہوا۔ آبتایغ خان نے اسی مقام پر انتقال کیا اور وہیں شعب سلیمان میں سپرد زمین ہوا۔ اس کے بعد ایک فوج گازرون کو سر کرنے کے لئے روانہ کی گئی۔ گازرون بھی بزور تیغ فتح ہو گیا۔ سخت خونریزی ہوئی۔ نواح بغداد کا قصد کیا۔ اربل اور بلاد جزیرے سے بے شمار فوجیں جمع ہو کر آگئیں۔ غیاث الدین تیر شاہ سے صلح کا نامہ و پیام ہونے لگا۔ باہم مصالحت ہوگئی۔ غیاث الدین تیر شاہ عراق واپس آیا۔

جلال الدین منکبرس اور تاتار

ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ خوارزم شاہ نے بوقت تقسیم ملک جلال الدین منکبرس کے حصہ میں غزنی، بامیان، غور، نسبت کھیا باد اور جو مقامات ہندوستان کے اس سے ملے ہوئے تھے دیئے تھے، جلال الدین منکبرس نے ان مقامات پر اپنی طرف سے بطور نائب[1] ۔۔۔۔۔ کو مقرر کیا تھا۔ اور غزنی میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ جب سلطان خوارزم شاہ کو تاتاریوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو حربوشہ والی غور نے جلال الدین کے نائب سے غزنی کو چھین لیا۔ جب جلال الدین نیشاپور سے غزنی کی طرف بھاگا اور تاتاری بلاد خراسان پر قابض ہو گئے، امراء و سردار خراسان بھی بہ خیال حفظ ناموس بھاگ نکلے۔ جلال الدین کے پاس جا کر پناہ لی۔

تاتاریوں کی شکست

نائب ہرات امین الملک نے سلطان کے ماموں کو قتل کر ڈالا اور باغی ہو گیا۔ اس واقعہ کو ہم محاصرہ سجستان کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں چند روز بعد اس نے سلطان جلال الدین کی اطاعت قبول کر لی، سیف الدین بغراق خلجی، اعظم ملک بلخی، مظہر اور حسن سلطان سے آملے ان میں سے ہر ایک کی رکاب میں تیس تیس ہزار بزرد آزما موجود تھے۔ سلطان کے موکب ہمایوں میں بھی اسی قدر فوج تھی۔ سب نے متفقہ اور مجموعی قوت سے تاتاریوں پر جس وقت کہ وہ قلعہ قندھار کا محاصرہ کئے تھے حملہ کیا۔ اس معرکہ میں تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ بقیہ بھاگ کر اپنے بادشاہ چنگیز خاں کے پاس پہنچے۔

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

معرکہ شروان

چنگیز خاں نے ایک بڑی فوج اپنے بیٹے طولی خاں کی سرکردگی میں جلال الدین سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کی۔ مقام شروان میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا جلال الدین نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ تاتاریوں کو شکست ہوئی۔ طولی خاں بن چنگیز خاں معرکہ کارزار میں مارا گیا۔ تاتاری فوج تتر بتر ہو گئی۔ سلطان جلال الدین کے لشکر میں تقسیم مال غنیمت پر جھگڑا ہو گیا۔ سیف الدین بقراق اور امین الملک نائب ہرات سے بھی اسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ امین الملک نے عراق کا راستہ لیا اعظم ملک اور مظفر ملک بھی لڑ پڑے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی بکھیڑ میں بقراق کا بھائی مارڈالا گیا بقراق ناراض ہو کر ہندوستان کی طرف واپس ہوا اس کے ہمراہی ساتھ ہوئے۔ جلال الدین نے ہر چند ملانے اور واپس لانے کی کوشش کی، مگر کامیابی نہ ہوئی اور ایک بھی واپس نہ ہوا۔

جنگ جلال الدین منکبرس اور چنگیز خاں

اس شکست کی چنگیز خاں کو اطلاع ہوئی۔ تمام تاتاریوں کے گروہ کو جمع کیا اور مسلح کر کے جلال الدین منکبرس سے لڑنے کے لئے چلا۔ جلال الدین بھی چنگیز خاں کے ارادے سے آگاہ ہو کر مقابلے کے لئے نکلا چنگیز خاں کے مقدمۃ الجیش (ہراول) سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سخت خونریز جنگ کے بعد جلال الدین کو فتح نصیب ہوئی تاتاریوں میں سے صرف چند افراد جانبر ہوئے۔

جلال الدین میدان جنگ سے واپس ہو کر نہر سندھ پر مقیم ہوا۔ تمام امراء اور سرداران کو جو اس سے منحرف ہو گئے تھے اپنی کمک پر بلا بھیجا۔ ابھی ایلچی واپس نہیں ہوا تھا کہ چنگیز خاں نے جلال الدین پر حملہ کر دیا۔ تین شب و روز جنگ کے بعد جلال الدین کو شکست ہوئی۔ امین الملک اپنے باپ کے پاس قتل ہوا سلطانی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ تاتاریوں نے نہر سندھ عبور کرنے سے روک ٹوک شروع کی۔ بہت سے شکست خوردہ نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ بہت سوں کو تاتاریوں نے اپنی خون آشام تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

جلال الدین منکبرس کی شکست و فرار

سلطان جلال الدین کا بیٹا جس کی عمر صرف سات برس کی تھی تاتاریوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ تاتاریوں نے اس بچہ کو بھی مارڈالا۔ جلال الدین میدان جنگ سے بھاگ کر کنارہ نہر پر پہنچا اور تاتاری تعاقب میں تھے۔ جلال الدین نے اپنی

عورتوں کو قتل کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ تیر کر دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ اس کی فوج سے صرف تین سو سوار چار سو پیادے اور چند سردار جانبر ہوئے۔ تین دن کے بعد گرتے پڑتے سلطان کی خدمت میں پہنچے۔ سلطان کے بعض خاص الخاص امیروں نے اس واقعہ جاں گداز سے مطلع ہو کر ایک کشتی جس میں کھانا، کپڑے اور تمام ضروری اشیاء تھیں سلطان کی خدمت میں روانہ کی۔ جس سے ان لوگوں کی حاجت پوری ہوئی۔

اعظم ملک کسی قلعہ میں جا کر روپوش ہوا۔ چنگیز خاں نے مطلع ہو کر محاصرہ کیا اور تلوار کے زور سے فتح کر کے اسے اور تمام ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ قلعہ میں تھے بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔

غزنی کا تاراج

اس کے بعد تاتاری لشکر نے غزنی کا قصد کیا۔ غزنی بھی فتح ہو گیا۔ لوگوں کو قتل کیا۔ جسے جہاں پایا مار ڈالا۔ شہر میں آگ لگا دی۔ جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ غرض یہ کہ غزنی اور تمام نواح غزنی ایسا تاراج ہوا کہ گویا اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ یہ واقعات ۶۱۹ھ کے ہیں۔

ان واقعات کی اطلاع والئ جبل جردی (بلاد ہندوستان) کو ہوئی۔ جلال الدین سے اپنا پرانا کینہ نکالنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ چونکہ جلال الدین اور اس کے ہمراہی تاتاریوں کی جنگ سے تھک گئے تھے اس وجہ سے جنگ کے موقع پر نہ آئے۔ والئ جبل جردی ناکام واپس ہوا۔ جلال الدین کے ایک مصاحب نے موقع پا کر حملہ کر دیا۔ اور انہیں شکست فاش دے کر ان پر مسلط ہو گیا۔ ہندوستان کا نائب السلطنت بہ نرمی اور مہربانی پیش آیا۔ تحائف اور نذرانے نذر کیے۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

جلال الدین منکبرس ہندوستان میں

جلال الدین منکبرس کے سرداران لشکر کا ایک گروہ فوج کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کر کے ہندوستان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں سے امین الملک کی لڑکی، شمس الملک (جو جلال الدین منکبرس کا اس کے باپ کے زمانے میں وزیر تھا) اور قزل خان ابن امین الملک ذکر کے قابل ہیں۔ قزل خاں شہر کلورا میں جا کر پناہ گزیں ہوا تھا کلورا میں جا کر پناہ گزیں ہوا تھا۔ کلورا کے گورنر نے اسے قتل کر ڈالا۔ اور قباچہ نے شمس الملک کا کام اس وجہ سے تمام کر دیا کہ اسے خطرہ پیدا ہوا تھا کہ یہ جلال الدین کو اس کی حرکات و سکنات سے مطلع کر دے گا۔

امین الملک نے جلال الدین کو اس کی اطلاع کر دی، تھوڑے دن بعد اس کے بھائی (غیاث الدین) کے سرداران لشکر اس کی خدمت میں آ گئے جس کی وجہ سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ شہر کلور اپر پہنچ کر محاصرہ کیا اور سر کر لیا۔ اس کے بعد ترنوخ کو بھی اسی طرح فتح کیا۔ قباچہ نے جلال الدین سے جنگ کرنے کے لئے فوجیں فراہم کیں۔ جلال الدین کو اس کی خبر لگ گئی فوراً دھاوا کر دیا، قباچہ مقابلہ پر نہ آیا۔ مورچہ اور کیمپ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جلال الدین نے جو کچھ لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا۔ لاہور کی طرف قدم بڑھایا۔ لاہور میں قباچہ کا لڑکا تھا۔ قلعہ بند ہو گیا۔ پھر اس امر کو محسوس کر کے کہ مقابلے کی قوت نہیں ہے صلح کا پیام دیا۔ ایک مقررہ سالانہ خراج پر مصالحت ہو گئی۔ محاصرہ اٹھا کر تستشان پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ فخر الدین سلاری قباچہ کا نائب اس شہر کا والی تھا۔ اس نے اطاعت قبول کی۔ شاہی اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد اوجا پر حملہ کیا۔ محاصرہ ڈالا۔ اہل اوجا نے تاوان جنگ دے کر مصالحت کر لی۔ جالنس کا محاصرہ کیا۔

جلال الدین منکبرس اور شمس الدین التمش

بادشاہان ہندوستان میں سے شمس الدین التمش نامی ایک بادشاہ جو شہاب الدین غوری کا غلام تھا۔ اس شہر کا حاکم تھا۔ اس نے جلال الدین سے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور جلال الدین کی حکومت کی اطاعت قبول کی۔ اہل شہر بھی مطیع ہو گئے۔ جلال الدین نے چند روز یہاں قیام کیا۔ اتیش نے تیس ہزار (۳۰۰۰۰) سوار، ایک لاکھ پیادے اور تین سو زنجیر فیل سے حملہ کیا۔ جلال الدین بھی اپنی فوج مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ مقدمۃ الجیش (ہراول) پر جہاں بہلوان ازبک تھا۔ دونوں فریق کے ہراول غلط راستہ پر چلے گئے۔ ایک کی دوسرے سے مڈ بھیڑ نہ ہوئی۔ اتیش نے صلح کا پیام بھیجا۔ جلال الدین مصالحت پر مائل ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد اتیش، قباچہ اور تمام ملوک ہند متفق ہو کر جلال الدین سے لڑنے کے لئے نکلے جلال الدین جنگ سے پہلو تہی کر گیا اور ہندوستان کے ان مقامات پر جن پر قبضہ کر لیا تھا اپنی طرف سے جہاں بہلوان کو مقرر کر کے ہندوستان سے روانہ ہوا۔ نہر عبور کر کے غزنی کی طرف چلا۔ غزنی اور غور پر امیر وفا ملک کو جس کا نام حسن مزلف تھا مامور کر کے عراق کی طرف روانہ ہوا۔ یہ واقعہ ۶۲۱ھ کا ہے۔ دو برس ہندوستان سے مراجعت کو ہو گئے تھے۔

خودمختار امراء اور سلطان غیاث الدین

جس وقت جلال الدین ہندوستان کی طرف روانہ ہوگیا۔ غیاث الدین کے پاس کرمان میں بچی بچائی فوج آکر جمع ہوئی غیاث الدین نے انھیں مسلح کر کے عراق کا قصد کیا۔ چنانچہ خراسان اور مازندران پر قبضہ حاصل کر لیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ لہو ولعب اور عیش وعشرت میں ڈوب گیا۔ کاروبار سلطنت سے غافل ہوگیا۔ گورنروں نے ملک کو دبا لیا۔ قائم الدین نے نیشاپور پر خودمختار حکومت کی بنیاد ڈالی، یقز بن ایلچی بہلوان شروان دبا بیٹھا، نیال نے خطا پر قبضہ کر لیا، نظام الملک اسفراین کا مستقل حکمران ہوگیا، نصرت الدین بن محمد نے نسا پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیا اور تاج الدین عمر بن مسعود ترکمانی ابیورد کا بادشاہ بن گیا۔ غیاث الدین اپنے رنگ رلیوں میں مصروف، دنیا ومافیہا سے غافل، لذاتِ دنیاوی میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاتاری فوجیں سیلاب کی طرح بڑھیں، غیاث الدین عراق سے نکل کر بلاد جبل چلا گیا، تاتاریوں نے تمام ملک ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالا سارے ملک میں ہو کا عالم ہوگیا۔ غارت گری اور قتل کا ہنگامہ برپا ہوا امن وامان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ رعایا برباد وتباہ ہوگئی، ملک ویران ہوگیا۔ چونکہ سلطان غیاث الدین کاروبار سلطنت سے غافل ہوگیا تھا اور عیش وعشرت کے سوا اس کو کوئی کام نہ رہا تھا۔ اس وجہ سے اس کی ماں حکومت وسلطنت پر قابو پا گئی اور ترکمانی خاتون اور سلطان خوارزم شاہ کا رویہ اختیار کیا اور اس کے قدم بہ قدم چلی "خداوند جہاں" کا لقب اختیار کیا۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین آیا اور اس نے مغلوب کیا۔

جلال الدین کی ہندوستان سے مراجعت

۶۲۱ھ میں جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں جلال الدین ہندوستان سے واپس ہوا۔ بے حد تکالیف اور بے انتہا مصائب جو بیان سے باہر ہیں برداشت کرتا ہوا کرمان پہنچا۔ چار ہزار سوار رکاب میں تھے جو خچروں اور بیلوں پر سوار تھے۔ اس وقت کرمان میں براق حاجب (جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کا) نائب حکومت کر رہا تھا۔

براق حاجب

براق، کوخان بادشاہ کا حاجب تھا۔ کسی وجہ سے بادشاہ خطا سے علیحدہ ہو کر خوارزم

چلا آیا اور وہیں قیام اختیار کیا اس کے بعد خوارزم شاہ کو بادشاہ خطا پر فتح نصیب ہوئی براق کو حجابت کے عہدہ پر مامور کیا۔ کچھ دن بعد غیاث الدین تیر شاہ ابن خوارزم شاہ کے پاس کرمان چلا آیا۔ غیاث الدین نے عزت و احترام سے ٹھہرایا اور جب جلال الدین ہندوستان کی طرف روانہ ہوا اور تاتاری اس کے تعاقب و گرفتاری سے ناامید ہو کر واپس ہوئے تو غیاث الدین کو عراق کے قبضہ کی ہوس پیدا ہوئی چنانچہ براق کو کرمان کا حاکم مقرر کیا۔

فارس سعد بن زنگی کی اطاعت

جلال الدین نے کرمان پہنچ کر براق کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا۔ وزیر السلطنت شرف الملک فخر الدین علی بن ابو القاسم جنیدی معروف بہ خواجہ جہاں نے عرض کی "یہ موقع براق کی گرفتاری کا نہیں ہے۔ اس سے عوام الناس بھڑک اٹھیں گے کسی اور موقع پر دیکھا جائے گا" جلال الدین اس فعل سے رک گیا۔ شیراز کی طرف قدم بڑھایا۔ والئ شیراز بردا تابک نیازمندانہ حاضر ہوا۔ نذرانے اور تحائف پیش کئے۔ حکومت کا مطیع ہو گیا۔ چونکہ اتابک فارس سعد بن زنگی کو غیاث الدین سے مخالفت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے جلال الدین سے صلح کر لی اور اپنی بیٹی سے جلال الدین کا عقد کر دیا۔

جلال الدین منکبرس اور غیاث الدین

اس کے بعد جلال الدین اصفہان گیا قاضی رکن الدین مسعود ابن صاعد حاضر خدمت ہوا۔ اطاعت قبول کی۔ اس کی خبر غیاث الدین تک پہنچی۔ یہ اس وقت رے میں تھا۔ فوجیں جمع کر کے جلال الدین سے لڑنے کو چلا۔ جلال الدین کو اس کی اطلاع ہوئی۔ ملاطفت آمیز خط لکھا۔ طولی خاں پسر چنگیز خاں کا اسباب، لباس، گھوڑا اور تلوار بطور ہدیہ بھیجا جو جنگ برندان میں مارا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ان امراکو بھی ملانے کی کوشش کی جو غیاث الدین کے ساتھ تھے۔ ان لوگوں نے ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ اس کی خبر کسی ذریعہ سے غیاث کو ہو گئی۔ غیاث الدین نے ان میں سے بعض کو گرفتار کر لیا باقی جلال الدین کے پاس بھاگ گئے۔

جلال الدین منکبرس اور غیاث الدین میں مصالحت

چنانچہ جلال الدین ان لوگوں کے ساتھ غیاث الدین کے لشکر میں آیا غیاث الدین کے تمام سرداران لشکر اور

ہم نشین جلال الدین کی طرف ہو گئے۔ جلال الدین نے غیاث الدین کے خیموں، ذخیروں اور مکمل اسباب پر قبضہ کرلیا۔ اس کی ماں بھی قبضہ میں آگئی۔ غیاث الدین قلعہ سلوقان بھاگ گیا۔ جلال الدین نے اس کے بھاگ جانے سے اس کی ماں پر بے حد ناراضگی ظاہر کی۔ اس نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بلا کر دونوں میں صلح کرا دی غیاث الدین اپنے بھائی کی خدمت میں جیسا کہ چھوٹے اپنے بڑوں کی خدمت میں رہتے ہیں رہنے لگا۔ خراسان اور عراق کے غاصب امراء جلال الدین کے دربار میں نیازمندی کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اور حکومت کی اطاعت قبول کرلی۔ حالانکہ اس سے پہلے غیاث الدین کی کچھ نہ سنتے تھے اور اس کی حکومت کو مٹا رہے تھے۔ سلطان جلال الدین نے اس کی اطاعت و حکم برداری پر خوشنودی ظاہر کی اور جیسا مناسب وقت سمجھا ویسا ہی عمل کیا

نصرت الدین بن محمد اور غیاث الدین

نصرت الدین بن محمد اپنے چچازاد بھائی اختیار الدین کے بعد نسا کا حکمراں ہو گیا تھا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ لیکن امور سلطنت کی عنان محمد بن احمد نسائی منشی مورخ تاریخ بنی خوارزم شاہ کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ انیس۱۹ سال تک غیاث الدین کی حکومت کی ماتحتی میں حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد خود مختار حکومت کا دعوے دار ہوا غیاث الدین کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ غیاث الدین نے طوطی بن آبنا یخ کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں ارسلان کو کمک پر مامور کیا۔ قرب و جوار کے امراء کو امداد و اعانت کا حکم دیا، نصرت الدین کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی اپنے نائب السلطنت محمد بن احمد منشی کو غیاث الدین کی خدمت میں صلح کا پیام دے کر بھیجا اور وہ مال بھی پیش کر دیا جس پر مصالحت کا دار و مدار تھا۔

آبنا یخ کا نسا پر قبضہ

محمد بن احمد منشی ابھی غیاث الدین کے دربار تک نہیں پہنچا تھا کہ جلال الدین منکبرس کے آنے اور غیاث الدین کو مغلوب کرنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ اصفہان میں برف رک جانے اور راستہ کھل جانے کے انتظار میں قیام کیا۔ چند دن بعد ہمدان کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت سلطان ہمدان میں موجود نہ تھا۔ اتابک بقاطالبتی کی جنگ پر گیا تھا۔ اس کے حالات آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ غیاث الدین نے اس سے اپنی بہن کا عقد کر دیا تھا۔ اور غیاث الدین ولیعہدی سے معزول ہونے کے بعد آذربائیجان بھاگ گیا۔ اتابک سعد سے میل جول پیدا کیا۔ جلال الدین کو اس کی خبر لگی فوراً

ان لوگوں کی طرف کوچ کردیا[1] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غیاث الدین بھی جلال الدین سے جنگ کرنے کے لئے چلا۔ جلال الدین نے پہنچ کر اسے گرفتار کیا، امان دی۔ واپس ہو کر اس کے خیمے میں قیام کیا۔ عزت واحترام سے ملاقات کی۔

نصرت الدین نے بلاد نسار میں آفت مچا دی، ہنگامہ وفساد کا بازار گرم کر دیا۔ جلال الدین نے ابنا یخ کو اس کی گوشمالی پر متعین کیا۔ دو دن کے بعد جلال الدین کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ نصرت الدین نے اس دار فانی کو چھوڑ دیا اور ہلاک ہو گیا اور ابنا یخ کا نسار پر پورے طور سے قبضہ ہو گیا ہے۔

جلال الدین کی روانگی خوزستان

جس وقت جلال الدین کو اپنے بھائی غیاث الدین پر غلبہ حاصل ہو گیا اور ملک کا نظم ونسق درست ہو گیا گرمی کا موسم تھا اس موسم کو ختم کرنے کی غرض سے خوزستان کی طرف کوچ کیا۔ اور اس کے دار الحکومت[2] کا پہنچ کر محاصرہ کر لیا مظفر الدین وجہ السبع، خلیفہ ناصر کا غلام اس صوبہ کا حاکم تھا۔ جلال الدین نے زمانہ محاصرہ میں اپنی فوج کو چند حصوں پر تقسیم کر کے شہروں پر شب خون مارنے کا حکم دیا۔ خراسان کے اطراف میں لوٹ مار شروع ہو گئی۔ بادرایا اور بصرہ بھی محفوظ نہ رہا۔ تکین دملکتین، پولیس افسر بصرہ مقابلہ پر نکلا اور بار خلافت سے فوجیں جلال الدین قشتمر کی ماتحتی میں جو خلیفہ ناصر کا غلام تھا، پہنچ گئیں دونوں حریف لڑائی سے رک گئے۔

جلال الدین منکبرس کا محاصرہ دقوقا

جلال الدین نے ضیاء الملک علاء الدین محمد بن مودود کو دربار خلافت میں بطور وفد روانہ کیا اس کے مقدمۃ الجیش پر جہاں پہلوان تھا۔ اثناء راہ میں عرب کا ایک گروہ اور خلافت پناہی کا لشکر سامنے آگیا۔ خوارزمی ٹوٹ پڑے۔ حملہ کر دیا۔ بہت سے بغداد واپس گئے اور جنھیں خوارزمیوں نے گرفتار کر لیا تھا، سلطان جلال الدین کے دربار

---

[1] اصل کتاب میں جگہ خالی ہے۔

[2] اس وقت خراسان کا دار الحکومت تشتر تھا۔ ماہ محرم ۶۲۲ھ میں جلال الدین نے اس کا محاصرہ کیا تھا اور مظفر الدین معروف بہ وجہ السبع نے نہایت مردانگی سے اپنے شہر کی حفاظت کی تھی جب جلال الدین کو محاصرہ میں کامیابی نہ ہوئی تو لوٹ مار شروع کر دی دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۶ مطبوعہ لیدن

میں اُن کو پیش کیا۔ سلطان نے ان لوگوں کو رہا کر دیا۔اور ضیاء الملک بغداد چلا گیا۔اس کی خبر اہل بغداد تک پہنچی۔ حفاظت پر کمربستہ ہو گئے۔ سلطان جلال الدین نے بھی یعقوبا میں پہنچ کر قیام کیا جو بغداد سے دو یا تین منزل پر تھا۔ یعقوبا سے کوچ کر کے دقوقا کا محاصرہ کیا۔اور بزور تیغ قابض ہو گیا۔شہر پناہ اور قلعہ کو منہدم کر کے شہر میں آگ لگا دی۔

جلال الدین منکبرس اور مظفر الدین میں مصالحت جس وقت جلال الدین دقوقا کے سر کرنے میں مصروف تھا اس کی فوجیں جو متعدد حصوں میں تقسیم ہو کر لوٹ مار کر رہی تھیں تکریت پر بھی پہنچ گئیں۔اہل تکریت سے سخت جنگ ہوئی جس میں خوارزمیوں کو کوئی کامیابی نہ ہوئی اپنے لشکر میں واپس آئیں۔ان لڑائیوں کے زمانے میں جلال الدین اور مظفر الدین والئ اربل سے خطوکتابت ہو رہی تھی۔آخر کار باہم مصالحت ہو گئی۔لیکن اس کے باوجود ملک میں بے حد بدامنی پھیل گئی۔ چاروں طرف قتل اور غارت گری کا بازار گرم ہو گیا۔عربوں نے رہزنی شروع کر دی۔ دن دہاڑے قافلے لٹنے لگے۔ضیاء الملک بغداد ہی میں مقیم رہا۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین نے مراغہ پر قبضہ حاصل کیا۔

وزیر شرف الملک وزیر السلطنت شرف الملک کا نام فخر الدین علی بن قاسم خواجہ جہاں تھا[1]۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابتدا میں یہ صاحب دیوان کا نائب تھا۔نجیب الدین شہرستانی (سلطان کا وزیر السلطنت) اور اس کے بیٹے بہاء الملک وزیر حرب کی خدمت میں رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ خدمت گاری سے ترقی کر کے پرچہ نویسی کی خدمت پر مامور ہوا۔اس لالچ سے کہ نجیب الدین شہرستانی عہدہ وزارت سے معزول کر دیا جائے اور قلمدان وزارت پر میرا قبضہ ہو جائے سلطان سے نجیب الدین شہرستانی کی چغلی کی اور یہ الزام لگایا کہ اس نے دو لاکھ دینار غبن کیا ہے۔سلطان نے اس کی چغلی پر کوئی توجہ نہ دی اور نجیب الدین شہرستانی سے کوئی مطالبہ نہ کیا۔اس کے بعد بہاء الملک وزیر حرب پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔اس مرتبہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔فوجی وزارت کی خدمت

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

سپرد ہوئی۔ چار برس اس عہدہ پر رہا۔ جب سلطان کا موکب ہمایوں بخارا آیا تو لوگوں نے اس کی شکایت بکثرت کی۔ سلطان نے گرفتاری کا حکم دیا، روپوش ہوگیا۔ طالقان چلا گیا، طالقان سے غزنی پہنچا اور جلال الدین کی بارگاہ میں سلطان کے انتقال کے بعد حاضر ہوا۔ جلال الدین نے حاجبوں کی جماعت میں داخل کر لیا۔ اس وقت سے برابر حجابت ہی کے عہدہ پر رہا۔ پھر جب جلال الدین نے دریائے سندھ عبور کیا اور اس کے وزیر السلطنت شہاب الدین ہروی کو قباچہ بادشاہ ہندوستان نے قتل کر ڈالا جیسا کہ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں تو جلال الدین نے شہاب الدین کی جگہ اسے عہدہ وزارت پر سرفراز کیا۔

خراسان کا دوبارہ تاراج

آذربائیجان، بلاد قفچاق اور شروان سے مغربی تاتاریوں کی واپسی کے بعد خراسان تباہ و برباد ہو کر چٹیل میدان کی طرح رہ گیا تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے حکومت کی تباہی کے بعد خراسان کے نواح پر غلبہ حاصل کر لیا تھا، کوئی حاکم نہیں رہا تھا۔ انہی لوگوں نے بربادی و غارت گری اول کے بعد خراسان کو پھر آباد کیا۔ چنگیز خاں نے خراسان کو تباہ کرنے کے لئے تاتاریوں کا ایک دوسرا لشکر بھیج دیا۔ اس لشکر نے خراسان کو دوبارہ تاراج کیا۔ مکانات منہدم کر دیئے، بازاروں کو لوٹ لیا۔ اسی قسم کا برتاؤ ساوا، قاشان اور قم میں بھی ان لٹیرے تاتاریوں نے کیا۔ حالانکہ تاتاریوں نے اس سے پہلے اس قسم کے افعال ان مقامات پر نہیں کئے تھے۔

تاتاریوں کی ہمدان میں غارت گری

ان شہروں کی غارت گری سے فارغ ہو کر ہمدان کی طرف بڑھے۔ اہل ہمدان ان کی آمد کی خبر سن کر بھاگ گئے۔ تاتاریوں نے جی کھول کر شہر کو ویران اور تاراج کیا، اہل ہمدان کے تعاقب میں آذربائیجان تک گئے۔ اطراف آذربائیجان میں بھی قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ ہمدانیوں نے آذربائیجان بھی چھوڑ دیا۔ انتہائی بے سروسامانی سے بھاگ نکلے۔ بعضوں نے تبریز جا کر دم لیا۔ تاتاری لٹیرے تعاقب میں تھے۔ یہاں بھی ان غریبوں کو چین نصیب نہ ہوا۔ تاتاریوں نے ازبک بن پہلوان والئ تبریز کو خط لکھا اور ان لوگوں کو حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا۔

ازبک نے ان لوگوں میں سے ایک گروہ کو قتل کر کے ان کے سروں کو اور باقی ماندہ لوگوں کو تاتاریوں کے پاس بھیج دیا اور ایسے افعال کئے جس سے تاتاری راضی ہو کر واپس ہو گئے تبریز سے تعارض نہ کیا۔

رشید والیٔ شروان اور قفچاق

جس وقت تاتاری بلاد قفچاق اور روس سے واپس ہوئے اور قفچاق کا ایک گروہ جو تاتاریوں کے مقابلہ سے بھاگ گیا تھا بحال پریشان دربند شروان پہنچا۔ دربند شروان کا بادشاہ رشید نامی ایک شخص تھا۔ ان لوگوں نے رشید سے درخواست کی کہ "ہم لوگ آپ کی اطاعت و فرماں برداری کو باعث فخر و عزت سمجھیں گے۔ آپ اپنے ملک میں ہم کو قیام کرنے کی اجازت دیجئے اور اس اطمینان کے لئے کہ ہم لوگ آپ سے کسی قسم کی بدعہدی نہ کریں گے ضمانت دینے کے لئے تیار ہیں۔" رشید کو کچھ شبہ پیدا ہوا، درخواست منظور نہ کی تب ان لوگوں نے یہ خواہش پیش کی۔ "آپ ہم کو اپنے ملک سے غلہ اور دیگر ضروریات خریدنے کی اجازت دیجئے۔" رشید نے اجازت دیدی۔

اس کے بعد اس قفچاقی گروہ کے بعض سردار رشید کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ظاہر کرنے لگے کہ "قفچاقی آپ کے ساتھ بدعہدی کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ ہمیں ایک فوج عنایت فرمائیے۔ ہم انھیں لڑ کر آپ کے ملک سے نکال دیں گے"، رشید نے انھیں فوجیں دیں۔ سامانِ جنگ دیا، چنانچہ اس سردار نے قفچاق کے بعض گروہ پر حملہ کیا۔ قفچاق کی ایک جماعت کام آگئی، مال و اسباب لوٹ لیا گیا، لیکن قفچاق نے ذرا بھی حرکت نہ کی اور یہی کہہ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا۔ "بادشاہ شروان کے ہم فرمانبردار ہیں اگر اس نے ہمیں امان نہ دی ہوتی تو ہم اس سے برسرپیکار رہوتے"۔

قفچاقی سردار اس واقعہ سے خوش خوش مالِ غنیمت لئے واپس ہوا۔ فوج کو ذرہ بھر نقصان نہ پہنچا دو چار روز کے بعد یہ خبر لگی کہ قفچاق اپنی جائے قیام سے کوچ کر کے تین روز کی مسافت پر جا کر مقیم ہوئے ہیں۔ قفچاقی سردار نے دوبارہ فوج کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے قفچاق کے سر پر پہنچ کر حملہ کر دیا، ایک گروہ کام آگیا۔ باقی ماندہ

کو گرفتار کرلیا جن میں جوان، بوڑھے، لڑکے، عورت اور مرد ہر طرح کے لوگ تھے۔ تفچاقی سردار قیدی اور مال غنیمت لئے رشید کی خدمت میں پہنچا فتح یابی کی خوش خبری سنائی۔

تفچاقی گروہ کا شروان پر قبضہ

تفچاقی گروہ کو ان حرکات سے اشتعال پیدا ہوا۔ ایک تابوت میں مصنوعی مردہ رکھ کر روتے پیٹتے، سروں پر خاک اڑاتے شہر کے قریب پہنچے اور یہ ظاہر کیا یہ ہمارا سردار تھا اور بادشاہ کا دلی دوست تھا۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی ہے کہ ہمارے بال بچوں کو بادشاہ کی خدمت میں پہنچا دینا اور جہاں وہ فرمائیں وہاں ہمیں سپرد زمین کرنا۔ چنانچہ ہم لوگ اسی غرض سے آئے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ ایک سردار بھی تھا جس کے اشارہ پر یہ لوگ کام کرتے تھے۔ رشید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دیدی۔ تفچاقی گروہ یکے بعد دیگرے شہر میں داخل ہوگئے۔ جس وقت جماعت مکمل ہوگئی، دفعۃً حملہ کرنے پر تل گئے۔ رشید قلعہ سے چھپ کر نکل بھاگا۔ بلاد شروان میں جا کر پناہ لی۔ اور تفچاق نے قلعہ اور تمام ان چیزوں پر جو رشید چھوڑ گیا تھا قبضہ کرلیا۔

تفچاقیوں کا قلعہ شروان میں اجتماع

تفچاق کو اس کامیابی سے بے حد مسرت ہوئی۔ اپنے ہمراہیوں کو اس سے مطلع کیا اور بلا بھیجا۔ چنانچہ جس قدر تفچاقی مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے تھے سمٹ کر اپنے ہمراہیوں کے پاس قلعہ شروان میں آگئے، قوت، مال سب کچھ موجود تھا قلعہ کرج کا قصد کیا، اور پہنچ کر اس پر محاصرہ کیا۔ رشید کو اس کی خبر لگ گئی۔ فوراً قلعہ شروان کی طرف لوٹ پڑا قبضہ کرلیا اور جس قدر تفچاق قلعہ میں تھے سب کو مار ڈالا۔

ازبک بن پہلوان اور تفچاق

اس کے بعد تفچاق قلعہ کرج کے محاصرہ سے واپس ہوئے قلعہ تک دسترس نہ ہوسکی، ناکام ہوکر لوٹے۔ شروان کے علاقے میں غارت گری شروع کردی، لوٹ مار کرتے گنجہ کی طرف چلے۔ گنجہ بلاد اران کا دارالحکومت تھا۔

ازبک بن پہلوان والیٔ آذربائیجان کا ایک غلام (کو خجزہ نامی) اس کی حکومت پر مامور تھا۔ قفچاقی گروہ نے پیام بھیجا کہ "ہم لوگ ازبک کے فرماں بردار و مطیع ہیں ہمیں اپنے ملک میں قیام کی اجازت دو" والیٔ گنجہ نے درخواست منظور نہ کی اور ان کی بدعہدیوں، بے وفائیوں، قتل اور غارت [1] . . . . . . کو ایک ایک تفصیل کے ساتھ ظاہر کیا، قفچاقیوں نے معذرت کی "ہم لوگوں نے شرواں شاہ کے ساتھ اس وجہ سے غداری کی ہے کہ ہم لوگ آپ کے بادشاہ آذربائیجان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے اس نے ہمیں اپنے ملک سے راہ نہ دی اس وجہ سے ہم لوگوں نے اس سے بدعہدی کی اور اس کے قلعہ کو چھین لیا۔ لیکن پھر بلا کسی خوف و خیال ہم نے قلعہ چھوڑ دیا، قلعہ کرج کا والی آپ کا دشمن ہے اگر اسے ہم نہ دباتے تو ہمیں آپ تک پہنچنا دشوار ہو جاتا۔ ہم لوگ آپ کی خدمت میں ضمانت دینے کے لئے تیار ہیں" والیٔ گنجہ کے خیالات اس پیام سے تبدیل ہو گئے۔ قفچاق کے دو سردار بھی دو چار آدمیوں کے ساتھ حاضر ہوئے جس سے والیٔ گنجہ کا دل ان لوگوں کی طرف سے بالکل صاف ہو گیا۔ اپنے بادشاہ ازبک کی خدمت میں ان لوگوں کی اطاعت و فرماں برداری کی رپورٹ اور سفارش کی اور گنجہ میں قیام کرنے کی اجازت دی ان کے سرداروں میں سے ایک سردار کی لڑکی سے عقد کر لیا۔

ازبک بن پہلوان والیٔ تبریز کو والیٔ گنجہ کی اس کارگزاری سے مسرت ہوئی۔ خلعت اور جائزہ دیا اور قفچاق کو کوہ کیلکون میں ٹھہرانے کا حکم دیا۔

جنگ کرج و قفچاق

کرج کو اس کی خبر لگی، فوجیں فراہم کرنے لگے۔ والیٔ گنجہ کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ قفچاق کو کرج کے حملہ سے بچانے کے لئے کوہ کیلکون سے گنجہ بلا لیا۔ اس کے بعد قفچاق کے سرداروں میں سے ایک سردار نے چند دستہ فوج لے کر کرج کے لشکر پر حملہ کیا اور کامیاب واپس ہوا۔ قفچاق پھر کوہ کیلکون واپس گئے اور وہیں قیام اختیار کیا، قفچاق کے دوسرے سرداروں کو اس سے رشک پیدا ہوا۔ کرج پر حملہ کرنے کا شوق چرایا والیٔ

---

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔

گنجہ نے مخالفت کی لیکن قفچاق نے ذرا بھی نہ سُنی۔ بلاد کرج پر چڑھ گئے۔ قتل وغارت کر کے مالِ غنیمت لئے واپس ہوئے۔ کرج نے دوسرا راستہ طے کر کے قفچاق کے فتح مند گروہ پر حملہ کر دیا۔ اچانک حملہ سے گھبرا گئے۔ بُرے طور پر پامال ہوئے۔ جو کچھ مال غنیمت لائے تھے وہ اور سامان کے ساتھ سب کچھ چھین لیا۔ بحال پریشان قفچاق کے باقی ماندہ کوہ کیلکون واپس آئے۔ اور سامان اٹھا کر بروعہ کی طرف کوچ کر گئے۔ والیٔ گنجہ سے کرج کے مقابلہ پر امداد کی درخواست کی۔ امیر گنجہ نے یہ کہہ کر درخواست منظور نہ کی "تم نے میرے حکم کی مخالفت کی جس کی سزا تمھیں ملی اب میں تمھاری ایک سوار سے بھی امداد نہ کروں گا۔

قفچاقیوں کی پامالی

قفچاق صاف جواب پاکر بگڑ گئے۔ جن لوگوں کو لطور ضمانت والیٔ گنجہ کو دیا تھا اُن کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ والیٔ گنجہ نے ان لوگوں کو واپس کرنے سے انکار کیا۔ قفچاق نے ان کے عوض میں مسلمانوں کو گرفتار کر لیا جن کی تعداد اُن سے دوچند تھی۔ اس سے مسلمانوں کو اشتعال پیدا ہوا۔ چاروں طرف سے قفچاق پر ٹوٹ پڑے مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ بھاگ کر شروان پہنچے، کرج اور مسلمانوں نے اُن کے قتل پر کمریں باندھ لیں۔ بہت سے قتل کر ڈالے گئے اور بہتیرے قید کرئے گئے۔ غرض کہ اس طور پر یہ جماعت فنا کر دی گئی۔ ان کے قیدیوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ دربند شروان میں نہایت کم قیمت پر فروخت کئے گئے۔ یہ واقعات ۶۱۹ھ کے ہیں۔

کرج کا بیلقان پر قبضہ

شہر بیلقان (صوبہ اران)، کو تاتاری لٹیروں نے ویران کر دیا تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ بیلقان کی بربادی کے بعد تاتاری، قفچاق کے ملک کی طرف قتل و غارت گری کرتے ہوئے چلے گئے۔ تاتاریوں کے جانے کے بعد اہل بیلقان جو تاتاریوں کی غارت گری اور قتل سے بچ گئے تھے بیلقان واپس آئے۔ اور اجڑے ہوئے شہر کو پھر آباد کیا۔ شہر پناہ کی عمارت کی مرمت ابھی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی کہ کرج نے اسی سنہ کے ماہ رمضان میں حملہ کر دیا۔ لڑائی ہوئی، خونریزی کا بازار گرم ہوا، اہل بیلقان کو شکست ملی۔ کرج

نے شہر پر قبضہ کرلیا اور شہر پناہ کو منہدم کر کے شہر پر استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگے۔

اس واقعہ کے بعد غازی بن عادل بن ایوب والیٔ خلاط اور کرج سے جنگ ہوئی' غازی نے کرج کو شکست دی اور نہایت سختی سے پامال کیا جیسا کہ ہم حکومت بنی ایوب کے سلسلہ میں تحریر کریں گے۔

شروان شاہ اور کرج

۶۲۲ھ میں شروان شاہ سے اس کا بیٹا باغی ہوگیا اور اپنے باپ کے قبضہ سے ملک کو نکال لیا۔ شروان شاہ کرج کے یہاں چلا گیا۔ اپنے بیٹے کی زیادتی کی شکایت کی۔ کرج اس کی حمایت پر اٹھے فوجیں مرتب کر کے اس کے ساتھ روانہ ہوئے' شروان شاہ کا بیٹا مقابلہ پر آیا۔ اس واقعہ میں کرج کو شکست ہوئی۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ نہایت بُرے طور سے پسپا ہوئے۔ کرج نے اس ناکامی کو شروان شاہ کی بدبختی کی طرف منسوب کیا اور اسے اپنے ملک سے نکال دیا۔ شروان کا بیٹا اطمینان کے ساتھ حکومت پر قابض ہوگیا۔ رعایا اور فوج کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے' جس سے اس کے ہم عصروں کو رشک پیدا ہوا۔

کرج کی پامالی

اس کے بعد کرج کا ایک گروہ تفلیس سے آذربائیجان کے قصد سے روانہ ہوا۔ آذربائیجان کے قریب ایک درہ کوہ پر یہ خیال قائم کر کے مسلمانوں کی یہاں تک پہنچ نہ ہو سکے گی' قیام کیا۔ مسلمانوں کو اس کی خبر ہوگئی' چند نوجوانانِ اسلام مسلح ہو کر گئے اور دفعۃً چھاپہ مارا کرج غافل بیٹھے تھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ راستہ تنگ تھا۔ دو آدمی ایک ساتھ نہیں جا سکتے تھے۔ مسلمانوں نے جس طرح چاہا انھیں قتل کیا۔ بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔

جلال الدین منکبرس کی مراغہ پر فوج کشی

گنتی کے چند کرج اس واقعہ سے جانبر ہو کر اپنے شہر پہنچے اپنی دُکھ بھری کہانی اپنی قوم کو سنائی' قوم نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا۔ ابھی روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ خبر سننے میں آئی کہ سلطان جلال الدین منکبرس' مراغہ پہنچ گیا ہے' ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی' اور بک بن پہلوان والیٔ آذربائیجان کو مصالحت اور اتحاد کا پیام بھیجا'

جلال الدین کے مقابلے پر امداد کی درخواست کی، لیکن اتفاق یہ کہ ان دونوں کے متحد ہونے سے پہلے جلال الدین مراغہ پہنچ گیا جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

جلال الدین منکبرس کا مراغہ پر قبضہ

نواح بغداد میں سلطان جلال الدین کے جانے اور نواح بغداد کے جن مقامات پر اس نے قبضہ کیا تھا اور والیٔ اربل سے اس کی صلح و موافقت کے حالات ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں، قصہ مختصر ان مہموں سے فارغ ہو کر ۶۲۲ھ میں آذر بائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ پہلے مراغہ کا قصد کیا اور اس پر قابض ہوا، چند روز قیام پذیر رہا۔ شہر پناہ کی مرمت کرائی، نہایت خوبصورتی سے شہر کو آباد کیا۔

امیر مغاں طالبی

امیر مغاں طالبی (غیاث الدین کا ماموں زاد بھائی) آذر بائیجان میں تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، اس نے فوجیں مہیا کیں۔ شہر کو تاراج کیا اور لوٹ مار کرتا ساحل اراں چلا گیا۔ وہیں موسم سرما گذرا۔ جس وقت سلطان جلال الدین نے نواح بغداد کو اپنی غارت گری کا نشانہ بنایا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں تو خلیفہ ناصر نے دار الخلافت بغداد سے امیر مغاں طالبی کو پیام بھیجا کہ تم جلال الدین کی روک تھام کرو، ہمدان پر پہنچ کر قابض ہو جاؤ۔ ہمدان اور جن شہروں کو تم فتح کرو گے تمہیں جاگیر میں دیدیئے جائیں گے"۔ جلال الدین کو اس نامہ و پیام کی خبر لگ گئی۔ نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے نواح ہمدان میں امیر مغاں طالبی کا محاصرہ کر لیا۔ صبح ہوئی تو امیر مغاں طالبی نے اپنے کو جلال الدین کے لشکر کے محاصرہ میں پایا۔ بدحواس ہو گیا۔ کچھ بنائے نہ بنی، اپنی بیوی کو جو سلطان جلال الدین کی بہن تھی۔ سلطان جلال الدین کی خدمت میں بھیجا۔ امان کی درخواست کی، جلال الدین نے امان دی اور اس کے لشکر میں شامل کر لیا۔ امیر مغاں طالبی تنہا رہ گیا۔

ازبک بن پہلوان اور جلال الدین منکبرس

اس کے بعد جلال الدین مراغہ کی جانب واپس ہوا۔ ازبک بن پہلوان والیٔ آذر بائیجان نے اپنے دار الحکومت تبریز کو جلال الدین کے خوف سے چھوڑ دیا تھا گنجہ چلا آیا تھا۔ جلال الدین

نے اہل تبریز کے پاس رسد اور ضروریات روزمرہ کے بہم پہنچانے کا پیام بھیجا۔ اہلِ تبریز نے نہایت خوشی سے اس خدمت کو منظور کیا۔ چنانچہ جلال الدین کے فوجی تبریز میں اپنی ضروریات کے خریدنے کے لیے جانے لگے۔ چند دن بعد اہلِ تبریز نے فوجیوں کی زیادتی اور اشیا کو زبردستی کم قیمت پر لینے کی شکایت کی۔ جلال الدین نے انصاف وعدل کرنے کی غرض سے تبریز میں ایک افسر پولیس بھیج دیا۔ جس سے اہل تبریز کی شکایت رفع ہوگئی۔

جلال الدین منکبرس کا تبریز پر قبضہ

بیگم ازبک، سلطان طغرل بک بن ارسلان بن طغرل بن محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی بیٹی تھی جس کا ذکر اس کے اسلاف کے سلسلہ میں ہم تحریر کر چکے ہیں۔ تبریز میں مقیم تھی اور چونکہ اُزبک لہو لعب اور عیش وعشرت میں پڑا ہوا تھا اس وجہ سے اُزبک کے مقبوضہ علاقہ پہ یہی حکمرانی کرتی تھی۔ اہل تبریز نے چند دن بعد جلال الدین کے افسر پولیس کو نکال دیا۔ جلال الدین کو ناگوار گزرا۔ تبریز پر پہنچ کر محاصرہ کر دیا۔ پانچ دن تک محاصرہ اور جنگ کا سلسلہ سختی کے ساتھ جاری رہا۔ جلال الدین کو اہل تبریز سے یہ شکایت تھی کہ "تم لوگوں نے ہمارے آدمیوں کو جو مسلمان تھے قتل کرکے اُن کے سروں کو کفار تاتار کے پاس بھیجا" اہل تبریز نے معذرت کی "یہ فعل ہمارا نہ تھا بلکہ ہمارے حاکم شہر کا یہ فعل تھا۔ لیکن ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا الزام اب ہم پر ہے۔ ہماری خطاؤں کو معاف کیجئے اور امان دیجئے"۔ چنانچہ جلال الدین نے تمام اہلِ تبریز کو امان دی، بیگم ازبک کو شہر طغرل سے شہر خوی تک کے تمام شہر دیدیئے۔ اس کے مال واسباب اور خزانہ سے ذرا بھی تعارض نہ کیا۔ اور نصف رجب ۶۲۲ھ میں تبریز پر قبضہ کر لیا۔

تبریز پر قبضہ کے بعد جلال الدین نے بیگم اُزبک کو اپنے دو معتمد خادموں قلیج اور بلال کے ہمراہ خوی روانہ کیا۔ تبریز کی حکومت پر اس کے پروردہ نظام الدین برادر زادہ شمس الدین طغرائی کو مامور کیا۔ اسی نے فتح تبریز میں سلطان جلال الدین کا ہاتھ بٹایا تھا۔

سلطان جلال الدین نے اہل تبریز کے ساتھ بے حد احسان اور سلوک کئے۔ عدل اور

داد و دہش سے رعایا کو خوش کر دیا۔ ویرانی آبادی سے بدل گئی اور امن قائم ہو گیا۔

جنگ جلال الدین منکبرس و کرج

اس کے بعد جلال الدین یہ خبر پا کر کہ کرج نے آذر بائیجان اران، آرمینیہ اور در بند شروان کو تاراج کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو حد سے زیادہ تکلیفیں دی ہیں کرج پر جہاد کا اعلان کر دیا۔ شاہی فوج اور مجاہدین کو مرتب کر کے برون کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں پر کرج کی ٹڈی دل فوج جمع ہو رہی تھی۔ جلال الدین کے مقدمۃ الجیش پر جہاں بہلوان کنجی تھا۔ جس وقت دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا کرج پہاڑ پر تھے۔ اسلامی لشکر نے انہیں اس قدر مہلت نہ دی کہ وہ پہاڑ سے اتر کر تیغ و سپر ہوتے نہایت تیزی سے خندقوں اور پہاڑ کے ٹیلوں کو طے کر کے کرج سے بھڑ گئے۔ کرج کی فوج میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی، چار ہزار یا اس سے زیادہ کام آئے۔ بعض لوگ گرفتار کر لئے گئے بعض نے کسی قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ جلال الدین نے ان کے سر کرنے پر فوجیں روانہ کیں۔ جنھوں نے کرج کے ملک کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان ڈالا اور جی کھول کر تاراج کیا۔

جلال الدین منکبرس کی مراجعت تبریز

سلطان جلال الدین مہم کرج سے فارغ ہو کر اپنے بھائی غیاث الدین کو بلاد کرج میں قیام کرنے کا حکم دے کر تبریز کی جانب واپس ہوا۔

سلطان جلال الدین تبریز میں وزیر السلطنت شرف الدین کو نظم و نسق درست کرنے کی غرض سے چھوڑ گیا تھا اور نظام الملک طغرائی کو شہر کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ وزیر السلطنت نے جلال الدین کی خدمت میں رپورٹ کی کہ نظام الملک طغرائی اور اس کا چچا شمس الدین بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اہل شہر کو بغاوت پر ابھار دیا ہے ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ عنانِ حکومت ازبک کے قبضہ میں دیدی جائے کیونکہ سلطان اس وقت مہم کرج میں مشغول ہے ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا" سلطان جلال الدین نے اس خبر کو کسی پر ظاہر نہ کیا جب اسے کرج کی گوشمالی اور پامالی سے فراغت ہوئی اس وقت تبریز کی خبر کو ظاہر کیا اور اپنے بھائی غیاث الدین

کو حکمراں بنا کر کرج کے ملک کو تاراج کرنے کا حکم دے کر تبریز کی جانب واپس ہوا۔

نظام الملک طغرائی اور شمس الدین پر عتاب جلال الدین نے تبریز پہنچ کر نظام الملک طغرائی اور اس کے ساتھیوں اور ہوا خواہوں کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ شمس الدین سے ایک لاکھ جرمانہ وصول کیا اور مراغہ میں قید کر دیا۔ شمس الدین بہ حکمتِ عملی مراغہ سے بھاگ نکلا۔ بغداد پہنچا اور ۶۲۵ھ میں حج کرنے گیا۔ جلال الدین کو کسی ذریعہ یہ خبر پہنچ گئی کہ شمس الدین طواف میں ان الزامات سے اپنی بریت اور بیزاری کی اپنے حق میں دعا کر رہا تھا جو اس پر لگائے گئے تھے اور یہ عرض کر رہا تھا کہ اے الٰہی اگر مجھ سے وہ افعال سرزد ہوئے ہیں جو میرے سر تھوپے جاتے ہیں تو مجھے وہ سزا دے جس کی نظیر نہ ہو" سلطان جلال الدین کا دل یہ سُن کر کانپ اٹھا۔ تبریز واپس بلا لیا اور اس کا تمام مال و اسباب اور زرِ جرمانہ واپس کر دیا۔

جلال الدین منکبرس کا بیگم ازبک سے نکاح ازبک کی بیوی (دختر سلطان طغرل) نے نکاح کا پیام بھیجا اور یہ ظاہر کیا کہ ازبک نے اپنی قسم توڑ ڈالی جس کی وجہ سے مجھے طلاق[1] ہو گئی ہے، عزیز الدین قزوینی قاضی تبریز کے روبرو مقدمۂ طلاق پیش ہوا۔ قاضی نے طلاق ہونے کا اور حلت نکاح جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ جلال الدین نے زوجہ ازبک سے عقد کر لیا۔ اور اس کے پاس گیا۔ خوئی میں رسم شب عروسی ادا ہوئی۔ ازبک کو ان واقعات سے ایسا صدمہ ہوا کہ اسی صدمہ سے جاں بحق ہو گیا۔

ارخاں کی معزولی سلطان جلال الدین خوئی سے تبریز پھر واپس آیا ایک مدت تک قیام پذیر رہا۔ ایک فوج ارخاں کی ماتحتی میں گنجہ (صوبہ نقجوان) کے سر کرنے

---

[1] تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ ازبک نے اپنی بیوی سے قسم کھائی تھی کہ فلاں غلام کو میں قتل نہ کروں گا اور اگر قتل کروں تو تجھے طلاق ہے" اتفاق یہ کہ ازبک نے قسم توڑ ڈالی، غلام کو مار ڈالا۔ لہٰذا طلاق ثابت ہو گئی اور نکاح صحیح درست ہوا۔ دیکھو تاریخ کامل جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ لیدن

کے لئے روانہ کی۔ اس وقت ازبک گنجہ ہی میں تھا۔ سلطان جلال الدین کی آمد کی خبر پا کر گنجہ چھوڑ دیا۔ جلال الدین قمی کو بطور نائب گنجہ میں متعین کر کے چلتا ہوا۔ سپہ سالار ارخان نے گنجہ پر پہنچ کر قبضہ کر لیا اور اس کے تمام اطراف وشمکور، بزوعہ اور شنہ کو دبا لیا۔ لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی، ازبک نے جلال الدین سے اس کی شکایت کی۔ جلال الدین نے ارخاں کے پاس ممانعت کا فرمان بھیجا، ارخاں کو سلطان کے حکم سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ سلطان نے معزول کر دیا۔ کبیدہ خاطر ہو کر سلطان کے کیمپ سے نکل گیا، فرقہ اسمٰعیلیہ کے کسی شخص نے مار ڈالا۔

خلیفہ ناصر الدین اللہ کی وفات

آخری ماہ رمضان ۶۲۲ھ میں خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی نے سینتالیس سال خلافت کر کے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس کا لڑکا خلیفہ ظاہر بامر اللہ ابو نصر محمد تخت خلافت پر متمکن ہوا جیسا کہ خلفاء بنی عباس کے سلسلہ میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

کرج اور ارمن

کرج، ارمن کے نسبی بھائی ہیں۔ ارمن کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ دولت سلجوقیہ کے بعد انھی کی حکومت کو عروج حاصل ہوا، مذہباً عیسائی تھے۔ والیٔ ارمن ان سے خائف رہتا تھا۔ اکثر تحفے اور نذرانے بھیجتا تھا بادشاہ کرج خلعت اور جائزہ دیتا اور بادشاہ ارمن نہایت مسرت سے اسے پہنتا تھا۔ شروان والیٔ دربند شروان بھی ان سے دبتا تھا۔ ان لوگوں نے ارجیش (بلاد آرمینیہ) اور شہر فارس پر قبضہ کر لیا تھا۔ خلاط اور اس کے دار الحکومت پر محاصرہ کیا۔ اتفاق سے ان کا سپہ سالار ایوائے گرفتار ہو گیا۔ ان لوگوں نے اس شرط سے اسے رہا کیا کہ کرج اپنا محاصرہ اٹھا کر چلے جائیں، چنانچہ ناکام کرج واپس آئے۔

طغرل شاہ اور کرج

کرج نے رکن الدولہ قلیج ارسلان والی بلاد روم کو بھی شکست دی تھی جب اس نے اپنے بھائی طغرل شاہ ارزن روم پر حملہ کیا تھا اور طغرل شاہ نے کرج سے امداد طلب کی تھی۔ اگرچہ رکن الدولہ کی قوت بے حد بڑھی ہوئی تھی۔

فوج کا انتظام بھی معقول تھا۔ لیکن کرج نے شکست دیدی قصہ مختصر کرج کی غارت گری کا جولاں گاہ آذر بائیجان کا صوبہ تھا۔ لہٰذا آذر بائیجان کو ہر وقت ان کی غارت گری کا خطرہ رہتا تھا۔

کرج کا تفلیس پر تسلط

تفلیس کی سرحد نہایت مستحکم تھی۔ ملوک فارس کے زمانے سے اس کا شمار مہتم بالشان سرحدی مقامات میں تھا۔ ۵۱۵ھ میں بزمانہ حکومت محمود بن محمود بن ملک شاہ سلجوقی کرج نے تفلیس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اگرچہ دولت سلجوقی ان دنوں عروج پر تھی، قوت بھی بڑھی ہوئی تھی فوج بھی کثیر تھی۔ لیکن کرج کے قبضہ سے تفلیس کو نکال نہ سکی۔ ایلدکز اور اس کا بیٹا بہلوان بلاد جبل، آذر بائیجان، اران، آرمینیہ خلاط اور اس کے مرکز حکومت پر بھی قابض ہو گیا۔ لیکن اس کے باوجود تفلیس کو کرج سے واپس نہ لے سکا۔ اللہ تعالیٰ نے ازل سے اُس کی فتح یابی کا سہرا سلطان جلال الدین کے سر پر باندھا تھا۔ چنانچہ جب سلطان جلال الدین نے آذر بائیجان کو سر کر لیا تو کرج نے سلطان جلال الدین پر حملہ کیا۔ سلطان نے انھیں ۶۲۲ھ میں نیچا دکھا کر تبریز کی جانب توجہ کی۔ تبریز کی جانب واپسی کے وقت اپنا لشکر ظفر پیکر اپنے بھائی غیاث الدین اور وزیر السلطنت شرف الدین کی ماتحتی میں بلاد کرج کو زیر وزبر کرنے کے لئے چھوڑ گیا تھا۔

جلال الدین منکبرس کا بلاد کرج پر جہاد

جب اسے مہم تبریز سے فراغت حاصل ہو گئی تو بلاد کرج پر جہاد کرنے کی طرف پھر توجہ ہوئی۔ فوجیں آراستہ اور سامان جنگ درست کر کے بلاد کرج کی طرف روانہ ہوا۔ کرج نے بھی فوجیں مہیا کر لی تھیں، ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ قفچاق اور لکز کا گروہ بھی امداد واعانت پر آیا تھا۔ غرض کہ ایک عالم سلطان کے مقابلہ پر آگیا تھا۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ سخت خونریز جنگ شروع ہوئی۔ میدان لشکر اسلام کے ہاتھ رہا۔ کرج اور اُن کے معاون و مددگار میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کی تلواروں نے انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کوئی بھی جانبر

نہ ہو سکا سب کے سب قتل کر ڈالے گئے۔

جلال الدین منکبرس کا تفلیس پر قبضہ

اس کامیابی کے بعد سلطان جلال الدین ربیع الاول ۶۲۳ھ میں تفلیس (کرج کا دارالسلطنت) کے سر کرنے کو روانہ ہوا۔ قریب تفلیس پہنچ کر مورچہ قائم کیا۔ ایک روز سلطان جلال الدین شہر کے حالات اور موقع جنگ دیکھنے کے لئے تھوڑی سی فوج لے کر روانہ ہوا۔ باقی فوج کو مختلف مقامات پر کمیں گاہ میں بٹھا دیا۔ کرج نے اس امر کا احساس کر کے کہ سلطان کی رکاب میں فوج کی نہایت قلیل تعداد ہے۔ شہر سے نکل کر حملہ کر دیا۔ سلطان جلال الدین مقابلہ کرتا ہوا پیچھے ہٹا۔ جس وقت کرج کمیں گاہ سے نکل آئے سلطان کی فوج نے کمیں گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ کرج بے سروسامانی کے ساتھ شہر کی طرف بھاگے سلطانی لشکر نے تعاقب کیا۔ بھگدڑ میں شہر پناہ کا دروازہ بند نہ کر سکے۔ مسلمان بھی کرج کے ساتھ شہر میں گھس گئے۔ اللہ اکبر کا نعرہ مار کر سلطان جلال الدین زندہ باش! سلطان جلال الدین زندہ باش!! چلا اٹھے!!! کرج کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کرج سے وہی لوگ بچے جنھوں نے اسلام کے پرچم کے نیچے آ کر امان حاصل کی تھی باقی جس قدر کرج تفلیس میں تھے وہ سب تہ تیغ ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ مال غنیمت اور قیدیوں سے مالا مال ہو گئے۔ یہ بہت بڑی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مسلمانوں کو حاصل ہوئی فاضل ابن اثیر نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

نسائی کاتب

نسائی کاتب کہتا ہے کہ سلطان جلال الدین نے کرج پر حملہ کی غرض سے کوچ کیا جس وقت نہر ارس پر پہنچا، شدت سے برف پڑی۔ بیمار ہو گیا۔ اسی حالت میں تفلیس کی طرف ہو کر گزرا۔ اہل تفلیس سلطان کی آمد کی خبر پا کر شہر سے نکل کر مقابل ہوئے سلطانی لشکر نے انھیں شکست دی اور نہایت تیزی سے شہر میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا چونکہ شہر بلا امن بزور تیغ فتح ہوا اس وجہ سے خونریزی زیادہ ہوئی۔ کرج اور ارمن جو سامنے پڑا تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ اہل شہر نے قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ سلطان نے انھیں گھیر لیا۔ مجبور ہو کر مصالحت کا

پیام بھیجا اور زر کثیر دے کر مصالحت کر لی جسے انھوں نے فوراً ادا کر دیا اور سلطان نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

براق حاجب کی بغاوت

سلطان جلال الدین کو جنگ کرج اور مہم تفلیس میں مصروف دیکھ کر براق (بلاق) حاجب، کرمان پر خود مختار حکومت کا خواب دیکھنے لگا آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ غیاث الدین نے براق حاجب کو روانگیٔ عراق کے وقت کرمان پر مقرر کیا تھا اور سلطان جلال الدین نے ہندوستان سے واپسی کے وقت براق حاجب سے مشکوک ہو کر اسے گرفتار کر لینے کا قصد کیا۔ لیکن کسی وجہ سے براق کو حکومت کرمان پر بحال و قائم رکھا۔ جس وقت سلطان جلال الدین جنگ کرج پر چلا گیا، میدان خالی پا کر بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ اس کی خبر سلطان جلال الدین کو اس وقت موصول ہوئی جب کہ خلاط کا ارادہ کر چکا تھا لیکن ارادہ تبدیل کر کے کرمان کی طرف نہایت تیزی سے روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت کیلکوں میں چند سرداروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا، وزیر السلطنت شرف الدین کو تفلیس کی حکومت پر مقرر کیا، بلاد کرج پر جہاد کرنے کی ہدایت کی اور اپنے بھائی غیاث الدین کو اپنے ہمراہ لیا۔ کوچ و قیام کرتا کرمان کے قریب پہنچا۔ والیٔ کرمان (براق حاجب) کے پاس خلعت بھیجا۔ دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ والیٔ کرمان تاڑ گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ فریب ضرور ہے۔ کرمان چھوڑ کر ایک قلعہ میں جا کر قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان جلال الدین کا قاصد واپس آیا۔

سلطان جلال الدین۔ یہ سمجھ کر وار خالی گیا تدبیر کارگر نہ ہوئی اصفہان میں قیام کر دیا اور اسے حکومت کرمان پر بحال رکھا اور واپس ہوا۔

وزیر شرف الدین اور کرج

وزیر السلطنت شرف الدین تفلیس میں تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ ادھر کرج نے اس پر عرصۂ زمین تنگ کر دیا۔ پریشان کرنے لگے ادھر وہ امراء بھی کرج کی چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے چین سے بیٹھ نہ سکے جو کیلکوں میں تھے۔ مزید براں کرج نے تفلیس کا محاصرہ کر لیا۔ ارخان فوجیں لے کر تفلیس کی طرف بڑھا۔ اتنے

میں قاصد یہ خوش خبری لے کر پہنچ گیا کہ سلطان جلال الدین عراق سے واپس آرہا ہے۔ وزیر السلطنت نے چار ہزار دینار انعام مرحمت کیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر بلاد کرج میں پھیل گیا۔ ایوا ئی سپہ سالار کرج اپنے چند سواروں کے ساتھ انھیں شہروں میں تھا۔ سلطان جلال الدین نے ایک فوج شہر قرش کے سر کرنے کے لئے بھیجی۔ جس نے نہایت سختی سے محاصرہ کیا۔ اس کے بعد کثیر التعداد اسلامی فوجیں آکر جمع ہوگئیں۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ تفلیس واپس آیا۔

جلال الدین منکبرس کا محاصرہ خلاط

خلاط، اشرف بن عادل بن ایوب کے دائرۂ حکومت میں تھا۔ اس کی طرف سے حسام الدین علی موصلی خلاط پر حکومت کر رہا تھا۔ وزیر السلطنت شرف الدین کو زمانہ قیام تفلیس میں رسد و غلہ کی ضرورت ہوئی۔ ایک دستہ فوج رسد کی فراہمی کی غرض سے ارزن روم روانہ کیا چنانچہ وہ ارزن روم کے علاقہ کو تاراج کر کے مال غنیمت لئے واپس ہوا۔ خلاط ہو کر گزرا حسام الدین علی گورنر خلاط نے روک ٹوک کی اور جو کچھ اس کے پاس تھا۔ چھین لیا۔ وزیر السلطنت شرف الدین نے جلال الدین کو اس کی شکایت لکھی۔ جلال الدین اس وقت کرمان میں تھا۔ جلال الدین کرمان سے خلاط کی طرف واپس ہوا۔ شہر آنی پر محاصرہ کیا۔ حسام الدین علی خلاط کی مدد پہ تیار ہوگیا۔ جلال الدین نے اہل خلاط کی مستعدی دیکھ کر فریب دینے کی غرض سے محاصرہ اٹھا کر بلاد انخاز کی جانب کوچ کر دیا۔ دس روز کے بعد نہایت تیزی سے خلاط کی طرف بڑھا۔ ماہ ذی القعدہ ۶۲۳ھ میں شہر ملاز کرد کا محاصرہ کیا۔ نہر ملاز کرد سے کوچ کر کے خلاط پہنچ کر محاصرہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ روزانہ جنگ اور محاصرہ سے اہل خلاط تنگ آگئے کئی مرتبہ جلالی فوجیں شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گئیں ایک یا دو بار شہر میں بھی گھس پڑیں، چونکہ خلاط والے، خوارزمی لشکر کی عادات اور مظالم سے واقف تھے جان پر کھیل گئے اور سرفروشانہ مقابلہ کر کے پیچھے ہٹا دیا۔

ترکمان ایوامیہ کی سرکشی و سرکوبی

محاصرے کے دوران جلال الدین کے پاس اُس کے نائب اور اُس کی بیگم بنت سلطان طغرل نے یہ خبر

بھیجی کہ ترکمان ایوامیہ بلاد آرمینیہ، آذربائیجان پر قابض ہو گئے ہیں۔ اکثر شہروں کو برباد اور ویران کر ڈالا ہے۔ راستہ خطرناک ہو گیا ہے اہل خوئی سے تاوان وصول کیا ہے اور اس کے نواح کو تاراج کر کے کف دست میدان بنا دیا ہے۔ چنانچہ جلال الدین خلاط کا محاصرہ اٹھا کر ترکمان ایوامیہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ نہایت تیزی سے منزلیں طے کر کے ترکمان ایوامیہ کے سر پر پہنچ گیا۔ ترکمان ایوامیہ اس غفلت میں پڑے تھے کہ جلال الدین خلاط کی مہم میں مصروف ہے ورنہ اپنے قلعوں میں جو سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھے چلے جاتے جہاں پر پہنچنا دشوار ہو جاتا۔ جلال الدین کے لشکر نے ترکمان ایوامیہ پر دفعۃً چھاپہ مارا۔ نہایت سختی سے پامال ہوئے۔ قتل ہوئے یا قید۔ مال واسباب لوٹ کر تبریز واپس آیا۔

کرج کا تفلیس پر قبضہ

خلاط اور غزوہ ترکمان سے واپسی کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنی فوج کو موسم سرما گذارنے کے لئے متفرق کر دیا اور چونکہ خوارزمی امراء نے تفلیس میں طرح طرح کے مظالم اور بد اخلاقی شروع کر دی تھی اس وجہ سے جو فوج ان لوگوں کی رکاب میں تفلیس میں تھی علیحدہ ہو گئی۔ اہل شہر نے کرج کو قبضہ تفلیس کے لئے بلا بھیجا۔ کرج یہ سمجھ کر کہ جلال الدین اس وقت تفلیس کی حمایت سے معذور ہے۔ تفلیس پر چڑھ آئے۔ لوٹ لیا۔ آگ لگا دی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶۲۷ھ کا ہے۔

تفلیس کا تاراج

نسائی کاتب لکھتا ہے کہ جس زمانے میں سلطان جلال الدین خلاط کا محاصرہ کئے تھا اسی زمانے میں فرانس (عیسائیان کرج) نے تفلیس پر قبضہ حاصل کیا تھا اور جلا کر خاک سیاہ کیا تھا۔ جب جلال الدین کو اس کی اطلاع ہوئی غضبناک واپس ہوا۔ اثناء سفر میں یہ خبر پا کر کہ ترکمان نے فتنہ مچا رکھا ہے اور ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ترکمانوں پر حملہ کیا۔ مال واسباب لوٹ لیا۔ اور بہت سی مویشیوں کو موقان ہانک لایا۔ جس کا خمس (یا پانچواں حصہ جو بیت المال میں داخل کیا جاتا ہے) تیس ہزار ۳۰۰۰۰ تھا اس کے بعد سلطان طغرل کی لڑکی سے (جس سے عقد کیا تھا) ملنے کو خوی گیا۔ خوی سے گنجہ

کی طرف روانہ ہوا۔ اثنار راہ میں یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ کرج تفلیس میں آگ لگا کر واپس چلے گئے۔

خاموش بن اتابک ازبک

نسائی کاتب لکھتا ہے کہ گنجہ میں سلطان جلال الدین کی آمد کے بعد خاموش بن اتابک ازبک بن پہلوان حاضر ہوا۔ ایک پیٹی نذر گزرانی۔ جس میں ہتھیلی کے برابر سرخ یاقوت جڑا تھا جس پر کیکاؤس اور چند شاہان فارس کے نام کندہ تھے۔ سلطان جلال الدین نے اس کی شکل تبدیل کر کے اپنا نام کندہ کرایا۔ عیدین کے موقع پر پہنا کرتا تھا۔ یہ پیٹی چنگیز خانی غارت گری کے زمانے میں تاتاریوں کے ہاتھ پڑ گئی۔ اپنے خان اعظم ان چنگیز خان بقا کو دے دیا۔

اس زمانے سے خاموش، سلطان جلال الدین ہی کی خدمت میں رہا۔ اخیر عمر میں فقر و فاقہ میں مبتلا ہوا علاء الملک بادشاہ فرقہ اسمٰعیلیہ کے پاس چلا گیا اور وہیں جاں بحق ہوا۔ انتہیٰ کلام النسائی۔

ارخان اور فرقہ اسمٰعیلیہ

سلطان جلال الدین نے ہندوستان سے واپسی کے بعد ارخان کو نیشا پور اور اس کے صوبہ کی حکومت پر مامور کیا جیسا کہ زمانۂ قیام ہندوستان میں وعدہ کیا تھا۔ ارخان نے ایک شخص کو اپنی طرف سے نیشاپور پر بطور نائب مقرر کیا اور خود سلطان کی رکاب میں رہا۔

ارخان کا نائب منجملہ تھا مقبوضات اسمٰعیلیہ پر۔ جو اس کے صوبہ سے ملحق و متصل تھے اکثر قتل و غارت گری کا ہاتھ بڑھاتا تھا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کے چند امراء سلطان کی خدمت میں بمقام خوی وفد لے کر آئے اور ارخان کے نائب کی شکایت کی۔

ارخان کا خاتمہ

ارخاں اس سے زیادہ برافروختہ ہوا اور اسمٰعیلیہ پر سختی کرنے لگا۔ سلطان جلال الدین خوی سے گنجہ کی طرف واپس ہوا۔ چونکہ گنجہ ارخان کی جاگیر تھی اس وجہ سے ارخان بھی رکاب میں تھا۔ گنجہ کے باہر خیمہ نصب کیا گیا۔ تین باطنی ارخان پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر ڈالا۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کو فدویہ کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں جس کی

وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کا شیخ جس کے قتل کا حکم دیتا ہے اسے یہ قتل کرڈالتے تھے اور جان کی ذرہ پرواہ نہیں کرتے تھے اور اس کے عوض اپنے شیخ سے جنتی ہونے کی دستاویز لکھاتے! القصہ ارخان کے مقتول ہونے کے بعد ایک دو اشخاص پر باطنیوں نے حملہ کیا آخر میں ارخان کے آدمیوں نے انھیں گرفتار کرلیا اور تکے بوٹی کرڈالا۔

اسمٰعیلیوں کا دامغان پر قبضہ

اسمٰعیلیہ زمانۂ طوائف الملوکی میں دامغان وغیرہ پر قابض ہو گئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد فرقہ باطنیہ کا ایلچی سلطان کے وزیرالسلطنت کی خدمت میں بمقام بیلقان حاضر ہوا۔ وزیرالسلطنت نے دامغان کے قبضہ کا مطالبہ کیا اور تیس ہزار دینار تاوان کا طلب گار ہوا۔ فرقہ باطنیہ نے یہ مطالبہ تسلیم کرلیا۔

آذربائیجان سے واپسی کے وقت وزیرالسلطنت کے لشکر میں پانچ باطنی گرفتار ہوئے جو غالباً وزیرالسلطنت یا کسی اور سردار کے قتل کے لئے آئے ہوں گے۔ وزیرالسلطنت نے ان کی گرفتاری سے سلطان کو مطلع کیا۔ سلطان نے انھیں آگ میں ڈال دینے کا حکم صادر کیا۔ انتہٰی کلام النسائی۔

سلطان جلال الدین منکبرس اور فرقہ اسمٰعیلیہ

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سلطان جلال الدین ارخان کے قتل کے بعد فوجیں لے کر بلاد اسمٰعیلیہ پر چڑھ گیا۔ قلعہ موت سے کردکوہ تک تاراج کرتا چلا گیا۔ ارخان کے قتل کا پورا پورا انتقام لیا۔ اس واقعہ کے بعد فرقہ اسمٰعیلیہ کو انتقام کا خیال پیدا ہوا۔ بلاد ارسلان کی طرف بڑھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی قوت ٹوٹ گئی اور وہ مقابلہ نہ کرسکے۔

سلطان جلال الدین کامیابی کے ساتھ بلاد اسمٰعیلیہ سے واپس آرہا تھا کہ اثنائے راہ میں یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ تاتاری لٹیرے رے کے قریب دامغان تک پہنچ گئے ہیں فوراً تاتاریوں کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہو گیا اور ان کے سر پر پہنچ کر نہایت برے طور سے انھیں شکست دی

اس کے بعد ہی یہ خبر پہنچی کہ تاتاریوں کا جم غفیر سلطان سے جنگ کرنے کے لیے آرہا ہے۔ یہ سن کر قیام کیا۔ انتہیٰ

بیگم جلال الدین منکبرس آپ اوپر پڑھ چکے ہو کہ جس وقت سلطان جلال الدین نے تبریز کو ازبک بن بہلوان کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور اس کی بیوی (دختر سلطان طغرل) کو شہر خوی بطور جاگیر عنایت فرما کر اس سے عقد کرلیا۔ اس وقت چونکہ سلطان جنگی اور انتظامی مہمات ملکی میں مصروف تھا اپنی اس نئی بیگم کو خوی میں چھوڑ گیا۔ اس وجہ سے بیگم سلطان کا تمام اعزاز و اقتدار جاتا رہا۔

نسائی کاتب نے لکھا ہے کہ سلطان نے اس کی جاگیر میں شہر سلماس اور آرمینیہ کا اور اضافہ فرما کر اپنے ایک معتمد علیہ امیر کو بغرض انتظام جاگیر مقرر کیا۔ یہ امر بیگم صاحبہ کو ناگوار گزرا، ادھر وزیر السلطنت نے بیگم کو دھوکے میں ڈال دیا ادھر خفیہ طور سے سلطان کو لکھ بھیجا کہ بیگم صاحبہ اتابک ازبک سے سازباز رکھتی ہیں اور باہم سلسلہ خط و کتابت جاری ہے، اس کے بعد سلطان کے حکم سے وزیر السلطنت خوی پہنچا اور بیگم صاحبہ کے محل سرا میں قیام پذیر ہوا، جو کچھ مال و اسباب تھا ضبط کرلیا۔ بیگم صاحبہ ان دنوں قلعہ طلم میں مقیم تھیں، وزیر السلطنت نے پہنچ کر محاصرہ کرلیا۔ بیگم نے سلطان کی خدمت میں جانے کی درخواست کی وزیر السلطنت نے جواب دیا۔ آپ کی کوئی درخواست منظور نہیں کی جائے گی۔ خیر اسی میں ہے کہ آپ بلا کسی شرط قلعہ حوالہ کر دیجئے۔ انتہیٰ۔

حسام الدین کا شہر خوی پر قبضہ چونکہ اہل خوی، سلطان کے مظالم اور اس کے لشکر کے ظلم و ستم سے تنگ آگئے تھے اس وجہ سے بیگم صاحبہ نے باتفاق اہل خوی، حسام الدین حاجب کو جو کہ اشرف بن عادل بن ایوب کا خلاط میں گورنر تھا۔ خوی پر قبضہ کرنے کو بلا بھیجا چنانچہ حسام الدین نے جن دنوں سلطان جلال الدین عراق میں تھا خوی پر پہنچ کر خوی اور اس کے تمام علاقے پر قبضہ کرلیا[1] ...... ان کے دیکھا دیکھی اہل نقجوان

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

نے بھی حسام الدین سے نامہ و پیام کر کے شہر حوالہ کر دیا۔ حسام الدین خلاط واپس آیا اور بیگم صاحبہ جلال الدین کو اپنے ہمراہ خلاط لے آیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ تحریر کریں گے۔

سلطان جلال الدین منکبرس اور تاتاریوں کی جنگ

سلطان جلال الدین کو یہ اطلاع ملی کہ تاتاری اپنے شہروں سے نکل کر ماوراء النہر اور عراق کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ فوراً روک تھام کی غرض سے کمر باندھ کر تبریز کوچ کر دیا۔ چار ہزار سواروں کو رے اور دامغان کی جانب تاتاری لٹیروں کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ واپس ہو کر ان لوگوں نے بیان کیا کہ تاتاری طوفان کی طرح اصفہان تک پہنچ گئے ہیں۔ افواج اسلامی سے مر جانے اور مارنے کا حلف لیا۔ قاضی کو حکم دیا کہ عامۃ مسلمین کو جہاد پر آمادہ کر کے اصفہان روانہ کرو، اتنے میں یہ خبر لگی کہ تاتاریوں کا ایک لشکر رے کے تاراج کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ سلطان جلال الدین نے ایک فوج مقابلہ پر بھیج دی، جس نے تاتاری لشکر کو شکست دی اور کامیاب ہوا۔ اس کے بعد ماہ رمضان ۶۲۵ھ میں تاتاریوں کے اصفہان پہنچنے کے چوتھے دن دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ سلطان جلال الدین کے بھائی (غیاث الدین) اور جہاں پہلوان لجی نے بدعہدی کی اور ایک لشکر لے کر علیحدہ ہو گئے۔ اس کے باوجود تاتاریوں کا میسرہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ سلطان نے تعاقب کیا۔ تاتاریوں نے چند مقامات پر تھوڑی تھوڑی فوج کمین گاہ میں بٹھا دی تھی چنانچہ اس نے سلطانی موکب کے گذر جانے کے بعد کمین گاہ سے حملہ کیا۔ لشکر اسلام نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا۔ سرداران لشکر کا ایک گروہ کام آ گیا۔ کچھ گرفتار ہو گئے۔ جن میں علاء الدولہ والی یزد بھی داخل تھا۔ سلطان جلال الدین نے نہایت مردانگی سے حملہ کیا۔ تاتاری کائی کی طرح پھٹ گئے اور اپنے لشکر گاہ کا راستہ لیا۔ سلطان گرفتاری سے بال بال بچ گیا۔ لشکر اسلام شکست پا کر فارس و کرمان پہنچا۔ میمنہ لوٹ کر قاشان آیا۔ سلطان کو صحیح و سلامت پایا۔ شکست کے بعد سلطان قاشان چلا آیا۔

تاتاریوں کا محاصرہ اصفہان

امیر طاقالبتی ان دنوں اصفہان میں موجود تھا۔ اہل اصفہان نے اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کا قصد کیا۔ اتنے میں سلطان پہنچ گیا۔

رُک گئے۔ تمام لشکر سلطان کے ساتھ ہوگیا۔ تاتاری لیٹروں نے شکست کے بعد اصفہان کا محاصرہ کرلیا تھا۔ جس وقت سلطان کا لشکر اصفہان پہنچا۔ اہل اصفہان بھی سلطان کے ساتھ ہو کر میدان میں نکل آئے۔ تاتاریوں سے تیغ وسپر ہوئے اور انھیں شکست دی۔ سلطان رے تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب وہ ہاتھ نہ آئے تو شکست خوردہ تاتاریوں کے تعاقب میں ایک لشکر خراسان کی طرف روانہ کیا۔

ابن اثیر کہتا ہے کہ بلاد فارس کا حاکم ابن اتابک سعد تھا۔ اپنے باپ کے بعد فارس کا حکمران ہوا سلطان کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا۔ تاتاریوں کو پہلے شکست ہوئی والیٔ فارس ان کے تعاقب میں دور تک چلا گیا جب واپس ہوا تو سلطان جلال الدین کو اس کے بھائی غیاث الدین اور بعض سرداران لشکر کی غداری اور تعاقب کی وجہ سے شکست ہو چکی تھی شکست کے بعد سلطان شیرم واپس آیا۔ کچھ عرصہ قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد اصفہان کی طرف واپس ہوا۔

سلطان جلال الدین منکبرس اور غیاث الدین میں کشیدگی

سلطان جلال الدین اور اس کے بھائی غیاث الدین میں کشیدگی اور ناچاقی کی بنیاد اُس وقت سے پڑی جب کہ حسن بن حرمیل گورنر سلاطین غوریہ کو خوارزم شاہ محمد بن تکش کے لشکر نے مار ڈالا تھا اور اس کے وزیر السلطنت کا جو کسی قلعہ میں قلعہ نشین ہوگیا تھا۔ محاصرہ کرلیا تھا۔ یہاں تک کہ بزور تیغ قلعہ فتح کیا اور وزیر کو قتل کر ڈالا[1]۔۔۔۔۔۔۔ محمد بن حسن بن حرمیل ہندوستان کی طرف چلا گیا۔

جب سلطان جلال الدین تاتاریوں سے جنگ کرنے کے لئے اصفہان گیا تو غیاث الدین کے چند غلام سلطان سے باغی ہو کر نصرت الدین بن حرمیل کے پاس چلے گئے۔ غیاث الدین نے انھیں نصرت الدین کی اجازت سے پوشیدہ طور پر اپنے گھر بلا لیا۔ ان لوگوں نے سلطان جلال الدین کی طرف سے غیاث الدین

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا اور اس کے بعد بے ربط فقرہ جس کا ترجمہ "محمد بن حسن بن حرمیل ہندوستان کی طرف" ہے تحریر ہے تلاش کے باوجود مجھے اس کا ربط کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ مترجم

کے کان بھر دیتے۔ جا دبے جا شکایتیں کیں، جس سے غیاث الدین کے سینہ میں اپنے بھائی سلطان جلال الدین کی طرف سے کینہ پیدا ہوگیا۔ جس وقت تاتاریوں سے مقابلہ ہوا۔ اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر خوزستان چلا گیا۔

غیاث الدین کا قلعہ موت میں قیام غیاث الدین نے خوزستان پہنچ کر دربار خلافت میں عرضداشت بھیجی۔ امداد کا خواستگار ہوا۔ تیس ہزار (۳۰۰۰۰) دینار دربار خلافت میں بھیجے۔ غیاث الدین خراسان سے قلعہ موت چلا گیا جہاں علاء الدین فرقہ اسمٰعیلیہ کا شیخ رہتا تھا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کا محاصرۂ قلعہ موت جب سلطان جنگ تاتار سے فارغ ہو کر رے کی جانب واپس ہوا۔ قلعہ موت کے سر کرنے کے لئے محاصرہ کیا۔

علاء الدین نے سلطان سے غیاث الدین کو امان دینے کی خواہش کی۔ سلطان نے امان دیدی اور ایک اپنے معتمد امیر کو غیاث الدین کے لانے کے لئے بھیجا۔ غیاث الدین نے حاضری سے انکار کیا اور قلعہ چھوڑ دیا نواح ہمدان میں شاہی لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ معمولی سی لڑائی کے بعد شاہی لشکر نے غیاث الدین کے ہمراہیوں میں سے ایک جماعت کو گرفتار کرلیا غیاث الدین کسی طرح بچ بچا کر براق حاجب کے پاس کرمان پہنچا۔ اور اس کی ماں سے براق کی مرضی کے خلاف عقد کرلیا۔

غیاث الدین کا قتل چند دن بعد کسی نے براق حاجب سے یہ جڑ دیا کہ "تمھاری ماں تمھیں زہر دینے کی فکر میں ہے" براق حاجب نے ذرا بھی تفتیش نہ کی اور اُسے مار ڈالا۔ اس کے ساتھ ہی جہاں پہلوان کو بھی قید حیات سے سبکدوش کردیا اور غیاث الدین کو ایک قلعہ میں قید کردیا۔ چند روز بعد قید کی حالت میں قتل کرڈالا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ غیاث الدین قید سے نکل کر اصفہان پہنچا تھا اور سلطان جلال الدین کے حکم سے مارا گیا۔ نسائی کہتا ہے کہ میں نے براق کا ایک خط دیکھا ہے جو اس نے وزیر السلطنت شرف الملک اور سلطان جلال الدین کی خدمت میں بمقام تبریز بھیجا تھا۔ براق نے اس میں اپنی خدمات کو شمار کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑی خدمت سلطان کی یہ انجام دی ہے جس کا کوئی معاوضہ نہیں ہوسکتا کہ سلطان کے دشمن ترین شخص (غیاث الدین) کو قتل کیا ہے۔

پہلوانیہ کی بغاوت جس وقت سلطان جلال الدین وزیر السلطنت شرف الملک کے ساتھ ہمدان پہنچا۔

یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ امراء بہلوانیہ تبریز کے باہر جمع ہو رہے ہیں اور حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرنا چاہتے ہیں۔ خاموش بن اتابک اُزبک بھی قلعہ توطور سے فوج لے کر آگیا ہے اور امراء بہلوانیہ کا ہم خیال ہو گیا ہے۔ سلطان نے موکب ہمایوں کو تبریز کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت شرف الملک کو بطور مقدمۃ الجیش آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تبریز کے قریب باغیان امراء بہلوانیہ سے مقابلہ ہوا وزیر السلطنت نے انھیں شکست دی اور جن سرداروں نے فساد اور بغاوت کی آگ بھڑکائی تھی انھیں گرفتار کرلیا۔ اور مظفر و منصور شہر تبریز میں داخل ہوا، قاضی کو معزول اور بہت سے اور سرداروں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ قوام الدین حدادی ہمشیر زادہ طغرائی سے زر کثیر جرمانہ وصول کیا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین تاتاریوں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا وزیر السلطنت نے مقبوضہ علاقہ میں نائب السلطان کی حیثیت سے قیام اختیار کیا۔

حسام الدین اور وزیر السلطنت

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ حسام الدین گورنر خلاط نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور کامیاب و منصور ہو کر بیگم سلطان جلال الدین کو لے کر خلاط واپس گیا۔ وزیر السلطنت کو اس سے بے حد صدمہ ہوا۔ بلا داران سے موقان کی طرف روانہ ہوا۔ ترکمانوں کو ایک وقت مقررہ پر جمع ہونے کا حکم صادر کیا، گورنروں کو پیشگی خراج وصول کرنے کی غرض سے صوبجات کی طرف بھیجا۔ شروان شاہ سے پچاس ہزار دینار طلب کئے۔ شروان شاہ سے پچاس ہزار دینار طلب کئے۔ شروان شاہ نے دینے میں توقف کیا۔ وزیر السلطنت نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ لگا ناکام آذربائیجان واپس آیا۔

اتابک بہلوان کی لڑکی (بیگم سلطان) نقچوان میں تھی، ایدغمش اس سے علیحدہ ہو کر وزیر السلطنت کے پاس چلا آیا، اور اسے نقچوان پر قبضہ کرنے کا لالچ دیا۔ وزیر السلطنت بیگم سلطان کو دھوکہ دینے کی غرض سے نقچوان روانہ ہوا۔ بیگم نے وزیر السلطنت کو داخل ہونے سے روک دیا، مرج میں خیمہ ڈال دیا، لیکن اس ممانعت کے باوجود بیگم نے عزت و احترام سے وزیر السلطنت کی میزبانی کی۔

خورس پر فوج کشی

اس کے بعد وزیر السلطنت نے خورس کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ صوبہ ازبک کے زمانہ

حکومت سے اشرف والیٔ خلاط کے قبضہ میں تھا۔ لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ زبردستی رعایا کا مال چھیننے لگے۔ وزیر السلطنت نے لشکریوں کی حمایت کی۔ رعایا بگڑ گئی۔ اتنے میں والیٔ خلاط کا حاجب فوجیں لے کر آ گیا اور وزیر السلطنت انتہائی بے سامانی سے اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یہ واقعہ ۶۲۴ھ کا ہے۔

حاجب کے ساتھ فخر الدین سام والیٔ حلب اور حسام الدین خضر والیٔ تبریز بھی تھا۔ اور وزیر[1]۔۔ ۔۔۔۔۔ اس کے زمانہ غیر حاضری میں ظاہر ہوا۔ وزیر، اران بھاگ گیا اور حاجب اس کے تعاقب میں کچھ دور تک گیا پھر تبریز واپس ہوا۔ خوی ہو کر گذرا۔ خوی کو لوٹ لیا۔ نقچوان کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد تبریز کو بھی بزور تیغ لے لیا۔

خوی کی مہم

ان واقعات کے بعد وزیر السلطنت تبریز میں قیام پذیر ہوا۔ اتابک ازبک اس وقت تبریز ہی میں تھا۔ اتنے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سلطان شکست کھا کر اصفہان کی طرف واپس آ رہا ہے۔ وزیر السلطنت تبریز اور آذربائیجان کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں تین سلطانی امراء ملے جنھیں سلطان نے وزیر کی کمک پر بھیجا تھا۔ سلطان نے وزیر کو محاصرہ خوئی کا حکم دیا۔ اس وقت خوئی میں حاجب حسام الدین والیٔ خلاط کا نائب بدر الدین سرہنگ اور حاجب حسام الدین علی موزچہر موجود تھے۔ وزیر نے مصلحتاً خوی کا ارادہ ترک کر کے ترکری پر جا کر محاصرہ کیا۔ دونوں حریفوں نے ترکری کے ہر ایک میدان میں صف آرائی کی۔ ایک خونریز جنگ کے بعد حاجب کو شکست ہوئی۔ ترکری میں داخل ہو کر قلعہ بندی کر لی۔ وزیر نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ حاجب نے صلح کا پیام بھیجا۔ وزیر نے انکاری جواب دیا تھا ہی امراء جو اس کے ساتھ اس مہم میں شریک تھے وہ اپنی فوجوں کے ساتھ آذربائیجان واپس آئے۔ وزیر نے ترکری کا محاصرہ اٹھا لیا خوی کی طرف روانہ ہوا۔ ابن سرہنگ خوی خالی کر کے قلعہ توطور چلا آیا تھا۔ اس کے بعد سلطان سے امان حاصل کی۔

وزیر بلا مقابلہ خوی میں داخل ہوا۔ اہل خوی سے تاوان اور جرمانہ وصول کیا۔ خوی سے فارغ ہو کر

---

[1] اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔

ترمذ اور بقچوان پر حملہ کیا۔ ترمذ اور بقچوان والوں پر بھی وہی مظالم کئے جو اہل خوی کے ساتھ کئے تھے خوی فتح ہونے سے حاجب والی خلاط کی حکومت کا سلسلہ منقطع ہو گیا واللہ اعلم۔

فتوحات وزیر شرف الملک

جس وقت سلطان جلال الدین اپنے وزیر السلطنت کو بطور نائب السلطنت اپنے مقبوضہ ممالک میں چھوڑ کر تاتاریوں سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ اسی وقت سے وزیر السلطنت نے اپنی تمام توجہ، اور تمام قوت ممالک محروسہ سلطانی کے نظم ونسق درست کرنے، والی خلاط کی مدافعت، آذربائیجان اور اران کے شہروں کو واپس لینے اور باغی قلعوں کے سر کرنے میں صرف کرنے لگا۔

حاجب حسام الدین والیٔ خلاط اور وزیر السلطنت میں جو واقعات رونما ہوئے۔ اسے ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔ ان واقعات کے دوران وزیر السلطنت باغی قلعوں کے والیوں سے ساز باز کرتا رہا۔ وقتاً فوقتاً نقد وجنس بھی دیتا رہا۔ اکثر خلعتیں بھی دیں۔ چند دن بہت سوں نے وزیر السلطنت کی اطاعت قبول کرلی۔ اس کے بعد امراء سیلوانیہ میں سے ناصر الدین محمد کو گرفتار کر لیا۔ یہ ایک مدت سے نصرت الدین محمد بن سبکتگین کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ وزیر السلطنت نے ایک کثیر رقم کا مطالبہ کیا اور جب وہ ادا نہ کر سکا تو اس کے نائب سے وہ قلعہ جو اس کے قبضہ میں تھا چھین لیا۔ اس کے بعد آقسنقر اتابکی (سلطان کا گورنر گنجہ) مر گیا۔ وزیر السلطنت نے حملہ کر دیا اور اس کے نائب شمس الدین کرشاسف سے خزانہ کا مطالبہ کیا۔ اور جب اُس نے نہ دیا تو قلعہ ہرود جار رمرو (صوبہ اران) چھین لیا۔

قلعہ زوین پر تسلط

قلعہ زوین پر سلطان خاموش کی بیگم کا قبضہ تھا۔ وزیر السلطنت نے فوجیں مہیا کر کے دھاوا کیا ایک مدت تک محاصرہ کئے رہا۔ بیگم نے نکاح کا پیام دیا۔ وزیر السلطنت نے صاف جواب دیدیا۔ جب سلطان عراق سے واپس ہوا تو وزیر السلطنت نے بیگم سے عقد کر لیا اور اپنے خادم سعد الدین کو قلعہ کا حاکم مقرر کیا۔ سعد الدین بیگم کے ساتھ نہایت بد اخلاقی کے ساتھ پیش آیا۔ اس کا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ رعایا کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ متفق ہو کر سعد الدین کو نکال دیا اور بغاوت پر تل گئے۔

جس وقت وزیر السلطنت کو حاجب نائب خلاط کی جنگ سے نجات ملی تو اران کا قصد کیا۔ خراج

وصول کیا۔ فوجیں جمع کیں اور سامان اکٹھا کر کے قلعہ مردانقین کے سر کرنے کے لئے بڑھا۔ قلعہ مردانقین وزیر برکت الدین کے داماد کا تھا۔ اس نے چار ہزار دینار پیش کئے وزیر السلطنت کی باچھیں کھل گئیں قلعہ مردانقین کو چھوڑ کر قلعہ حاجین پر دھاوا کر دیا۔ قلعہ حاجین، جلال الدولہ ہمشیرزادہ ایوانی امیر کرج کے قبضہ میں تھا۔ اس نے بھی قلعہ پر قبضہ نہ دیا اور بیس ہزار ۲۰۰۰۰ دینار اور سات سو مسلمان قیدی دے کر مصالحت کر لی ان واقعات کے بعد امراء بہلوانیہ کی بغاوت کا قصہ پیش آیا جسے وزیر السلطنت نے نہایت خوبی سے فوجیں بھیج کر ختم کیا۔

امیر مقدی کی مخالفت

چونکہ اتابک ازبک کے بعض غلاموں نے آذربائیجان میں جس وقت کہ تاتاریوں کے مقابلہ میں سلطان کو شکست ہوئی تھی۔ خوارزم پر چڑھائی کی تھی اور نہایت بے دردی سے خوارزمیوں کو قتل کیا تھا۔ لہذا جب سلطان جلال الدین نے آذربائیجان پر قبضہ حاصل کیا تو بہلوانیہ حکومت کے آثار کو ملیامیٹ کر دیا۔ امیر مقدی، اشرف بن عادل بن ایوب والیٔ شام کے پاس چلا گیا اور وہیں قیام پذیر رہا۔ جب اسے یہ خبر پہنچی کہ وزیر السلطنت شرف الملک کو حسام الدین گورنر اشرف کے حاجب نے بمقام خلاط شکست دیدی تو اتابکیوں کے ساتھ رہنے کی غرض سے شام سے آذربائیجان کا راستہ لیا۔ خوی ہو کر گزرا ان دنوں حاجب خوی میں تھا۔ تعاقب کیا۔ امیر مقدی نہر عبور کر کے بلاد قبار میں داخل ہوا۔ بلاد قبار میں متعدد قلعے تھے جن پر باغیان سلطنت اور مخالفین حکومت قابض تھے۔ امیر مقدی نے ان لوگوں سے خط و کتابت شروع کی اتابکیہ حکومت کی تبلیغ کرنے لگا اور ابن خاموش بن ازبک کی امارت کی ترغیب دیتا رہا۔ کہ قلعہ قوطور سے بلا کر اسے اپنا امیر بنا لو۔ وزیر السلطنت کو اس کی خبر لگی بے حد صدمہ ہوا۔ اس کے بعد ہی سلطان جلال الدین کی شکست کی خبر بھی پہنچ گئی جس سے صدمہ اور بڑھ گیا۔

امیر مقدی کی اطاعت

جب امیر مقدی کو بلاد قبار میں اپنے مقاصد میں کامیابی نہ ہوئی تو نصرت الدین محمد بن سکتگین کے پاس چلا گیا اور یہی جال بچھایا۔ نصرت الدین نے بظاہر حیلہ و حوالہ میں رکھا اور خفیہ طور پر وزیر السلطنت کو اس سے مطلع کر دیا۔ وزیر السلطنت نے لکھا جس

طرح ممکن ہو امیر مقدی کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے، سلطان کی اطاعت پر راضی کر لیجئے اور جس قسم کا وہ اطمینان کرنا چاہے کر دیجئے" نصرت الدین نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا" امیر مقدی کو اپنے ہمراہ لئے وزیر السلطنت کے پاس پہنچا۔ وزیر السلطنت نے امیر مقدی اور اس کے تمام ہمراہیوں کو جائزے اور خلعت دیئے اور خوارزمیوں کے قتل وخونریزی سے درگزر کرنے کا وعدہ لیا۔ قسم کھائی۔ اتنے میں سلطان جلال الدین کی اصفہان سے واپسی کی خبر سننے میں آئی۔ وزیر السلطنت حاضر ہونے کی غرض سے روانہ ہوا امیر مقدی اور نصرت الدین محمد بھی ہم رکاب ہوئے۔ سلطان نے ان دونوں کی بے حد عزت کی اور تپاک سے ملا۔

صفی الدین محمد طغرائی

صفی الدین محمد طغرائی وزیر، خراسان قریہ کلاجرد کا رہنے والا تھا اس کا باپ اس قریہ کا زمیندار تھا۔ نہایت تربیت یافتہ اور بے حد خوش خط تھا۔ سلطان کی خدمت میں زمانہ قیام ہندوستان میں حاضر ہوا، وزیر السلطنت شرف الملک کے دربار میں ملازمت کی۔ جب شاہی موکب ہندوستان سے عراق کی جانب واپس ہوا تو صفی الدین کو طغرائی کی خدمت عطا کی گئی۔ جب سلطان نے تفلیس کو کرج سے چھین لیا اور آقسنقر (مملوک اتابک ازبک) کو تفلیس کی حکومت پر متعین فرمایا تو صفی الدین طغرائی کو اس کی وزارت کا عہدہ عنایت کیا۔ چند روز بعد کرج نے تفلیس پر محاصرہ کیا اور واپس لینے کی کوشش کی، اقسنقر گورنر تفلیس شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ صفی الدین طغرائی نے نہایت مردانگی سے مقابلے پر کمر باندھی۔ کرج کے دانت کھٹے کر دیئے جس سے وہ ناکام واپس گئے۔ اس سے سلطان کی آنکھوں میں اس کی عزت دوبالا ہوگئی۔ خوش ہو کر خراسان کی وزارت سے ممتاز کیا۔

صفی الدین کی گرفتاری

چنانچہ ایک سال تک خراسان کے عہدہ وزارت کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ اس کے بعد اہل خراسان کو شکایتیں پیدا ہوئیں۔ اتنے میں سلطان کا موکب ہمایوں رے میں وارد ہوا۔ اہل خراسان نے حاضر ہو کر بے حد شکایتیں کیں۔ جس کی وجہ سے عتاب شاہی میں آگیا، مال واسباب ضبط کر لیا گیا۔ اس کے خادموں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال

دیا گیا۔ گھوڑوں کو شاہی اصطبل میں لے جا کر باندھ دیا۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔ اتفاق سے اس کے خادموں میں صرف ایک شخص علی کرمانی کسی طرح بچ کر ایک قلعہ میں جا کر قلعہ نشین ہو گیا جس پر اس کا پہلے سے قبضہ تھا۔

تاج الدین بلخی

سلطان نے اس کی جگہ خراسان کی وزارت پر تاج الدین بلخی کو مقرر کیا اور اسے نئے وزیر کی نگرانی میں قید کر دیا۔ تا کہ نیا وزیر زبردستی جو کچھ بھی اس کے پاس مال و زر موجود ہو وصول کرے اور اس کے خادم سے قلعہ لے لے۔ نئے وزیر کو اس سے پرانی عداوت تھی۔ تشدد اور تکلیف دہی کا کوئی دقیقہ باقی اٹھا نہ رکھا مگر ذرا بھی کامیاب نہ ہوا۔

صفی الدین کی گرفتاری کے بعد اس کا خزانچی پیش کیا گیا۔ سلطان نے جواہرات اور اس مال کو پیش کرنے کا حکم دیا جو وزیر کی خدمت میں بطور نذر پیش کئے گئے تھے۔ خزانچی نے یہ خیال کر کے کہ صفی الدین کو سزائے موت دیدی گئی ہے چار ہزار دینار اور ستر نگینے یاقوت سرخ اور زمرد آب دار کے حاضر کئے۔

صفی الدین کی رہائی

اس کے بعد صفی الدین نے ارکین دولت سے خط و کتابت شروع کی۔ نقد و جنس دینے کا وعدہ کیا۔ ارکین دولت نے سلطان سے صفی الدین کی سفارش کی اور بمنت و سماجت اسے قید سے رہا کرایا۔ سلطان نے دست خاص سے اس کی رہائی کا فرمان تحریر فرمایا۔ صفی الدین قید سے نجات پا کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ سلطان نے تمام مال و اسباب واپس کر دیا۔ جواہرات باقی رہ گئے۔

نسار کی وزارت پر سلطان نے محمد بن مودود لسنوی کو مقرر کیا۔ یہ خاندان ریاست سے تھا۔ زمانہ کی گردش نے اسے کھینچ کر غزنی پہنچایا۔ جب سلطان ہندوستان سے واپس ہوا۔ شرف الملک کو رشک و حسد پیدا ہوا۔

ضیاء الدین کی معزولی

جب احمد بن محمد منشی کاتب، نصرت الدین محمد بن حمزہ والی نسار کی طرف سے سلطان کی خدمت میں قاصد ہو کر حاضر ہوا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں تو سلطان نے اسے دفتر انشار کا میر منشی مقرر کیا۔ ضیار الدین اس رشک و حسد سے جل کر خاک ہو گیا سلطان

سے لسنار کی وزارت کی درخواست کی۔ سلطان نے لسنار کا قلمدان وزارت حوالہ کر دیا اور تنخواہ وزارت کے علاوہ دس ہزار دینار سالانہ بطور وظیفہ مرحمت کرنے کا حکم صادر کیا۔ ضیاء الدین شاہی دربار میں عبدالملک نیشاپوری کو اپنا نائب مقرر کر کے لسنار چلا گیا۔ شامت آئی۔ سالانہ خراج خزانہ شاہی میں بھیجنا بند کر دیا۔ سلطان نے معزول کر کے احمد بن محمد منشی کاتب کو متعین کیا۔ لگانے بجھانے والے لگانے بجھانے لگے۔ کثرت سے شکایتیں پیش ہوئیں۔ سلطان نے لسنار سے نکال دیا اور اسی حالت میں مرگیا۔

بلبان والئ خلخال بلبان، اتابکیہ ازبک کے خادموں میں سے تھا۔ جس وقت تاتاری فتنہ رونما ہوا اور خراسان شاہی حکمرانوں سے خالی ہو گیا اور سلطان جلال الدین آذربائیجان پر قابض ہوا اس وقت بلبان کو موقع مل گیا۔ شہر خلخال چلا گیا۔ اس پر اور اس کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ سلطان مہم عراق اور والئ خلاط کی لڑائیوں میں مصروف تھا بلبان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ جب لشکر اسلام جنگ تاتار سے واپس ہوا تو قلعہ فیروز آباد میں بلبان پر محاصرہ کیا۔ بلبان نے زچ ہو کر امان کی درخواست کی۔ سلطان نے امان دی اور فیروز آباد پر قبضہ کر کے حسام الدین بکتاش (سعد اتابک والئ فارس کے غلام) کو مقرر کیا۔

عزالدین خلخالی اس کے بعد سلطان نے سامان و اسباب کو موقان میں چھوڑ کر خلاط کا قصد کیا۔ لیکن برف و سردی نے ارجیش سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ سلطان نے ارجیش کے بعض قلعے سر کرلئے عزالدین خلخالی اس وقت ارجیش کے قریب کفرطاب میں موجود تھا۔ یہ خبر سن کر خلاط چلا گیا۔ حاجب نے اسے سرو سامان اور فوجیں دے کر سلطنت کے خلاف مادہ بغاوت اور فساد پھیلانے کی غرض سے آذربائیجان روانہ کیا۔ لیکن حاجب کا یہ منشا پورا نہ ہوا عزالدین خلخالی ناکام و نامراد کوہ زنجان چلا گیا اور رہزنی کرنے لگا۔ سلطان نے اسے خط لکھا اور اصفہان میں قیام کرنے کی شرط پر امان دینے کا وعدہ کیا، ابھی کوئی معاملہ طے نہ پایا تھا کہ گورنر اصفہان نے اس کا سر اتار کر سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔

خرت برت کا تاراج سلطان کفرطاب سے واپس ہوا خرت برت کو ایسا تاراج کیا کہ نام کو آبادی

باقی نہ چھوڑی۔ اسی اثنا میں جب کہ ۶۲۳ھ کا نصف گزر چکا تھا۔ خلیفہ ظاہر عباسی بغدادی کی وفات اور اس کے بیٹے المنتصر باللہ عباسی بغدادی کی خلافت کی خبر موصول ہوئی۔ دربار خلافت سے بیعت لینے کا فرمان صادر ہوا۔ خلعت آیا۔ واللہ ولی التوفیق لاریب غیرہ۔

وزیر شرف الملک سے سلطان کی کشیدگی

جس وقت سلطان کا موکب ہمایوں موقان کی طرف واپس ہوا اور سلطان نے خوی میں قیام اختیار کیا۔ اہل خوی کا ایک وفد دربار شاہی میں حاضر ہوا وزیر السلطنت شرف الملک کی زیادتیوں، مظالم اور بکثرت تاوان وصول کرنے کی شکایت کی اور یہ بھی ظاہر کیا کہ باوجودیکہ ملکہ سلطانہ بنت طغرل اُن الزامات سے بری تھی جو اس پر قائم کیے گئے تھے۔ لیکن وزیر نے پھر بھی اس کا مال واسباب ضبط کر لیا ہے۔

خوی سے کوچ کر کے سلطانی موکب تبریز پہنچا۔ اہل تبریز نے اس سے زیادہ شکایات پیش کیں جس قدر اہل خوی نے کی تھیں، فریہ کورتان کے رئیس نے بھی دربار شاہی میں حاضر ہو کر وزیر کی شکایت کی کہ میں باوجودیکہ وزارت پناہ کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوتا تھا لیکن وزیر السلطنت نے میرے دو خادموں سے ایک ہزار دینار تاوان وصول کیا ہے۔ سلطان نے بہ نظر کرم ایک ہزار دینار واپس کر دیئے اور اہل شہر کو تین سال کا خراج (مال گزاری) معاف فرما دیا۔ اس کے بعد وزیر السلطنت کی شکایات کی بھرمار ہوئی، سلطان کی عدم موجودگی کے زمانے میں وزیر السلطنت نے بڑی بڑی نمایاں خدمتیں انجام دی تھیں۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کے قلع قمع میں بہت بڑا حصہ لیا تھا۔ ان کے مال واسباب کو ضبط کر لیا تھا۔ جب سلطان آذربائیجان کی جانب واپس ہوا تو علاء الدین بادشاہ فرقہ اسمٰعیلیہ کا پیامبر دربار شاہی میں حاضر ہوا اور یہ ظاہر کیا "وزیر السلطنت نے بدعہدی کی اور ہمارا مال واسباب ضبط کر لیا ہے"۔ سلطان کے کان تو پہلے ہی سے بھر گئے تھے۔ اس شکایت نے سونے پر سہاگہ کا کام دے دیا۔ وزیر السلطنت سے ناراض ہو گیا۔ اسی وقت دو سرداروں کو مامور فرما کر حکم دیا کہ جس قدر وزیر نے فرقہ اسمٰعیلیہ کا مال واسباب اور زر نقد ضبط کیا ہے واپس دے دو۔ (بیان کیا جاتا ہے کہ تیس ہزار (۳۰۰۰۰) دینار نقد اور دس راس گھوڑے تھے) اور وزیر السلطنت سے خط وکتابت اور گفتگو ترک کر دی۔ دربار

میں حاضری کی ممانعت ہوگئی، وزیر السلطنت جو عرض داشت بھیجتا تھا، کوئی جواب نہیں دیا جاتا تھا۔ چند دن بعد تبریز میں رسد کی کمی محسوس ہوئی۔ سلطان نے حکم دیا کہ وزیر السلطنت کے مقبوضات کو ضبط کر کے رسد و غلہ کا انتظام کیا جائے۔ اس کے بعد سلطان تبریز سے موقان کی جانب چلا کوچ کیا۔ موقان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ محض عشر خاص لینے پر اکتفا کیا عراق کا عشر ستر ہزار دینار سالانہ ہوتا تھا۔ واللہ اعلم۔

سلطان جلال الدین اور قبائل قفچاق

شروع ہی سے قفچاق کو سلطان اور اس کی قوم سے محبت اور دوستی تھی۔ بظاہر اس کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ سلطان اور اس کی قوم کی شادیاں قفچاق کی لڑکیوں سے اکثر ہوتی تھیں غالباً چنگیز خاں نے اسی سبب سے قفچاق کو انتہا سے زیادہ پامال کیا تھا اور سلطان اور اس کی قوم کی دوستی ہی کی وجہ سے قفچاق کے پیچھے پڑا تھا۔ جب سلطان نے اصفہان سے کوچ کیا اور تاتاریوں کی مہم درپیش ہوئی تو قبائل قفچاق سے امداد کی درخواست کی۔ چنانچہ سیر جنکش قفچاقی کو قبائل قفچاق کے پاس امداد کا پیام دے کر روانہ کیا قبائل قفچاق نے نہایت کشادہ دلی سے لبیک کہا اور گروہ کے گروہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قفچاق کا بادشاہ کورکان بھی تین سو اپنے قرابت مندوں کے ساتھ براہ دریا وزیر السلطنت کے پاس موقان پہنچا۔ موسم سرما کے ختم ہونے کے بعد سلطان کے دربار میں حاضر ہوا۔ سلطان نے خلعت فاخرہ عنایت کیا اور یہ وعدہ فرمایا کہ دربند (باب الابواب) کے فتح ہونے پر تمہارے ساتھ بہترین سلوک برتا جائے گا اور انہیں واپس جانے کا حکم دیا۔

فتح دربند

اس کے بعد سلطان نے والئ دربند کو جو کہ ایک نوعمر چھوکرا اور نام کا والی تھا، بلا بھیجا۔ اس کا اتالیق اسد کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا اور یہی سیاہ و سفید کا مالک تھا والئ دربند کوئی عذر کیے بغیر حاضر دربار ہو گیا۔ لیکن اسد نے مخالفت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ سلطان نے والئ دربند کو خلعت دیا اور دربند فتح ہو جانے پر جاگیر دینے کا وعدہ کیا چنانچہ سلطان نے فوج اور سرداران لشکر کو دربند کے سر کرنے کا حکم دیا سرداران لشکر نے دربند پہنچ کر اسد کو گرفتار

کرلیا۔ دربند کے علاقہ میں غارت گری کا بازار گرم کردیا۔ اسد کسی حیلہ سے ان کے قبضہ سے نکل بھاگا جس سے یہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوئے۔

سلطان جلال الدین کا صوبہ کستاسفی پر قبضہ

چونکہ وزیر السلطنت کو اپنی بعض نمایاں خدمات کی وجہ سے یہ اطمینان تھا کہ سلطان کو مجھ سے کبھی کسی قسم کی ناراضگی نہ ہوگی اس وجہ سے فوجیں مہیا کرکے نہر ارش کو عبور کیا اور صوبہ کستاسفی کو شروان شاہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ جب سلطان جلال الدین، موقان واپس آیا تو اس صوبہ کو جلال الدین سلطان شاہ بن شروان شاہ کو بطور جاگیر عنایت کیا۔

جلال الدین سلطان شاہ، کرج کے پاس قید تھا۔ اس کے باپ نے اسے بچپن میں اس شرط سے کرج کو سپرد کردیا تھا کہ بڑے ہونے پر شاہزادی رسودان بنت تاماد سے اس کا عقد کردیا جائے۔ لیکن یہ باتیں صرف خوش کن تھیں جس کا خارج میں کوئی وجود نہ تھا۔ چنانچہ دامادی کے بجائے جلال الدین سلطان شاہ کو قید کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ اتفاق سے جب سلطان نے بلاد کرج کو سر کیا تو جلال الدین سلطان شاہ کو قید کرج سے نجات ملی۔ سلطان نے اس کی پرورش اور پرداخت کی تعلیم دلائی اور واپسی موقان پر صوبہ کستاسفی بطور جاگیر عنایت فرمایا۔

کرج کے یہاں والئ اردن روم کا لڑکا بھی تھا جو عیسائی ہوگیا تھا۔ کرج نے شاہزادی رسودان بنت تاماد سے اسے بیاہ دیا تھا۔ سلطان بوقت فتح بلاد کرج اسے بھی نکال لایا تھا لیکن یہ پھر مرتد ہوکر کرج کے پاس چلا گیا۔ کرج نے اس کے زمانۂ غیر حاضری میں رسودان شاہزادی کی شادی دوسرے شخص سے کردی تھی۔

شروان شاہ کی باریابی

سلطان ملک شاہ بن الپ ارسلان نے ملک اران پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد بلاد شروان پر غارت گری شروع کردی۔ بلاد شروان کا بادشاہ افریدوں بن تبریز وفد کے ساتھ سلطان ملک شاہ کے دربار میں حاضر ہوا، ایک لاکھ دینار سالانہ خراج دینے کا اقرار کیا۔ سلطان ملک شاہ نے غارت گری سے ہاتھ روک لیا۔ جب سلطان جلال الدین نے ۶۲۲ھ میں ملک اران پر قبضہ حاصل کیا تو بادشاہ شروان سے سالار خراج جو سلطان ملک شاہ کو دیتا

تھا طلب کیا۔ بادشاہ شروان نے ملک کی تباہی و بربادی اور کرج کے غلبہ کا عذر کیا۔ سلطان نے نصف خراج معاف فرما دیا۔ جب سلطان واپس ہوا تو شروان شاہ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ نذر گزرانی پانچ سو راس گھوڑے ہدیۃً پیش کئے اس کے ساتھ ہی پچاس راس گھوڑے وزیر السلطنت کو بھی بطور تحفہ دیئے۔ وزیر السلطنت نے اس ہدیہ کو حقیر اور اپنے شان کے شایاں نہ سمجھا، سلطان سے جڑ دیا کہ "یہ نہایت دغا باز اور فریبی ہے گرفتار کرلیا جائے" سلطان نے وزیر کی کوئی بات نہ سنی اسے انعام اور خلعت دیا اور بتیس ہزار خراج معاف کر دیا۔ صرف تیس ہزار سالانہ خراج باقی رہ گیا۔ نسائی کاتب کہتا ہے کہ فرمان شاہی لکھنے پر مجھے ایک ہزار ملے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایلک خاں کا بلاد کرج پر جہاد

جس زمانے میں سلطان آذربائیجان سے واپس ہو کر موقان آیا تھا انہی دنوں لشکر اسلام کو ایلک خاں کی ماتحتی میں بلاد کرج پر جہاد کرنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ چنانچہ ایلک خان نے بلاد کرج پر جہاد کیا۔ زیر و زبر کرتا بجیرہ تباہ ہو کر گزرا۔ کرج کو موقع مل گیا دفعۃً حملہ کر دیا۔ ایلک خان سنبھل نہ سکا۔ شکست اٹھائی۔ جنگ کے دوران ایطانی گم ہو گیا۔

قیدیان بجیرہ کی رہائی

سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ سخت صدمہ ہوا اسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا کرج بھی مسلح ہو کر مقابلہ پر آئے۔ سلطانی مقدمہ نے کرج کے مقدمۃ الجیش کو شکست دی اور بہت سے قیدی گرفتار کر لئے۔ سلطان نے سب کو قتل کرا دیا اور کرج کے تعاقب میں روانہ ہوا کوری پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑا اور کرج سے قیدیان بجیرہ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ کرج نے قیدیان بجیرہ کو سلطان کی خدمت میں بھیج دیا اور اریطانی کی نسبت یہ کہا کہ وہ آج ہی شب میں قید سے نکل کر آذربائیجان چلا گیا ہے۔ سلطان محاصرہ اٹھا کر نقچوان پہنچا۔ اریطانی ملا۔ سلطان کو بے حد مسرت ہوئی۔

سلطان جلال الدین کا محاصرہ قلعہ سکان

چونکہ بہران کرجی نے نواح گنجہ پر چھاپہ مارا تھا اور اسے برباد و ویران کیا تھا اس وجہ سے سلطان اس کی سرکوبی اور گوشمالی کے لئے روانہ ہوا۔ قلعہ سکان پر محاصرہ کیا اور بزور تیغ فتح کیا۔ قلعہ علیا اس کے بعد سر کیا گیا

قلعہ کاک پر حملہ کیا اور وہ بھی فتح ہوا۔ زمانہ محاصرہ قلعہ کاک میں وزیر السلطنت کو قلعہ کورانی کے محاصرہ کی خدمت سپرد ہوئی۔ تین مہینہ تک محاصرہ کئے رہا۔ بالآخر اہل قلعہ نے زچ ہوکر صلح کی درخواست کی۔ سالانہ خراج ادا کرنے پر مصالحت ہوگئی۔ موکب سلطانی نے خلاط کی طرف کوچ کیا۔

خلاط کی مہم

سلطان مہم کرج سے فارغ ہوکر نقچوان کی طرف روانہ ہوا اور اسباب و خزانہ کو براہ قاقزوان خلاط جانے کا حکم دیا۔ کرج کو سلطانی حملوں سے نجات مل گئی۔ آرام و چین سے اپنے ملک میں رہنے لگے۔ سلطان نے چند روز نقچوان میں خراسان و عراق کے انتظامات اور خلاط کی مہم کی تیاری کی غرض سے قیام کیا۔

نسائی کاتب کہتا ہے کہ زمانہ قیام نقچوان میں سلطان نے اہل خراسان اور عراق سے ایک ہزار دینار وصول کئے۔ اس کے بعد نقچوان سے کوچ کرکے بمقام خلاط اپنی فوج سے جاکر مل گیا۔

حسام الدین علی کا قتل

ملک الاشرف نے عزالدین ایبک کو حسام الدین علی بن حماد گورنر خلاط کی گرفتاری[1] کے لئے خلاط بھیجا تھا عزالدین نے اس حکم کی تعمیل کی اور اس پر مزید اضافہ یہ کہ فریب سے حسام الدین کو قتل کر ڈالا اور سلطان کی خدمت میں محض خوشنودی کے خیال سے ایک قاصد روانہ کیا۔ قاصد نے دربار شاہی میں باریاب ہوکر عزالدین کی طرف سے گذارش کی کہ "ملک الاشرف نے آپ کی حکومت کی اطاعت کا حکم دیا ہے" سلطان نے اس پر ذرا بھی خیال نہ کیا اور اپنا ارادہ پورا کرنے پر تیار رہا۔ اور قاصد کو یہ جواب دیا کہ عزالدین کا یہ بیان اگر صحیح ہے تو ملک الاشرف کے حاجب کو میرے پاس حاضر ہونا تھا۔

محاصرہ خلاط

عزالدین کو اس جواب سے سکتہ سا ہوگیا اور سلطان نے عید الفطر ۶۲۶ھ میں

---

[1] بظاہر اس گرفتاری کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی حالانکہ حسام الدین علی نہایت مستعد، کفایت شعار اور ملک الاشرف کا خیرخواہ تھا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۲ صفحہ مطبوعہ لیدن

خلاط کا محاصرہ کرلیا۔ رکن الدین جہاں شاہ ابن طغرل والیٔ ارزن روم بھی اس مہم میں سلطان کے ساتھ تھا۔ چاروں طرف سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری شروع کردی۔ شدت محاصرہ اور روزانہ جنگ سے اہل خلاط تنگ آ گئے۔ فاقہ کشی کی نوبت پہنچ گئی۔ سواری کے گھوڑے، گدھے، خچر، اونٹ، مویشی ذبح کر کے کھائے۔ بہت سے بھوک کی شدت سے مر گئے۔ اور بہت سے شہر چھوڑ کر ادھر اُدھر بھاگ گئے۔ بقیہ باشندگان خلاط کے چند لوگوں نے سلطان سے اس شرط پر کہ انھیں امان دی جائے اور آذر بائیجان میں جاگیریں عنایت ہوں سازش کرلی۔

خلاط پر قبضہ

چنانچہ سلطان نے حسب اقرار سلماس میں اور چند دوسرے مقامات پر ان لوگوں کو جاگیریں دیں اور شب کے وقت اپنی فوج کے چند دستے کو شہر پناہ کی دیوار پر بذریعہ کمند چڑھا دیا۔ محافظوں سے لڑائی چھڑ گئی بالآخر شہر میں ہڑ بونگ مچ گیا۔ باشندگان خلاط کو شکست ہوئی۔ سلطانی فوج نے پکڑ دھکڑ شروع کردی شہر پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔ موجودہ باشندگان شہر گرفتار کرلئے گئے۔ جس میں عیسائیوں کی بھی کافی تعداد تھی۔ اسد بن عبداللہ بھی گرفتار ہو گیا۔ عزالدین ایبک قلعہ نشین ہو گیا۔ سلطان نے اسے امان دی اور قلعہ درقان میں قید کردیا۔

عزالدین اُزبک کا خاتمہ

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حسام الدین کے خادموں سے ایک خادم، سلطان کی خدمت میں چلا آیا تھا۔ جب سلطان نے خلاط پر قبضہ حاصل کیا تو اس نے سلطان سے درخواست کی کہ میرے آقا کا عوض اس سے لیا جائے۔ چنانچہ سلطان عزالدین اُزبک کو خادم کے حوالہ کردیا۔ خادم نے اسے مار ڈالا۔ اسی ہنگامہ میں سلطان نے شہر خلاط کو تین بار تاراج کیا، والیٔ ارزن کو علاقہ خلاط کی غارت گری پر مقرر فرمایا، تھوڑی قید سے نکل بھاگا" اسد بن عبداللہ حبرانی نے بمقام جزیرہ اسے قید حیات سے سبک دوش کردیا۔ سلطان نے سرداران لشکر اور امراء دولت کو اس لڑائی کی خدمات کے معاوضہ میں جاگیریں دیں اور واپس آیا۔

الملک الاشرف والیٔ دمشق

خلاط پر سلطان جلال الدین کے قبضہ کے بعد الملک الاشرف والیٔ دمشق کو ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی، فوجیں مرتب کیں اور بڑے سروسامان سے ۶۲۹ھ

میں جزیرہ اور شام کی فوجیں لئے سلطان جلال الدین سے جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ علاء الدین اور کیقباد والیٔ بلاد روم سے بمقام سیراس ملاقات ہوئی۔

جہاں شاہ ابن طغرل چونکہ جہاں شاہ (علاء الدین کیقباد کا چچازاد بھائی) ابن طغرل والیٔ ارزن روم سلطان جلال الدین کے پاس چلا آیا تھا۔ اس وجہ سے کیقباد کو پرانی عداوت کی وجہ سے جلال الدین کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔ چنانچہ ملک الاشرف اور کیقباد مفاد ایک ہونے کی وجہ سے سلطان جلال الدین سے جنگ کے لئے سیراس سے روانہ ہوئے، ملک الاشرف کا مقدمۃ الجیش اکراد ہنکاریہ امراء حلب کے ایک نامی شجاع اور دلیر عز الدین عمر بن علی کی ماتحتی میں تھا۔ کیقباد بھی اپنی فوجیں لئے دوسری جانب پرا جمائے تھا۔ جوں ہی دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا عز الدین عمر نے سلطان کے لشکر پر حملہ کیا اور پہلی ہی لڑائی میں سلطانی لشکر کو شکست دیدی۔ سلطان خلاط واپس آیا۔ وزیر السلطنت اس وقت بلاد کرد کا محاصرہ کئے تھا۔ اس خبر بد کو سن کر محاصرہ اٹھا کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب کے سب آذر بائیجان کی جانب روانہ ہو گئے۔

جہاں شاہ بن طغرل کی گرفتاری رکن الدین جہاں شاہ بن طغرل اس جنگ میں گرفتار ہو گیا، پابہ زنجیر اپنے چچازاد بھائی علاء الدین کیقباد کے سامنے پیش کیا گیا۔ کیقباد اسے اپنے ہمراہ لئے ارزن آیا، رکن الدین نے ارزن اور اس کے تمام مضافات کیقباد کے حوالہ کر دیئے۔ ملک الاشرف فتح یابی کے بعد خلاط گیا۔ خلاط ایک چٹیل میدان کی طرح اجڑا پڑا تھا۔ دیکھ کر بے حد رنجیدہ ہوا۔

سلطان نے آذر بائیجان پہنچ کر افواج شاہی کو وزیر السلطنت کے پاس چھوڑا اور خوی میں جا کر قیام کیا اور ترکوں کی فوج شکست کے بعد موقان چلی گئی۔

جلال الدین منکبرس اور ملک الاشرف میں مصالحت اس کے بعد ملک الاشرف کا ایلچی (شمس الدین تکریتی) سلطان جلال الدین کے پاس صلح کا پیام لایا۔ مصالحت کی گفت و شنید شروع ہوئی۔ علاء الدین کیقباد بھی اس مصالحت میں شریک کیا

گیا۔ چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا۔ دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ سلطان نے خلاط کے ساتھ سرمن رائے کو حسب شرائط صلح دوسرے فریق کو دیدیا۔

نصرت الدین کی گرفتاری و رہائی

اُن واقعات میں سے جو خلاط کے محاصرے کے دوران پیش آئے ایک یہ تھا کہ نصرت الدین اصبہبذ والئ جبل، امراء سلطان میں سے ایک امیر ارغا نامی کے ساتھ جو اس کے بھائی کا سسرالی قرابت مند ہوتا تھا۔ سلطانی بارگاہ میں وفد کی صورت میں حاضر ہوا سلطان نے کسی مصلحت سے اسے گرفتار کر لیا۔ جب سلطان بلاد روم سے شکست کھا کر واپس ہوا تو نصرت الدین کو قید سے رہا کر کے جاگیر عنایت فرمائی اور اسے اس کے ملک واپس جانے کا حکم دیا۔

ہمشیرہ سلطان و ترکمان خاتون

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ہمشیرہ سلطان جو دوشی خاں کے نکاح میں تھی۔ خوارزم سے ترکمان خاتون کے حالات اپنے بھائی (سلطان) کو لکھا کرتی تھی۔ زمانۂ محاصرہ خلاط میں خاقان کے ذریعہ سے یہ تحریک پیش کی کہ جیحون کے پرلی طرف کے علاقے دے کر مصالحت کر لی جائے۔ سلطان نے اسے منظور نہیں کیا۔

رکن الدین شاہ کی اطاعت

تیسرا واقعہ یہ تھا کہ رکن الدین شاہ ابن طغرل والئ ارزن روم جو ملک الاشرف کا مطیع تھا اور اپنے چچا زاد بھائی علاء الدین کیقباد ابن کیخسرو والی روم سے رنجش کی وجہ سے سلطان سے بھی عداوت رکھتا تھا اور حاجب کا (جو ملک الاشرف کی طرف سے خلاط کا گورنر تھا) معین و مددگار رہتا اور جس نے سلطان کے قاصد کو واپسی روم کے وقت قتل کر ڈالا تھا اور سلطانی فوج کا رسد و غلہ روک دیا تھا محاصرہ خلاط کے طول و شدت سے گھبرا کر امن کا خواستگار ہوا۔ نیازمندانہ حاضر دربار ہوا۔ وزیر السلطنت اور ارکین دولت نے نہایت تپاک اور گرم جوشی سے استقبال کیا، سلطان بڑے تپاک سے ملا، خلعت دیا، اور اسے اس کی حکومت بہ بحال و برقرار رکھا، آلات حرب کی بہم رسانی کا حکم دیا جس کی تعمیل اُس نے نہایت مستعدی سے کی۔ جب ملک الاشرف سے جنگ کی ٹھہری تو سلطان کے ساتھ شریک جنگ ہوا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔

سلطان جلال الدین منکبرس کا خطبہ

چوتھا واقعہ یہ تھا کہ دربار خلافت بغداد سے سعد الدین حاجب سلطان کے پاس فرمان خلافت لے کر حاضر ہوا، خلافت مآب نے سلطان کو اس کے مقبوضہ ممالک میں اس کے نام کا خطبہ پڑھنے کی اجازت دی تھی اور مظفر الدین کو کبرون والیٔ اربل، والیٔ موصل کی اولاد، شہاب الدین سلیمان شاہ بادشاہ [1]...... اور عماد الدین پہلوان بن ہزارست بادشاہ جبال سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی ممانعت فرمائی تھی اور ان لوگوں کو حکومت عباسیہ کے ہوا خواہوں میں شمار کیا تھا۔ سلطان نے اس حکم کی تعمیل کی۔

عماد الدین بن پہلوان و سلیمان شاہ کی اطاعت

شرف الدین گورنر عراق نے سلطان کے پاس پیام بھیجا کہ بادشاہ جبال عماد الدین بن پہلوان اور بادشاہ سلیمان شاہ کی اطاعت سے عراق پر حکومت کرنے میں آسانی ہوگی ورنہ ناممکن ہے۔ چنانچہ سلطان نے ان دونوں کے پاس ایسے شخص کو روانہ کیا جس نے انھیں میٹھی میٹھی باتوں سے ایسا سبق پڑھایا کہ وہ اس کے قبضہ میں ہو گئے۔ اس کے بعد سلطان نے بدر الدین طولو بن ابنانخ خاں حاجب کو دربار خلافت میں اظہار فدوت کی غرض سے روانہ کیا۔ بدر الدین نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ اور دربار خلافت سے خلعت اور قیمتی تحائف لے کر واپس ہوا۔

خلعت و تحائف کی تفصیل

دو خلعت سلطان کے لئے تھے۔ ایک خلعت میں جُبّہ، عمامہ اور ہندی تلوار مرصع تھی۔ دوسرے خلعت میں قنغ[2]، کمہ[2]، فرجیہ[2]، سیف (جس کا قبضہ طلائی تھا، مرصع کاٹھی دوراس گھوڑے ساز کے ساتھ جن کی طلائی نعلین چار چار سو دینار وزن کی تھیں طلائی سپر (ڈھال)، جس پر جواہرات کی نہایت خوبصورت پچی کاری تھی اردگرد اکتالیس نگینہ یاقوت اور

---

[1] اصل کتاب میں اس مقام پر کچھ نہیں لکھا ہے۔

[2] قنغ وہ لباس ہوتا ہے جو سب سے نیچے پہنا جائے جیسے بنیان۔ کمہ آستین دار جبہ ہوتا ہے اور فرجیہ پاجامے یا تہبند کے نیچے نیکر کی طرح پہنا جاتا ہے۔

لعل بدخشاں کے تھے درمیان میں ایک بڑا نیشا پوری فیروزہ جڑا ہوا تھا۔ تیس ۳۰ راس عربی النسل گھوڑے جن کی زین پوش کا ابرا (اوپر کا کپڑا) اطلس رومی کا تھا اور استر (اندرونی حصہ کا کپڑا) اطلس بغدادی کا تھا طلائی نعلین ساٹھ ساٹھ دینار وزن کی لگی ہوئی تھیں، بیس غلام زرق برق پوشاکیں زیب بدن کئے عمدہ و نفیس گھوڑوں پر سوار، دس عماریاں جن پر اطلس کے پردے پڑے ہوئے تھے، سونے کی جھولیں، دس ظروف طلائی مرصع مع سرپوش ڈیڑھ سو بقچے (ہر ایک بقچہ میں دس دس تھان ریشمی پارچہ، پانچ پانچ من عنبر (سونے کے ڈبوں میں) ایک درخت عود ہندی (جس کی لمبائی ساڑھے سات گز کی تھی)، چودہ زنانے خلعت، خادمات کے لئے تین سو خلعت امراء کے لئے (ہر ایک امیر کے لئے ایک ایک قبا، ایک ایک کمر)، وزیر السلطنت کے لئے سیاہ عمامہ، قبا، فرجیہ، سیف ہندی دو من عنبر، پچاس ریشمی تھان اور خچر، اور دفتر والوں کے واسطے ایک ایک خلعت آیا تھا ہر خلعت میں جبہ، عمامہ اور بیس تھان کپڑے (جس میں اکثر اطلس رومی اور بغدادی تھا، اور بیس خچر تھے۔

اظہار مسرت کی غرض سے سلطان نے دربار عام کیا۔ ایک پرتکلف خیمہ نصب کیا گیا سلطان نے خلعت زیب تن کیا۔ خلافت مآب کے قاصد نے اہل خلاط کی سفارش کی۔ سلطان نے بطیب خاطر قبول فرمایا۔

والی روم کا وفد و تحائف پانچواں واقعہ یہ تھا کہ والی روم نے سلطان جلال الدین کی خدمت میں رسم اتحاد بڑھانے کی غرض سے ایک وفد کے ساتھ تحفہ کے طور پر تیس ۳۰ خچر (جن پر اطلس خطائی، فرو قندسی اور سمور کی جھولیں پڑی تھیں)، تیس ۳۰ غلام زرق برق پوشاکیں پہنے پورے سروسامان سے عمدہ اور نفیس گھوڑوں پر سوار، ایک سو راس عمدہ نسل کے گھوڑے اور پچاس خچر روانہ کئے تھے۔ جس وقت وفد اس ہدیہ کے ساتھ آذربائیجان ہو کر گزرا، رکن الدین جہاں شاہ بن طغرل والی ارزن کے منہ میں پانی بھر آیا۔ (رکن الدین جہاں شاہ ان دنوں ملک الاشرف کی حکومت کا مطیع تھا)، والی روم کے ہدیہ کو ضبط کر لیا۔ لیکن کسی وجہ سے چند روز کے بعد خود وفد ہو کر دربار سلطانی میں حاضر ہوا اور اس ہدیہ کو بجنسہٖ پیش کر دیا جسے ضبط کر لیا تھا۔

قلعہ موت کی مہم چھٹا واقعہ یہ تھا کہ سلطان کا بھائی غیاث الدین قلعہ موت میں علاء الدین رئیس فرقہ

حشاشین کے پاس پناہ گزیں ہوا تھا اس وجہ سے سلطان کے دل میں علاء الدین کی طرف سے غبار پیدا ہو گیا تھا وزیر السلطنت نے حسب عادت موقع پاکر قزوین کے ایک سربفلک پہاڑ پر فرقہ حشاشین کے قلعہ پر محاصرہ کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے وزیر السلطنت کو اس مہم میں کامیابی ہوئی علاء الدین کے لشکر کے سردار کو گرفتار کر لیا اور خلاط کے محاصرے کے زمانہ میں سلطان کی خدمت میں بھیج دیا سلطان نے اسے قلعہ زماں میں قید کر دیا چند مہینوں کے بعد مر گیا۔

والیٔ قلعہ موت کی اطاعت

اس کے بعد سلطان نے اپنے کاتب (سکریٹری) محمد ابن احمد نسائی کو علاء الدین والیٔ قلعہ موت کے پاس بھیجا اور خوارزم کو حوالہ کرنے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھنے کا مطالبہ کیا۔ علاء الدین نے اولاً انکار کیا۔ سلطان نے یہ حجت پیش کی کہ "آپ کے پدر بزرگوار جلال الدین حسن، خوارزم شاہ علاء الدین محمد بن تکش (سلطان جلال الدین کے باپ) کے نام کا خطبہ پڑھا کرتے تھے، علاء الدین نے اسے منظور نہ کیا۔ اس کی جگہ ایک لاکھ سالانہ دینا پسند کیا۔

جہاں پہلوان کی ہندوستان سے واپسی

جن دنوں سلطان نے ہندوستان سے عراق کے خیال سے واپسی کا قصد کیا تھا اس وقت ہندوستان کے ان مقامات پر جن پر سلطانی حکومت کا پرچم اڑ رہا تھا جہاں پہلوان ازبک کو مامور کر آیا تھا چنانچہ جہاں پہلوان ازبک ہندوستان کے مقبوضہ علاقہ پر حکومت کرتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد شمس الدین التمش والیٔ لاہور نے جہاں پہلوان پر فوج کشی کی، جہاں پہلوان اس سے مطلع ہو کر پیچھے ہٹا اور مرکز حکومت کو چھوڑ کر کشمیر کا راستہ لیا والیٔ کشمیر نے روک ٹوک کی، اپنے شہروں میں گھسنے نہ دیا سرحد کشمیر سے مار بھگایا، مجبوراً عراق کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس کے ہمراہی اس سے علیحدہ ہو کر شمس الدین التمش کے پاس واپس چلے گئے۔ جن میں برلق ملقب رجا ملک خصوصیت کے ساتھ ذکر کے قابل ہے۔

جہان پہلوان کا قتل

جہان پہلوان نے والیٔ عراق سے خط و کتابت شروع کی، سات سو سواروں کی جمعیت سے ہندوستان سے واپس آنے سے مطلع کیا والیٔ عراق نے دس ہزار دینار خرچ کے لئے بھیج دیا اور سلطان سے اس معاملہ میں رائے لی۔ سلطان کا فرمان صادر ہوا کہ بیس ہزار (۲۰۰۰۰)

دینار بھیج دیئے جائیں اور موسم سرما گذارنے اور آرام لینے کی غرض سے عراق میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے جس وقت سلطان بلاد روم سے واپس ہوا اور آذر بائیجان کے خیال سے روانہ ہوا جہان پہلوان اور اس کے ارادوں کے درمیان میں اللہ تعالیٰ کا حکم آکر حائل ہو گیا۔ اسی مقام پر ۶۲۸ھ میں کسی نامعلوم شخص نے اسے قتل کر دیا۔

خراسان کی ویرانی

جس وقت تاتاریوں نے ماوراء النہر پر قبضہ حاصل کر کے خراسان پر حملہ کیا اس وقت بادشاہ خوارزم ان کے مقابلہ سے عاجز ہو گیا اور تاتاری طوفان خراسان کے شہروں میں گھس پڑا جس طرف سے گزرا دیہات قصبات اور شہروں کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ جسے جہاں پایا لوٹ لیا، مار ڈالا الغرض کہ ماوراء النہر پر تاتاریوں کی حکومت کا سکہ جاری ہو گیا اور انھوں نے ان شہروں کی آبادی شروع کر دی۔ خوارزم کے قریب ایک بہت بڑا شہر خوارزم کی جگہ آباد کیا۔ لیکن خراسان ویران پڑا رہا۔ ملک کے چھوٹے چھوٹے رقبوں پر امراء قابض ہو گئے اور سلطان جلال الدین کی ہندوستان سے واپسی کے بعد اس کی حکومت کے مطیع ہو گئے۔ سلطان جلال الدین کی حکومت عراق، فارس، کرمان، آذر بائیجان اور اران تک محدود ہو گئی خراسان تاتاریوں کی غارت گری اور جنگ کی جولان گاہ بنا رہا۔

تاتاریوں کی آذر بائیجان پر فوج کشی

سلطان جلال الدین کی ہندوستان سے واپسی کے بعد تاتاریوں کا ایک گروہ مقام اصفہان پر سلطانی فوج سے مقابل ہوا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین، ملک الاشرف والیٔ شام اور علاء الدین کیقباد والیٔ روم سے ۶۲۷ھ میں لڑائیاں ہوئیں علاء الدین سردار فرقہ اسمٰعیلیہ والیٔ قلعہ موت اور جلال الدین سے بھی چل گئی۔ جلال الدین نے اس کے ملک کو نہایت سختی سے پامال کر کے سالانہ خراج مقرر کیا۔ علاء الدین والیٔ قلعہ موت نے تاتاریوں کو ملا لیا اور سلطان جلال الدین کے خلاف ابھار دیا۔ چنانچہ ابتداء ۶۲۸ھ میں تاتاریوں نے آذر بائیجان پر چڑھائی کر دی۔

جنگ بوغز و تاتار

سلطان جلال الدین اس کی خبر لگی۔ امراء دولت میں سے بوغز نامی ایک امیر کو فوج کے چند دستوں کے ساتھ بطور ہراول تاتاریوں کے حالات دریافت کرنے

کے لئے روانہ کیا۔ تاتاریوں کے مقدمۃ الجیش سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ بوغز کو شکست ہوئی۔ سوا بوغز کے علاوہ کوئی بھی جانبر نہ ہوسکا۔ سلطان جلال الدین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تبریز سے موقان کی طرف کوچ کیا اور اپنے اہل وعیال کو تبریز میں وزیر السلطنت کی حفاظت میں چھوڑ آیا اور یہ ہدایت کی کہ بہت جلد ان لوگوں کو کسی محفوظ قلعہ میں پہنچا دینا۔ موقان کے راستہ میں اہل آذربائیجان کا ایک خط اس مضمون کا ملا کہ تاتاریوں کے جس مقدمۃ الجیش سے بوغز کا مقابلہ ہوا تھا ان کی تعداد سات سو سواروں سے زیادہ نہیں ہے اور روع خان کے میدان میں قیام پذیر ہیں۔

سلطانی لشکر پر تاتاریوں کا شبخون

سلطان نے یہ خیال کرکے کہ تاتاریوں کی تعداد قلیل ہے آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ کریں گے کوچ و قیام کرتا موقان پہنچا اور خیمہ ڈال دیا۔ امیر بن بغان شحنہ خراسان اور اوسمان پہلوان شحنہ مازندران کو فوجیں فراہم کرنے پر مامور کرکے مختلف شہروں کی طرف روانہ کیا اور خود شکار کھیلنے میں مصروف ہوگیا، تاتاریوں کو موقع مل گیا۔ اس کے لشکر گاہ پر چھاپہ مارا۔ کیمپ کو لوٹ لیا۔ سلطان بحال پریشان ہراوس چلا گیا پھر یہاں سے گنجہ کی طرف روانہ ہوا۔ ماہان پہنچا۔

جلال الدین منکبرس کی ماہان سے روانگی

اگرچہ عزالدین والئ قلعہ شاہین دو سال سے سلطان سے قطع تعلق کرکے قلعہ کا خود سر حاکم بنا ہوا تھا۔ لیکن ماہان میں سلطان کے پہنچنے پر نیازمندانہ خدمت میں حاضر ہوا، رسد کا معقول انتظام کیا، تاتاریوں کے حالات سے مطلع کرتا رہا۔ چند روز بعد سلطان کو یہ ذہن نشین کرا دیا کہ "آخری موسم سرما میں تاتاری ارجان سے آپ پر حملہ آور ہوں گے چونکہ آپ کے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ اران واپس جائیں وہاں شاہی فوجیں موجود ہیں اور تبریز میں ترکمانوں کا لشکر بکثرت قلعہ نشین ہے" سلطان نے یہ سن کر ایک آہ سرد بھری اور ماہان سے رخصت ہوگیا۔

سلطان نے وزیر السلطنت کو جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اپنے حرم اور خزانے محافظت پر تبریز میں مامور کیا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ کسی محفوظ ترین قلعہ میں انھیں پہنچا دینا چنانچہ وزیر السلطنت نے

ابتد اگ امراء ترکمان باران میں سے ارسلان کبیر کے پاس جا کر قیام کیا۔ اس کے بعد اسی مقام پر ایک نہایت مضبوط قلعہ سنگ سرخ نامی تعمیر کرا کر سلطانی خزانہ اور حرم کو ٹھہرایا۔

جلال الدین منکبرس اور وزیر السلطنت

چونکہ ان دنوں سلطان چاروں طرف سے مصائب میں گھر گیا تھا۔ وزیر السلطنت کے دماغ میں یہ سودائے خام پیدا ہوا کہ بحالت موجودہ اس ملک میں سلطان کا ٹھہرنا ناممکن ہے ہندوستان جانے کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس وجہ سے ملک الاشرف والئ شام اور کیقباد والئ روم سے جو سلطان کے پرانے دشمن تھے خط و کتابت شروع کی اور نیاز مندی اور فرمان برداری کا عہد و پیمان کیا کسی ذریعہ سے قلیج ارسلان ترکمانی کو اس کی خبر ہو گئی اس نے وزیر السلطنت کو ڈانٹ کا خط لکھا، سلطانی حرم اور خزانے کی حفاظت کی تاکید کی اور سلطان کو اس کے تمام حالات لکھ بھیجے۔ جب سلطان کا اس قلعہ کی طرف گزر ہوا وزیر السلطنت کو حاضری کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت ہاتھ میں کفن لئے حاضر ہوا سلطان کے خیالات تبدیل ہو گئے اور اپنا مخلص و جاں نثار سمجھ کر مطمئن ہو گیا۔

تاتاریوں کا تبریز اور گنجہ پر قبضہ

جس وقت سلطان، تاتاریوں کے حملہ کے بعد موقان سے اران روانہ ہوا اور یہ خبر اہل تبریز تک پہنچی۔ اہل تبریز خوارزمیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کی پامالی اور قتل پر تیار ہو گئے، بہاء الدین محمد بن بشیر قاربک جو ان دنوں تبریز کا والی تھا، بلوائیوں کا شریک کار ہو گیا طغرہائی رئیس نے مخالفت کی لیکن کسی نے کوئی بات نہ سنی، بلوائیوں نے ایک خوارزمی کو گرفتار کر کے مار ڈالا، خوارزمیوں نے اس کے عوض دو آدمی مار ڈالے، شہر میں ہلڑ مچ گیا، بہاء الدین نے تبریز کی قلعہ بندی کر لی پورے طور سے نگرانی کرنے لگا، فوجیں بھرتی کیں زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ بہاء الدین مر گیا، اہل تبریز نے شہر تاتاریوں کے حوالے کر دیا، اس کے بعد اہل گنجہ میں بھی اسی قسم کا جوش و خروش پیدا ہوا اور انھوں نے اور اہل بیلقارہ نے شہر تاتاریوں کو سپرد کر دیئے۔ واللہ اعلم

وزیر السلطنت کی گرفتاری و قتل

قلعہ جاربرد پہنچنے کے بعد سلطان کو وزیر السلطنت کی کشیدگی اور منافرت کا علم ہوا لیکن اس خیال سے کہ مبادا وزیر السلطنت روپوشی

نہ ہو جائے یا بھاگ نہ جائے پیچ وتاب کھا کر خاموش رہا ایک روز وزیر السلطنت سوار ہو کر قلعہ کی طرف گیا، والیٔ قلعہ کو پوشیدہ طور پر وزیر السلطنت کو قید کر لینے کا اشارہ کر دیا چنانچہ والی قلعہ نے نہایت خوبی اور تیزی سے اس حکم کی تعمیل کی۔

اس کے بعد سلطان نے اپنی قیام گاہ پہنچ کر وزیر السلطنت کے خادموں کو جمع کیا۔ جن میں ان کا سردار ناصر قشتمر تھا۔ سلطان نے ان لوگوں کو اُتر خان کے گروہ میں شامل کر دیا۔ لگانے بجھانے والوں نے والیٔ قلعہ کے کان میں یہ بھر دیا کہ "سلطان تم سے ناراض ہے" والیٔ قلعہ کو سلطان کی طرف سے بددلی اور منافرت پیدا ہوئی، وزیر السلطنت کی انگوٹھی قشتمر کے پاس بھیجی اور یہ کہلا بھیجا کہ "ہمارا اور تمہارا آقا ایک ہی حالت میں مبتلا ہے۔ جس شخص کو اس کی حق شناسی اور خدمت منظور ہو قلعہ میں آجائے" اتفاق سے سلطان کو اس کی خبر ہو گئی ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ والیٔ قلعہ کا لڑکا سلطان کی خدمت میں رہتا تھا۔ سلطان نے اسے حکم دیا کہ تم اپنے باپ کو یہ واقعات لکھ بھیجو اور اس فعل پر ناراضگی ظاہر کرو" والیٔ قلعہ کے پاس اس کے لڑکے کا خط پہنچنا تھا کہ اس کے حواس جاتے رہے معذرت کا عریضہ لکھا سلطان نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنے قول کے سچے ہو تو وزیر السلطنت کا سر اتار کر میرے پاس بھیج دو والیٔ قلعہ نے وزیر السلطنت کا سر اُتار کر بھیج دیا۔

وزیر السلطنت، اہل علم وکمال کی بے حد عزت کرتا تھا بخشش میں اس کا ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا۔ اگر سلطان اس کی روک تھام نہ کرتا تو شاہی خزانے میں ایک حبہ بھی باقی نہ رہتا۔ نہایت منکسر مزاج اور اللہ تعالیٰ سے ہر کام میں ڈرنے والا تھا ترکی زبان کا بہت بڑا عالم اور فصیح تھا۔ سلطانی دربار سے جو فرمان لکھے جاتے تھے اُس پر الحمد للہ العظیم اور دفتر وزارت سے جو فرمان صادر ہوتے تھے اُس پر ابو المکارم علی ابن ابی القاسم خالصتاً امیر المومنین لکھا کرتا تھا۔

گنجہ پر سلطان کا دوبارہ قبضہ

جس وقت اہل گنجہ نے خوارزمیوں کی مخالفت پر کمریں باندھیں اس وقت ان میں سے ایک شخص بندار نامی ان کا سردار تھا۔ سلطان کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی۔ ایک قاصد اہل گنجہ کے پاس بھیجا اور انھیں اپنی حکومت کی اطاعت کی

ترغیب دی اور دربار میں حاضری کا حکم دیا، چنانچہ اہل گنجہ شاہی لشکرگاہ کے قریب پہنچ کر قیام پذیر ہوئے۔ رئیس جمال الدین قمی اپنی اولاد کے ساتھ سلطانی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ باقی ماندہ مخالفت پر اڑے رہے۔ سلطان نے ان لوگوں کو بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ نہ سمجھے اور جنگ کرنے پر تُل گئے۔ شاہی خیمہ پر حملہ آور ہوئے، سلطان نے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور بہ نفس نفیس سوار ہوکر میدان جنگ میں آیا۔ لڑائی ہوئی۔ اہل گنجہ مقابلہ نہ کر سکے۔ شکست کھا کر بھاگے شہر پناہ میں داخل ہوگئے۔ لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے دروازہ بند نہ کر سکے۔ سلطانی لشکر شہر میں داخل ہوگیا۔ تیس[۳] بانیان فساد کو گرفتار کیا اور مار ڈالا۔ بندار بھی گرفتار ہوکر پیش کیا گیا۔ یہی مفسدوں کا سرغنہ اور باغیوں کا سردار تھا۔ اسی نے اس تخت شاہی کو توڑا تھا جسے سلطان محمد بن ملک شاہ نے گنجہ میں رکھوایا تھا۔ سلطان کے روبرو اس کے اعضا بدن یکے بعد دیگرے کاٹے گئے اور مار ڈالا گیا سلطان نے گنجہ میں ایک ماہ تک قیام کیا۔

ملک الاشرف و کیقباد کی جلال الدین منکبرس سے علیحدگی

گنجہ سے واپسی کے بعد سلطان نے خلاط کی طرف ملک الاشرف سے تاتاریوں کے مقابلہ پر امداد لینے کی غرض سے کوچ کیا ملک الاشرف کو اس کی خبر لگ گئی مصر چلا گیا اور حیلوں سے ٹالتا رہا۔ سلطان کوچ و قیام کرتا قلعہ شمس پہنچا۔ اراک بن ایوان کرجی قلعہ کا حاکم تھا۔ نیازمندانہ حاضر ہوا۔ دور ہی سے زمین بوسی کی رسم ادا کی اور شاہی حکم کی تعمیل کی۔ سلطان نے ملک الاشرف کی امداد سے ناامید ہوکر ملوک حلب، آمد اور ماردین سے امداد و اعانت کی درخواست کی۔ لیکن صدائے برنخاست کا مضمون ہوا۔ فوج کو خرت برت، ملطیہ اور آذربائیجان کی طرف واپسی کا حکم دیا۔ فوجوں نے آفت مچادی۔ غارت گری کا ہنگامہ گرم کردیا۔ ان واقعات نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ کیقباد اور ملک الاشرف کو ناراضگی پیدا ہوگئی۔ سلطان کی امداد و اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

تاتاریوں کی پیش قدمی

خلاط میں قیام کے دوران سلطان کو یہ خبر لگی تھی کہ تاتاری غارت گر جنگ کرنے کے لئے بڑھ رہے ہیں۔ سلطان نے اس طوفان کی روک تھام پر امیر اوتر خان

کو چار ہزار سواروں کے ساتھ تاتاریوں کی خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ امیر اوترخان نے واپس ہوکر خبر دی کہ تاتاری طوفان حدود ملازکرد سے واپس ہوگیا۔ ارکین دولت اور سرداران فوج نے سلطان کو .... دیار بکر جانے کا مشورہ دیا۔ اتنے میں والی آمد کا قاصد پہنچ گیا اور یہ پیام دیا کہ "آپ کسی طرف کا رخ نہ کیجئے بلاد روم کی طرف بڑھئے اور اس پر قبضہ حاصل کر لیجئے تاکہ قفچاق سے آپ قریب ہو جائیں اور ان سے مدد حاصل کر کے تاتاریوں سے تیغ وسپر ہو سکیں، میں چار ہزار سواروں سے مدد دینے کے لئے تیار ہوں۔"

والیٔ آمد اور حکمران روم سے اَن بن چلی آ رہی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ رومی حکمران نے والیٔ آمد کے بعض قلعوں کو دبا لیا تھا اسی وجہ سے والیٔ آمد نے سلطان کو والیٔ روم کے خلاف ابھار کر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

تاتاریوں کا سلطانی کیمپ کا محاصرہ

سلطان پر والیٔ آمد کا پیام کام کر گیا۔ اصفہان سے اعراض کر کے آمد کی جانب کوچ کیا۔ قریب آمد پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ والیٔ آمد کے پاس ایک ترکمان کو خبر دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ ترکمان نے واپس ہوکر یہ خبر دی کہ کل تاتاریوں کا جس مقام پر قیام تھا۔ اسی مقام پر آپ قیام پذیر ہیں۔ لیکن دوسرے دن صبح نہ ہونے پائی تھی کہ تاتاریوں نے آمد پہنچ کر سلطانی کیمپ پر محاصرہ کر دیا۔ سلطانی لشکر کو تیار ہونے کا موقع نہ ملا۔ لیکن امیر اوترخاں نے نہایت مردانگی سے تاتاریوں پر حملہ کیا اور آگے بڑھنے سے روک دیا، اس اثناء میں سلطان کو موقع مل گیا۔ مسلح ہوکر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اپنی بیگم بنت اتابک سعد کو دو امیروں کے سپرد کیا اور یہ حکم دیا کہ جہاں تک لے جاسکو لے جاؤ۔ اوترخاں میدان جنگ سے واپس ہوا چار ہزار سوار اس کی رکاب میں تھے سلطان چھپ کر آمد کے سنسان بیابان میں جا چھپا۔ لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ لشکر نے سلطان کے ساتھ دغا کی ہے۔ ہر چند لشکر کو واپس لانے کی تدبیریں کی گئیں مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی سلطان رفتہ رفتہ دربندات کی سرحد تک پہنچ گیا۔ یہ تمام راستہ بلوائیوں اور مفسدوں سے گھرا ہوا تھا

لے بالاصل بیاض۔

اوترخاں نے واپس چلنے کی رائے دی۔چنانچہ سلطان آگے بڑھنے کے بجائے واپس ہوا۔میافارقین کے نواح میں ایک گاؤں تک پہنچا۔ بیدر میں قیام اختیار کیا۔

امیراوترخاں کا انجام

امیراوترخاں سلطان کی رفاقت ترک کر کے شہاب الدین غازی والیٔ حلب کے پاس چلا گیا۔اس سے اور اوترخاں سے بہت دنوں سے خط وکتابت ہو رہی تھی۔شہاب الدین غازی نے مراسم سابقہ کا کوئی لحاظ و پاس نہ کیا گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد ملک الکامل نے اسے والی حلب سے طلب کیا والیٔ حلب نے پابہ زنجیر ملک الکامل کے پاس بھیج دیا۔جہاں چھت سے گر کر مر گیا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کی گرفتاری

تاتاریوں کو کسی ذریعہ سے سلطان کی خبر مل گئی۔دفعۃً بیدر پر حملہ کیا۔سلطان کسی طرح لباس تبدیل کر کے بھاگ گیا اوراس کے تمام ہمراہی قتل کر ڈالے گئے۔کسی نے تاتاریوں سے یہ کہہ دیا کہ جو شخص ابھی بھاگا ہے وہی سلطان ہے فوراً تعاقب میں روانہ ہوئے۔مفروروں میں دو شخص ہاتھ آ گئے تاتاریوں نے انہیں قتل کر ڈالا سلطان کے ملنے سے ناامید ہو کر تاتاری واپس ہوئے اور سلطان کوہ اکراد پر چڑھ گیا۔وہاں بھی تاتاری لٹیرے موجود تھے اور ناکہ بندی کئے ہوئے قتل و غارت گری پر آمادہ تھے۔چنانچہ تاتاریوں نے سلطان کو گرفتار کر لیا اور اس کے قتل کرنے پر آمادہ ہوئے۔کسی نے ان کے سردار کے کان میں کہہ دیا "کہ یہی سلطان ہے" سردار کو رحم آ گیا۔لوگوں کو قتل سے روک دیا۔چھوڑ دینے کے خیال سے اپنے ساتھ اپنے مکان لایا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کا قتل

سردار کی عدم موجودگی میں ایک کمینہ تاتاری سردار کے مکان پر آیا۔ ہاتھ میں ایک تیغہ لئے تھا۔اس کے بھائی کو خلاط میں ایک خوارزمی نے مار ڈالا تھا۔اس نے اپنے بھائی کے بدلہ میں سلطان کو مار ڈالا۔سردار کی ہمدردی نے کچھ کام نہ دیا۔یہ واقعہ پندرھویں شوال ۶۲۸ھ کا ہے۔یہ نسائی کاتب سلطان جلال الدین کا بیان ہے۔

فاضل ابن اثیر نے واقعہ آمد کا ذکر لکھا ہے کہ اس کے بعد سلطان مفقود الخبر ہو گیا۔میں چند دن تک اس کی خبر ملنے کا منتظر رہا۔اس کے واقعہ قتل کو نہیں لکھا ہے۔آمد ہی کے واقعہ پر اس نے اپنی

کتاب تاریخ کامل کو ختم کیا ہے اور اس پر کچھ اضافہ نہیں کیا۔

سلطان جلال الدین منکبرس کی سیرت و کردار

نسائی نے لکھا ہے کہ سلطان پستہ قد گندمی رنگ، ترکی النسل، شجاع، حلیم اور باوقار تھا۔ تبسم کے سوا کھلکھلا کر کبھی نہیں ہنسا، کم سخن تھا۔ بیہودہ گفتگو سے سخت نفرت کرتا تھا، عادل تھا لیکن فتنہ و بغاوت کی وجہ سے مغلوب الغضب ہوگیا تھا، باوجودیکہ خلافت مآب سے کشیدگی اور رنج کا سلسلہ قائم تھا۔ لیکن جس طرح اس کا باپ خود کو خلافت مآب کا تابعدار لکھتا تھا۔ اسی طرح یہ بھی اپنے کو خادم اور تابعدار لکھا کرتا تھا۔ جس وقت خلیفہ بغداد نے اسے بمقام خلاط خلعت مآب کو جو القاب و آداب لکھتا تھا وہ یہ تھے "مولانا و سیدنا، وامیرالمومنین و امام المسلمین وخلیفہ رب العالمین قدوۃ المشارق والمغارب المنیف علی الذروۃ العلیا ابن لوی ابن غالب"، سلاطین روم، مصر اور شام کو صرف سلطان فلاں ابن فلاں سے خط و کتابت میں مخاطب کرتا تھا اور کوئی الفاظ نہیں ہوتے تھے۔ جو احکام اپنی حکومت میں حکام کے نام لکھتا تھا۔ اُس کی پیشانی پر "النصرۃ من اللہ وحدہ" لکھا کرتا تھا۔ اور جب سلطان ہندوستان سے واپس آیا تھا تو خلافت مآب نے اپنے فرمان عالی شان میں "الجناب الرفیع الخاقانی" کے موقر الفاظ سے مخاطب کیا تھا۔ اس پر سلطان نے دربار خلافت میں اس قسم کا خطاب عطا ہونے کی درخواست کی، جواب دیا کہ اکابر ملوک کو یہ خطاب دیئے جاتے ہیں۔ جب دربار خلافت سے خلعت آیا تو سلطان نے حد سے زیادہ منت و سماعت کی تو "الجناب العالی الشاہنشاہی" کے خطاب سے مخاطب کیا۔

تاتاریوں کی سفاکیاں

قصہ مختصر جنگ آمد کے بعد تاتاری طوفان آمد کے علاقے میں پھیل گیا ارزن، میافارقین اور تمام دیار بکر ویران اور برباد کردیئے۔ پانچ دن کے محاصرہ کے بعد بزور تیغ شہر اسعرد کو فتح کیا۔ کئی دن تک قتل عام کا سلسلہ جاری رہا۔ ماردین پر حملہ کیا۔ اہل ماردین نے سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا۔ لوٹ مار کرتے نصیبس پہنچے۔ اطراف نصیبین کو بھی اپنی پناہ کاری کی جولاں گاہ بنایا۔ نصیبین سے فارغ ہوکر سنجار، خابور، تدلیس اور صوبہ خلاط کو بھی غارت کرکے چٹیل میدان بنادیا، انھی تاتاریوں کا ایک گروہ آذربائیجان سے صوبہ اربل کی طرف قتل و غارت کرتا ہوا بڑھا، ترکمان

ایوانیہ اور اکراد جوزقان کی طرف ہو کر گزرا۔ ان لوگوں نے تاتاریوں کا تیغ وسنان سے استقبال کیا۔ لوٹ لیا، قتل کیا، مظفر الدین والیٔ اربل بھی والیٔ موصل سے امداد حاصل کر کے تاتاری لٹیروں کے مقابلے کے لئے نکلا۔ لیکن وہ زیادہ دور نکل گئے تھے ہاتھ نہ آئے۔ واپس آیا واللہ وارث الارض ومن علیہا و ہو خیر الوارثین۔

سلطان جلال الدین منکبرس کے قتل کے بعد اس کا لشکر متفرق ہو گیا۔ گرتا پڑتا کیقباد بادشاہ روم کے پاس پہنچا۔ کیقباد نے انھیں اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔ ۶۳۴ھ میں کیقباد نے وفات پائی اس کا بیٹا غیاث الدین کیخسرو تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اسے ان کی طرف سے شبہ پیدا ہوا۔ ان کے سردار کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔ جس طرف سے گذرے اور جہاں پہنچے لوٹ لیا، بستیوں کو اجاڑ ڈالا اسی حالت پر ایک مدت تک ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد الملک الکامل نے جو اپنے باپ کی طرف سے بلاد شرقیہ حران، کیفا اور آمد کا حاکم تھا۔ اپنے پدر بزرگوار سے اجازت حاصل کر کے ان لوگوں کو اپنی فوج میں شامل کر لیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ بنو ایوب کے حالات میں تحریر کریں گے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ولی التوفیق بمنہ وفضلہ۔

شجرہ ملوک خوارزم

١- انوشتکین خوارزم شاہ [۱]

۲- محمد

۳- اتسز

۴- الپ ارسلان

سلطان محمود ۵

۶- تکش

مفرق خاں بن ملک شاہ

۷- علاء الدین محمد

غیاث الدین پیر شاہ

۸- جلال الدین منکبرس

۱ امیر ملکابک سلجوقی کا خادم تھا۔ اور یہی جد اعلیٰ و مورث ملوک خوارزم کا ہے۔